حُسن المآب

از قلم: مَرجان قُطب

ے گلی کُوچوں میں دِن بَھر آب و دانہ ڈھونڈتے ہیں

سرِ شامِ زیاں پھر ہم ٹھکانہ ڈھونڈتے ہیں

تیری دُنیا میں آخر کون سی شے کی کمی ہے

تیری دُنیا میں جینے کا بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔۔۔

یونیورسٹی سے واپسی کا راستہ ہمیشہ ہی اُسکے لیئے دشوار گُزار ہوتا کیونکہ وہ اور اُسکا دِل واپس گھر جانے کے خیال سے ہی سخت کبیدہ خاطر نظر آتے تھے مگر یہ تو قانونِ قدرت ہے کہ اپنے کاموں سے لوٹ کر اِنسان ہوں یا چرِند پرند سب کو اپنے گھر ہی جانا ہوتا ہے مگر کیا وہ واقعی اُسکا ہی گھر تھا؟ وہ جو گھر کے تحفظ بھرے پُرسکون اِحساس کے لیئے ہمیشہ سے ترستی آئی تھی اُسکے لیئے گھر نام محض کوئی خوابوں کی خیالی بات تھی یعنی محض سَراب۔ گاڑی چلاتے ہوئے وہ مُسلسل اپنی اُنگلیوں کو بے چینی سے سٹیرنگ ویل سے ٹکرا رہی تھی۔شدید گرمی میں اُسکی صبیح پیشانی پر چمکتے پسینے کے قطرے صاف نظر

آ رہے تھے۔مہینہ ہونے کو آیا تھا اور اُسکی گاڑی کا اے-سی۔خراب تھا مگر ابھی وہ اُسکو ٹھیک کروانے کی پوزیشن میں نہیں تھی کیونکہ ہمیشہ کی طرح اُسکو اپنی تنخواہ کا ایک اچھا خاصا بڑا حصّہ اپنے گھر والوں کو دے دینا ہوتا تھا۔جو کے وہ قرض اور فرض سمجھ کر ایک عرصے سے ہی دیتی آ رہی تھی۔موڑ کاٹتے ہوئے اُسکو سڑک کنارے ایک بچہ نظر آیا تو کسی معمول کی طرح اُس نے گاڑی روک کر چہرہ باہر نِکال کر اُسکو پُکارا جو اپنی سائیکل کا چین دُرست کر رہا تھا۔

"دانی!" اُسکی پُکار پر بچے نے چونک کر اُسکو دیکھا اور اُسکی ننھی آنکھوں میں چمک دَر آئی۔دِن بَھر کی تھکن بَھک سے اُڑ گئی۔کندھے پر پہنا سکول بیگ سنبھالا گیا۔

"اسلام و علیکم مابی!" وہ تیزی سے اُس تک آیا اور ہاتھ باہر نِکال کر اُس نے بچے کے بکھرے بال مُحبت سے سنوارے۔

"وعلیکم اسلام! امی کیسی ہیں اَب؟" اُسکے چہرے سے گرد و غبار اپنے دوپٹے سے صاف کرتے ہوئے وہ بہت نرمی سے پُوچھ رہی تھی۔دَانی کھکھلا کر ہنس دیا۔ماں کے صحت یاب ہوتے ہی اُسکی مُسکراہٹ اور شرارت واپس لوٹ آئی تھی۔

"بالکل ٹھیک، اللہ کا شُکر!" ہمیشہ کی طرح اِس حال میں بھی اللہ کا شُکر اَدا کرتے ہوئے اُس نے اپنی جانب سوگواری سے دیکھتی لڑکی کو بوجھل کر دیا تھا۔

"اور اسکول کیسا جا رہا ہے؟" پیچھے ہو کر پیسنجر سیٹ سے اپنا بیگ اُٹھا کر اُس میں سے کچھ نِکالتے ہوئے وہ معمول کے انداز میں پُوچھ رہی تھی۔

"بہترین۔۔۔میرے میتھس اور سائنس کے ٹیسٹ میں پوری کلاس میں سب سے زیادہ نمبر آئے۔" آنکھیں میچ کر کھولتے ہوئے چودہ سالہ دانی جُوش سے کہہ رہا تھا۔

"اُستاد پھِر کون ہے تمہارا۔"اُسکے یوں کہے جانے پر دَانی کی آنکھوں کی چمک بڑھنے لگ گئی۔

"اچھا یہ دکان کا کرایہ ، سیدھا جا کر امی کو دینا۔"خاکی لفافہ اُسکی جانب بڑھتے ہوئے اُس نے دانیال کو دُنیا جہان کی خوشی سے نواز دیا۔دَانی نے لفافہ اُسکے ہاتھ سے لے کر اِحتیاط کے ساتھ اپنے بیگ کی سب سے محفوظ خانے میں رکھ دیا۔

"پھِر کرایہ جلدی آ گیا۔میں امی اور نور کے لیئے مچھلی لے کر جاؤں گا۔"دانیال کے کہنے پر اُسکی سبز نگینوں جیسی آنکھیں دَھمکنے لگیں۔اِضطراب ہوا میں تحلیل ہوتا محسوس ہونے لگا۔

"اور یہ تم دونوں بہن بھائیوں کی سالگرہ کا تحفہ۔"ایک اور بیگ سیٹ سے اُٹھاتے ہوئے اُس نے خوشی سے پھُولے نہ سماتے دانیال کو تھمایا۔

"لیکن ہماری سالگرہ تو پرسوں ہے۔"بڑا سا شاپر لے کر اپنی سائیکل پر لٹکاتے ہوئے وہ اُسکو کوئی بڑی عمر کا فرض شناس سا لڑکا لگا۔

"اور پرسوں میں آ نہیں سکوں گی نہ، اِس لیے۔"اُسکے کہنے پر دَانی نے بڑے سیانے کی طرح سمجھ کر سَر ہلایا۔

"اپنا، امی اور نور کا خیال رکھنا اور میرا سلام کہنا۔"اُسکے سَر پر محبت سے ہاتھ پھِیرتے ہوئے کہا گیا۔

"وعلیکم اسلام۔۔۔آپ بھی اپنا خیال رکھنا۔"دَانی نے اُسکا پڑھایا گیا سبق اُسی کو لٹاتے ہوئے دانتوں کی نمائش کروا کر کہا۔اُس نے واپس سنبھل کر بیٹھتے ہوئے دَانی کو دیکھ کر گاڑی سٹارٹ کی اور پھِر ہاتھ لہرا کر اُسکو الوداع کہہ کر اُس نے گاڑی اپنی بوسیدہ مَنزل کی طرف رواں کر دی۔وہی مَنزل جہاں ذلت و رُسوائی تھی، تحقیر، طنز اور طعنے کا جم غفیر تھا۔جہاں اُسکی ماں کی غلطیوں کا موردِ الزام اُسے ٹھہرایا جاتا تھا۔جہاں اُسکے والدین اُسکے لیئے حبس زدہ، بےبس اور تحقیر بھری زندگی چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

رکھی ہوئی ہے دَرد کی دولت سنبھال کر

ورثے میں جو ملی تھی وہ جاگیر اَب بھی ہے

دل ہے کہ ٹوٹتا ہی چلا جائے ہے مگر

اِمکاں میں ایک صورتِ تعمیر اَب بھی ہے۔۔۔

"جبار۔۔۔"اندر آتے اُسکے دوست کی پُکار پر وہ ایک جھٹکے سے پلٹا اور اُسکا شدید غصّے سے لال سُرخ چہرہ دیکھ کر اُسکو اپنے باقی کے الفاظ روک لینے پڑے۔جانتا جو تھا اُسکا مِزاج۔

"خبردار جو اُس گھٹیا عورت کی سائیڈ لی تم نے۔"نیوی بلیو ویسٹ میں ملبوس، ورزشی جسامت والے اُس شخص نے جسطرح پھَنکار کر کہا، میزان نے کان میں اُنگلی گُھما کر اُسکو دیکھا جِس کا بہترین دوست

ہونے کے باوجود وہ اُس کے غصّے اور پَھٹ پڑنے سے خائف رہتا تھا۔ٹائی کی ناٹ ایک جھٹکے سے ڈھیلی کرتے ہوئے اُس نے ٹائی صوفے پر اُچھال دی۔

"فائیر کرو اُسکو ابھی کے اَبھی۔"اُسکے قطعیت بَھرے انداز پر میزان تیزی سے اُس تک آیا۔

"ہمارا کانٹریکٹ ہوا ہے اُسکے ساتھ۔"اُس نے آہستہ سے سمجھانا چاہا مگر وہ جانتا تھا کہ یہ گرم دماغ شخص کسی کے قابو میں نہیں آ سکتا۔

"تو ہرجانہ اور واجبات ادا کر کے چلتا کرو اُس بدتمیز عورت کو ورنہ اُسکا قتل کر دوں گا میں۔"اُسکے غصّے سے اُسکے گِرد رہنے والا ہر شخص واقف تھا تبھی اُسکی عادات و اطوار کو جاننے والے اُس سے پنگا نہیں لیتے تھے اور اَب یہ تو معاملا ہی اُلٹا تھا۔اُسکا اِشتعال کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

"میں اُسکو سمجھاؤں۔۔۔"میزان نے کہنا چاہا اور جِسطرح اُس نے پلٹ کر میزان کو دیکھا میزان کو اپنا خون خُشک ہوتا محسوس ہونے لگا۔

"میزان حیدر۔۔۔"اُسکے لہجے پر میزان نے دونوں ہاتھ مفاہمتی انداز میں اُٹھا لیئے۔

"میں جانتا ہوں تُجھے عورت ذات سے خار ہے، بیر ہے، نفرت ہے مگر۔۔۔"وہ اُسے رام کرنے کو پھِر سے بُھونڈی کوششیں کر رہا تھا۔

"تم بھی شکل گُم کرو یہاں سے۔۔۔"دروازے کی جانب اِشارہ کرتے ہوئے وہ اِتنی زور سے گرجا کہ میزان سب بُھول بھَال کر تیزی سے باہر نِکل گیا۔باہر سارا سٹاف خوف سے لرز رہا تھا۔میزان کو یوں

بے عزت ہو کر نکلتے دیکھ کر وہ مزید دُبک کر بیٹھ گئے۔یقیناً معاملا سنجیدہ تھا بہت ورنہ جبار صاحب اور کسی کا لحاظ نہ کریں میزان کا ہر حال میں کرتے تھے۔

"ٹینشن نہ لو، وہ ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ایک۔۔۔ہفتے تک۔" تسلی دیتے ہوئے اُس نے آخر میں جِس انداز میں کہا سب اِتنے خوف اور ٹینشن کے باوجود ہنس دیئے۔اور میزان اپنے آفس کی جانب بڑھ گیا۔

"وشمہ میم کو اِیسی حرکت نہیں کرنی چاہیئے تھی۔" پیچھے سارا سٹاف دھیمی سرگوشیوں میں باتیں کرنے لگ گیا۔

"سب جانتے ہیں کہ جبار سَر کِس قدر عورتوں سے اِلرجک ہیں۔" ایک اور سٹاف میمبر نے اِضافہ کیا۔

"کوئی وجہ ہے بھی یا نہیں؟" نئ اِنٹرنی نے عینک ناک پر سہی سے جماتے ہوئے کسی قدر دِلچسپی سے کہا۔وہ نئ آئی تھی، اُسکا ہائیر بھی میزان حیدر نے کیا تھا۔دو بار کے علاوہ اُس نے اپنے باس کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ہاں! البتہ اُنکے بارے میں وہ اِتنے قصّے سُن چُکی تھی کہ اللہ اَمان۔

"وجہ معلوم کر کے ہمیں مرنا نہیں ہے۔" قدرے پُرانے ایمپلائی نے جُھرجُھری لے کر کہا اور اُس نئ اِنٹرنی نے عینک کے پیچھے سے سب کے سپید پڑتے چہروں کو دیکھ کر اُس آفس کو دیکھا جو اُنکے باس کا تھا۔

"وجہ معلوم نہیں اور پِھر بھی تم سب ڈرتے ہو۔" اُسکو اِن سب کے انداز اُلجھن میں مُبتلا کر رہے تھے۔

"اُنکا نام ہی کافی ہے اُن سے سب کو خائف کرنے کے لیئے۔"کسی اور نے گفتگو سمیٹنے کو کہا جبکہ اِنٹرنی چونک گئی۔

"کیا مطلب۔۔۔نام کیوں؟" اُسکی ٹوہ لینے والی طبیعت پر سب ہی نے اُسکو گھورا کر دیکھا تو وہ سنبھل کر سیدھی ہوئی۔

"کیونکہ اُنکا نام ہے قلبِ جبّار۔"بلی تھیلی سے باہر آ گئی۔اُسکی سخت، جابر شخصیت کا سَبب سامنے آ گیا تھا۔پاکستان کی لیڈنگ پرفیوم برینڈ **'مَسحور'** کے سی-اِی-اُو کا نام **'سید قلبِ جبّار عالم'** تھا۔پاکستان کا سب سے درخشاں ستارہ، کامیاب بِزنس مین، جدی پُشتی رئیس، سلیبریٹیز سے زیادہ فولو کیئے جانے والا شخص مزاج کے اعتبار سے بے اِنتہا بدنام تھا مگر اُسکی مقناطیسی شخصیت، ورزشی جسامت، جذبِ نظر، پُرکشش نقوش اُسکی ذات کے بہت سے عیب دُھو دیتے تھے مگر کب تک۔ایک دِن لوگوں سامنے وہ بدمِزاج، غصیلہ، کھڑوس، لحاظ نہ کرنے والا مشہور ہو گیا اور یہی حقیقت بھی تھی۔

"آ گئی ہے آپ کی لاڈلی گُل چھڑے اُڑا کر۔"دروازہ بند کر کے وہ جیسے ہی اندر آئی یہی الفاظ تیزاب کی طرح اُسکی سماعتوں کی طرح چھَلنی کر گئے۔اِیسے ہی الفاظ، یہی جملے اور گھٹیا اِنسانیت سُوز اِلزامات وہ نہ جانے کتنے برسوں سے سُنتی آ رہی تھی مگر نہ جانے کیا خُدا کی مار تھی کہ ہر بار نئے سِرے سے رُوح کو زخمی کر جاتے تھے۔گہرا سانس لے کر دوپٹہ سَر پر اچھی طرح جماتے ہوئے وہ نانی کے کمرے میں سیدھا آئی۔

"اسلام و علیکم نانو!" اُسکی ہشاش بشاش آواز پر نانو نے کروٹ بدل کر اُسکو دیکھا جسکے صبیح چہرے پر ہمیشہ کی طرح سکون اور ٹھہراؤ کی عجیب سی کیفیت تھی۔

"آ گئی تم؟" ایک ہی سوال !

"جی! آپ نے کھانا کھا لیا؟" سائیڈ ٹیبل سے دوائیوں کا شاپر اُٹھاتے ہوئے وہی معمول کا سوال پُوچھا گیا۔

"تمہارے ساتھ کھاؤں گی نہ۔"اُسکے چہرے کو دیکھتے ہوئے مُحبت سے کہا۔اُس نے چہرہ پھیر کر نانی کے جُھریوں ذدہ چہرے کو دیکھا اور پِھر مُسکرا دی۔

"ٹھیک ہے! میں پِھر آپکا اور اپنا کھانا لاتی ہوں۔"اُنکی کھانے کے بعد لی جانے والی دوائیاں شاپر سے نکالتے ہوئے کہہ کر وہ کچن میں جانے کے لیئے پلٹی۔

"حُسن المآب!" نانی کی مٹھاس بَھری پُکار پر اُس نے چہرہ پھیر کر اُنکو دیکھا۔

"اپنی مامی کی باتوں کو دِل پر مت لیا کرو۔"اُنکے لرزتے لہجے میں زمانے کے رنج تھے۔آہستگی سے اُن تک آئی اور اُنکی بوڑھی آنکھوں سے پھسلتے آنسو نرمی سے سمیٹ لیئے گئے۔

"بے فکر رہیں، آپ کی حُسن المآب پر لہجے اثر نہیں کرتے۔"اُنکا لرزتا ہاتھ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے تسلی دی گئی۔نانی کی بُوڑھی آنکھوں کی چمک اُسکے چہرے کو دیکھ کر بڑھنے لگیں۔وہ چہرہ ہو بہو اُنکی بیٹی کا چہرہ تھا، اُنکی لاڈلی دِلآویز کا چہرہ۔سینے میں ہوک سی اُٹھنے لگی مگر وہ یونہی اُسکا چہرہ محویت سے دیکھے گئیں کہ اِسی چہرے کی فکر میں تو وہ زندگی کی کمزور ڈُور کو لرزتے ہاتھوں سے تھامے ہوئے تھیں۔

اُنکے پاس سے اُٹھ کر وہ کچن میں آ گئی جانتی تھی کہ بہت سی باتیں اور اِلزام اُسکے مُنتظر ہیں مگر نانی کے واسطے اُسکو سب سہنا تھا۔

"تم جانتے ہو اُسکو بے دخل کرنے سے ہمیں کتنا نقصان ہوا ہے۔"اِدھر سے اُدھر مارچ کرتے ہوئے وہ جو کب سے جبار کے مطمئن انداز دیکھ رہا تھا، پَھٹ پڑا مگر سامنے والے نے پہلے کب دولت کی پرواہ کی تھی جو اَب کرتا۔

"کروڑوں کا ہو تب بھی میں اُس عورت کو مزید برادشت نہیں کر سکتا تھا۔"اُسکے سخت، کُھردرے انداز پر میزان اُسکو دیکھ کر رہ گیا۔ کمپنی کو کروڑوں کا نقصان پہنچا تھا، ساکھ خراب ہو رہی تھی، شیئرز اور سٹاک میں عجیب خرابی چل رہی تھی اور اِس موصوف کا اِطمینان۔۔۔۔

"یار اُس نے صرف تمہارا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا اور۔۔۔۔"اِس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مُنقطع کرتا، جبار نے فائل ایک جھٹکے سے بند کی۔

"اُس نے نہ صرف میرا ہاتھ پکڑنا چاہا بلکہ میرا کردار بھی مشکوک کرنے کی کوشش کی سمجھے تم۔۔۔"وہ جسطرح ضبط کھُو کر چلّایا، میران شل سا اُسکو دیکھے گیا۔

"اور اگر دوبارہ اُسکا ذکر میرے سامنے کیا تو اُسکے ساتھ تمہیں بھی جہنم واصل کر دوں گا۔"کہنی تک دونوں بازوؤں کے کف اُلٹتے ہوئے اُس نے جِس انداز میں کہا میران گہرا سانس بَھر کر رہ گیا۔

"ہاں سب کو جہنم میں بھیج کر خود عیش کرنا جنت میں۔"اُسکے بڑبڑانے پر جبار نے سختی سے اُسکو دیکھا جو جَھٹ دروازے کی طرف بڑھا، جانتا تھا کہ اَب کی بار وہ رکا تو اُسکو دَھکے دے کر آفس سے نکالا جائے گا اور وہ بے آبرو ہو کر یار کے کُوچے سے نہیں نکلنا چاہتا تھا۔

"اُو ہاں۔۔۔"یاد آ جانے پر وہ جو دروازے تک پہنچ گیا تھا، تیزی سے پلٹا۔

"تیرے دادا کی کال آئی تھی۔"اُسکی اطلاع پر چونک کر سَر اُٹھاتے جبار کے چہرے پر زمانے بَھر کی سختی چھانے لگی۔وہ کسی بھی لمحے پَھٹ پڑنے والا تھا اِسکا اندازہ میزان کر سکتا تھا۔

"وہ کہہ رہے تھے کہ تم اُنکی کال نہیں ریسو کرو گے تو وہ خود پہنچ جائیں گے یہاں۔"اُسکے کہے جانے پر جبار نے ہاتھ میں تھامے پین پر گرفت مضبوط کی اور پِھر وہ پین اُسکی سخت گرفت کے باعث ٹوٹ کر اُچھلتے ہوئے نیچے گِر پڑا۔میزان نے چہرہ اُونچا کر کے اُسکے ہاتھ میں تھامے پین کو دیکھا جو پِھر سے اُسکا ہاتھ زخمی کر کے قتل ہو چکا تھا مگر اُسکا قاتل بے حد بے حس تھا جسے اپنی تکلیف تک محسوس نہیں ہو رہی تھی۔خون کی دھاریاں ٹیبل پر بکھرے سفید صفحوں پر گِرنے لگیں۔ افسوس سے نفی میں سَر ہلاتا، تفکر میں مُبتلا ہوتا میزان اُسکی جانب نہیں بڑھ سکتا تھا کیونکہ جانتا تھا کہ اِس وقت سوئے ہوئے شیر کو جگانا بالکل مُناسب نہیں تھا۔دروازہ بند ہونے کی آواز پر وہ ایک جھٹکے سے اپنی ریوالونگ چیئر سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ٹہل ٹہل کر بھی غصّہ تھا، تنفر تھا کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔اُسی وقت ٹیبل پر پڑے اُسکے سیل فون کی گھنٹی بجی مگر وہ نہیں رُکا، بج بج کے تھمنے کے بعد آفس کے فون پر کالز آنے لگیں مگر وہ بہرہ بنا ٹہلتا رہا۔سٹینڈ سے اپنا کوٹ اُٹھا کر بیگ میں لیپ ٹاپ اور ضروری فائلز رکھ کر وہ سیل فون وہیں چُھوڑ کر اپنے آفس سے باہر نِکل رہا تھا اور اُسکے نکلتے ہی اُسکے آفس میں کام

کرنے والا ہر شخص اپنی کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا مگر آج تک اُنکے باس نے اُن سب کو ایک نظر تک نہیں دیکھا تھا، اُنکو تو یہ تک معلوم نہیں تھا کہ اُنکے آفس میں کام کرنے والے کچھ اہم افراد کا نام کیا ہے۔وہ بَس اُنکو ضرورت پڑنے پر اُنکے عہدوں سے بُلاتا تھا۔یونہی خاموشی سے سَر اُٹھائے، قدموں سے زمین کو رُوندتا ہوا وہ آگے بڑھ رہا تھا تبھی سامنے سے میزان کو دیکھ کر ٹھہرا۔

"کِدھر؟" اُسکے تیور دیکھ کر سوال مُختصر تھا۔

"گھر۔۔۔"جواب بھی مُختصر آیا اور اِس سے پہلے کہ وہ اُسکے برابر سے نِکلتا، میزان تیزی سے آگے آیا۔

"تیرے مسئلے کا حل ہے میرے پاس۔"اُسکی بات پر وہ جو کچھ قدم ہی آگے بڑھا تھا، جھٹکے سے رُک کر پلٹا۔سخت نگاہوں سے اُسکو گھورا گیا کہ آیا وہ سنجیدہ ہے یا ہمیشہ کی طرح۔۔۔۔

"تُو اپنے دادا کو کہنا تُو اپنی پسند سے شادی کر چُکا ہے۔"اُسکے بے تکے جواب پر پہلے اُسکی نظروں میں سختی آئی اور پِھر وہ افسوس سے سَر ہلاتے ہوئے اُسکے برابر سے چلا گیا۔پیچھے میزان نے اپنے کندھے تھپک کر جیسے اِس حل پر خود کو داد دی۔

اُسکو بوڈی گارڈز کی ضرورت نہیں تھی مگر لوگوں کو خود سے بہت فاصلے پر رکھنے کے لیئے اُس نے بےاَنت بوڈی گارڈز رکھے ہوئے تھے اور یہ اَب بھی میزان کے ہی حل تھے کیونکہ جبار کے مزاج، اُسکی کامیابیوں کے باعث اُسکے دوست کم اور دُشمن بہت زیادہ تھے مگر وہ تھا کہ اُسکو کِسی کی پرواہ نہیں تھی۔گاڑیوں کا کاروان شہر کے بیچوں بیچ واقع اُسکے اعلی شان قصر کے آگے آ کر رُکیں جہاں وہ

اکیلا رہتا تھا جسکی پیشانی پر "**حُسن مَنزل**" سُنہری حروف سے کنندہ کیا گیا تھا۔وہ قصر سفید اور سُنہری تھا اور پہلی نظر دیکھنے والا اُس معمار کو ایک بار ضرور سوچتا جِس نے یہ محل تعمیر کیا ہو گا۔اُس قصر کی ایک ایک اینٹ مُحبت سے سینت سینت کر بنائی گئی معلوم ہو رہی تھی۔سُنہری بڑے سے سے دروازے کے وَا ہوتے ہی گاڑیوں کا وہ طوفان تیزی سے اندر چلا گیا اور پیچھے وہ قصر اُسی شان سے خاموش کھڑا خود کی جانب دیکھنے والوں کو حیران کرتا رہا۔

شاور لے کر وہ ڈریسنگ روم میں آتے ہی اپنا چہرہ تھپتھپاتے ٹھٹکا۔ذہن میں میزان کا بےتُکا سا حل لہرانے لگا مگر پھِر وہ سَر جھٹک گیا۔بےشک میزان کے مشوروں نے اُسے ہمیشہ پرسکون کر کے ہر مُشکل مسئلے سے نِکالا ہو مگر وہ ایک مُصیبت سے بچ کر دوسری مصیبت میں نہیں پھنس سکتا تھا اور تب جب اُسے ایک ایک عورت زہر لگتی ہو۔بال سُکھائے بِنا اُس نے تولیہ وہیں سے سٹینڈ پر پھینکا اور باہر نِکل آیا۔اِس حل کے حق میں وہ کبھی نہیں ہو گا۔اِس بارے میں وہ مَر کر بھی نہیں سوچے گا مگر وہ غلط تھا۔ہمیشہ سے ہر چیز پلان کر کے اُس پر ہر حال میں عمل پیرا ہونے والے اُس کیلکیولیٹڈ شخص کو اندازہ نہیں تھا وہ خود اپنے اصولوں، اپنی ترجیہات سے پیچھے ہٹے گا۔ایک قدم نہیں، کئی قدم۔

کمرے میں آ کر ابھی اُس نے سکون کا سانس بھی نہیں لیا تھا کہ اُسکے کمرے کا دروازہ ناک کیا گیا۔

"آ جاؤ!" اُسکی بھاری آواز پر ملازمہ نے ڈرتے جھجھکتے دروازہ کُھول کر اپنے مالک کو دیکھنا چاہا مگر اُنکے رعب اور دبدبے کے آگے سَر اُٹھانا محال تھا۔

"آپ کے دادا صاحب آئے ہیں حویلی سے۔"اِس اِطلاع پر وہ جو مطمئن سا تھا، ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اور مالک اُنکے ساتھ ایک لڑکی بھی ہیں۔"وہ اگلی بات اُسکے اعصاب پر دھماکا تھی۔شریانوں میں لہو ٹھوکریں مارنے لگا۔

"اُنکی اِتنی جُرات۔۔۔"اُسکا سختی سے کہنا ملازموں کے لیئے کوئی باعثِ تعجب بات نہیں تھی اِس لیئے اپنے مالک کو طیش میں دیکھ کر وہ اُلٹے پاؤں واپس چلی گئی۔تیز قدموں سے وہ باہر مین دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا کیونکہ اُسکی اِجازت کے بغیر اُسکے مُلازمین کبھی بھی کسی کو اِس قصر میں داخل ہونے نہیں دیتے تھے۔اُسکے اِشارے پر مین دروازہ کُھلا اور سیاہ رنگ کی لینڈ کروزر تیزی سے پورچ پر نمودار ہو گئی۔وہ یونہی دونوں ہاتھ پُشت پر باندھے، آنکھوں میں ڈھیروں سختی، سَرد پَن لیئے اُنکو پچھلے دروازے سے اُترتے دیکھ رہا تھا۔وہ زخم جو مَندمِل نہیں ہوئے تھے اِس چہرے کو دیکھ کر پھِر سے خون ہونے لگے۔

"تمہارے نوکروں کی اِتنی مجال کے ہمیں اپنے پوتے سے مِلنے سے روکیں۔"اُسکے عین سامنے آ کھڑے ہوتے ہوئے اُنکے لہجے میں جو کروفر تھا، اُسکو وہ ناگواری سے دیکھے گیا۔

"یہ نوکر نہیں میرے وفادار لوگ ہیں۔جو ہر غیر شخص کو اِس قصر میں داخلے سے روکتے ہیں۔"وہ بھی سَر اُٹھائے اُنکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"تم ابھی تک نہیں بدلے، ذرا لچک نہیں آئی تمہارے اندر۔"اُنکے لہجے میں صاف اُسکے لیئے سختی تھی مگر سامنے کوئی پہلے والا سترہ سال کا لڑکا نہیں تھا جو اپنی دادی کے لحاظ میں خاموش ہو جاتا، مَان جاتا تھا۔اُنکے سامنے دَس سال کے طویل وقفے کے بعد سید خاندان کا جو چشم و چراغ کھڑا تھا، وہ اَب تینتیس سال کا مَرد تھا جِس نے وہاں حویلی سے جاتے وقت جو عہد کیا تھا اُسکو نبھاتے ہوئے کبھی پلٹ کر بھی اُن سب کو نہیں دیکھا تھا۔

"آپ کو سُن کر افسوس ضرور ہو گا مگر میں بدلنے والوں میں سے نہیں ہوں سید قاسم مُجتبیٰ صاحب۔" اُسکے کہے جانے پر وہ چونک کر اُسکو دیکھنے لگے۔یہ کوئی اور جبار ہی تھا، وہی جسے وہ اِتنے برسوں سے اخباروں، ٹی-وی پر دیکھتے آ رہے تھے۔سخت اور کُھردرا۔

"ضروری بات کرنے آئے ہیں تم سے۔"اُنکو اپنا لہجہ مُعتدل رکھنا پڑا۔اُنکو معلوم تھا کہ اُسکی دُھکتی رگ کون سی ہے اور کب دبانی ہے۔

"کریں۔۔۔"وہ یونہی تَن کر کھڑا رہا۔

"کچھ اپنی دادی کا ہی لحاظ کر لو جبار۔"اَب کے اُنکے انداز پر جبار نے اُنکو جِن سخت نظروں سے دیکھا، وہ ٹھٹکے۔اُن آنکھوں میں آج بھی دَس سال قبل والی نفرت ٹھہری ہوئی تھی۔

"اُنکے لحاظ میں ہی آپکے لیئے اپنے گھر کے دروازہ کھلوائے تھے۔"اُس جواب پر اُنکا ازل کی سخت مِزاج عود کر باہر آنے لگا۔

"تم یہاں مُلازموں میں روک کر رکھو گے ہمیں، تمہاری ماں کی یہی تربیت تھی؟" اُنکے کہے جانے پر اُس نے اپنی مُٹھیاں بینچ کر اُنکو دیکھا اور پِھر چند قدموں کا فاصلہ پاٹ کر اُنکے عین سامنے آ کھڑا ہوا۔

"میری ماں تک پہنچنے کا سوچیئے گا بھی مت شاہ صاحب! ورنہ میرا دماغ اُلٹتے زیادہ دیر نہیں لگتی، سُن تو رکھا ہو گا آپ نے۔"ایک ایک لفظ سختی میں ڈوبا ہوا اُنکو باز رہنے کا اِشارہ کر رہا تھا۔وہ اُسکو خاموش نظروں سے دیکھتے ہوئے تولنے لگے۔

"خیر! ہم یہاں زیبا کو چُھوڑنے آئے ہیں۔اَب اُسکو تمہارے ساتھ رہنا چاہیئے۔"ہاتھ اُٹھا کر اُنہوں نے گاڑی کی جانب اِشارہ کیا جہاں سے اِشارہ مِلتے ہی چادر اُوڑھے کوئی لڑکی ایک تمکنت سے اُتر رہی تھی۔ اُسکی آنکھوں میں اُس چہرے کو دیکھتے ہی لہو اُترنے لگا۔

"دس، پندرہ سال ہو گئے ہیں نہ تمہارے نِکاح کو۔"یہ لفظ کسی گالی کی طرح جبار کے مُنہ پر مارا گیا۔وہ آنکھوں میں حقارت بَھرے اُس عورت کو دیکھ رہا تھا جو اپنے آغا جان کی موجودگی کو بُھلائے، آنکھوں میں ڈھیروں محویت، مُحبت اور بےشرمی لیئے اُسکو نہارتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"آپ کی ہمت بھی کیسے ہوئی شاہ صاحب اِس عورت کو یہاں لانے کی؟" اُسکے انداز کی سختی پر سید قاسم مُجتبیٰ نے چونک کر اُسکو دیکھا جو قتل کر دیتی نظروں سے زیبا کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ عورت تمہارے نِکاح میں ہے۔"اُنکے کہے جانے پر وہ نگاہوں کا زاویہ بدل گیا۔

"شاید آپکو معلوم نہیں کہ میں اِس عورت کو طلاق بھجوا چکا ہوں۔"اُسکے الفاظ نہیں تھے، وہ پگھلا ہوا سیسہ تھا جو اُنکی سماعتوں میں اُتارا گیا۔زیبا کا چہرہ توہین اور اہانت سے سُرخ ہوا۔

"میں نے سائن نہیں کیئے۔۔" اُسکے جواب کو اُس نے یوں نظرانداز کیا جیسے وہاں وہ موجود ہی نہ ہو، یا پھِر یوں جیسے اُس کرائیت آمیز وجود کو دیکھنے سے اُسکو کافر ہو جانے کا اندیشہ ہو۔سید قاسم صاحب نے چہرہ پھیر کر اپنی نواسی کو دیکھا۔یہ طلاق والی بات اُن سے کیوں پُوشیدہ رکھی گئی؟

"اُس گھٹیا قِسم کے نِکاح کو میں نے کبھی تسلیم نہیں کیا اِس لیئے میں نے اُس کاغذی رشتے کو ختم کر دیا تھا، آپ مانیں نہ مانیں۔"اُنکو یوں ساکن دیکھ کر اُسکے جلتے دِل پر کوئی پُھوار سی پڑنے لگی۔جبکہ وہ اُسکے لفظوں کی سختی پر، چُناؤ پر دَنگ رہ گئے۔

"لیکن تم نے اپنی دادی کے کہنے پر۔۔۔۔"اُنہوں نے کچھ کہنا چاہا۔اَب اُنکو یاد نہیں تھا کہ وہ وہیں پُورچ میں کھڑے مُلازمین کے سامنے اُس سے خاندانی باتیں کھنگال رہے ہیں۔

"بالکل دادی جان کے کہنے پر ہی ہلکے کردار کی اِس عورت سے کاغذی نِکاح کیا تھا۔مُجھے طلاق نہ دینے کے لیئے پابند نہیں کیا تھا دادا صاحب۔"اُسکے کہنے پر اُنکا چہرہ سُرخ ہونے لگا۔اُنکے خاندان کا ہر فرد اُنکو **'آغا جان'** پُکارتا تھا، اُنکی عزت کرتا تھا اور یہ اُنکا پوتا۔۔۔اِس سوچ کے ساتھ ہی اُنکا ہاتھ اُٹھا اور جبار کے چہرے پر نِشان چُھوڑ گیا۔

"زیبا نے دستخط نہیں کیئے ہیں اور یہی ہمارے حکم سے تمہاری خاندانی بہو رہے گی سمجھے تم۔۔۔"
ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑی زیبا کا دِل چاہا وہ اُلٹی چھلانگیں مارے۔دِل مارے خوشی کے ہوا میں اُڑنے لگے تھا۔چہرہ واپس پھیر کر جبار نے اُنکو ٹھنڈی نظروں سے دیکھا۔

"یہ اَب تمہارے ساتھ رہے گی۔"اُنکے اگلے حکم پر اُسکا ضبط، مروت، لحاظ سب رخصت ہو گئے۔

"اگر آپ اِس عورت کو جسے میں دو بار طلاق دے چُکا ہوں یہاں چُھوڑ کر گئے تو اِسے میں اپنے ہاتھوں سے دَریا بُرد کر آؤں گا۔"اُسکے الفاظ میں اِتنی سختی اور توہین تھی کہ زیبا ٹھٹھرتے دِل سے اُسکو بے یقینی سے دیکھے گئی۔کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اپنی نفرت میں وہ اِس قدر آگے نِکل جائے گا۔

"اِسلام میں تین طلاق ہیں اور جس چیز کے گواہ ہم نہ ہوں اُسے ہم تسلیم نہیں کرتے، تمہاری دادی تمہیں دیکھنے کی خواہش میں آخری سانسیں لے رہی ہیں برخوردار۔"اُنکے قطعی انداز پر جبار نے اُنکو نفرت بَھرے دِل سے دیکھا۔دادی کی بیماری کا سُن کر اُسکو ضبط کرنا تھا ورنہ وہ اُس ناگوار عذاب کو ابھی یہیں کھڑے کھڑے آخری طلاق دے کر خود کو اِس کرائیت آمیز بُوجھ سے ہمیشہ کے لیئے آزاد کروا کر سامنے کھڑے شخص کو گواہ ضرور بناتا مگر اُسکو پِھر سے خاموش رہنا تھا۔

"میں دادی جان سے مِلنے جلد آؤں گا مگر اِس عورت کو اپنے گھر اور اپنی زندگی میں کسی صورت بھی شامل نہیں کروں گا اور یہ بات پتھر پہ لکیر جیسی ہے دادا صاحب۔" اُسکے انداز اُنکو اُسکے باغیانہ روش کا باخوبی احساس دِلا رہے تھے۔اُنہوں نے اُسکو اِتنے عرصے آزاد چُھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔

"تو پھر کِس کے ساتھ گھر بساؤ گے اپنا؟ عمر دیکھ رہے ہو اپنی اور ہم نے سُن رکھا ہے تم عورت ذات سے بے حد متنفر ہو۔"اُنکا انداز سَراسَر مزاق اُڑاتا ہوا تھا۔

"میں اپنا گھر بسا چُکا ہوں۔آپ بے فکر رہیں جلد دادی جان سے مِلوانے لاؤں گا اور پورے خاندان کو دیکھاؤں گا کہ مَن پسند، باکردار عورت کیسی ہوتی ہے۔"آخری بات شل، بےیقین کھڑی زیبا صلاح الدین کو دیکھ کر بے حد اِطمینان سے کہا تھا اُس نے۔

"کیا نام ہے تمہاری مَن پسند بیوی کا؟" دھچکے سے نکال کر وہ بامُشکل بولے۔جانتے تھے کہ وہ اُن کو ٹالنے کے لیئے جُھوٹ بول رہا ہے۔

"حُسن۔۔۔"بَرجستہ کہتے ہوئے ایک لمحے کے لیئے بھی وہ نہیں رُکا جبکہ زیبا صلاح الدین کے دَھڑا دَھڑ جلتے دِل پر کسی نے نیزے سے ضرب لگائی تھی۔اِس سفید اور سُنہری قصر کے باہر جو تختی لگی تھی اُس پر "**حُسن مَنزل**" کنندہ تھا، تو کیا وہ واقعی میں اُسکے ساتھ اِیسا کر چُکا تھا؟؟ وہ حقیقتاً اپنی مَن چاہی عورت کے ساتھ گھر بسا چُکا تھا۔۔۔

"کریم داد!" اُن دنوں کی سماعتوں پر دھماکہ کرنے کے بعد اُس نے کچھ قدم دور مؤدب سے کھڑے کریم داد کو پُکارا جو تیر کی سی تیزی سے آگے بڑھا۔

"یہ لوگ جا رہے ہیں واپس۔دروازہ اچھی طرح سے بند کر دینا۔"آخری کٹیلی نظر اُن دونوں ہر ڈال کر وہ سَر اُٹھائے، کروفر سے اندر کی سِمت بڑھ گیا۔پیچھے اُن دنوں کو جلتے توے پر پھینک کے۔سب

سے پہلے بے یقینی اور شاک سے سید قاسم مُجتبیٰ ہی نکلے تھے۔چہرہ پھیر کر اُنہوں نے زیبا کے سپید پڑھتے چہرے کو بغور دیکھا اور پھِر گہرا سانس لیا۔ذہن اُلجھن کا شکار ہونے لگا تھا۔

"زیبا! گھر چلتے ہیں۔"اُنکی سخت آواز پر زیبا نے اپنی بے یقین آنکھوں سے اُنکو دیکھا جو سختی سے اُسکو ہی دیکھ رہے تھے۔

"آغا جان! جبار میرے ساتھ اِیس۔۔۔اِیسا کیسے کر سکتا ہے؟" الفاظ بامُشکل ٹوٹ کر اُسکے ہونٹوں سے پھسلے۔وہ جو اُس سے طلاق کا پُوچھنا چاہتے تھے، ضبط کر کے اُسکا ہاتھ تھامتے ہوئے اُسکو گاڑی کی جانب بامُشکل لے جانے لگے۔

"کیا ہوا ہے جو اِتنی ایمرجنسی سے بُلوا لیا ہے مُجھے؟" پریشان، ہکا بکا سا میزان جیسے ہی اندر آیا، اُسکو کمرے میں ہمیشہ کی طرح غصّے اور بے چینی سے ٹہلتے دیکھ کر کمرے کا دروازہ بند کر کے اندر آتے ہوئے بولا۔

"تیری بکواس کام کر گئی ہے۔"ٹھہر کر اُس نے جِس پھاڑ کھاتے انداز میں کہا، میزان کو سمجھ نہ آئی کہ کونسی بکواس کیونکہ وہ تو کرتا ہی رہتا تھا۔

"کونسی بکواس۔۔۔؟ سِرے سے اُسکو کچھ سمجھ نہیں آئی۔جبار دانت پیس کر اُسکی جانب بڑھا۔

"یار! کچھ بتا تو سہی، امی کو ہاسپٹل چھوڑ کر آیا ہوں تُجھ سے مِلنے۔"تیزی سے کہہ کر اُس نے جبار کو چونکا دیا۔

"کیوں کیا ہوا ہے آنٹی کو، خیریت ہے نہ؟" اپنا مسئلہ بُھول کر اُس نے جسطرح پریشانی سے پُوچھا میزان کو اُس پر بے ساختہ پیار آ گیا۔

"بس بی-پی ہائی تھا تو روٹین کا چیک اَپ۔"میزان کی تسلی پر گہرا سانس لے کر وہ پیچھے کو ہوا اور پِھر سلائیڈنگ ونڈوز کے پاس رکھے دیوان پر جا بیٹھا۔میزان اُسکو خاموش ہوتا دیکھ کر اُس تک گیا۔

"کیا ہوا ہے، اَب تو بتا دے؟" میزان کے انداز پر وہ جو کسی گہری سوچ میں گُم تھا چونک کر سنبھلا۔

"سید قاسم مُجتبیٰ صاحب آئے تھے اپنی نواسی کو لے کر۔"اُسکی بات پر میزان نے دَنگ ہو کر اُسکو دیکھا اور پِھر تیزی سے اُسکے برابر آ کر بیٹھا۔

"نہ کر، سچ میں؟ دَس سال بعد یوں اچانک کیسے؟ اور وہ بھی زیبا کے ساتھ؟؟" اُسکا حیران ہونا جائز تھا۔

"اُس عورت کو میرے سَر پر مُسلط کرنے کے لیئے لائے تھے۔"اُسکے اُکتائے، حقارت بَھرے لہجے پر میزان کی آنکھیں حیرانگی سے پھیلیں۔

"اگر وہ آئے تھے تو یقیناً یہیں ہوتے۔کچھ تو اِیسا تُو نے کہا ہے جِس سے وہ واپس پلٹ گئے۔"وہ اُسکو اچھی طرح جانتا تھا تبھی وثوق سے بولا اور جبار کو نئے سِرے سے تپ چڑھنے لگی۔

"بالکل! اِیسا ٹِکا کر جواب دیا ہے میں نے کہ اَب خود دِل چاہ رہا ہے سَر دیوار سے دے ماروں۔"پِھر سے اُٹھ کھڑے ہوتے ہوئے اُس نے جُھنجھلا کر کہا۔

"ایک سکینڈ! وہ جانتے ہیں کہ تُو اُسکو دو بار طلاق دے چُکا ہے؟" میزان نے یاد آ جانے پر تیزی سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"معلوم ہوتا تو دَس سال سے گاؤں میں ٹِک کر نہ بیٹھے ہوتے۔کوئی چال یا تدبیر لڑاتے مُجھے گھیرنے کی۔"اُسکے ہر انداز میں اپنے دادا کے لیئے سخت ناپسندیدگی اور تنفر تھا۔

"تو پھر۔۔۔تیسری بار بھی دے کر جان چُھڑا اپنی اُس عذاب سے۔"میزان کے پاس ہمیشہ سے حل ہوتے تھے مگر فلحال جبار بَس نہیں چل رہا تھا ورنہ سب تہس نہس کر دیتا۔

"گاؤں جاؤں گا اگلے مہینے تب ڈنکے کی چُوٹ پر تیسری بار طلاق دوں گا مگر۔۔۔"وہ کہتے کہتے رُک گیا۔میزان کو بھی اُٹھنا پڑا کیونکہ جبار جیسا شخص اپنے فیصلے کے بارے میں اگر ٹھان لے تو اُسکو کوئی ایک اِنچ نہیں ہلا سکتا تھا تو اَب وہ کیوں اِتنا غصّے میں اور اُلجھن میں تھا؟ "

"مگر کیا؟" بات وہیں آ رُکی جہاں سے شروع ہوئی تھی۔

"تم نے جو آفس میں بکواس مشورہ دیا تھا، وہی اُن کے سامنے کہہ بیٹھا ہوں۔" اُسکے یوں پہلو تہی کرتے الفاظ پر میزان کا ماتھا ٹھنکا اور پِھر وہ جُوش سے اُس تک آیا۔

"وہ مارا۔۔۔"اُسکے جُوش و خروش کو جن نظروں سے جبار نے دیکھا وہ نظریں سخت ہونے کے باوجود میزان کو ہنسنے سے باز نہ رکھ سکیں۔

"کیا بتایا تم نے؟ سہی سے بتاؤ تاکہ اِس میس سے نکلا جا سکے۔"میزان کو سنجیدہ ہونا پڑا ورنہ وہ اِیسے بات نہیں بتانے والا تھا۔

"یہی کہ میں اپنا گھر بَسا چُکا ہوں اپنی مَن پسند عورت کے ساتھ۔"اُسکے کہے جانے پر میزان نے بےیقینی سے اُسکو دیکھا کہ آیا کیا واقعی یہ الفاظ اُسکے اُس سخت، کُھردرے دوست قلبِ جبار کے تھے اور پھر اُسکا قہقہ اُس کمرے میں گونج اُٹھا۔جبار ناگواری سے دنوں ہاتھ لپیٹے خاموشی اور ضبط سے اُسکو بےڈھنگا ہنستے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔پلیز! ایک سیکنڈ۔۔۔اور تیرے دادا نے اِس بات کو تسلیم بھی کر لیا۔۔"اُس سے اپنی ہنسی سنبھالی نہیں جا رہی تھی۔یہ جوک آف دا سینچری تھا، واقعی میں۔

"میزان حیدر۔۔۔"اُسکی تنبیہہ پر میزان نے بامُشکل اپنی مُسکراہٹ دبا کر اُسکو دیکھا۔

"اَب کیا کرنا ہے؟" اِس سوال پر جبار نے اُسکو تادیبی نظروں سے دیکھتے ہوئے پِھر سے قہقہ لگانے پر مجبور کر دیا۔

"یار! پلیز مُجھے ہنس لینے دے۔۔تُو یعنی کے قلبِ جبار۔۔۔۔اپنی مَن پسند عورت کے ساتھ گھر بسائے گا اور یہ کہہ بھی تُو رہا ہے۔۔۔اُو میرے خُدا۔۔۔"جلدی سے کرسی پر بیٹھتے ہوئے وہ خوامخواہ لُوٹ پُھوٹ ہو رہا تھا۔کَم اَزکم اُسکی یہ اُوور ایکٹنگ جبار سے تو ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"اِنسان کے بچے بَن جاؤ میزان حیدر۔"سختی سے باز پُرس کی گئی۔جبڑے جو ہنس ہنس کر دُکھ رہے تھے اُنکو سہلاتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور اِس سے پہلے کہ کوئی مشورہ دیا، سیل فون کے بجنے پر سیل فون نکال اُسکو معذرت خواہانہ نظروں سے دیکھا۔

"یار! امی کو ہاسپٹل سے لینے جانا ہے۔"اُسکے کہے جانے پر اپنا ہاتھ جھٹک کر گھڑی سے ٹائم دے کر اُس نے پل بَھر میں فیصلہ کیا۔

"میں بھی ساتھ چلتا ہوں آنٹی کی خیریت معلوم کرنے۔"اُسکے کہنے پر میزان نے کندھے آچکا ہے اور پھِر مُسکراہٹ دبا کر اُسکو آنے کا کہہ کر تیزی سے اُسکے کمرے سے نکل گیا کہ اَب کی بار وہ ہنسا تو جبار نے اُسکا سَر بغیر کسی لحاظ کے پھاڑ ڈالنا تھا۔

"نانو! چلیں کھانا کھائیں، پھِر دوائی بھی لینی ہے آپ نے۔"کھانے کی ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اُس نے بائیں کروٹ کی جانب لیٹی نانو کو پُکارا مگر وہ شاید گہری نیند میں چلی گئی تھیں تبھی جواب نہیں دیا۔

"آج میں آپکو کھانا کھائے بغیر نہیں سونے دوں گی، شاباش! اُٹھیں جلدی سے۔"گُھوم کر دوسری جانب سے آتے ہوئے اُس نے مُسکرا کر کہتے ہوئے جُھک کر نانو کا ہاتھ تھاما اور اُس نے ایک جھٹکے سے اُنکا ہاتھ دَنگ ہو کر چُھوڑا۔وہ کچھ دیر پہلے تک تو بالکل ٹھیک تھیں۔

"نانو۔۔۔"آگے ہوتے ہوئے وہ مُسلسل اُنکو پُکارتے ہوئے اُنکے آگ کی طرح جلتے گال بھی سہلا رہی تھی۔دِل تھا کے خوف سے بیٹھا جا رہا تھا اور نانو تھیں کہ اپنی حُسن المآب کی آواز تک نہیں سُن رہی تھیں۔

"نانو۔۔۔پلیز! اِیسا مت کریں اپنی حُسنہ کے ساتھ۔۔۔"ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے وہ اُنکو اُٹھانے کی سَر توڑ کوششیں کر رہی تھی۔آنکھوں نے آگے اپنی ماں کی ٹھنڈی لاش گُھومنے لگی تو دِل جیسے پھٹ جانے کو تھا۔

"مامی۔۔۔۔ماموں۔۔۔۔دیکھیں، نانو کو۔۔۔۔"یک دَم چیختے ہوئی وہ مَامی کو پُکار رہی تھی جِن کے سبب سے وہ اِس حال میں تھیں۔اُسکی چیخ و پُکار پر افکار ماموں تیزی سے اندر آئے اور اپنی ماں کو یوں بے سُدھ پڑا دیکھ کر اُنکے ہاتھ پیر پھُول گئے۔پیچھے پیچھے مامی بھی ٹوہ لینے کے لیئے آئیں مگر اندر کا منظر دیکھ کر اُنکے بھی ہاتھ کے طوطے کبوتر اُڑ گئے۔

"اے لڑکی! کیا کر دیا ہے تم نے اماں جان کے ساتھ۔۔۔"مامی کے دھکے نے اُسکو لڑکھڑا کر پیچھے کیا۔گیلی پڑتی آنکھوں کے ساتھ وہ ٹیبل سے جا لگی جہاں کانچ کا گلاس ایک چھناکے سے اُسکے قدموں میں آ گرا تھا۔

"اماں جان۔۔۔"افکار صاحب اُنکا گال تھپتھپانے کے ساتھ فون سے ایمبولینس کو کال بھی کر رہے تھے۔مامی کی کینہ تُوز نظروں پر اُسکو اپنے پاؤں میں چُبھتے کانچ کے ٹکڑوں کا بھی اِحساس نہیں ہوا تھا۔

"میں نے کچھ نہیں۔۔۔۔نہیں کیا۔"کانپتے ہاتھ ہونٹوں پر رکھتے ہوئے اُسکے لہجے میں بے حد کپکپاہٹ تھی۔ایک نظر اُس پر ڈال کر باہر ایمبولینس کے ہارن پر وہ اماں جان کو اُٹھا کر باہر کی جانب بھاگے، پیچھے پیچھے مامی بھی گئیں اور وہ وہیں شل سی کھڑی رہی۔اُسکو اپنے اعصاب سنبھالنے میں بڑا وقت لگا۔ٹیبل سے اپنی گاڑی کی چابی اور بیگ اُٹھا کر تیزی سے وہ باہر کی جانب آئی مگر تب تک ایمبولینس کو گلی کے کونے تک جاتے دیکھ کر مین دروازہ وا کر کے وہ گاڑی ریورس کر کے باہر لائی اور پھِر گھر کے

دروازے پر تالا لگا کر وہ سُن ہوتے دماغ سے ایمبولینس کے پیچھے گاڑی آندھی طوفان کی طرح دوڑا رہی تھی۔

"نانو۔۔۔"ہاسپٹل کی پارکنگ لاٹ میں گاڑی روک کر وہ تیزی سے ایمبولینس تک پہنچی جس میں سے اسٹریچر پہ ڈال کر اُسکی نانو کو اندر ایمرجنسی میں لے جایا جا رہا تھا۔

"بیٹا۔۔۔آپ کا خون نِکل رہا ہے۔۔۔"کسی نے اُسکو روک کر کہا۔چونک کر اُس نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو دیکھا اور پھر کندھے پہ لٹکتے بیگ سے رومال نکال کر مُٹھی میں دبائے شکریہ ادا کر کے اندر کی جانب بھاگی۔اگر جو نانو اُسکے زخم دیکھ لیتیں تو کِتنا پریشان ہوتیں۔ ہاتھ سے خون صاف کرنے کے بعد اِس سے پہلے کہ وہ نیچے جُھکتی، اُسکو لگا وہ کسی فولادی دیوار سے ٹکرا گئی ہے۔اِس سے پہلے کہ اُسکا دوپٹہ اُسکے سَر سے سِرکتا، چکراتے سَر پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ ایک دَم نیچے کو جُھکتی چلی گئی۔رُومال ہاتھ سے چُھوٹ کر وہیں گِر گیا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" ٹکرائی وہ سامنے سے تھی مگر آواز سائیڈ سے آئی۔سَر جھٹک کر اُس نے دوپٹے کی اُوٹ میں چہرہ کرتے ہوئے اُوپر دیکھا اور سامنے دو مردوں کو کھڑا دیکھ کر وہ سنبھل کر تیزی سے کھڑی ہوئی۔ایک تفکر سے اُسکو معذرت خواہانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا جبکے جِس سے وہ ٹکرائی تھی۔ وہ ورزشی جسامت کا مالک شخص یونہی بے تاثر چہرے کے ساتھ کھڑا، اُسکے علاوہ ہر چیز کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ کہے بغیر وہ تیزی سے اُنکے برابر سے نِکل گئی۔

"ہیں۔۔۔"پیچھے موجود شخص جِسکا نام میزان تھا یک دَم ہونق ہوا۔

"ہو گئی معافی تلافی تو اَب چلیں۔"ساتھ موجود شخص جسکے اُس لڑکی کو بھاگتے دیکھ کر پتھر جیسے تاثرات ہو گئے تھے، سختی سے بولا۔

"یار غلطی تیری تھی۔"میزان کے کہے جانے پر اُس نے گھور کر میزان کو دیکھا جو تیزی سے سنبھل گیا۔

"میں اپنے راستے کو دیکھ کر ہی چلتا ہوں۔ غلطی اُس بدتمیز لڑکی کی تھی۔"ناگواری سے اپنا کندھے پر تین اُنگلیاں اِیسے پھیر کر جَھڑکیں جیسے گَرد صاف کی جائے۔میزان اُسکے انداز دیکھ کر رہ گیا۔

"اِیسی حرکتوں کے ساتھ یقیناً تم اپنی مَن پسند عورت کے ساتھ گھر بسا لو گے۔"اُس چُبھتے طنز پر جبار کے ماتھے پر شکنیں پھیلنے لگیں اور اِس سے پہلے وہ کچھ کہتا، میزان کی نظر زمین پر پڑے اُس سیاہ رومال تک گئی۔

"ارے یہ اُسی لڑکی کا تو نہیں۔"جُھک کر اُٹھاتے ہوئے اُس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا جہاں سے وہ لڑکی گدھے کے سَر کے سینگ کی طرح غائب ہوئی تھی۔

"میں دے آتا ہوں۔۔۔"اُلٹ پُلٹ کرتے ہوئے اُس نے جیسے ہی کہا جبار نے اُسکو اِیسی نظروں سے دیکھا جیسے وہ پاگل ہو گیا ہو۔

"دماغ سہی ہے؟ پھینکو اُس ڈسٹ بِن میں۔"سامنے پڑے ڈسٹ بِن کی جانب آبرو سے اِشارہ کرتے ہوئے وہ میزان کو ہمیشہ کی طرح بڑا سخت دِل لگا۔

"شرم کر لو کچھ اور اِس رومال کو دیکھو۔اِیسے لگ رہا ہے کسی کے لیئے بہت مُحبت کے ساتھ ہاتھ سے بنایا گیا ہے۔"میزان نے اُسکے سامنے رومال کُھولتے ہوئے شاید اُسکو شرم دِلانی چاہی۔ایک تیز نظر اُس پر ڈال کے جبار نے اُسکے ہاتھ سے رومال چھین کر ڈسٹ بِن پر پاؤں مارا۔اِس سے پہلے کہ وہ رومال ڈسٹ بِن میں پھینکتا، وہ ساکن ہو گیا۔

"نہیں نہیں، پھینک دے۔"اُسکو ٹھٹکتا دیکھ کر میزان نے جل کر کہا جبکہ وہ اُسکی فضول گوئی سے بے نیاز اُس رُومال کو پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔وہ سیاہ رنگ کا بے حد نفیس کپڑے کا رومال تھا جس پر سُرخ رنگ کے دھاگے سے پُھول کاڑھے گئے تھے اور کونے پر جو نام لِکھا تھا اُس پر اُسکی دھڑکنیں تھمنے لگیں۔سُرخ کڑھائی سے "حُسنہ" لکھا گیا تھا۔کسی بے خودی کی کیفیت میں ہاتھ اُس نام پر پھیرتے ہوئے اُس نے میزان کو ٹھٹکا دیا۔

"کیا ہوا! طبیعت تو ٹھیک ہے۔۔۔؟" لمحے بَھر کے لیئے جبار کے چہرے کے عجیب سے تاثرات اُسکو ہکا بکا کر گئے۔

"میں یہ رُومال دے کر آتا ہوں۔"اُسکو دیکھے بغیر کہہ کر وہ تیزی سے اُس راہداری کی جانب بڑھ گیا جو ایمرجنسی میں جا رہی تھی، جہاں وہی لڑکی گئی تھی جبکہ پیچھے ساکن سا کھڑا میزان بُونچھکا رہ گیا۔

"نانو! آپکو معلوم ہے آپ نے میری جان نِکال دی تھی۔"شیشے کے دروازوں سے اندر دیکھتا وہ جو تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا، اُس آواز پر ٹھہرا اور پھِر واپس پلٹا۔وہ پُشت اُسی لڑکی کی تھی، وہی سیاہ چادر والی لڑکی جسکا رُومال اِس وقت قلبِ جبار کے ہاتھ میں تھا۔

"میری بچی! تُجھے محفوظ ہاتھوں میں دیئے بغیر میں نہیں جاؤں گی۔"اُسکا ہاتھ تھام کر چومتے ہوئے اُنہوں نے حُسن المآب کو نم آنکھوں سے مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"مُجھے کچھ دِن یہیں رکھیں گے تو تم گھر جا کر آرام کرنا۔پرسوں سے گھن چکر بنی ہوئی ہو۔"اُنکے کہے جانے پر اُسکا چہرہ سفید پڑتے دیکھ کر وہ چونکیں۔

"میں یہیں آپ کے پاس رہوں گی جب تک آپ یہاں ہیں۔"اُسکے لہجے میں جو خوف تھا اُسے نانو صاف محسوس کر گئی تھیں۔

"میں جانتی ہوں تم کِس سبب سے گھر جا کر پریشان ہو جاتی ہو۔"نانو کے کہے جانے پر اُس نے چہرہ اُٹھا کر بے یقینی سے اُنکو دیکھا۔بَھلا اُنکو کیسے معلوم ہو گیا؟ وہ تو چاہتی تھی کہ اُنکو اِیسی باتوں سے پریشان نہ کرے جبکہ نانو تھکی ہوئی آنکھوں میں ڈھیروں تفکر لیئے اُسکے بے چین ہوتے چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔

"دیکھنا تمہیں کوئی بادشاہ بیاہنے آئے گا۔"نانو کی اگلی بات پر اُسکی ہنسی نکل گئی۔

"شہزادہ کیوں نہیں؟" عموماً شہزادے بیاہنے کی جو کہاوت مشہور تھی۔نانو اُسکا چہرہ دیکھ کر دھیرے سے ہنس دیں، اُسکی سادگی پر۔

"کیونکہ شہزادے نو عمر، لااُبالی سے ہوتے ہیں۔یاد نہیں وہ ساری کہانیاں جو میں نے تمہیں سُنائی تھیں اُن میں شہزادے بہت دیر سے آتے تھے شہزادیوں تک۔"نانی کا حافضہ بھی کمال تھا۔وہ کھکھلا کر ہنس پڑی۔

"اِس لیئے میں چاہتی ہوں کوئی بادشاہ آئے تمہیں اپنی ملکہ بنانے۔اِس چہرے کے لیئے تو کوئی بادشاہ ہی آ سکتا ہے سب کو ٹھکرا کر۔"نانی کی باتیں بھی بلکہ ماں جیسی تھیں۔وہ نواسی کو بالکل ایک ماں کی نظر سے دیکھتی تھیں۔

"نانو! حقیقت میں اِیسا کچھ نہیں ہوتا اور بادشاہ تو بوڑھے نہیں ہوتے۔"اُسکی شرارت بَھرے لہجے پر نانو کی مُسکراہٹ بڑی بے ساختہ تھی۔

"نہیں! کچھ شہزادے کم عمری میں ہی اپنی سلطنت سنبھال کر بادشاہ بَن جاتے ہیں۔"نانو کی اپنی کہانیاں تھیں۔وہ مُسکراتی آنکھوں سے نانو کو دیکھے گئی۔دِل اندر سے پریشان تھا بے حد نانو کی گرتی ہوئی صحت کو لے کر۔

"بادشاہ تو سُنا تھا کہ سخت مِزاج، اکھڑ اور کھڑوس ہوتے ہیں نانو۔"نانو کا ذہن پریشان کُن سوچوں سے نکالنے کو وہ بے پَر کی اُڑا رہی تھی۔

"تو ملکہ اُسکو اپنی مُحبت، اِحترام سے بدل سکتی ہے نہ۔"نانو نے اُسکے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کچھ سمجھانا بھی چاہا۔پیچھے ساکن کھڑا جبار سمجھ نہیں سکا کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے۔ہاتھ میں تھامے اُس سیاہ رنگ کے رُومال کو دیکھا اور پِھر سَر جھٹک کر تیزی سے پلٹ کر چلا گیا۔

"کیا بنا؟" سامنے سے آتے میزان کو دیکھ کر وہ ٹھہرا۔تاثرات پھر سے وہی بے تاثر سے، سخت سے تھے۔

"میں اِس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"ہاتھ میں تھاما رومال پینٹ کی جیب میں رکھتے ہوئے اُس نے بہت سوچ کر کہا جبکہ میزان تو اِیسے اُچھلا جیسے نہ جانے کیا اِنہونی سُن لی ہے۔

"کون۔۔۔کونسی لڑکی؟" اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے وہ حقیقتاً حیرت سے مَرا جا رہا تھا۔جبار نے اُسکے بے تُکے تاثرات کو دیکھ کر سب سے آخر کونے والے رُوم کی جانب اِشارہ کیا۔

"وہاں ہے وہ لڑکی۔۔۔اُسکے بارے میں معلومات لو اور پھر تم آنٹی کے ساتھ اُس گھر جاؤ گے رشتہ لینے۔"اُسکو یوں اِتنی تیزی میں سب طے کرتے دیکھ کر میزان کے سَر سے سب گُزر رہا تھا۔

"لڑکی کون ہے بھئی، طبیعت تو ٹھیک ہے نہ؟" جو عورت ذات سے خار کھاتا تھا وہ ظاہر سے اِیسی بات کرے گا تو ہضم کہاں ہو سکتا ہے۔

"میزان حیدر! میں سنجیدہ ہوں اِس لیئے تم روم نمبر 9 میں جا کر اُس لڑکی کے بارے میں معلومات لے کر آؤ۔"بَس! اُسکے اِیسے پُکارنے کا مطلب تھا کہ وہ مَر جانے کی حد تک سنجیدہ ہے۔اِس لیئے ہکا بکا سے میزان نے پیچھے ہو کر اُس کمرے کی طرف دیکھا لیکن ایک بار پھر اُسکو مشکوک نظروں سے گُھورا۔

"جبار!" کچھ سوچ کر جسطرح اُس نے پُکارا، جبار سمجھ گیا کہ کوئی نیا کیڑا اُسکو کاٹ چُکا ہے۔

"تمہیں کہیں پہلی نظر میں مُحبت تو نہیں ہو گئی اُس لڑکی سے؟" میزان کے بَرجستہ کہے جانے پر جبار کا لمحے میں دماغ اُلٹا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو۔۔۔یہ مُحبت کہاں سے آ گئی؟" وہ جیسے اِس بے تُکی، فضول بات پر حقیقتاً تپا تھا۔

"اِیسے فیصلے تو مُحبت ہی کرواتی ہے۔"میزان نے کندھے اَچکائے حالانکہ جبار کی اچانک یہ بات دہلا دینے والی تھی۔

"میرے سَر پر جو زیبا نام کی تلوار لٹک رہی ہے وہ لگتا ہے تمہیں نظر نہیں آ رہی" پِھر سے یاد دہانی کروائی گئی۔

"سچ بتا۔۔۔مُحبت تو۔۔۔"اِس سے پہلے کہ وہ جملہ مکمل کرتا، جبار کا ہاتھ اُسکی گردن پر پڑا تھا۔

"آخری بار کہہ رہا ہوں کان کُھول کر سُن لو۔اُس لڑکی کا نام حُسن ہے میزان حیدر اور مُجھے بَس اُسی لڑکی سے شادی کرنی ہے۔مُحبت میرے جیسے اِنسان کے لیئے نہیں ہے، نہ ہی میں نے اُس بدتمیز لڑکی کی شکل دیکھی ہے، نہ دیکھنا چاہتا ہوں۔مُجھے بَس دادی جان اور پورے خاندان کو یہی لڑکی اپنی بیوی کی حیثیت سے مُتعارف کروانی ہے۔"اُسکا انداز اِس قدر قطعیت اور بےپرواہ تھا ہ میزان ٹھٹک کر اُسکو دیکھنے لگا۔تو یہ سب اِس لیئے وہ کہہ رہا تھا۔اُس جیسے کیلکولیٹڈ اِنسان سے اور کچھ توقع رکھنا بے عقلی تھی۔یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی اور کی شادی کی بات کر رہا ہو۔

"لیکن وہی لڑکی کیوں؟" میزان کو جو ایک بات سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کہہ دی جبکہ جبار نے ضبط سے گہرا سانس لیا۔

"کیونکہ وہ حُسن ہے۔"اُسکے کہے جانے پر میزان ہونق ہوا۔بات سَر کے اُوپر سے گُزر گئی۔

"ہیں۔۔۔حُسن یعنی خوبصورت لیکن ابھی تُو نے کہا کہ دیکھا نہیں اُسکو۔"میزان کے انداز بالکل کسی بے عقل شخص جیسے تھے۔جبار کا جی چاہا شادی کے خیال پر، اُس لڑکی پر، ہر ایک شے پر لعنت بھیج کر چلا جائے مگر سید قاسم مُجتبیٰ کی آنکھوں کے اُس تاثر نے اُسکی آنا اور غیرت کو للکارا تھا اور اَب اُنکو مُنہ کی کھانی ہی تھی۔

"اُسکا نام حُسن ہے۔۔۔"بامُشکل کہہ کر اُس نے وہ سیاہ رومال جیب سے نکال کر اُسکے سامنے کر کے لہرایا اور اِس سے پہلے کہ غور کرتا میزان اُسکو تھامتا، وہ رومال دوبارہ جیب میں جا چُکا تھا۔خیر! وہ کسی حد تک اُسکو سمجھ رہا تھا۔

"شادی۔۔۔بہت بڑا فیصلہ ہے جبار۔وہ اِیسے اچانک سے لمحوں میں نہیں کیا جاتا۔"خود سمجھنے لینے کے بعد میزان نے اُس بددماغ سے شخص کو سمجھانا چاہا مگر جانتا تھا کہ سمجھنا اُس شخص کے لیئے نہیں تھا۔ اُسکو سمجھانا بےفائدہ تھا۔

"مُجھے لیکچر دینے کے بجائے تم جا کر اُس لڑکی کے بارے میں معلوم کرو۔"دروازہ کی سِمت اِشارہ کر کے سختی سے آرڈر دے کر خود وہ تیزی سے باہر کو جاتی راہداری کی طرف پلٹ گیا اور پیچھے میزان کا جی چاہا اپنا سَر پیٹ لے۔

"یا اللہ!" سَر دیوار پر مارتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کے اندر جا کر کیا کہانی اَب فِٹ کرے گا اور اگر تو وہ لڑکی شادی شُدہ ہوئی تو پھِر؟؟؟

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے"ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ /گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں ۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں ۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے Blue الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں۔۔۔شکریہ۔۔۔۔۔

"زِیبا کو کیا ہوا ہے آغا جان؟" تیزی سے بڑے ہال کمرے میں داخل ہوتی اُنکی اکلوتی بیٹی نے جِس طرح بے چینی سے پُوچھا سید قاسم مُجتبیٰ نے سخت نظروں سے اُنکو گھُور کر دیکھا۔لمحے بَھر کو وہ حیرت سے پیچھے کو ہوئیں کہ اُنکے باپ کہ اِتنے سخت انداز کم اَز کم اپنی بیٹی اور اُسکی اولاد کے لیئے نہیں ہوتے تھے۔

"زِیبا کو بھیجو میرے پاس۔"اُنکے سختی سے کہنے پر وہ پریشانی سے اُنکو دیکھنے لگیں جِنہوں نے دوبارہ چہرہ اُٹھا کر اُنکو دیکھا تک نہیں تھا۔وہ وہیں کھڑی رہیں کہ شاید وہ پھِر سے کچھ کہیں مگر اُنکو ہنوز یونہی خاموش دیکھ کر وہ تیزی سے پلٹیں اور ہال سے نِکل کر زِیبا کے کمرے میں آئیں۔

"آغا جان کو کیا ہوا ہے زیبا؟" بیڈ سے ٹیک لگا کر خاموش، چہرہ گرائے بیٹھی اپنی بیٹی تک آتے ہوئے اُنہوں نے تفکر سے کہا جبکہ زِیبا نے چہرہ اُٹھا کر دیکھنا ضروری نہیں سمجھا۔

"میں تم سے بات کر رہی ہوں، آخر ہوا کیا ہے تمہیں؟" اُنکے سختی سے کہنے پر اُس نے سُرخ آنکھیں اُٹھا کر اُسکو دیکھا اور لمحے بَھر کو اُنکا دِل ٹھہر گیا۔اُسکا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

"زِیبا! میری جان۔۔۔"تیزی سے اُسکے قریب بیٹھتے ہوئے اُنکا دِل کسی انہونی کے اِحساس سے بیٹھنے لگا۔

"جبار۔۔۔نے کچھ کہا ہے؟" وہ جانتی تھیں اُسکے سخت، ضدی، کُھردرے مِزاج کو تبھی پریشانی ہو رہی تھی کہ لحاظ رکھنا تو اُنکے داماد کو دَس سال پہلے بھی ہرگز نہیں آتا تھا اَب تو ایک طویل عرصہ گُزر چُکا تھا۔۔اَب کیا حال ہو گا؟

"خُدا کا واسطہ ہے کچھ بولو زِیبا۔۔۔آغا جان نے اِتنی سختی سے کہا ہے کہ زیبا کو بُلاؤ اور تم یہاں۔۔۔"اُنکے ہاتھ پیر زیبا کی خاموشی پُھلا رہے تھے۔وہ خاموش رہنے والوں میں سے نہیں تھی۔وہ ذرا ذرا سی بات پر ایک کہرام برپا کر دینے والوں میں سے تھی۔یہی اُسکی فطرت تھی اور یہی اُسکا طریقہ۔

"مما۔۔۔"بھیگے لہجے میں بامُشکل پُکارا گیا۔

"اَب بتا بھی دو کچھ زِیبا۔۔۔"بیٹی کے آنسو برادشت کرنا مُشکل ہو رہے تھے۔

"جبار نے کسی اور عورت سے شادی کر لی ہے۔اپنی مَن پسند عورت سے۔"اُسکے کہے جانے پر وہ دِل پر ہاتھ رکھے بےیقینی سے اُسکو بُری طرح روتے دیکھ رہی تھیں۔

"تم۔۔۔سے کِس نے کہا؟" یہ کہتے ہوئے اُنکو بہت ہمت چاہیئے تھی۔جانتی تھیں کہ جبار اُنکی بیٹی کے لیئے کیا ہے۔

"جبار نے خود۔۔۔اُس نے۔۔۔اُس نے آغا جان سے کہا کہ اگر وہ مُجھے اُسکے پاس چُھوڑ کر آئے تو وہ مُجھے تیسری بار بھی طلاق دے کر دریا بُرد کر دے گا۔۔۔"ہچکیوں اور سِسکیوں کے درمیان جو کچھ وہ

اُنکو بتا رہی تھی اُس سے اُنکا چہرہ سُرخ ہونے لگا۔اُس۔۔اُسکی اِتنی مجال کہ وہ اُنکی لاڈلی بیٹی کو غم دے، اُسے رُلائے۔

"تم پریشان نہ ہو۔۔۔وہ جُھوٹ کہہ رہا ہو گا یقیناً۔" تسلی دینے کو کہنا چاہا مگر زیبا ہذیانی انداز میں روتے ہوئے نفی میں سَر ہلا رہی تھی۔

"وہ اگلے مہینے اپنی بیوی کو لے کر حویلی آ رہا ہے۔"اگلی بات تیر کی طرح اُنکے کلیجے کو چھلنی کر گئی۔ ایک جھٹکے سے وہ اُٹھ کھڑی ہوئیں اور زیبا پر ایک نگاہ ڈال کر وہ واپس اپنے بابا جان، سید قاسم مُجتبیٰ کے پاس تیز قدموں سے جا رہی تھیں۔

"جبار کی اِتنی ہمت۔۔۔۔اِتنی اُوقات۔۔"لاڈلی بیٹی کے آتش فشاں انداز اُنکو ایک آنکھ نہیں بنائے تھے۔

"خجستہ۔۔۔آواز دھیمی رکھ کر بات کرو۔۔۔"اُنکے سختی سے کہنے پر لمحے بَھر کو سٹپٹائیں مگر آخر کو اُنکی ہی اکلوتی بیٹی تھیں۔

"آپ کیسے اِتنے آرام سے بیٹھے ہیں۔۔۔وہ جبار میری بیٹی پر سوتن لے آیا ہے اور آپ۔۔۔واپس۔۔" وہ جو تیز تیز کہے جا رہی تھیں اپنے باپ کی سخت تادیبی نظروں پر ساکن ہو گئیں۔

"تم جانتی تھیں نہ۔۔۔"اُنکے کُھردے لہجے اور پِھر اُس سوال پر وہ ٹھٹک گئیں۔

"کیا؟" اُنکے سوال پر وہ سمجھ نہیں سکیں کہ وہ کِس بارے میں اِستفسار کر رہے ہیں۔

"جبار نے زِیبا کو دو بار طلاق دی ہے، یہ بات تم جانتی تھی۔"وہ سوال نہیں تھا۔خجستہ بیگم کے چہرے پر تفکر چھانے لگا۔

"بابا۔۔۔آپ سے کِس نے۔۔۔؟" وہ سمجھ نہیں سکیں کہ بات کیسے سنبھالیں۔

"جبار نے میرے مُنہ پر اِس بات کا طمانچہ مارا ہے کہ جِس حویلی میں میرے علم کے بغیر پرندہ پَر نہیں مار سکتا وہاں میری نواسی کو دو طلاقیں عین شریعت کے مُطابق بھجوا چُکا ہے اور ہمیں کِسی نے کانوں کان خبر تک نہیں ہونے دی۔"اُنکی تیز دَھاڑ پر وہ بے یقینی سے پیچھے کو ہوئیں جبکہ گھر کے باقی افراد اُنکے اِتنے جاہ و جلال پر ہال میں جمع ہونے لگے۔

"زِیبا۔۔۔زِیبا۔۔۔"اُنکی پُکار پر تو قبروں میں سوئے ہوئے مُردے اُٹھ کر آ سکتے تھے یہ تو پھر اُنکی لاڈلی، خود سَر نواسی زِیبا صلاح الدین تھی۔

"جی آغا جان۔۔۔!"سُرخ چہرے پر آنسوؤں کے مٹے مٹے نِشان ہنوز تھے مگر آج جو اہانت اُنکو جبار کے ہاتھوں، اُسکے مُلازمین کے سامنے اُٹھانی پڑی تھی وہ اُنکا دِل مزید سخت کر رہی تھی۔لمحے بَھر کو وہ یونہی اُسکو دیکھے گئے پھر اُنکا ہاتھ اُٹھا اور زِیبا کے گال پر نِشان چُھوڑ گیا۔ہال کمرے میں موجود سب لوگوں نے بے یقینی سے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیئے۔آغا جان گھر کے سب بچوں سے اُنسیت رکھتے تھے مگر زِیبا اُنکی بے حد لاڈلی تھی ظاہر ہے اکلوتی بیوہ بیٹی کی اکلوتی اولاد جو تھی۔اُسکو اُنہوں نے بے حد نازوں اور لاڈ سے پالا تھا اِس لیئے اِتنی بڑی بات چُھپائے جانے نے اُنکے طیش کو مزید بڑھا دیا تھا۔

"بابا جان۔۔۔"اُنکے سب سے بڑے بیٹے ارباز مُجتبیٰ تیزی سے آگے بڑھے مگر جو غصّہ اُنکے چہرے پر تھا اُس نے مزید کسی کو بھی قریب آنے کی ہمت نہیں دی۔

"میں نے کیا کر دیا ہے اِیسا۔۔۔"بے یقینی سے اپنے گال پر ہاتھ رکھے کھڑی زِیبا نے بامُشکل آہستگی سے کہا اور جِن نظروں سے آغا جان نے اُسکو دیکھا وہ تیزی سے نگاہ جُھکا گئی۔

"خجستہ! اپنی بیٹی سے کہو میری نظروں کے سامنے سے ہٹ جائے۔"اگلی بات بےحد سخت تھی تبھی خجستہ بیگم کے دِل ہر ہاتھ پڑا جبکہ زِیبا کا چہرہ وہاں سب کزن کی موجودگی محسوس کر کے سُرخ ہونے لگا۔

"اگر وہ عورت یہاں آئی تو میں اُسکا قتل کر دوں گی۔"اُسکے لہجے میں ذرا سی بھی لڑکھڑاہٹ محسوس نہ کر کے آغا جان نے اُسکے انداز بےحد توجہ سے مُلاحضہ کیئے۔

"میں اُس عورت کا جینا حرام کر دوں گی اگر وہ اِس حویلی میں آئی آغا جان اور یہ میری بات آپ لکھ کر رکھ لیں۔"پھر سے پھنکار کر کہتے ہوئے اُس نے سب کو چونکا دیا۔آخر وہ کِس عورت کے ذکر پر یوں آپے سے باہر ہو رہی تھی؟

"آغا جان! آخر ہوا کیا ہے، کِس لڑکی کی وجہ سے یہ سب ہو رہا ہے؟" عاقب نے تیزی سے آگے بڑھ کر حیرانگی سے کہا۔سب کے چہرے پر یہی سوال تھا مگر کرنے کی ہمت بس کچھ لوگوں میں ہی تھی۔

"عاقب، بیٹا دیکھ تو رہے ہو آغا جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"فروہ بیگم نے سہولت سے بات سنبھالنی چاہی۔

"تمہاری دادی دوا کھا کر سو گئیں؟" ہال کے داخلی حصّے پر کھڑی زینب کو دیکھ کر اُنہوں نے قدرے اونچی آواز سے پکارا جبکہ زینب نے سہم کر تیزی سے سَر ہلا کر اُنکو قدرے پُرسکون کر دیا تھا۔

"بابا جان! کچھ بتائیں تو سہی ہوا کیا ہے آخر؟" یہ کہنے والے اُنکے چُھوٹے بیٹے اَفکار مُجتبیٰ تھے۔گہری سانس لے کر اُنہوں نے پانی کا گلاس اُنکی جانب بڑھاتی بڑی بہو، فروا سے گلاس لیا اور اپنے مخصوص صوفے پر بیٹھ گئے۔

"ہم آج جبار کے پاس گئے تھے۔"اُنکا کہنا سب کو دَنگ کر گیا۔اِس حویلی نے دَس سال کے طویل وقفے کے بعد یہ نام سُنا تھا۔مروہ بیگم نے دِل میں بڑھتی تکلیف پر آنکھیں سختی سے میچ لیں کہ وہ اِس حویلی کے بڑوں کی طرح جبار سے دِل کا رشتہ نہیں توڑ سکیں تھیں۔اَباز صاحب نے چہرہ پھیر کر اپنی بیگم کو دیکھا۔

"لیکن کیوں آغا جان؟" عاقب کے لہجے میں اِتنی ناگواری تھی کہ باقی سب آغا جان کو بُھول کر اُسکو دیکھنے لگے۔

"ہم تمہیں جواب دِہ نہیں ہیں، عاقب مُجتبیٰ۔"اُنکے ایک دَم سخت انداز پر عاقب بےیقینی سے پیچھے کو ہوا۔کیا وہ اِس لیئے ایک ایک کو ذلیل کر رہے تھے کیونکہ وہ جبار سے کچھ سُن کر آئے تھے؟ اُس نے اپنی مُٹھیاں سختی سے بینچ لیں۔

"بابا جان۔۔۔کیسا تھا جبار؟" دِل کے ہاتھوں مجبور ہوتی مروہ بیگم کو کہنا پڑا جبکہ لیلیٰ، زینب، عاقب اور ساقب نے چہرہ پھیر کر اُنکی آنکھوں میں تیرتے آنسو دیکھے۔

"ہم اُسکی خیریت معلوم نہیں کرنے گئے بلکہ اُسکی امانت سونپنے گئے تھے۔"اُسکی بد تمیزی، بدتہذیبی پھر سے اُنکا چہرہ سُرخ کرنے لگی اور اُنکے ہر ہر تاثر کو جاننے والے حویلی کے سب فرد جان گئے تھے کہ یقیناً جبار سے اُنکی شدید لڑائی ہوئی ہے یا وہ۔۔۔۔وہ نہیں بدلا۔

"اگلے مہینے آ رہا ہے یہاں اپنی دادی سے مِلنے۔"وہ خبر سب کے اعصاب پر بجلی بَن کر گری صرف مروہ بیگم تھیں جِن کا دِل اِس خبر سے خوشی سے دَھڑکنے لگا۔

"زِیبا کو رخصت بھی تب ہی کریں گے؟" اَرباز صاحب کے کہنے پر اُنہوں نے یوں تنفر سے سَر جھٹکا جیسے کوئی کڑوی چیز حلق میں اٹک گئی ہو۔

"کسی اور عورت سے شادی کر چُکا ہے وہ۔"اُنکی اگلی بات پر سب ہی دَنگ ہو کر اُنکو بے یقینی سے دیکھے گئے جِن کے چہرے پر سختی کے بجائے اُلجھن تیرنے لگی تھی۔ساقب اور عاقب نے ایک دوسرے کو دیکھا جبکہ زِینب تیزی سے آگے آئی۔

"خبروں میں تو آئے روز اُلٹی سیدھی باتیں ہوتی رہتی ہیں جبار کے بارے میں۔"ساقب کے کہے جانے پر سب کی بے یقینی میں دَراڑھ آئی۔

"ہاں آغا جان! اُسکے بارے میں مشہور ہے کہ وہ تو عورت ذات سے نفرت کرتا ہے، بدمزاج ہے، غصیلہ ہے اُسکو زِیبا کے علاوہ کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔"عاقب کے مزید کہنے پر سب بڑوں نے

اُسکی فراٹے بَھرتی زبان پر اُسکو سختی سے گھورا۔صرف آغا جان تھے جو کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔

"کیا بات آپکو پریشان کر ہی ہے، بابا جان!" اَفکار مُجتبیٰ نے آگے آ کر آہستگی سے کہا اور آغا جان کے چونک جانے پر سب کی حیرانگی بجا تھی۔وہ اِتنے غائب دماغ بڑے سے بڑے مسئلے پر بھی نہیں ہوتے تھے۔

"ہو سکتا ہے وہ آپ سے جُھوٹ کہہ رہا ہو، بَس یونہی تاکہ آپ زِیبا کو چُھوڑ کر نہ جائیں۔"اَرباز صاحب نے اِس بات پر سخت نظروں سے اپنے چُھوٹے بھائی کو دیکھا۔آغا جان نے چہرہ پھیر کر اپنے بیٹے کو دیکھا۔

"وہ سچ کہہ رہا ہو گا۔اگر اُس نے کہا ہے کہ وہ کسی اور سے شادی کر چُکا ہے تو وہ سچا ہے۔"مروہ بیگم کے کہے جانے پر سب نے اُنکے دیکھا جنکے لہجے میں بےحد یقین بول رہا تھا۔آغا جان نے بیٹے سے چہرہ پھیر کر بڑی بہو کو دیکھا جسے وہ دَس سال سے جبار کے لیئے تڑپتے، سِسکتے دیکھتے آ رہے تھے۔

"یہ آپ کیسے اِتنے یقین سے کہہ سکتی ہیں، تائی جان؟" عاقب نے ناگواری سے اُنکو دیکھ کر کہا مگر وہ اُسکو نہیں صرف آغا جان کو دیکھ رہی تھیں۔

"صرف میں ہی نہیں آپ بھی جانتے ہیں آغا جان کہ جبار کی فطرت میں جُھوٹ نہیں ہے۔وہ وہی کہتا ہے جو سچ ہو یا جسے وہ سچ کر دِکھانے کی ٹھان چُکا ہو۔"اُنکے لہجے میں جو ٹھنڈک اور تپش تھی اُس پر آغا جان نے ٹھٹک کر اُنکو دیکھا۔وہ جِنہوں نے کبھی جبار کے جانے کے بعد آغا جان سے آنکھ اُٹھا کر

باز پُرس نہیں کی تھی وہ دَس سال بعد یوں دو ٹوک انداز میں کہے گی، اُنکو اندازہ نہیں تھا۔وہ آنکھوں میں ڈھیروں اُلجھن اور سُوچ لیئے اپنی بڑی بہو کو دیکھے گئی۔

"باجی ٹھیک کہہ رہی ہیں آغا جان! جبار کہہ کر گیا تھا نہ وہ اِس حویلی میں قدم نہیں رکھے گا اور دیکھیں اُس نے دَس سال سے یہاں کا رُخ تک نہیں کیا۔ہو سکتا ہے وہ واقعی میں شادی کر چُکا ہو۔" فروہ بیگم نے بہن کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے مزید کہا وہ تو شُکر ہے یہاں خجستہ بیگم نہیں تھیں ورنہ ایک کہرام بپا ہو جاتا۔

"زِیبا کے علاوہ ہم کسی اور عورت کو اِس خاندان کا حصّہ کبھی نہیں تسلیم کریں گے۔"کچھ سوچ کر اُنہوں نے اِتنے قطعیت سے کہا کہ مروہ بیگم اُنکو دیکھ کر رہ گئیں۔ایک بار پھر زندہ بیٹی کی مُحبت، مَر چُکے بیٹے کی مُحبت پر غالب آ چُکی تھی۔

"مگر وہ تو اُسے ٹھیک چھ ماہ کے وقفے سے دو طلاقیں بھجوا چُکا ہے۔"فروہ بیگم نے اُنکو بتانا چاہا اور آغا جان نے بے طرح چونک کر اُنکو دیکھا۔وہ واقعی شریعت کے عین مطابق طلاق دے چُکا تھا۔

"اگر وہ دو بار طلاق بھجوا چُکا ہے تب بھی رُجوع کا ایک موقع موجود ہے۔"اُنکے لہجے میں جو تسلیم دَر آیا تھا اُس پر اَرباز اور اَفکار صاحب نے ایک دوسرے کو دیکھا۔وہ جو مُشکل سے ہی کسی کی مانتے تھے نہ جانے کیوں جبار سے ایک مُلاقات میں ہی ہل کر آ گئے تھے۔

"آپ کو لگتا ہے وہ زِیبا کو قبول کرے گا؟ آپ اُسکو کبھی سہی سے پہچان ہی نہیں پائے آغا جان۔" مرہ بیگم نے جس افسوس بَھرے لہجے میں کہا وہ سب حویلی کے مکینوں کے لیئے نیا تھا اور وہ اُن سب

کو یونہی بے یقین سا چُھوڑ کر تیزی سے ہال سے باہر چلی گئیں۔وہ مزید اِن لوگوں کی چالوں کا حصّہ نہیں بن سکتی تھیں۔

کمرے میں اِدھر اُدھر بے چینی سے ٹہلتے ہوئے وہ ہر لمحے بعد ایک نظر فون کی تاریک سکرین کو دیکھتا جو ہنوز خاموش تھا۔وہ اپنے فیصلوں سے ایک اِنچ نہ ہلنے والا اِنسان تھا مگر شادی۔۔۔۔گھر بَسانا۔۔۔کسی عورت کے ساتھ اچھی زندگی گُزارنا۔یہ سب اُسکے لیئے نہیں تھا مگر فلحال اُسکو شادی کا یہ کڑوا گھُونٹ پینا ہی تھا۔تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ میزان کی گاڑی کا ہارن سُنائی دیا چونک کر وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلا اور پھِر سیڑھیاں عجلت میں اُتر کر نیچے آیا۔

"ہاں کیا بنا۔۔۔؟" اُسکے انداز کی بے صبری پر میزان ٹھٹکا مگر مسئلہ گھمبیر تھا۔

"مُجھے نہیں لگتا کہ تُجھے اُس لڑکی سے شادی کرنی چاہیئے۔"صوفے پر تھکے ہارے انداز میں گِرتے ہوئے اُس نے مایوسی سے کہتے ہوئے جبار کو چونکا دیا۔

"مُجھے اُس لڑکی سے ہی شادی کرنی ہے ہر حال میں۔اَب بکواس کے بجائے بتاؤ کیا بنا۔"ٹیبل پر رکھی اُسکی ٹانگیں ہٹاتا ہوا وہ دوسرے صوفے پر آ بیٹھا جبکہ میزان نے بدمزہ ہو کر ٹانگیں سمیٹ لیں۔

"بڑی اُوکھی جگہ جا کر دِل لگا لیا ہے۔"اُسکی مدہم آواز پر جبار کا چہرہ نفرت سے سخت ہونے لگا۔

"خبردار! خبردار! جو دوبارہ یہ دِل کا ذکر میرا سامنے کیا تو۔چہرے کا سارا نقشہ بگاڑ دوں گا۔"یک دَم وہ جِسطرح ہتھے سے اکھڑ کر سخت آواز میں بولا، میزان سیدھا ہوا۔ہمیشہ مُحبت نام پر ہتھے سے اُکھڑ کر وہ جیسے سب کچھ تہس نہس کر ڈالتا تھا۔

"اچھا۔۔۔اچھا۔۔۔دھیرج." اُسکا ہاتھ ٹیبل پر پڑے ایش ٹرے تک جاتے دیکھ کر میزان سنبھلا۔وہ جانتا تھا کہ مُحبت لفظ قلبِ جبار کے لیئے شجرِ ممنوع ہے مگر وہ ہر بار بغیر لچک دِکھائے جسطرح آپے سے باہر ہوتا تھا وہ میزان کے لیئے بے حد تشویش ناک بات تھی۔

"اصل بات کی طرف شرافت سے آؤ۔"پیچھے ہو کر بیٹھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا گیا اور اَب میزان کا اُسکی دُم پر پاؤں رکھنے کا کوئی اِرادہ نہیں تھا۔

"یار! اُس لڑکی کے ماموں اور مامی ہیں شاید والدین نہیں اور اُسکی مامی بڑی ہی ٹیڑھی کھیر ہیں۔" میزان کے کہنے پر وہ چونکا۔اُسکا ٹارگٹ یعنی سہل تھا۔

"اُسکی نانو بھی ہیں۔"اُسکے لقمہ دینے پر میزان نے اَبرو اُٹھا کر اہم معلومات پر اُسکو دیکھا۔

"اور میرے خیال سے اُس لڑکی کا سارا اِختیار اُسکی نانو کے ہاتھ میں ہے تو پھر ہمیں باقیوں کو گھاس نہیں ڈالنی چاہیئے۔"اُسکے بے نیاز انداز پر میزان اُسکو دیکھ کر رہ گیا۔

"جب ساری معلومات تھی تو مُجھے وہاں ذلیل ہونے کے لیئے کیوں بھیج دیا؟" تپ کر کہتے ہوئے اُس نے جبار کے سخت کھچے ہوئے اعصاب ڈھیلے کر دیئے۔وہ مُسکراتے چہرے سے اُسکو دیکھنے لگا جسکا بَس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ ضرور اُسکو سیدھا کرتا۔

"کِس نے تمہیں ذلیل کر کے میرے اوپر اِحسان کیا ہے؟" مُسکراہٹ دبا کر کہتے ہوئے وہ میزان کو بہت بُرا لگا۔وہ مُسکراہٹ جو اُسکی آنکھوں کا ساتھ نہیں دیتی تھی، میزان حیدر کو زہر لگتی تھی۔

"تُو میرے سامنے اللہ کا واسطہ ہے نہ ہنسا کر، بڑا خطرناک اور منحوس لگتا ہے قسم سے۔"اُسکے یوں صاف گوئی سے جبار نے سختی سے اُسکو گُھورا جو اُسکی مُسکراہٹ اُڑتے دیکھ کر ہنس رہا تھا۔

"مُجھے اِسی مہینے شادی کرنی ہے میزان صاحب تو اگر آپ پوری بات بتانا شروع کر دیں تو یہ آپکے حق میں بہترین ہو گا۔"جانتا تھا کہ میزان ایک بار پٹھڑی سے اُتر جائے تو آسانی سے اصل مدعے پر نہیں آتا۔

"تیرے جانے کے بعد جیسے ہی میں دروازہ کُھول کر اندر جانے لگا پیچھے سے ایک خاتون نے مُجھے روک لیا کہ کون ہو، کِس سے مِلنا ہے۔۔۔اللہ معاف کرے اِتنی لیچڑ قِسم کی خاتون میں نے زندگی میں نہیں دیکھی۔۔"وہ پھِر ٹریک سے ہٹ جاتا اگر جو جبار کی کڑی نظریں اُسکو فوکس میں نہ لیئے ہوئے ہوتیں۔

"میں نے اُن سے کہا کہ میری امی نے یہاں کسی لڑکی کو دیکھا ہے اور وہ اُسکے بارے میں معلوم کروانا چاہ رہی ہیں مطلب کہ اُنکو پسند آئی ہے وہ لڑکی رشتے کے لیئے۔"جبار کا جی چاہا اپنا سَر پیٹ ڈالے۔

"آگے سے مُجھے اچھی طرح سکین کرنے کے بعد بتایا کہ میں اُس لڑکی کی مامی ہوں اور خبردار جو اُس لڑکی کا سوچا تو۔۔۔وہ اُنکے بھائی کے بیٹے کی منگ۔۔۔منگیتر ہے۔"دونوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے اُس نے سارا معاملا اُسکے گُوش گزار دیا جسکے چہرے کے تاثرات سخت سے سخت تَر ہونے لگے۔

"اور تم اِیسے ہی واپس آ گئے؟" میزان نے اِس سوال پر اُسکو اِیسے دیکھا جیسے اُسکی سمجھ میں کُچھ نہ آیا ہو۔

"تو اور کیسے واپس آتا؟" اُسکے حیران انداز پر جبار نے گہرا سانس لے کر سَر صوفے کی پُشت سے ٹِکا لیا۔

"میں تمہیں جانتے ہوئے بھی اپنے اہم معاملات میں کیوں گُھسا لیتا ہوں۔" میزان ہونق ہوا پِھر بغور اُسکو دیکھا جو چھت پر لگے فانوس کو دیکھتے ہوئے یقیناً سنجیدہ تھا۔مزاق کرنا کرانا اُسکے دوست کے بَس کی بات نہیں تھی اِس لیئے میزان نے دانت پیسے۔

"تو پِھر مُجھے کیا کرنا چاہیئے تھا؟" بڑے ہی ضبط سے پوچھا گیا۔

"اُوہوں۔۔۔مُجھے اَب خود جانا ہوگا۔۔"صوفے کے دَستے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اُس نے بہت سوچ کر کہا۔میزان تیزی سے سیدھا ہوا۔ساری بےزاری، خفگی بَھک سے اُڑی۔

"آر یو سیریئس۔۔۔مطلب تم۔۔۔اپنا اِتنا بزی شیڈول چُھوڑ کر جاؤ گے؟" وہ حقیقتاً بےیقین تھا۔اُس جیسا کام کو دین دَھرم سمجھنے والا اِنسان اِیسی بات کر رہا تھا۔

"لیکن اُسکی منگنی ہو چُکی ہے۔"اُسکو پُرسوچ سا کچھ نہ کہتے دیکھ کر اُس نے مزید یاد دِلایا۔

"دیکھتے ہیں کب تک رہتی ہے۔" سختی سے کہہ کر وہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا اور میزان حیرانگی سے چہرہ اُٹھائے اُسکو دیکھ رہا تھا جو سیل فون جیب سے نکال کر سیکریٹری کو کال کر کے کل کی میٹنگز آگے کروا رہا تھا۔وہ یونہی خاموشی سے اُسے دیکھے گیا۔جبار نے رابطہ مُنقطع کر کے اُسکو دیکھا اور پھِر اُسکی نگاہوں میں اُترتے تعجب اور حیرانگی دیکھ کر ٹھٹکا۔

"کیا ہوا؟" وہ تاثر اِیسا نہیں تھا کہ اُسکو جبار نظرانداز کر دیتا۔

"اگر تمہاری شادی اُس لڑکی سے نہ ہو سکی؟" میزان نے بہت سوچ کر کہا۔

"فضول باتیں مت کرو۔"ناپسندیدگی سے اُس نے مُختصراً کہا مگر میزان کو تسلی نہیں ہوئی۔کچھ تھا جبار کے انداز میں جِس نے میزان کو چونکا دیا تھا۔

"مُجھے نہیں لگتا اُسکی مامی اِتنی آسانی سے مانیں گی تو میرے خیال سے ہمیں کچھ لڑکیاں مزید دیکھنی چاہیئے۔"میزان نے اُسکے چہرے پر دَر آتی ناگواری کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم بےفکر رہو! مُجھے اِیسے لوگ بہت اچھے سے فِکس کرنے آتے ہیں۔"اُسکے انداز میں اِطمینان ہی اِطمینان تھا جبکہ میزان کی آخری بات وہ سِرے سے نظرانداز کر گیا۔

"ایک بات کہوں، تم اچھلو گے تو نہیں؟" میزان کے کہے جانے پر اُس نے میزان کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا یعنی وہ کوئی بےتُکی نہیں ہانکنے والا تھا۔

"چھوڑو پھِر کبھی سہی۔یہ بتاؤ کرنا کیا ہے آگے۔"اُسکو اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ بات بدل گیا۔جبار چند لمحے اُسکو دیکھے گیا۔کُریدنے کی عادت اُسکو نہیں تھی۔

"میرے پاس وقت کم ہے۔ آج اٹھارہ تاریخ ہے اور مُجھے اگلے مہینے دادی جان کے پاس جانا ہے۔"
داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ کل کے لیئے لائحہ عمل ترتیب دے رہا تھا کیونکہ معملا کافی ٹیڑھا تھا اور اِس معاملے میں جبکہ لڑکی کی پہلے ہی منگنی ہو چکی ہے تو بہت سوچ سمجھ کر اُسکو کوئی اِیسا پلان کرنا تھا جِس سے ہر حال میں لڑکی کی بات ختم ہو جبکہ میزان بغور اُسکے چہرے کے اُتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔
وہ آئینے کی طرح صاف شفاف تھا۔اپنے اِحساسات، جذبات کو چُھپانے کی کوشش وہ نہیں کرتا تھا۔ سب اُسکو بدتمیز یا مُنہ پھٹ سمجھتے تھے مگر میزان جانتا تھا اُسکے سخت خول کا سبب۔اُس نے اپنے گِرد اِیسی اُونچی فصیل نما دیواریں کھڑی کر رکھی تھیں کہ اُنکو آج تک کوئی نہیں پاٹ سکا یہاں تک کہ وہ خود بھی نہیں۔اُسے رشتے، تعلقات نبھانے، سنبھالنے آتے تھے کسی زمانے میں مگر پھِر اُس نے سب ترک کر دیا اور یہی بات میزان کو پریشان کر رہی تھی۔وہ جانتا تھا کہ اُسکا دوست قلبِ جبار ایک شدت پسند اِنسان ہے خاص کر نفرتوں کے معاملے میں اِسی لیئے وہ بہت تلخ، کڑوا اور کُھردرا تھا۔اُسکی اَن پریڈیکٹڈ شخصیت کے باعث اُس عورت کا اُسکے ساتھ عمر بَھر کا گُزارا بہت مُشکل ہونے والا تھا۔اَن دیکھی بھابھی کے لیئے ڈھیروں ہمدردی اور تفکر لیئے وہ اپنے دوست کے آہنی تاثرات دیکھ رہا تھا۔

"نانو! اگر آپ نے دوبارہ مایوسی کی باتیں کیں تو میں ناراض ہو جاؤں گی۔"اُنکو سُوپ پِلاتے ہوئے وہ خفگی سے کہہ رہی تھی اور نانو آنکھوں میں ڈھیروں تکان لیئے اُسکو دیکھے گئیں۔

"تُو حسیب کی وجہ سے پریشان ہے نہ؟" اُنہوں نے ایک دَم سے کہتے ہوئے اُسکو چونکا دیا۔باؤل والا اُسکا ہاتھ لرزا اور پھِر اُس نے نانو کو دیکھا جو بغور اُسکے پھیکے پڑتے چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔

"مُجھے حسیب بالکل اچھا نہیں لگتا نانو۔۔۔وہ بہت۔۔۔گھٹیا اِنسان ہے۔ میں اُس سے شادی کبھی نہیں کروں گی۔"باؤل سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اُس نے ہمت کر کے بالا آخر کہہ ہی دیا۔وہ جو بہت ہمت اور صبر والی تھی اگر وہ نانو کو یوں کہہ رہی تھی تو حقیقتاً حسیب نے اُسکا جینا حرام کر رکھا ہو گا۔مامی اور ماموں گھر گئے ہوئے تھے تبھی وہ اِس طرح کہہ رہی تھی ورنہ مامی اِیسا سُن کر یہیں ہسپتال میں کہرام برپا کر دیتیں۔

"تُو فکر نہ کر میں تیری شادی اُس سے ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔"نانو نے کچھ سوچ کر کہتے ہوئے اُسکو چونکا دیا۔

"مگر نانو کیسے۔۔۔آپ جانتی ہیں وہ کِس قماش کا ہے۔وہ اِتنی آسانی سے۔۔۔" اِس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی دروازہ کھٹکھٹائے جانے پر تیزی سے بِستر سے اُتری کہ کہیں مامی واپس نہ آ گئی ہوں۔ دروازے کی جانب پہنچ کر اُس نے پلٹ کر نانو کو دیکھا اور پھر کچھ سوچ کر دروازے کھُولے وہ اندھی طوفان کی طرح اوپر دیکھے بغیر باہر نکلنے لگی۔وہ جو اِس آفتاد کے لیئے تیار نہیں تھا، اپنے ساتھ ٹکراتے اُس وجود سمیت پیچھے کو ہوتا ہوا راہداری کی دیوار سے جا لگا۔حُسن المآب آنکھیں بند کیئے خوف سے سہم گئی تھی۔دروازے کے زور سے بند ہونے پر پیشانی سہلاتے ہوئے ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی۔ کوٹ نخوت سے جھٹک کر جبار نے ناگواری سے اُس مُصیبت کو دیکھا جو نہ جانے کہاں سے اُسکے گلے آ پڑی تھی۔اُسکے چہرے پر جو ندامت، شرمندگی اور بوُکھلاہٹ تھی وہ یہ ظاہر کرنے کو کافی تھا کہ وہ بھی اُسکی طرح اُتنی ہی اِس تصادم سے لاعلم، گھبرائی ہوئی تھی۔

"مُجھے معاف کر دیں۔۔۔مُجھے لگا مامی۔۔۔"کانپتے لہجے میں کہہ کر راہداری کی دوسری سمت خوف سے دیکھتے ہوئے اُس نے جبار کو چونکا دیا۔چہرہ پھیرے کھڑی اُس لڑکی کو بغور دیکھتے ہوئے لمحے بَھر کو اُسکی نگاہ ٹھہر گئی۔پہلی بار قلبِ جبار کی نگاہ ساکن ہوئی وہ بھی کسی عورت پر۔وہ چہرہ معمولی نہیں تھا۔ وہ عورت لمحے بَھر کو جبار کی ساری توجہ اپنی جانب کھینچ گئی، اپنی بے پناہ خوبصورتی کی بدولت نہیں بلکہ وہ تاثرات تھے جِس نے جبار کو ساکن کیا تھا۔

"آپ کو کِس سے مِلنا ہے؟" سنبھل کر دوپٹہ سہی سے سَر پر جماتے ہوئے وہ اُسکی جانب چہرہ پھیرے بھی اُسکی جانب متوجہ نہیں تھی۔جبار کی نگاہ کمرہ نمبر تک گئی، تصدیق کے لیئے۔

"جہاں آراء بیگم کا روم یہی ہے؟" اُسکے تاثرات پِھر سے پتھر کی طرح سخت ہو گئے۔حُسن المآب نے چونک کر اُس شخص کو دیکھا جو اِتنا اعلی شان، باوقار اور آہنی معلوم ہو رہا تھا کہ حد نہیں۔

"آپکو میری نانو سے مِلنا ہے؟" اُس شخص کی نگاہیں اُسکے علاوہ ہر شے پر تھیں۔وہ باریک بین شخص عورت کے علاوہ ہر شے نظر میں رکھتا تھا۔جبار کی نگاہ سَرسَری سے اُس لڑکی تک گئی اور اُسکے چہرے پر جو ناگواری اُتری اُس نے حُسن المآب کو چونکا دیا۔

"یہ ہے وہ بدتمیز لڑکی۔۔۔یہ تو کچھ دِن بھی اُس حویلی میں نہیں چل سکے گی۔"ذہن میں خیال آیا جسے جھٹک کر اُس نے عجلت میں گھڑی دیکھی۔یہ لڑکی اُسکا قیمتی وقت اپنے فضول سوالات سے ضائع کر رہی ہے

"سائیڈ پہ ہوں گی آپ مُحترمہ۔" آگے بڑھتے ہوئے اُسکے سخت، کُھردے لہجے پر حُسن المآب تیر کی سی تیزی سے سائیڈ پر ہوئی اور وہ مزید ایک نظر بھی اُسے دیکھے بِنا دروازہ کُھول کر اندر چلا گیا۔چند لمحے وہ یونہی وہاں کھڑی دروازے کو گُھورتی رہی۔

"بدتمیز۔۔۔" آہستگی سے بڑبڑا کر وہ راہداری سے ہوتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ گئی۔باہر سے ٹہل کر جب وہ اندر آئی، وہ شخص شاید جا چُکا تھا۔نانو کو یوں گہری سوچ میں مُنہمک دیکھ کر وہ تیزی سے اُن تک آئی۔

"نانو۔۔۔!" وہ اِتنی گہری سوچ میں تھیں کہ حُسن المآب کی آواز بھی اُنکو چونکا نہیں سکی۔پریشانی سے آگے بڑھ کر اُس نے اُنکا ہاتھ ہلایا۔

"وہ آدمی کون تھا نانو؟" نانو کے چونکنے پر اُس نے حیرانگی سے پوچھا کیونکہ اُس شخص کو آج سے پہلے اُس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔نانو چند لمحے اُسکے چہرے کو یونہی بےخیالی میں دیکھے گئیں۔

"میں نے کہا تھا نہ تیرے لیئے کوئی بادشاہ آئے گا۔" اُنکی غیر متعلقہ بات پر حُسن المآب ناسمجھی سے اُنکو دیکھے گئی۔

"نانو۔۔۔مُجھے نہ کوئی بادشاہ چاہیئے نہ فقیر۔میرے لیئے آپ کافی ہیں۔" اُنکا ہاتھ تھام کر اُس نے نرمی سے کہا۔جانتی تھی نانو باسط کی وجہ سے پریشان ہیں۔

"نہیں! میں تُجھے مضبوط اور محفوظ ہاتھوں میں سونپنا چاہتی ہوں۔" نانو کی اگلی بات پر وہ ٹھٹکی۔یوں لگا جیسے نانو کچھ طے کر چُکی ہیں۔پہلے اُنکے لہجے میں حسرت اور خواہش بولتی تھی اور اَب حتمی یقین تھا۔

"تیرے لیئے ایک بڑا اچھا رشتہ آیا ہے۔"کچھ سوچ کر اُنہوں نے بات نہیں کی، حُسن المآب کے سَر پر دھماکا کر دیا۔

"کیا کہہ رہی ہیں نانو؟" اُسکی بے یقینی بہت زیادہ تھی۔رشتہ آنے پر نہیں یہاں آنے پر۔ابھی کچھ دیر پہلے تو کوئی رشتہ نہیں تھا۔یہ چند لمحوں میں کہاں سے ٹپک پڑا رِشتہ؟

"کہاں سے آیا۔۔۔؟" اُسکے سوال پر نانو کے چہرے کو مُسکراہٹ چُھو گئی۔

"دروازے سے۔"اُنکے کہے جانے پر حُسن المآب کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

"کب؟" ہلکے پڑتے کندھوں سے مُسکرا کر پوچھا۔

"تھوڑی دیر پہلے" اُس جواب پر اُس نے چونک کر اُنکو دیکھا جو بَس مُسکرائے جا رہی تھیں آج، بیماری کے باوجود یوں جیسے ہفت اقلیم کی دولت ہاتھ آ لگی ہو۔

"نانو! آپ سنجیدہ ہیں؟" آہستگی سے سوال آیا اور نانو کی آنکھیں مزید چمکنے لگیں۔

"ہاں! میں سنجیدہ ہوں۔وہ کل رشتہ لے کر آئے گا گھر۔"نانو نے بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے اُسکے اعصاب پر دھماکہ کر دیا۔

"کون۔۔۔نانو آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے نہ؟" اَب حقیقتاً تشویش ہونے لگی تھی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے جو بَھلا مانس سا لڑکا آیا تھا۔وہی رشتہ لایا ہے تمہارا۔"نانو کے بتائے جانے پر وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے نانو کو دیکھے گئی جو ایک تو اچھے خاصے مَرد کو لڑکا کہہ رہی تھیں، اُوپر سے اُس بدتمیز، بدتہذیب شخص کو بَھلا مانس بھی بتا رہی تھیں۔

"میرا رشتہ۔۔۔لیکن کیوں نانو! میں کیا آپ تک اُس بدتمیز اِنسان کو نہیں جانتیں۔" جُھنجھلا کر کہتے ہوئے اُس نے جہاں آراء بیگم کو چونکا دیا۔

"وہ بھی ہمیں نہیں جانتا بیٹا۔۔اَب ساری بات تو گھر ہی ہو گی نہ۔"نانو کے خوش کن خیالات اُنکو پُرجوش کر رہے تھے۔حُسن المآب نانو کے انداز دیکھ کر رہ گئے۔

"آپ سمجھ نہیں رہی ہیں نانو۔اِیسے موقعے پر مشکوک ہوا جاتا ہے۔"جہاں آراء بیگم کا نحیف ہاتھ نرمی سے تھامتے ہوئے اُس نے اُنکو سمجھانا چاہا۔

"اِس میں مشکوک ہونے والی کیا بات ہے۔وہ رشتہ لے کر گھر آئے تو ہم اُسکے اور وہ ہمارے بارے میں جان لے گا۔معلوم کروائیں گے اُسکے بارے میں۔اِیسے تو نہیں تیرا ہاتھ کسی بھی آئے گئے کہ ہاتھ میں تھما دوں گی۔"نانی نے بُرا بن کر جِس انداز میں کہا حُسن المآب اُنکے خوشی کے مِلے جُلے تاثر سے کِھلتے چہرے کو دیکھ کر رہ گئی۔اللہ جانے کون شخص تھا وہ جو نانی کو نہ جانے کِس وجہ سے گھیر کر چلا گیا؟ واللہ عالم! کِس قماش کا اِنسان ہو اور ہو سکتا ہے رشتہ لے کر اُنکے گھر ہی نہ آئے؟ وہ صرف بیمار پُرسی کو آنے والا اُسکی مامی کا شناسا ہوا تو نانو کی اُمیدوں کا کیا ہو گا؟ سوال اِتنے سَر اُٹھانے لگے تھے کہ کوئی حد نہیں جبکہ نانی کی چہرے کی تازگی اُسی تیزی سے واپس لوٹ رہی تھی۔

"ہاں بھئی! دے آئے کوچہِ یار میں حاضری؟" وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوا ہال کے صوفے پہ آرام اور اطمینان سے پاؤں پسار کر بیٹھے میزان کو دیکھ کر دِل ہی دِل میں کراہ کر رہ گیا۔چہرے پر وہی

سپاٹ سے تاثرات لیئے پلٹ کر اُس نے میزان کو جِن تادیبی نظروں سے دیکھا اُس پر لمحے بَھر کو میزان کی مُسکراہٹ سِمٹی مگر وہ اِیسے بعض آنے والوں میں سے نہیں تھا۔نہ جانے کتنے سالوں بعد تو جبار کی کوئی بات ہاتھ لگی تھی۔

"گیا تو اِیسے تھا جیسے ابھی ویاہ کھڑکا کر آ جائے گا۔"وہ جلتی تیلی پر تیل چھڑکنے والے گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔

"جب تمہاری بکواسات کا سلسلہ ختم ہو جائے تو میرے کمرے میں آ جانا۔"اُسی اطمینان سے بغیر کوئی اثر لیئے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں کہہ کر اُس نے میزان کو جلا کر خاک کر دیا۔ بُرے بُرے مُنہ بناتے ہوئے میزان اُسکو سیڑھیاں چڑھ کر سریے والی گردن کے ساتھ اوپر جاتے دیکھتا رہا۔

"دَھت تیرے کی!" جبار کے اوجھل ہوتے ہی اُس نے خفت سے اپنے ہاتھ پر زور سے مُکہ مارا۔مجال ہے جو کبھی جبار نامی کایاں اونٹ، میزان نامی پہاڑ کے نیچے آیا ہو۔ سُستی سے اُٹھ کر وہ اپنے ٹُھس، نہایت بور کر دینے والے جگری یار کے کمرے کی جانب سیڑھیاں پھلانے کر پہنچ گیا۔

"پِھر کیا بنا؟ کیا اِرادے ہیں آگے کے؟" زمانے بَھر کی معصومیت چہرے پر سجا کر کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آتے ہوئے دوستانہ لہجے میں پوچھا گیا۔قدم آدم کھڑکی سے باہر دیکھتے جبار نے چونک کر پلٹتے ہوئے اُسکو دیکھا جو ڈھیٹوں کی طرح دانتوں کی نمائش کروا رہا تھا۔ اِس نے کبھی نہیں سُدھرنا تھا۔

"دماغ ٹھکانے پر آ گیا؟" نہایت سہولت سے سوال آیا۔ آہ! میزان حیدر کیسے بُھول گیا کہ اُسکا دوست طنز کرنے کا کوئی سُنہری موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔

"جی! آ گیا۔اَب بتایئے؟" کنگ سائیڈ بیڈ پر دھکا سے بیٹھتے ہوئے دانت پیس کر جواب دیا۔

"کل تم آنٹی کے ساتھ اُس گھر میں۔۔۔"تاریخ گواہ تھی کہ میزان حیدر نے کبھی جبار کو اُسکی اہم بات مکمل کرنے نہیں دی۔

"یار! تُجھے جلدی کِس بات کی ہے؟" چہرے پر مدبرانہ تاثرات لیئے بڑوں کے سے انداز میں اہم سوال اُٹھایا جبکہ جبار کچھ کہے بغیر بے تاثر آنکھوں سے اُسکو دیکھے گیا۔

"مائی بیڈ! میں کیسے بھول گیا کہ میرے سامنے ایک پتھر ہے جِس سے سَر پھوڑنا بےوقوفی ہے۔"اُسکے ہار مانتے لہجے میں اپنی غلطی تسلیم کی گئی۔

"گُڈ!" مُسکراہٹ بامُشکل ضبط کر کے وہ کھڑکی سے ہٹ کر دیوان پر آ بیٹھا۔

"کل تم آنٹی کے ساتھ اُس گھر شادی کی بات کرنے جاؤ گے۔"وہ جیسے اَب واقعی فیصلہ کر چُکا تھا، حتمی فیصلہ !

"آر یو شیور؟" میزان حیدر ابھی تک تامل اور بےیقینی کا شکار تھا۔جبار کی جلدی اُسکی سمجھ سے باہر تھی۔

"اور کب کی تاریخ رکھنی ہے؟" میزان کے جواب پر جبار نے چمکتی آنکھوں سے اُسکو یوں دیکھا جیسے وہ دونوں اَب کہیں جا کر ایک ٹریک پر آئے ہوں۔

"اِسی ہفتے کے کسی دِن کی۔"نہایت سکون سے کہتے ہوئے اُس نے میزان کو اُچھلنے پر مجبور کر دیا۔

"پاگل واگل تو نہیں ہو گیا؟ میں کہہ بھی دوں تو امی کبھی نہیں مانیں گی۔مُجھ سے زیادہ اُنہیں تیری شادی کرنے کا اَرمان ہے۔"اُسکے یوں پہلو تہی کرنے پر جبار خاموشی سے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے اطمینان سے بیٹھا رہا۔

"ایک سکینڈ! تم کہیں یہ بندوق میرے کندھے پر رکھ کر تو نہیں چلانے والے؟" میزان کے ہونق سوال پر جبار نے ہونٹوں پر بند مُٹھی رکھ کر اپنی مُسکراہٹ ضبط کی۔

"آف کورس! تیری وجہ سے میں شادی نامی اِس میس میں پڑا ہوں تو اَب آنٹی کو مزید کوئی اور کہانی ڈال کر راضی کرنے کی ذمہ داری تمہاری ہے۔"اُسکے دو ٹوک جواب پر میزان کا جی چاہا ٹیبل پر پڑی ساری چیزیں اُٹھا کر۔۔۔اپنے ہی سَر پر مار لے۔

"پِھر میں کوئی بھی کہانی ڈال کر اماں کو راضی کروں گا بیٹا اور تُو مُجھے کچھ بھی کہہ نہیں سکے گا۔"کسی خیال سے اُسکی جہاں آنکھیں چمکیں وہیں جبار کا ماتھا ٹھنکا۔اُسکے شیطانی دماغ میں یقیناً کوئی بیہودہ سا حل آ گیا تھا مگر فلحال اُسکو ہر حال میں جلد اَز جلد شادی کرنی تھی، چاہے جیسے بھی ہو۔

"کچھ نہیں کہوں گا بشرطیکہ کوئی فضول، بیہودہ بکواس نہیں کرنی آنٹی اور اُن گھر والوں کے سامنے۔" انگلی اُٹھا کر سختی سے تنبیہہ کی گئی اور اِس تنبیہہ کا مطلب میزان حیدر اچھی طرح سے جانتا تھا۔

"بس اَب باقی کا کام مُجھ پر چھوڑ اور دیکھ میں کیسے پلک جھپکتے تُجھے شدید سنگل اور موسٹ وانٹڈ بیچلر سے شادی شُدہ بناتا ہوں۔"میزان کے ہاتھ تو جیسے ہفت اقلیم کی دولت آ گئی تھی۔قلبِ جبار جیسا کایاں اُونٹ بالا آخر میزان حیدر جیسے پہاڑ کے نیچے آ گیا تھا۔

"وہاٹ ایور!" بےزاری سے یوں کہا جیسے کسی اور کی شادی کی بات کی جا رہی ہے جبکہ میزان اُسکو دیکھتے ہوئے نہایت خبیث مُسکراہٹ چہرے پر سجائے سوچ میں مگن ہو گیا۔

"میں ایک سکینڈ امی کو راضی کر کے آیا۔"چُٹکی بجا کر وہ جِس تیزی سے چہک کر اُٹھا۔جبار نے سیل فون سے نگاہیں ہٹا کر اُسکو دیکھا جو اپنی گاڑی کی چابی کے کی-چین کو انگلی پر گُھماتے ہوئے کوئی شوخ سی دُھن بجاتے ہوئے کمرے سے چلا گیا تھا۔اُسکی اِیسی خوشی جبار کی سمجھ سے باہر تھی۔لمحے بَھر کو اُسکے کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں مگر خیر! سید قاسم مُجتبیٰ سے مات کھانے سے کہیں زیادہ بہتر تھا کہ میزان حیدر کے بیہودہ، تھرڈ کلاس پلان کے ساتھ چلا جائے۔

"تم کب تک اُسکا سوگ مناتی رہو گی؟" سیڑھیوں پر زیبا کو چہرہ جُھکا کر بیٹھے دیکھ کر پاس سے گزرتے عاقب نے لقمہ دینا فرض سمجھا۔ناگواری سے چہرہ اُٹھا کر زیبا نے اُسکو دیکھا جو مزاق ہرگز نہیں کر رہا تھا۔

"سوگ منائیں میرے دُشمن بلکہ میری سوتن۔"نفرت بَھرے لہجے میں جیسے سارے زمانے کی نفرت تھی۔دادو کو دوائیاں دے کر راہداری سے گُزرتی زینب اُس نفرت ہر ٹھہر گئی۔

"تمہیں یقین ہے کہ وہ شادی کر چُکا ہے؟" اُسکے برابر سیڑھیوں پہ بیٹھتے ہوئے عاقب نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

"تم نے کبھی جبار کو جُھوٹ کہتے سُنا ہے؟" اُس نے ترخ کر جواب دیتے ہوئے عاقب کو جیسے کچھ بھولا بسرا یاد کروانا چاہا۔چہرہ پھیر کر عاقب نے اُسکو جِن تادیبی نظروں سے دیکھا زیبا جو کچھ اور بھی کہنے والی تھی خاموش ہو گئی۔

"تو اَب کیا پلان ہے تمہارا؟" لمحے کے توقف کے بعد تیور بدل کر پوچھا گیا۔زیبا نے اُسکے چہرے کے تاثرات بغور جاننے چاہے۔

"میں اُس عورت کی زندگی حرام کر دوں گی اگر اُس نے اِس حویلی میں جبار کے ساتھ قدم بھی رکھا تو۔"اُسکا انداز بے حد ٹھوس اور سخت تھا بغیر کسی لچک کے۔عاقب کے چہرے کو کمینہ مُسکراہٹ چُھو گئی۔اَب آنے والا تھا نہ اصل مزہ۔

"آخر اِیسی کونسی عورت سے شادی کر لی جبار نے، ہم بھی تو دیکھیں۔تم جبار کی بیوی کو مُجھ پر چھوڑ کر اپنا فوکس جبار پر رکھنا۔"عاقب کے چہرے کی معنی خیز مُسکراہٹ اور اُن الفاظ پر لمحے بَھر کے لیئے زیبا ٹھٹکی۔ذہن نے عاقب کی بات کو پروسیس کرنے میں بس چند سکینڈ لگائے اور پِھر اُسکے چہرے کو بھی وہی مُسکراہٹ چُھو گئی جبکہ دیوار کے ساتھ ساکن کھڑی زینب نے ششدر ہو کر اپنا ہاتھ ہونٹوں پر رکھ لیا۔

"تم سے میری اِسی لیئے بنتی ہے۔"زیبا نے مُسکرا کر کہا۔اَب اُسکے چہرے پر کوئی غم، رائیگانی اور ٹھکرائے جانے کا حزن نہیں تھا۔اَب وہ نئے سِرے سے ایک بار پِھر دس سال کی طرح میدان میں اُترنے والی تھی۔

"سیم ہئیر!" عاقب اُسکا شانہ تھپک کر سیڑھیوں سے اُٹھ کر باہر کو کُھلتے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ زینب اُسی سُن ہوتے ذہن کے ساتھ آہستہ قدموں سے واپس دادو کے کمرے کی جانب چلی گئی۔پیچھے زیبا تھی اور اُسکے خوش کن خیالات۔

"دیکھتے ہیں تم مُجھ سے کب تک بھاگتے ہو قلبِ جبار! "

نانو کو ڈس چارج ہوئے دوسرا دِن تھا۔اُسکا اِرادہ بالکل بھی جامعہ جانے کو نہیں تھا مگر بی-ایس کے سٹوڈنٹس کے پانچویں سمسٹر کے فائنل پیپر شروع ہونے والے تھے۔سارا دِن ایک کلاس سے دوسری کلاس میں جانے سے قبل وہ کال کر کے نانو کی طبیعت پوچھتی رہی تھی مگر دِل کو پِھر بھی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔آخری لیکچر دے کر کلاس سے نکلتے ہی اُس نے تیزی سے نانو کا نمبر مِلایا مگر دوسری طرف سے کال نہیں اُٹھائی گئی۔اُسکا دِل پریشانی سے سُکڑ کر پھیلا۔

"نہیں، اللہ!" آنسوؤں کو مُشکل روکے ہوئے وہ بار بار کال مِلائے جا رہی تھی۔

"مس مآب!" اُس پُکار پر حُسن المآب کے ہاتھ رُکے۔چہرے پر ناگواری لیئے پلٹی اور عین اُسکے اندازے کے مطابق سامنے ایسوسیٹ پروفیسر صالح کھڑا تشویش سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"جی!" وہ اَب اُسکی دُرستگی کرتی ہی نہیں تھی۔ضرورت ہی کیا ہے کسی اجنبی کے ساتھ بات کو طول دینے کی مگر اُسکے چہرے کے تاثرات اِیسے تھے کہ صالح کو سنبھلنا پڑا۔

"سب خیریت ہے؟" محتاط لہجے میں اُسکے دوپٹے کے ہالے میں دھمکتے چہرے کو دیکھ کر سوال کیا۔

"اللہ کا شُکر!" مُختصراً کہہ کر وہ اُسکو مزید سوال کرنے کا موقعہ دیئے بغیر آگے بڑھ گئی جبکہ پروفیسر صالح اُسکو تیز مگر مضبوط قدموں سے خود سے دُور، بہت دُور جاتے بُھجتے دِل سے دیکھتا رہ گیا۔وہ مُحبت جو صالح کی آنکھوں میں چمکتی دُور جاتی اُس عورت کے لیئے کئی سالوں سے تھی اُسکی خبر سوائے حُسن المآب کے پوری جامعہ کو تھی۔

اپنی گاڑی کا دروازہ عجلت میں کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے اُس نے تیزی سے گاڑی ریورس کی اور پِھر جامعہ کی سرحد سے باہر نکلتی چلی گئی۔ساتھ ساتھ نانو کو کال مِلاتے ہوئے اُسکا شاداب چہرہ پریشانی، غم اور تکلیف سے مُرجھانے لگا تھا۔وہ گاڑی چلا کر نہیں اُڑا کر ماموں کے گھر تک پہنچی۔اپنے گھر کے باہر سیاہ رنگ کی چمچماتی ڈبل کیبن ہائی لیکس کو کھڑے دیکھ کر حیرانگی سے اُس نے گاڑی سائیڈ پر کھڑی کی اور ایک نظر اطراف میں ڈالی۔شاید پڑوس میں کسی کے مہمان آئے ہوں گے۔اُسکو یہی لگا کیونکہ اُنکے پڑوس والے اکثر ماموں کے گھر کے باہر گاڑی کھڑی کرتے رہتے تھے۔سَر جھٹک کر تیزی سے دروازہ کھول کر اندر آئی اور پِھر تقریباً بھاگ کر ہال کمرے تک آئی جہاں سے باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔سامنے نانو کو سہی سلامت صوفے پر کسی سے مُسکرا کر باتیں کرتے دیکھ کر وہ تیر کی سی تیزی سے اُن تک پہنچی۔

"نانو! آپ۔۔۔ آپ ٹھیک ہیں نہ؟ آپ کی طبیعت تو نہیں خراب ہوئی؟" اِردگرد کا ہوش بُھلائے وہ گُھٹنوں کے بل نانو کے سامنے بیٹھ کر اُنکے ہاتھ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے بھیگتی آواز میں کہہ رہی تھی۔خود پر کئی نظروں کو محسوس کرنے کے باوجود وہ نانو کے ہشاش بشاش لہجے کو دیکھ رہی تھی۔

"نہیں! میرا بچہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"اُسکے چہرے کو نرمی سے چُھو کر تسلی دی گئی مگر اُسے یقین نہیں آ رہا۔صوفے پر بیٹھے میزان نے چہرہ پھیر کر جبار کو دیکھا جو جب سے آیا تھا سیل فون میں سَر گُھسائے، بے خبر بیٹھا تھا اور اَب چہرہ اُٹھائے اُس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جِسکی اُن سب کی جانب پُشت تھی۔

"پھر آپ میری کال کیوں نہیں اُٹھی رہی تھیں؟ میں نے پچاس سے زیادہ کالز کی ہیں آپ کو۔میں اِتنا پریشان ہو گئی تھی۔آپ کو معلوم ہے نہ۔۔۔۔"متفکر بھیگتے لہجے میں کہتے ہوئے اُس نے پیچھے بیٹھے قلبِ جبار کو پہلو بدلنے پر مجبور کر دیا۔اُس عورت کے آتے ہی ہال کمرے میں کچھ غیر آرام دہ سا ماحول میں دَر آیا تھا تبھی سَر جھٹک کر وہ پھر سے سیل فون پر مصروف ہو گیا۔وہ یہاں بیٹھ کر بھی اپنے آفس کے بہت اہم کام کر سکتا تھا۔میزان اپنی امی کو بتا رہا تھا کہ اِسی لڑکی سے جبار شادی کرنا چاہتا ہے اور اَب وہ مُسکرا کر مُحبت سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

"حُسنہ!" مامی سے یہ مُحبت کے مظاہرے زیادہ دیر تک برداشت نہیں ہو سکتے تھے مگر سامنے بیٹھے اُن امیر کبیر لوگوں کے سامنے اُنہیں ضبط کرنا تھا جبکہ اُس نام پر جبار نے رُکتی دَھڑکنوں سے ایک بار پھِر چہرہ اُٹھا کر دیکھا، ٹھٹک تو میزان حیدر بھی گیا تھا اُس نام پر تبھی اُس نے جبار کو دیکھا اور لمحے بھر میں ہی میزان سمجھ گیا کہ جبار اِسی عورت سے شادی کرنے کی ضد پر کیوں اڑ گیا ہے۔

اِس طرح آ کے کوئی دل میں اُتر جاتا ہے

سارے کا سارا بدن نور سے بَھر جاتا ہے

بھاگتا پھِرتا ہے جس طرح سے لوگوں کا ہجوم

کس کو معلوم یہاں کون کدھر جاتا ہے

ہم بھی دوڑے تری آواز کے پیچھے اِیسے

جیسے دل ٹوٹ کے سینے میں بکھر جاتا ہے

اُس لڑائی میں اکیلا ہی نکل آیا ہُوں

جس میں دستار کے گرنے سے بھی سَر جاتا ہے

بیچ طوفاں میں ہے فانوسِ محبت اپنا

دیکھیے کشتیٔ جاں لے کے کدھر جاتا ہے

ایک منظر ہے کسی آنکھ میں اِیسا اکرام

دل جسے دیکھتا ہے اور ٹھہر جاتا ہے۔۔۔۔

محمد اکرام قاسمی

مامی کی پکار پر اُس نے چہرہ پھیر کر پیچھے دیکھا اور ہاں موجود اجنبی چہروں کو دیکھ کر تیزی سے سَر پر موجود دوپٹے کو دُرست کر کے خفت سے کھڑی ہوئی۔

"اسلام و علیکم!" اُسکی آواز میں اَب بھی بھیگا پَن تھا۔

"وعلیکم اسلام! اِدھر میرے پاس آؤ بیٹا!" اُن دو مردوں کے ساتھ بیٹھیں گریس فُل سی خاتون نے مُحبت سے مُسکرا کر اُسے بُلایا جبکہ حُسن المآب نے پلٹ کر نانو کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔نانو نے مُسکرا کر اثبات میں سَر ہلاتے ہوئے اُسکو حیران کر دیا۔آخر یہ کون لگو تھے جِن کے آتے ہی نانو کے چہرے کی الواہی خوشی چُھپائے نہیں چُھپ رہی تھی۔حُسن المآب کچھ نہ سمجھتے ہوئے خاموشی سے نانو کے سامنے سے ہٹ کر اُن آنٹی کے برابر آ کر بیٹھ گئی۔

"آپ کا نام حُسنہ ہے؟" اُن آنٹی کے لہجے میں بے حد مٹھاس اور اِشتیاق تھا جبکہ میزان نے چہرہ پھیر کر ساتھ بیٹھے جبار کو دیکھا جو سانس روکے اُس لڑکی کے نیم رُخ کو دیکھ رہا تھا۔

"حُسن المآب!" اُس کے جواب پر لمحے بَھر کو جبار ساکن سا رہا۔یہ زندگی کے کئی سالوں میں پہلی بار تھا کہ کسی لڑکی کا نام سُن کر اُسکی دَھڑکنیں تھم رہی تھیں، وہ ساکن ہو رہا تھا، ٹھٹھک رہا تھا۔ساتھ بیٹھے میزان نے مُسکراہٹ دبا کر اُسکو کہنی مار کر چونکاتے ہوئے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔جبار کی نظریں اُسکے معنی خیز مُسکراہٹ والے چہرے تک گئی اور وہ بے اِختیار نفی میں سَر ہلا کر رہ گیا۔اِس شخص کے دماغ کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

"ماشاءاللہ! بہت خوبصورت نام ہے بالکل آپ کی طرح۔"اُنکے مُسکراتے جواب پر بامُشکل مُسکرا کر حُسن المآب نے نانو کی جانب دیکھا۔

"ہمیں تو آپ کی بیٹی بہت اچھی لگی ہے، اماں جی! بس ہمیں مایوس مت کیجیئے گا۔"اُنکے کہے جانے پر افکار صاحب اور نائلہ بیگم نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔اِس سے پہلے کہ نائلہ بیگم چُھری کانٹے لے کر میدان میں اُترتی، افکار صاحب نے اپنی ماں کی آنکھوں کی چمک دیکھ کر بے ساختہ بیگم کے ہاتھ پر دباؤ ڈالتے ہوئے اُنکی کوشش ناکام بنا دی۔چہرہ پھیر کر اُنہوں نے کینہ توز نظروں سے اپنے شوہر کو دیکھا جبکہ حُسن المآب کو یوں لگا جیسے اُسے سُننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔

"آپ لوگ جتنے مان اور مُحبت سے رشتہ لے کر آئے ہیں بیٹا اِیسے میں انکار کا جواز نہیں بنتا مگر پھر بھی ہمیں سوچنے کے لیئے کچھ وقت چاہیئے۔"جہاں آراء بیگم کے جواب پر سیل فون کی سکرین پر چلتی جبار کی اُنگلیاں ساکن ہوئیں۔چہرہ پھیر کر اُس نے میزان کو دیکھا اور دوبارہ سے اپنی سکرین کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے اُسکی اُنگلیاں تیزی سے میسج ٹائپ کر رہی تھیں۔

"آنٹی کو کہو کہ ہمیں اِسی ویک نکاح کی تاریخ رکھنی ہے، ہر حال میں اور نِکاح سادگی سے ہو گا۔"میسج ٹون پر میزان نے چونک کر ہاتھ میں تھامے سیل فون کو دیکھا، میسج پڑھ کر مُسکراہٹ دباتے ہوئے اُس نے دوبارہ سے جبار کو دیکھا جو خود کو اِس ماحول سے ہر ممکن لاتعلق کر کے بیٹھا ہوا تھا۔میزان نے اپنی امی کا ہاتھ ہلا کر جیسے اُنہیں اِشارہ کیا۔

"ہم اِسی ہفتے سادگی سے نکاح چاہتے ہیں۔دراصل جبار کی دادی کی طبیعت بہت سخت خراب ہے۔وہ چاہتی ہیں کہ اپنی زندگی میں جبار کی بیوی سے مِلیں۔"اُن آنٹی کی باتوں پر حُسن المآب نے بے چینی سے نانو کو دیکھا جو اِس بات سے مزید خوش ہو رہی تھیں۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے بیٹا۔ میں خود یہی چاہتی ہوں کہ اپنی زندگی میں ہی حُسنہ کو اُسکے اپنے گھر کا کر دوں۔" یہ یہاں ہو کیا رہا ہے حُسن المآب کو سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی۔ کیا یہ وہی لوگ ہیں جِن کا ذکر نانو ہسپتال میں کر رہی تھیں؟ آخر! سب کو کِس بات کی جلدی ہے؟ وہ اِس سے زیادہ یہاں نہیں بیٹھ سکتی تھی ورنہ ضرور اُسکے مُنہ سے کچھ اِیسا ویسا نکلنا جانا تھا جِس سے سب کے اُسکو بعد میں پچھتانا پڑتا۔ نانو کو ایک نظر دیکھ کر وہ اِدھر اُدھر دیکھے بغیر، عُجلت میں اُٹھ کر تیز قدموں سے باہر کی جانب چلی گئی۔ قدموں کی دُور جاتی آہٹ پر میزان نے چہرہ پھیر کر جبار کو دیکھا جو اُسی اطمینان اور سکون سے چہرے پر کوئی بھی تاثر لائے بغیر سیل فون کی سکرین کو دیکھتا رہا۔

"ایکسکیوز می!" میزان تیزی سے معذرت کر کے سیل فون کان سے لگاتے ہوئے باہر کی جانب بھاگا۔ وہ یہ سُنہری موقع کسی صورت بھی گنوانا نہیں چاہتا تھا جبکہ اُسکے جاتے ہی نائلہ بیگم نے کچھ سوچتی، مشکوک نظروں سے دروازے کی جانب دیکھا جبکہ سَر اُٹھاتے جبار کی نگاہ اُس لڑکی کی مامی تک گئی جسکے چہرے کے تاثرات جبار کو چونکا دینے والے لگے۔

"بات سُنیں!" وہ جو تیز قدموں سے پچھلے چھوٹے سے دالان کی جانب جا رہی تھی، اجنبی پُکار پر چونک کر رُکی اور پھِر پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ اُسے لگا جیسے اُس نے اِس لڑکے کو کہیں دیکھ رکھا ہے مگر اُسکا دماغ اِس وقت بالکل ماؤف ہو رہا تھا۔ وہ اُسی سنجیدہ، سوال مانگتی نظروں سے اپنی جانب بڑھتے شخص کو دیکھے گئی۔

"اسلام و علیکم! میرا نام میزان حیدر ہے۔" نرمی اور ادب سے کہتے ہوئے اُس نے حُسن المآب کو ٹھٹھکا دیا۔ بھئی تو وہ کیا کرے؟

"وعلیکم اسلام!" اُسکو سوال کرنے کی ضرورت تھی ہی نہیں۔اُسکے چہرے کے جواب مانگتے تاثرات پر میزان نے چہرہ پھیر کر ایک محتاط نظر لکڑی کے دروازے کی جانب ڈالی اور پھر چہرہ پھیرا۔اُسکا اِتنے محتاط اور مشکوک انداز نے حُسن المآب کو چوکنا کر دیا۔

"آپ نے شاید مُجھے پہچانا نہیں؟ کچھ دِن پہلے آپ کا تصادم ہسپتال میں میرے دوست کے ساتھ ہوا تھا۔"اُسکے کہے جانے پر حُسن المآب نے اَب کے قدرے مُختلف تاثرات سے اُسکو دیکھا۔اِس شخص کا چہرہ پھر بھی ذہن کے پردے پر واضح نہیں ہوا تھا۔اُس دِن نانو کی طبیعت کی پریشانی کے سبب اُسکو اپنا تک ہوش نہیں تھا۔میزان اُسکے چہرے کے تاثرات سے سمجھ گیا تھا۔

"اُسی ہسپتال میں میرے دوست نے آپ سے شادی کا فیصلہ لمحوں میں کر لیا تھا۔"اَب کے قدرے الگ بات بتائی گئی۔بےزار سی کھڑی حُسن المآب نے ناسمجھی سے اُسے دیکھا۔

"کونسے دوست؟ وہ جو اندر بیٹھے ہیں؟" اُس نے اندر بیٹھے آدمی کا چہرہ نہیں دیکھا تھا تو معلوم بھی نہیں کہ کون تھا۔

"جی! جو ہسپتال میں آپکی نانو سے مِلنے آئے تھے۔"میزان حیدر اُسکو ہر ممکن کوشش سے یاد کروا کر گھیرنا چاہ رہا تھا۔حُسن المآب کے ذہن میں جھماکہ ہوا اور پھر وہ شخص یاد آگیا جسے ہسپتال کے کمرے کا دروازہ کھولتے ہی اُسکا ٹکراؤ ہوا تھا اور جِس نے پوچھا تھا کہ جہاں آراء بیگم کا کمرہ یہی ہے؟ اور اُسی شخص کے جانے کے بعد نانو نے اُس سے رشتے کی بات کی تھی تو کیا یہ؟؟

"جی! آپ بالکل سہی سوچ رہی ہیں۔میرے اُسی دوست کے لیئے آپ کا رشتہ لے کر آئے ہیں۔" اُسکے چہرے کے اُتار چھڑاؤ پر اُس نے تیزی سے کہا۔شُکر ہے کچھ تو یاد آیا اِس لڑکی کو ورنہ بڑا خوار ہونا تھا میزان حیدر نے۔

"وہ بدتمیز۔۔۔!"وہ جو تیزی میں کچھ سخت سا کہنے لگی تھی ایک دَم سٹپٹا کر ٹھہر گئی جبکہ میزان اپنے چہرے کی مُسکراہٹ ضبط نہیں کر سکا۔

"آپ نے بالکل ٹھیک پہچانا لیکن میرا دوست دِل کا بالکل بُرا نہیں ہے۔وہ باہر سے جِتنا سخت، سَرد، بےمروت اور بدتمیز لگتا ہے اُتنا ہے نہیں۔"حُسن المآب کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ اپنے دوست کی تعریف کر رہا ہے یا۔۔۔

"آپ کے دوست کے دِل کا میں کیا کروں؟ آپ یہ سب مُجھے کیوں بتا رہے ہیں؟" جُھنجھلا کر اُس نے اصل مُدعا جاننا چاہا جبکہ میزان نے ایک بار پھِر پلٹ کر پیچھے دیکھا کہ کہیں موت کا فرشتہ تو نہیں آ رہا۔

"کیونکہ میرا دوست پہلی نظر میں اپنا دِل آپ پر ہار چُکا ہے۔اُسکو آپ سے پہلی نظر میں ہی مُحبت ہو گئی تھی۔اِسی لیئے وہ نہیں چاہتا کہ اُسکے اور آپ کے درمیان مصلحتاً دیر کے سبب سے کوئی وِلن آئے۔"اُسکی بات پر حُسن المآب آنکھوں میں ڈھیروں تحیر لیئے سامنے تیز تیز بولتے شخص کو سُننے لگی۔ یہ کیا بولے جا رہا ہے؟ کونسی مُحبت؟ کہاں کی مُحبت؟ کیسے ہو گئی؟ کب؟؟ اِیسے اچانک سے کیسے؟ اور ہوئی بھی کِس کو جِسکا چہرہ نہ حُسن المآب نے سہی سے دیکھتا تھا نہ اُس نے حُسن المآب کا مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ قلبِ جبار نے اُسکا چہرہ بےحد غور سے دیکھا تھا۔

"یہ۔۔۔یہ آپ کِس طرح کی باتیں کر رہے ہیں؟" سکتہ سے بامُشکل نکل کر اُس نے نا سمجھی سے ہکلا کر کہا۔نہ جانے یہ کونسے زمانے کی کہانیاں سُنا رہا تھا۔

"میں بَس آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اِس رشتے کو لے کر جِتنا آپ سوچنا چاہتی ہیں سوچ لیں مگر جواب مثبت دیجیئے گا۔آپ کی ایک ہاں پر میرے دوست کی پوری زندگی کا دارومدار ہے۔"سامنے کھڑی ہونق، نا سمجھی سے گھبرائی سی لڑکی کے آگے بس ہاتھ جوڑنے کی کسر باقی رہ گئی تھی اور میزان حیدر اپنے جگری دوست کی مُشکل حل کرنے کو یہ بھی کر سکتا تھا۔

"پلیز!" دونوں ہاتھوں کی اُنگلیوں ایک دوسرے کے ساتھ باہم مِلا کر اُس نے جِس مِنت بَھرے لہجے میں کہا اُس پر حُسن المآب کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا کہے۔مُجبت۔۔۔؟ یہ اُس جذبے کا کیوں اُسکے سامنے ذکر کیا جا رہا تھا جس پر اُسکو ٹکہ کا اعتبار نہیں تھا۔

"آپ بےشک اُسکو مُجبت مت دیجیئے گا۔"اِس بات پر حُسن المآب نے چونک کر اُس شخص کے چہرے کی التجاء کو دیکھا۔وہ کہیں سے بھی جھوٹ بولتا نہیں لگ رہا تھا۔

"اور آپ کے دوست بدلے میں مُجھے کیا دے سکتے ہیں؟" وہ اِیسا سوال نہیں کرنا چاہتی تھی مگر نہ جانے کیسے یہ چُبھتا ہوا سوال اُسکے ہونٹوں سے بےساختہ نکل گیا۔میزان نے ڈھارس پاتے دِل کے ساتھ چونکتے ہوئے اُسکو دیکھا جسکے چہرے کی بےاعتباری اور اُس سوال میں کوئی تال میل نہیں تھا۔

"ایک بہترین گھر اور سب سے بڑھ کر وفا۔میرا دوست عمر بَھر آپ کا وفادار رہے گا۔اُس نے آج تک کسی غیر عورت کو مُختلف، ٹھہرتی نظر سے نہیں دیکھا۔آپ پر اُسکی نظر اُٹھ کر ٹھہر گئی ہے اور

میرا دوست ایمان اور مُحبت میں شرک کا قائل نہیں ہے۔"اُسکے مدلل جواب میں کچھ اِیسا تھا کہ حُسن المآب کے دِل میں کوئی عجیب سی، بےنام کیفیت نے سَر اُٹھایا۔بہترین گھر؟ وفا؟ ایمان؟ مُحبت؟ اخلاص؟ کیا وہ سہی سے سُن رہی تھی نہ؟؟؟

چاند بھی بجھا ڈالا دل دُکھانے والوں نے

کچھ اُٹھا نہیں رکھا دل دُکھانے والوں نے

ہم نے خستگی پائی، دل گرفتگی پائی

خیر ہم سے کیا پایا دل دُکھانے والوں نے

خوب وضع داری ہے زخم تازہ سے پہلے

ہم سے حال دل پوچھا دل دُکھانے والوں نے

بے قرار ہیں آنکھیں کیسے اب لہو روئیں

خشک کر دیا دریا دل دُکھانے والوں نے

سچ کہا سدا دل کو دل سے راہ ہوتی ہے

خوب ہم کو پہچانا دل دُکھانے والوں نے

اُن کی وجہ شہرت تو تلخ گفتگو ہی تھی

کیوں بدل لیا لہجہ دل دُکھانے والوں نے

(پیرزادہ قاسم)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم---

اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب----"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ----

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوُک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ /گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے Blue الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں۔۔۔شکریہ۔۔۔۔۔

"کوئی جواب آیا؟" آفس میں داخل ہوتے میزان کو دیکھ کر اُس نے جِس طرح سوال پوچھا لمحے بَھر کو میزان ٹھٹک کر ٹھہر گیا۔

"ابھی صرف تین دِن ہوئے ہیں میرے یار!" حیرانگی کو سمیٹ کر بڑے مزے سے کہتے ہوئے اُس نے جو بات کہی اُس پر جبار پاور چیئر سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"میرے لیئے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے میزان حیدر۔دادو کی صحت اچھی نہیں ہے۔"کچھ سخت سا کہنے سے بامُشکل رُک کر اُس نے ضبط سے کہا جبکہ اُسکی بات پر میزان کو بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔

"میں تیرے عُجلت سمجھ سکتا ہوں یار مگر وہ لڑکی کے گھر والے ہیں اُنہیں بہت کچھ سوچنا ہوتا ہے، پَرکھنا ہوتا ہے۔"میزان جانتا تھا اُسے کچھ بھی سمجھانا بیکار ہے مگر وہ ایک آخری کوشش کرنا چاہتا تھا اور ہوا بھی اُسکی توقع کے عین مطابق۔کلائی پہ بندھی گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے وہ اپنا سیاہ کوٹ سٹینڈ سے اُٹھانے لگا۔

"کہاں؟" میزان کا ماتھا ٹھنکا۔ابھی اُنکی ایک بہت اہم میٹنگ تھی۔

"میں مزید اِنتظار نہیں کر سکتا۔"کوٹ بازو پر لٹکائے سیل فون اُٹھا کر اُس نے میزان کو دنگ کر دیا۔

"ہماری بہت اہم میٹنگ ہے جبار۔" مدہم آواز میں زندگی میں پہلی بار وہ اُسے میٹنگ کا یاد کروا رہا تھا ورنہ یہ کام جبار کا ہوتا تھا۔

"تم اٹینڈ کر رہے ہو نہ کافی ہے۔بعد میں مُجھے بریفنگ دے دینا۔اللہ حافظ!" اُسکا کندھا تھپک کر جِس تیزی سے وہ آفس سے باہر نِکلا پیچھے میزان حیدر کچھ نہ سمجھتے ہوئے اُلجھا سا کھڑا رہ گیا۔

آفس کی بلڈنگ سے گاڑی نکال کر مین روڈ پر ڈالتے ہوئے اُسکی گاڑی جہاں آراء بیگم کے گھر کی جانب بھاگ رہی تھی۔اضطراری انداز میں انگلیاں سٹئیرنگ پر بجاتے وہ کافی ریش ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ تبھی ایل-ای-ڈی پر زینب کی کال آتے دیکھ کر چونکتے ہوئے اُس نے تیزی سے کال ریسیو کی۔

"اسلام و علیکم جبار بھائی!" اُس نرم سی آواز پر جبار کے چہرے کے سخت تاثرات تیزی سے نرم ہوئے۔

"وعلیکم اسلام زینب! کیسی ہو بیٹا؟" اُسکے شفقت بھرے لہجے پر زینب کی برسنے کو تیار آنکھیں تیزی سے بھیگنے لگیں۔

"بھائی! آپ کب آئیں گے حویلی؟" اُسکے بھیگتے لہجے نے جبار جیسے سخت دِل بندے کو بے چین کر دیا تھا۔

"بس بیٹا کچھ دِن میں آ رہا ہوں۔جب ہم آخری بار مِلے تھے تو کیا کہا تھا میں نے تم سے؟" اُسکے سوال مانگتے انداز پر زینب نے تیزی سے اپنی بھیگتی آنکھیں صاف کی۔

"میں رو نہیں رہی بھائی بس رونا آ رہا ہے۔"اُسکی بات پر جبار کے ہونٹوں کو بہت مدہم سی مُسکراہٹ چُھو گئی۔

"بہادر لڑکیوں کو بغیر وجہ کے رونا نہیں چاہیئے۔میں بس کچھ دِن میں آ رہا ہوں۔دادی جان اور اپنا بہت خیال رکھنا۔"اُسکے مُحبت بھرے لہجے نے زینب کے سوگوار دِل کی ساری کثافت دھو دی۔

"بھائی! آپ نے واقعی شادی کر لی ہے؟" زینب کے سوال پر اُس نے چونک کر سکرین کو دیکھا یعنی اُسکا اندھیرے میں چلایا ہوا تیر سیدھا سید حویلی پر جا لگا تھا۔

"تمہاری بھابھی کو بھی ساتھ لے کر آؤں گا۔ابھی میں راستے میں ہوں پھِر کال کرتا ہوں۔"مبہم سا جواب دے کر بھی اُس نے زینب کے دل کی کَلی کِھلی دی تھی۔اللہ حافظ کر کے کال منقطع کر دی گئی۔پرسوچ انداز میں اُس نے ایکسلیریٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھایا اور کچھ دیر بعد ہی وہ 'افکار منزل' کے باہر تھا۔چند لمحے وہ یونہی سیاہ گیٹ کو دیکھتا رہا اور پھِر دروازے کے قریب جا کر جیسے ہی بیل بجانے لگا عین اُسی لمحہ چھوٹا دروازہ کھول کر عُجلت میں نکلتی حُسن المآب سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر چونک گئی جو اُسکے نکلتے ہی اُلٹے قدموں تیزی سے پیچھے ہوا تھا۔

"اسلام و علیکم، جی! آپ کون؟" نانو کی فائلز سنبھالتے ہوئے اُس نے سرسری سا اُس شخص کو دیکھ کر سوال کیا۔وہ جو سائیڈ پر دیکھنے لگا تھا اُس سوال پر چونک گیا۔کیا مطلب؟ اُسے نہیں معلوم کہ وہ کون ہے؟

"جہاں آراء بیگم کا گھر یہی ہے؟" بے تاثر چہرے کے ساتھ اُس نے ہسپتال کے کمرے کے باہر کھڑے ہو کر پوچھے جانے والا سوال دُہرایا جبکہ حُسن المآب کی آنکھوں کا تاثر تیزی سے بدلا۔ناچاہتے ہوئے بھی اُس نے بغور اُس لاتعلق کھڑے، قدرے اُکتائے سے شخص کو دیکھا۔ تو کیا یہ ہے وہ شخص جِس کے بارے میں پرسوں میزان حیدر اُسے بتا رہا تھا؟ خود پر پڑتی کھوجتی نظروں پر جبار نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا مگر وہ اُسکے دیکھنے سے بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ کا شکار ہرگز نہیں ہوئی اور یہی بات جبار کے لیئے چونکا دینے والی تھی۔

"یہی ہے۔آپ کا نام کیا ہے؟" گھر سے باہر یوں بھری دُھوپ میں اِیسی تفتیش کے بارے میں کم اَز کم جبار نے نہیں سوچا تھا۔سیاہ آنکھیں سُکیڑ کر اُس نے دُھوپ کی تمازت سے گُلابی پڑتے اُس چہرے کو دیکھا۔

"سید قلبِ جبار عالم!" مُختصراً کہہ کر اُس نے سامنے کھڑے چہرے سے نگاہ ہٹا کر کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا۔حُسن المآب چونک کر چند قدم پیچھے ہوئی۔

"آپ کو نانو سے مِلنا ہے؟" اُسکے اگلے سوال پر جبار نے بامُشکل ضبط کیا۔وہ اِس سوال جواب کے سیشن سے اُکتا رہا تھا۔

"آپ اپنی نانو سے جا کر کہیں۔۔۔۔"اُسکی بات ایک بار پھِر مکمل نہیں ہو سکی۔

"تم ابھی تک گئی نہیں ؟ دروازے پر کھڑے ہو کر ہر آئے گئے مرد کو تاڑنا ہے تو دروازہ بند کر کے باہر جاؤ۔"پیچھے سے آتی پاٹ دار گھٹیا آواز پر حُسن المآب کا اُس اجنبی کے سامنے اِس عزت افزائی پر

چہرہ بُری طرح پھیکا پڑا۔جبار نے ٹھٹک کر اُس چہرے کو دیکھا جس کی پہلے والی ایک شان سے اُٹھی گردن خفت سے جُھک گئی تھی۔

"ایکسکیوز می!" سامنے کھڑی لڑکی کے برابر سے نکل کر لب بھینچتے ہوئے وہ دروازے سے اندر آیا جبکہ اُسکا چہرہ دیکھ کر نائلہ بیگم کے ہاتھ سے چاولوں کی ٹرے گِرتے گِرتے بچی۔

"اِس طرح کی بات کرتے ہوئے آپ کو شرم آنی چاہیئے۔"بغیر لگی لپٹی رکھے اُس نے کھٹاک سے اپنے الفاظ کا تمانچہ نائلہ بیگم کے مُنہ پر مارتے ہوئے اُنکو تلملانے پر مجبور کر دیا جبکہ حُسن المآب حیرانگی سے پلٹ کر ہک دہک سی اُس اجنبی شخص کو نائلہ مامی کا چہرہ سُرخ کر کے اندر مضبوط قدموں سے جاتے دیکھتی رہ گئی۔اُسکو سُننے میں کوئی مُغالطہ تو نہیں ہوا؟ مامی کی کینہ توز نظریں محسوس کر کے وہ جیسے کسی گہرے خواب سے بیدار ہوئی۔چند لمحے وہ یونہی خالی الذہنی سے کھڑی رہی اور پھِر دروازے سے باہر جانے کے بجائے اُس کے قدم اندر کی جانب بڑھ رہے تھے۔

"میں معذرت چاہتا ہوں کہ مقررہ وقت سے پہلے آپ کے گھر آ گیا۔"جہاں آراء بیگم کا خوشی سے کِھلتا چہرہ دیکھ کر اُس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"نہیں بیٹا! تم نے بہت اچھا کیا جو آ گئے۔"جہاں آراء بیگم کے تو پیر زمین پر نہیں لگ رہے تھے۔

"دراصل میں مزید انتظار نہیں کر سکتا۔میری دادی جان کی طبیعت سخت خراب ہے۔مُجھے اگلے ہفتے تک حویلی جانا ہے۔"اُسکو تمہید باندھنے کی عادت نہیں تھی مگر اَب وہ خود کو باندھنے پر مجبور محسوس کر رہا تھا۔

"میں تمہیں آج ہی کال کر کے بُلوانے والی تھی بیٹا۔"جہاں آراء کی سنجیدہ بات پر جبار نے چہرہ اُٹھا کر اُنکو دیکھا جہاں حتمی فیصلے کے اثرات واضح نظر آ رہے تھے۔لمحے بَھر کو زندگی میں پہلی بار قلبِ جبار کا دِل اُنکے انکار کا سوچ کر رُکنے لگا۔نہیں! اُنکو انکار نہیں کرنا چاہیئے۔قلبِ جبار کو صرف اِسی عورت سے شادی کرنی ہے۔

"کیا تم اِسی ہفتے میری حُسنہ سے نکاح کر سکتے ہو؟" اُنہوں نے بہت سوچ کر آخر کہہ ہی دی۔جبار کی رُکتی دھڑکن تیزی سے رواں ہو گئی۔باہر کھڑکی کے پاس کھڑی حُسن المآب نے نانو کی مجبوری پر گہرا سانس لے کر آنکھیں سختی سے میچ لیں۔

"اِس جمعے میں سادگی سے نکاح چاہتا ہوں۔"جبار کو زیادہ سوچنا نہیں تھا۔وہ یہ سُنہری موقعہ ہاتھ سے گنوا ہی نہیں سکتا تھا۔اُسکے جواب پر جہاں آراء کی سنجیدہ ہوتی آنکھیں ایک بار پھِر چمکنے لگیں۔قلبِ جبار سامنے بیٹھی عورت کی خوشی، پریشانی اور عُجلت سمجھ گیا تھا۔باہر موجود عورت کی زُبان کسی کو بھی وقت سے پہلے فیصلے لینے پر مجبور کر سکتی تھی۔

"یہ آپ کیا کر رہی ہیں اماں؟" اُسی وقت نائلہ بیگم آندھی طوفان کی طرح اندر آئیں۔جبار نے اُس ناگوار آواز پر چہرہ اُٹھانے کی زحمت بھی نہیں کی۔

"حُسن المآب کی شادی میرے حسیب سے طے ہے۔"اُنکی بات پر جبار نے چہرے پر ناگوار تاثرات لیئے اُس عورت کو دیکھا جو اُسکو پہلی نظر میں ہی ناپسندیدہ لگی تھی۔

"نکاح کے سارے انتظامات ہو جائیں گے۔میں جمعے کے دِن آپ سے اپنی امانت لینے آؤں گا۔"اُٹھ کھڑے ہوتے ہوئے اُس نے سیاہ کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے اُس عورت کے شور شرابے کو صاف نظر انداز کرتے ہوئے جہاں آرا بیگم کی بوڑھی آنکھوں میں نرمی سے دیکھ کر کہا تو اُنہوں نے مُسکرا کر اثبات میں سَر ہلا دیا۔

"یہ ہو کیا رہا ہے یہاں پہ؟ آپ ایسا کیسے ہونے دے سکتی ہیں؟" آنکھیں پھیلا کر وہ جہاں آرا بیگم کے مطمئن چہرے کو دیکھ کر سخت آواز میں چیخ رہی تھیں۔باہر کھڑی حُسن المآب کا دِل سوکھے پتے کی طرح کانپنے لگا۔وہ اِس عورت اور اِسکے بھائی کی فطرت کو اچھی طرح جانتی تھی۔اِس سے پہلے کہ وہ کھڑکی سے ہٹ کر اپنے کمرے میں جاتی دروازے سے باہر آتیں نائلہ بیگم نے جھپٹ کر اُسکا ہاتھ سختی سے جھکڑا اور اُسکو سنبھلنے کا موقعہ دیئے بغیر گھسیٹتے ہوئے اندر کمرے میں لے آئیں۔نانو تیزی سے بستر سے نیچے اُتریں جبکہ جبار آنکھوں میں نہ سمجھ میں آنے والا تاثر لیئے اُس لڑکی کی گھبرائی، پریشان، پھیکی پڑتی صورت کو دیکھتا رہا۔

"ابھی کے ابھی اِن دونوں کے مُنہ پر انکار کر کے قصہ ختم کر۔میرے حسیب کے علاوہ تُو کسی اور کی دُلہن بننے کا خواب میں بھی مت سوچنا۔"اُسکی کلائی کو سختی اور نفرت سے جھٹکتے ہوئے وہ حُسن المآب کی آنکھوں کو چھلک جانے پر مجبور کر رہی تھیں۔جبار نے ایک نظر اُس جُھکے چہرے کو دیکھ کر اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا اور پِھر آگے بڑھ کر سختی سے نائلہ بیگم کا ہاتھ پکڑ کر جھٹک دیا۔

لڑکھڑا کر پیچھے کو ہوتی حُسن المآب کی آنکھوں کے سامنے دُھند چھانے لگی۔کسی اور شخص کے سامنے اِس قدر ذلت۔۔۔۔

"ہاتھ اور زُبان قابو میں رکھ کر بات کریں۔"جبار کی آنکھوں سے نکلتے شعلوں پر صرف لمحے بَھر کو نائلہ بیگم کی سٹی گُم ہوئی مگر یہ وقت دبنے کا نہیں تھا۔حُسن المآب نے اُن الفاظ پر دُھندلی پڑتی بصارت سے اُس شخص کو دیکھا جو اجنبی ہو کر بھی اِس طرح کی باتیں کر رہا تھا۔

"میں کہتی ہوں ابھی کہ ابھی انکار کر سب کے سامنے۔"اِس سے پہلے کہ چیخ کر وہ ایک بار پِھر حُسن المآب کی جانب بڑھتیں، جبار نے آگے آتے ہوئے اُنکی کوشش ناکام بنا دی۔حُسن المآب نے بھیگتی آنکھوں سے اُس اجنبی شخص کی مضبوط پُشت کو دیکھ کر نانو کو دیکھا جو دِل ہر ہاتھ رکھے کھڑی تھیں۔

"حُسنہ میری ذمہ داری ہے بہو اور میں اپنی بیٹی کی شادی کا فیصلہ کر چُکی ہوں۔"جہاں آراء بیگم کے حتمی لہجے پر نائلہ بیگم دانت پیس کر حُسن المآب کے نیم رُخ کو دیکھنے لگیں۔

"یہ ابھی جب آپ دونوں کو اپنے مُنہ سے انکار کرے گی تو ہوش ٹھکانے آ جائیں گے۔"خون آشام ، نفرت بھری نظریں اُس پر ٹِکائے ایک ایک لفظ حُسن المآب کو ہلا دینے والا تھا۔جبار نے چونک کر اُس عورت کے زعم بھرے انداز کو دیکھ کر قدرے چہرہ ترچھا کر کے اُسکو دیکھا جِس کا گُلابی رنگ زرد پڑ رہا تھا۔

"میں۔۔۔۔میں حسیب سے کسی صورت شادی نہیں کروں گی۔"ایک نظر نانو کو دیکھ کر سختی سے آنکھیں میچتے ہوئے اُس نے تیزی سے کہتے ہوئے سید جبار کے کھچے ہوئے اعصاب کو تقویت پہنچا دی۔

سناٹے میں رہ جاتیں نائلہ بیگم اُسکو دیکھتی رہیں جو سامنے کھڑے شخص کی اوٹ سے نکل کر آہستہ قدموں سے نانو کی جانب بڑھ رہی تھی۔اُس عورت کی نظروں نے جبار جیسے جہاندیدہ شخص کے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں بجا دی تھیں۔لمحے بَھر کو جیسے کوئی فیصلہ ہوا۔سیل فون نکال کر میزان کو کال مِلاتے ہوئے اُس نے ایک نظر اپنی نانو کو سنبھالتی اُس لڑکی کا نیم رُخ دیکھا اور فیصلہ ہو گیا۔

°تو کیوں نہ ہم پنج سات دن تک مزید سوچیں بنانے سے قبل

مِری چھٹی حِس بتا رہی ہے یہ رشتہ ٹوٹے گا، غم بنے گا

مُجھ اِیسے لوگوں کا ٹیڑھ پَن قدرتی ہے، سو اعتراض کیسا؟

شدید نم خاک سے جو پیکر بنے گا، یہ طے ہے خم بنے گا

سنا ہوا ہے جہاں میں بے کار کچھ نہیں ہے سو جی رہے ہیں

بنا ہوا ہے یقیں کہ اِس رایگانی سے کچھ اہَـم بنے گا۔۔۔

(عُمیر نجمی)

"تم گواہان، آنٹی اور مولوی صاحب کو لے کر جہاں آراء بیگم کے گھر آ جاؤ۔"خاموش کمرے میں گونجتی اُسکی سنجیدہ آواز پر نائلہ بیگم نے کرنٹ کھا کر اُس شخص کو جبکہ حُسن المآب نے چونک کر نانو کو دیکھا جنہوں نے اُسکے ہاتھ نرمی سے تھپتھپا کر تسلی دیتے ہوئے اُسکو کچھ بھی کہنے سے منع کر دیا۔

"اِتنی ایمرجنسی کی بھی کیا ضرورت تھی؟" اگلے دس مِنٹ تک میزان اپنی امی اور چند دوستوں کے ساتھ **'افکار منزل'** میں موجود اُس سے حیرانگی سے سوال کر رہا تھا جِسکی چہرے پر شدید سنجیدگی رقم تھی۔

"ضرورت تھی میزان حیدر۔"اُسکو سنجیدگی سے جواب دے کر وہ مولوی صاحب کی جانب متوجہ ہو گیا۔سب سمجھتے ہوئے مولوی صاحب اُٹھ کر بوکھلاہٹ میں مُبتلا افکار صاحب کے ساتھ کمرے میں جا رہے تھے۔سادہ سے لباس میں ملبوس حُسن المآب کے سَر پر نانو نے لال بنارسی دوپٹے ڈال دیا تھا۔ سائیڈ پر کھڑی دانت پیستی نائلہ بیگم ہاتھ میں تھامے فون پر بار بار کسی کا نمبر مِلاتیں مگر جواب موصول نہ ہونے پر جُھنجھلا کر سامنے بیٹھی لڑکی کا جُھکا مطمئن چہرہ دیکھتیں۔

"آئیں مولوی صاحب!" میزان حیدر کی امی نے مُسکراتے ہوئے حُسن المآب کو چونکا دیا۔وہ عجیب اُلجھی سی کیفیت کے ساتھ مولوی صاحب کو کہتے سُننے لگی۔اُسکے برابر بیٹھی نانو نے اُسکے سرد پڑتے ہاتھ اپنے نحیف مگر مضبوط ہاتھوں میں تھام رکھے تھے۔

"حُسن المآب بنتِ فُرقان احمد خان آپ کا نکاح سید قلبِ جبار عالم ولد سید عالم مُجتبیٰ کے ساتھ پچاس لاکھ سکہ رائج الوقت طے پایا ہے۔کیا آپ کو یہ نِکاح قبول ہے؟" مولوی صاحب کے الفاظ اُسکے کانوں سے ٹکرا ٹکرا کر واپس پلٹ کر جا رہے تھے۔اُسکو یوں ساکت اور خاموش دیکھ کر میزان کی والدہ سُکینہ حیدر نے چونک کر دوپٹے میں چُھپے اُسکے چہرے کو دیکھا اور پھِر جہاں آراء بیگم کو جو اُسکا ہاتھ تھپک رہی تھیں۔

"قبول ہے!" اُس نے آہستگی سے اقرار کرتے ہوئے اُس اجنبی شخص کی مُحبت ہر یقین رکھتے ہوئے اُسے اپنی زندگی میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔اگر اُسکا دوست جو کچھ کہہ رہا تھا وہ سب سچ ہے تو حُسن المآب مُحبت اور اخلاص کو ضرور زندگی میں پہلی بار آتے دیکھنا چاہتی تھی۔

دو بار مزید پوچھے جانے پر بھی اُسکا جواب اِقرار میں تھا۔نائلہ بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ اُس لڑکی کی گردن مروڑ کر رکھ دیتیں۔جہاں آراء بیگم نے چمکتی، بھیگتی آنکھوں سے اپنی حُسنہ کا ماتھا چوم لیا۔اَب وہ سکون سے مَر سکتیں تھیں۔اب اُنھیں اپنی حُسنہ کے لیئے ایک محفوظ اور مضبوط سائبان مِل گیا تھا۔دُلہن اور گواہان سے دستخط لے کر مولوی صاحب اُٹھ کر کمرے سے باہر چلے گئے تھے۔کمرے میں اَب مُبارک سلامت کا شور سا مچ گیا تھا۔

"اللہ پاک تمہارے نصیب اچھے کرے اور بُری نظر سے بچائے، آمین۔"سُکینہ حیدر نے اُٹھ کر اُسکو سینے سے لگاتے ہوئے اِس قدر مُحبت سے کہا کہ حُسن المآب کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔دوپٹہ ہٹا کر اُس نے پلٹ کر نانو کو دیکھا اور اُنکے چہرے کے اطمینان اور سکون کو دیکھ کر لمحے بھر کو وہ ساکن سی کھڑی رہ گئی۔نانو کا چہرہ اِیسی خوشی کے انوکھے احساس سے جگمگا رہا تھا کہ حُسن المآب کا دِل کانوں میں آ کر دھڑکنے لگا۔اُسکی نانو جِس فرض سے سبکدوش ہونے کے لیئے خود کو زندہ رہنے پر ایک عرصے سے آمادہ کیئے ہوئے تھیں آج وہ اُس فرض سے بالآخر سبکدوش ہو گئیں تھیں۔

مولوی صاحب کے آتے ہی میزان جو کب سے اُسکا جینا حرام کیئے ہوئے تھا، سُدھر کر سائیڈ پر ہوا۔ مولوی صاحب کو بیٹھنے کی جگہ دی گئی۔نکاح کا خطبہ سُنتے ہوئے وہ مُسکراتی آنکھوں سے جبار کے سنجیدہ

چہرے کو بھی دیکھے جا رہا تھا۔بالآخر وہ اپنے موسٹ وانٹڈ بیچلر دوست کو شادی شُدہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"سید قلبِ جبار عالم ولد سید عالم مُجتبیٰ آپ کا نکاح حُسن المآب بنتِ فُرقان احمد خان سے پچاس لاکھ سکہ رائج الوقت طے پایا ہے، کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟" حُسن المآب کے والد کے نام پر جبار اور میزان نے چونک کر بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا۔'فُرقان احمد خان' اُن دونوں کو یہ نام کافی شناسا سا لگا ہاں البتہ حُسن المآب پٹھان تھی یہ اُن دونوں کے لیئے بالکل نئ بات تھی۔قبول ہے کہ اِقرار اور دستخط کے بعد یہاں پر بھی مبارک سلامت کی صدائیں گونجنے لگیں۔ افکار صاحب نے آگے بڑھ کر جبار کا کندھا تھپک کر اُسکو کندھے سے لگایا۔جبار کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر میزان نے بامُشکل مُسکراہٹ دبائی۔یک نہ شُد، دو شُد! یہاں اُس سے اپنے چچا افکار صاحب برداشت نہیں ہوتے تھے اور ایک اور افکار صاحب اُسکے سسرالی خاندان سے ٹپک پڑے تھے۔

"کیسا محسوس ہو رہا ہے نکاح کروا کر؟" میزان نے اُس سے گلے لگتے ہوئے مُسکرا کر آہستگی سے پوچھا جبکہ جبار اِس سوال کا جواب تب دیتا جب اُسکو کچھ محسوس ہوتا۔اُسکے اندر کی دُنیا ہمیشہ کی طرح بالکل خاموش اور ساکن تھی۔

"آنٹی نے زیبا نامی مصیبت کا بتا دیا تھا نہ؟" یاد آنے پر اُس نے میزان کا کندھا تھپکتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا جبکہ میزان کرنٹ کھا کر پیچھے ہوا۔اُسکے چہرے کے تاثرات دیکھ کر جبار کا ماتھا ٹھنکا۔

"میں نے تُجھے کہا تھا کہ سب سے پہلے یہ بات بتانا۔میں خود یہ بات کسی سے ڈسکس نہیں کر سکتا۔" دانت پہ دانت جما کر اُس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے میزان حیدر کا دِل ساکن کر دیا۔اُسکے کانوں میں

اپنے وہ الفاظ گونجنے لگے جو اُس نے حُسن المآب سے کچھ دِن پہلے کہے تھے۔اُس وقت اُسکے ذہن سے زیبا صلاح الدین نامی عفریت بَھک سے اُڑ چُکی تھی۔اَب؟؟ وہ کیا کرے گا؟ زیبا کے بارے میں جاننے کے بعد حُسن المآب کیا میزان کی گھڑ کر بتائی گئی باتوں کا اعتبار کرے گی؟؟

"اُف میزان حیدر!" پیچھے کو ہو کر اُس نے ساکن سے میزان کو دیکھ کر لب بھینچ لیے۔یعنی یہ سب اُسے ہی بتانا ہو گا؟؟ ایک مُصیبت سے نکل کر دوسری مُصیبت میں گرفتار ہو جانا اگر اعزاز ہوتا تو یہ سارے اعزاز سید قلبِ جبار عالم کے حصّے میں ہی آتے۔وہ اُس عورت کو وہ بات کیسے، کِس طرح سمجھائے گا، بتائے گا؟ جو بات وہ خود آج تک سمجھ نہیں سکا تھا؟؟ جِس بات کو اُس نے خود آج تک تسلیم نہیں کیا تھا۔وہ حُسن المآب کو کیسے بتائے؟ کیا بتانے کا کچھ فائدہ ہو گا بھی؟؟ جِس بات کے سبب وہ اپنی راجدھانی چھوڑ کر خاندان بدر ہوا تھا۔جِس بات کے انکار پر اُس نے اپنا شملہ اور سرداری کھوئی تھی۔کیا وہ بات بتائی جا سکتی تھی؟؟ اُس عورت کو جو اَب جبار کی پوری آمادگی اور رضا کے ساتھ اُسکے نکاح میں آ گئی تھی؟؟ لفظوں سے کھیلتے رہنے والے لفظوں کے بادشاہ شخص کے پاس بتانے کو لفظ نہیں تھے۔تنہائی درکار تھی مگر الفاظ نہیں تھے۔

°زندگی کے میلے میں، خواہشوں کے ریلے میں

تم سے کیا کہیں جاناں! اِسقدر جھمیلے میں

وقت کی روانی ہے، بخت کی گرانی ہے

سخت بے زمینی ہے، سخت لا مکانی ہے

ہجر کے سمندر میں

تخت اور تختے کی ایک ہی کہانی ہے

تم کو جو سُنانی ہے!

بات گو ذرا سی ہے

بات عُمر بَھر کی ہے

عُمر بَھر کی باتیں کب دو گھڑی میں ہوتی ہیں!

دَرد کے سمندر میں

اَن گِنت جزیرے ہیں، بے شمار موتی ہیں

آنکھ کے دریچے میں تم نے جو سجایا تھا

بات اُس دیئے کی ہے

بات اُس گَلے کی ہے

جو لہو کی خلوت میں چور بن کے آتا ہے

لفظ کی فصیلوں پر ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے

زندگی سے لمبی ہے ، بات رتجگے کی ہے

راستے میں کیسے ہو؟

بات تخلیئے کی ہے!

تخلیئے کی باتوں میں گفتگو اِضافی ہے

پیار کرنے والوں کو اِک نگاہ کافی ہے

تم کو جو سنانی ہے

بات گو ذرا سی ہے

بات وہ پتے کی ہے

ہو سکے تو سُن جاؤ ایک دِن اکیلے میں

زندگی کے میلے میں خواہشوں کے ریلے میں

تم سے کیا کہیں جاناں! اِسقدر جھمیلے میں۔۔۔

(امجد اسلام امجد)

اُس کے نکاح کے ٹھیک دو دِن بعد وہی ہوا جِس کا حُسن المآب کو دھڑکا تھا۔جِس منحوس وقت کی آہٹوں کی چاپ سُن کر وہ ہر گھڑی چونک چونک جاتی تھی، وہ بالآخر آ پہنچی تھی۔اُسکی پیاری نانو، جہاں آراء بیگم نے پُرسکون اور ہلکا پُھلکا ہوتے ہی اپنی بوڑھی، تھکتی آنکھیں ہمیشہ کے لیئے موند لیں، کبھی نہ کھولنے کے لیئے۔بند ہوتے دِل کے ساتھ کسی سہارے کو نہ پا کر یک دَم تپتی دُھوپ میں آتی حُسن

المآب پورے قد سے زمین بوس ہو گئی تھی۔اپنی ماں کو قبر میں اُتار کر واپس گھر کو آتے افکار صاحب چلا کر اُسکی جانب بڑھے جو اُن کے پہنچنے سے قبل ہی کٹے شہتیر کی طرح گر گئی۔ڈاکٹر نے آ کر ڈرپ لگاتے ہوئے اُسکے گھر میں آئے تعزیت کرنے والے افراد سے کہہ دیا تھا کہ اِن کو رونے کی سخت ضرورت ہے مگر گہری بے ہوشی سے جاگنے کے باوجود حُسن المآب کی بنجر ہو چُکی آنکھوں سے کوئی آنسو نہ پُھوٹ سکے۔اُسکی ساری کزنز، خاندان کی عورتیں اُسکے گرد رش لگائے رُلانے کی کوششیں کرتی رہیں مگر وہ خاموش آنکھوں کے ساتھ، نیم دراز باہر کو کُھلتے دروازے کو دیکھتی رہی۔اُسکی آنکھیں کبھی نہ برسنے کا عہد کر چُکی تھی کیونکہ اُسکو لمبی خوشیوں بھری عمر کی دُعائیں دینے والی اُسکی ماں جیسی نانو اِس دُنیا سے رخصت ہو چُکی تھیں۔

°ہمارے پُرکھوں کو کیا خبر تھی کہ اُنکی نسلیں اُداس ہوں گی

اُدھیڑ عمری میں مرنے والوں کو کیا پتا تھا

کہ اُنکے لوگوں کی زندگی میں جواں عمری ناپید ہو گی

سمے کو بہنے سے کام ہو گا، بُڑھاپا محوِ کلام ہو گا

ہر ایک چہرے میں راز ہو گا

حواسِ خمسہ کی بدحواسی بس ایک وحشت کا ساز ہو گا

زمیں کے اندر آرام گاہوں میں سونے والے مصوروں کو کیا خبر تھی

کہ بعد اُنکے تمام مناظر، سبھی تصور ادھورے ہوں گے

دُعائیں عمروں کی دینے والوں کو کیا خبر تھی، دراز عمری عذاب ہو گی۔۔۔۔

"جبار!" رف حُلیے میں آفس کا کام کرتے جبار نے میزان کی بدحواس آواز پر چونک کر چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا۔اُن کے برینڈ کے نئے پرفیوم کی لانچ ہونے والی تھی اِیسے وہ دونوں بے حد مصروف تھے۔

"سب خیریت؟" میزان کے سنجیدہ تاثرات دیکھ کر اُس نے آہستگی سے پوچھا۔

"بھابھی کی نانو فوت ہو گئی ہیں۔" لمحے کے ہزارویں حصے میں جبار کے تھکتے ذہن نے وہ بات پروسیس کی اور وہ کرسی دھکیل کر تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔احساسِ ذمہ داری نے سید جبار عالم کو پوری شدت سے اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔

"اِنا للہِ واِنا آلہِ راجعون!" مدہم سا کہتے ہوئے اُس نے ٹیبل پر موجود فائلز کو ایک نظر دیکھا اور پھر حیران ہوتے میزان کا کندھا تھپک کر تیز قدموں سے آفس سے نکل گیا۔پیچھے دنگ رہ جاتے میزان نے اُسکی اہم کھلی فائلز، سیل فون اور سٹینڈ پر لٹکے کوٹ کو دیکھ کر پیچھے کُھلے دروازے کو دیکھا جہاں سے قلبِ جبار گیا تھا۔وہ جسے رشتے نبھانے اور سنبھالنے نہیں آتے تھے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنے نکاح میں آئی عورت کا غم بانٹنے کو نکل گیا تھا۔

گاڑی افکار منزل کے باہر کھڑی کر کے اُس نے اپنے بےترتیب بالوں میں ہاتھ پھیرا اور پھر کُھلے دروازے کو دیکھ کر بیل بجا کر اندر قدم رکھے۔صحن میں لوگوں سے تعزیت کرتے افکار صاحب اور نائلہ بیگم نے چونک کر اُسکو دیکھا جسکے آنے کی اُنھیں ہرگز اُمید نہیں تھی جبکہ کئی مَرد حضرات نے

چہرہ پھیر کر اُس شاندار اجنبی مَرد کو دیکھا جو سفید شرٹ اور سیاہ پینٹ میں بے حد سنجیدہ اور پُروقار لگ رہا تھا۔

"یہ کون ہے؟" نائلہ بیگم کے بھائی نے تعجب سے اُس شخص کو دیکھ کر پوچھا، ٹھٹک تو حسیب بھی گیا تھا۔نائلہ بیگم نے تھوک نگل کر حسیب کے چہرے کو دیکھا۔

"اسلام و علیکم!" جبار کے سلام نے سب کی حیرانگی میں دراڑ ڈالی۔وہ چہرہ اُس پٹھان خاندان کے لیئے یکسر نیا تھا۔

"وعلیکم اسلام برخوردار! آپ کون!" اُدھیڑ عمر کے ایک شخص نے پشتو میں سوال کیا جبکہ نائلہ بیگم تیزی سے بوکھلا کر کھڑی ہوئیں۔اِس کو کون سا پشتو آتی ہو گی۔وہ پشتو میں ہی سب کو مطمئن جواب دے کر کچھ وقت لے سکتی تھیں۔

"سید قلبِ جبار عالم! حُسن المآب کا شوہر۔"بے حد متانت سے اُردو میں جواب دے کر اُسکی متلاشی نظریں اِدھر اُدھر کو اُسکی تلاش میں بھٹکیں جسکی پریشانی میں وہ اِدھر بنا سوچے سمجھے آ گیا تھا۔دنگ رہ جاتے سب حضرات کو نظر انداز کر کے اُس نے جہاں آراء بیگم کے کمرے کو دیکھا اور اپنے پیچھے سب کو ششدر چھوڑ کر اُس جانب بڑھ گیا۔سید خاندان کا چشم و چراغ؟

"حُسنہ! پلیز یار تھوڑا سا رو لو۔اِیسے تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی۔"اندر آتے جبار کے قدم ساکن ہوئے۔اُس نے نیم دراز حُسن المآب کا نیم رُخ دیکھ کر قدم آگے کو بڑھائے۔اُسکے قدموں کی چاپ پر سب لڑکیوں نے چہرہ پھیر کر دوسرے دروازے کو دیکھا اور چونک گئیں۔خاموشی سے چلتے ہوئے

وہ حُسن المآب کی ساکن آنکھوں کے سامنے آیا۔زرد چہرے اور بنجر سبز آنکھوں میں اچانک سے کوئی تاثر بدلا۔اُن ڈھیر سارے غیر لوگوں میں اُس شخص پر بہت اپنے کا گُمان ہوا تھا۔سبز آنکھیں لرز کر اُٹھیں۔ساری لڑکیاں چہرہ پھیر کر حُسن المآب کے چہرے کے بدلتے تاثر کو دیکھنے لگیں تھیں۔یک دَم پلکیں جھپک کر حُسن المآب نے اپنا بے جان ہاتھ چند قدم دُور ساکن کھڑے قلبِ جبار کی جانب بڑھایا۔پہلی بار، زندگی میں بہت پہلی بار سید قلبِ جبار عالم کے دِل میں اِرتعاش پیدا ہوا اور اُس نے خود کو اُن سبز آنکھوں کی جانب کسی عجیب سی کشش کے باعث پوری ہستی سمیت کھینچتے پایا۔اُسکے بڑھے ہوئے سپید ہاتھ کی انگلیاں جبار عالم کی مضبوط، پُرحدت انگلیوں سے ٹکرائیں اور جبار نے خود کو بہت آہستگی کے ساتھ اُس عورت کے عین سامنے سیاہ آنکھوں میں ڈھیروں تحیر لیئے بیٹھتے محسوس کیا۔ اُس لمحے میں کچھ جادوئی اور جاودانی سا دبے پاؤں دَر آیا تھا۔اِس سے پہلے کہ وہ خود کو اِس بےنام سی کیفیت سے ٹھٹک کر نکالتا، حُسن المآب ہچکی لے کر اُٹھتے ہوئے اُسکے سینے سے آ لگی۔ساری لڑکیوں حیرانگی سے حُسن المآب کی تیز ہوتیں سسکیوں کو سُن رہی تھیں۔وہ جو نہ رونے کا عہد کیئے بیٹھی تھی آخر اِس اجنبی کے سامنے کیوں خود کو رونے سے باز نہیں رکھ سکی؟؟

°آنکھ سے دُور نہ ہو، دِل سے اُتر جائے گا

وقت کا کیا ہے گُزرتا ہے، گُزر جائے گا

اِتنا مانوس نہ ہو خلوتِ غم سے اپنی

تُو کبھی خود کو بھی دیکھے گا تو ڈر جائے گا

ڈوبتے ڈوبتے کشتی کو اُچھالا دے دوں؟

میں نہیں کوئی تو ساحل پر اُتر جائے گا

ضبط لازم ہے مگر دُکھ ہے قیامت کا فراز

ظالم! اَب کے بھی نہ روئے گا تو مَر جائے گا۔۔۔۔

(احمد فراز)

جبکہ ششدر، تحیر میں مبتلا اُس اجنبی شخص کے اندر کی خاموشی کو تیزی سے دھڑک اُٹھتے دِل کی صدا نے توڑا۔چہرہ جُھکا کر نا سمجھی سے اُس نے خود سے آ لگتی اُس آنسو بہاتی عورت کو دیکھا جِس نے اُسے بےنام، عجیب اُلجھی ہوئی سے کیفیات سے روشناس کروا دیا تھا۔

اندر آتے افکار صاحب اور حسیب نے ٹھٹک کر جبار عالم کو دیکھا جو چہرہ جُھکائے، حُسن المآب کو اپنے ساتھ لگائے بہت آہستگی سے اُسکی پُشت تھپک رہا تھا۔حسیب کی آنکھوں میں طیش کے شعلے بھڑکنے لگے۔وہ عورت جو کب سے رو نہیں رہی تھی اَب اُسکے آنسو تھمنے میں نہیں آ رہے تھے۔اُسکا احساسِ زیاں جو بہت زیادہ تھا صرف اِس شخص کو دیکھ کر رُلانے لگا کیونکہ اَب اِسی شخص کی امان میں اُس نے اپنی زندگی گزارنی تھی۔اُسکی پیاری نانو اِسی شخص کو اُسکا محرم بنا کر گئی تھیں۔اِسی شخص کے ساتھ اَب اُسکا جینا، مرنا تھا۔

°ہماری آنکھ میں صحرا تلاشنے والے

ہماری آنکھ میں کیا تُو نے خُوں نہیں دیکھا

مت اپنے آپ کو ناقابلِ شکست سمجھ

کہ تُو نے اُس کی نظر کا فُسوں نہیں دیکھا

گلہ کیا ہے مُجھ سے اُس نے کم نگاہی کا

کہ جیسے حق تھا اُسے میں نے یوں نہیں دیکھا۔۔۔

بہت سا رونے کے بعد اُس نے نگاہیں جُھکا کر چہرہ پیچھے کیا۔جبار نے ٹھہر جاتی نظر سے اُسکی جُھکتی پلکوں پر ٹھہرے آنسوؤں کو دیکھا اور پھر نہ جانے کِس جذبے کے تحت اُس نے اُنگلیوں کے پوروں سے اُسکے آنسو سمیٹ لیے۔حُسن المآب کی سبز آنکھیں لرز کر اُٹھیں اور اُن سیاہ آنکھوں کو دیکھا جو خاموشی سے اُسکے بھیگتے، زرد چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔لمحے میں جبار نے اپنی دھڑکنوں پر قابو پا کر اُس چہرے کو بے تاثر آنکھوں سے دیکھا۔اُسکی نگاہ اور دِل کو یہاں نہیں ٹھہرنا تھا۔

"گھر چلنا ہے؟" وہ جانتا تھا جہاں آراء بیگم کی وفات کے بعد حُسن المآب کا یہاں ٹھہرنا سہی نہیں تھا۔ حُسن المآب نے نظریں جُھکا کر بغیر سوچے اثبات میں سَر ہلایا۔نانو کی غیر موجودگی میں مامی اور حسیب کے ہوتے ہوئے وہ یہاں ایک لمحے کو بھی سانس نہیں لے سکتی تھی۔جبار نے اُٹھ کر خود پر پڑتی بے شمار نظروں کو نظر انداز کر کے پیچھے کھڑے افکار صاحب کو دیکھا۔

"میں حُسن المآب کو اپنے گھر لے کر جا رہا ہوں۔"افکار صاحب کے ساتھ کھڑے کینہ توز نظروں سے دیکھتے حسیب کو یکسر نظرانداز کر کے اُس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے افکار صاحب کو چونکا دیا۔

"لیکن بیٹا ابھی تو اماں کا قُل بھی ہونا ہے۔"اُنہوں نے کچھ کہنا چاہا۔

"میں خود حُسن المآب کو قُل پہ لے کر آؤں گا مگر ابھی میں یہاں اُسے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"ایک سخت، سنجیدہ نظر حسیب پر ڈالتے ہوئے اُس نے افکار صاحب کو گھبراہٹ میں مُبتلا کر دیا۔

"لیکن بیٹا۔۔۔"اُنہوں نے کچھ کہنا چاہا۔

"حُسن المآب کی نانو نے مُجھے زمہ داری دی ہے اور مُجھے اپنی زمہ داری اچھے سے نبھانی آتی ہے۔"اُن کو دو ٹوک جواب دے کر وہ حُسن المآب کی جانب پلٹا جو سَر پر دوپٹہ سہی سے جمائے، کندھوں پر سیاہ شیشوں والی چادر اوڑھ کر نظر جُھکائے شاید اپنی چیزیں رکھنا چاہ رہی تھی۔

"سوائے تمہارے سب کچھ میرے گھر پر موجود ہے حُسن المآب۔"اُسکی سنجیدہ بات پر سب لڑکیوں نے ایک دوسرے کو معنی خیزی سے دیکھا جبکہ حُسن المآب نے چہرہ پھیر کر اُن سنجیدہ سیاہ آنکھوں کو دیکھا اور پھِر ٹیبل پر پڑا اپنا سیل فون اور گاڑی کی چابی اُٹھا کر اپنے چھوٹے سے سیاہ پیک بیگ میں ڈالیں اور آہستہ قدموں سے اُس تک آئی جو اُسکا ہی منتظر تھا۔اُسکے اپنی جانب آتے لڑکھڑاتے قدم محسوس کر کے جبار نے اپنا دائیاں ہاتھ اُسکے سامنے پھیلایا جسے ایک جھجھک اور جُھکے چہرے کے ساتھ تھاما گیا۔

"ہمیں اِجازت دیں۔"افکار صاحب کو سنجیدگی سے کہہ کر حُسن المآب کو مضبوطی سے تھامے ایک سخت نظر حسیب پر ڈال کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔پیچھے اُنکے پیچھے کیا باتیں ہوتیں ہیں اُسکی پرواہ کسی کو نہیں تھی۔باہر بیٹھے مرد حضرات حیرانگی سے حُسن المآب کو اُس اجنبی مرد کا ہاتھ مضبوطی سے

تھامے باہر آتے دیکھ کر تیزی سے اُٹھ کھڑے ہوئے مگر اُس شخص کی سنجیدہ، سیاہ آنکھوں میں کوئی اِیسا سخت سا تاثر تھا کہ وہ لوگ باز پُرس نہیں کر سکے، روک نہیں سکے۔گھر سے باہر نکل کر اُس نے حسُن المآب کا ہاتھ گاڑی کے دروازے کے پاس آہستگی سے چھوڑ کر پسنجر سیٹ کا دروازہ کھول کر اُسکو دیکھا اور چونک گیا۔جب سے اِس عورت کو دیکھا تھا سید جبار عالم چونک رہا تھا۔

نمکین آنکھوں سے وہ چہرہ اُٹھائے **'افکار منزل'** کو دیکھتے ہوئے جبار کو عجیب سے احساسات سے دوچار کرنے لگی۔وہ یقین سے بتا سکتا تھا کہ اِس لڑکی کا **'افکار منزل'** میں گُزارا سہل نہیں تھا۔وہ کچھ دِن میں ہی جان گیا تھا تو پھر یہ آنسو؟؟

"جس جگہ اِنسان کی قدر نہ ہو وہاں سے جاتے ہوئے آنکھ میں آنسو نہیں آنے چاہیئے۔" مدہم، سنجیدہ بات پر حُسن المآب نے چونک کر چہرہ پھیر کے اپنے برابر، مُنتظر کھڑے شخص کو دیکھا۔

"یہاں میری نانو رہتی تھیں۔مُجھے صرف اُنکے ساتھ گزرا وقت یاد ہے اور کچھ بھی نہیں۔"اُسکے بھیگتے لہجے پر جبار نے مزید چونک جانے سے خود کو روکتے ہوئے اُس چہرے کی جانب دیکھنے سے اجتناب کیئے رکھا۔حُسن المآب نے ایک آخری خاموش نظر 'افکار منزل' پر ڈالی اور پھر کُھلے پسنجر سیٹ کے دروازے سے اندر بیٹھ گئی۔اُسکے بیٹھتے ہی جبار نے دروازہ بند کیا۔گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے اُس نے جیسے ہی دروازہ بند کیا اُسکا سیل فون بج اُٹھا۔ترچھی نگاہ ساتھ بیٹھے وجود پر ڈال کر گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے اُس نے سیل فون کان سے لگا لیا۔

"اسلام و علیکم! کیا بنا میٹنگ کا؟" دوسری جانب میزان کو کچھ بھی فضول نہ بولنے دینے کا موقعہ دیئے بغیر سیدھا مدعے کا سوال آیا۔حُسن المآب نے چونک کر اُس کو دیکھا جو سیدھ میں دیکھتے ہوئے سنجیدگی

سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ لمحے بھر کو نانو کے انتخاب پر اُسکی نظر ٹھہر گئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اُس شخص کو دیکھتے ہی ایک بار پھر اُسکی آنکھوں کی سطح بھیگنے لگی تھی۔ نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے جبار نے کال منقطع کر کے چہرہ پھیر کر دیکھا اور ایک بار پھر اندر تک چونک گیا۔ وہ بظاہر یقیناً جبار کو ہی دیکھ رہی تھی مگر نہ جانے کیوں جبار یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ اُسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ سبز آنکھیں جبار کے چہرے کے دیکھ کر نہ جانے کیوں ساکن تھیں؟ اُن آنکھوں میں اُسکے لیئے وہ ستائش نہیں تھی جو وہ برسوں سے اپنے لیئے ہر آنکھ میں دیکھتا آ رہا تھا۔ اُن سبز آنکھوں میں نہ جانے کیسا سوگوار سا کرتا تاثر تھا کہ جبار نے تیزی سے نگاہیں بدل کر ونڈو سکرین کو دیکھا۔ کچھ تھا جِس نے جبار کو بے چین اور غیر آرام دہ کر دیا تھا۔

خود ہی وہ آنکھیں تھک کر چہرہ پھیرے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر کو دیکھ رہی تھیں۔ جبار نے دوبارہ چہرہ پھیرنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ چہرہ پھیر کر اپنے برابر دیکھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ وہ دو مختلف مدار میں گھومنے والے لوگ تھے جن کے راستے قسمت نے ایک کر دیئے تھے۔ اُنکی زندگی الگ تھی، رہن سہن، تجربے، جذبے، زندگی کو برتنے اور جینے کا انداز سب ہی کچھ ایک دوسرے سے جُدا تھا مگر اَب سید جبار عالم کے تمام راستے ساتھ بیٹھی بے خبر، غم سے نڈھال عورت کی جانب موڑ دیئے گئے تھے۔ اَب اُن دونوں کا قیام ایک ساتھ، ایک ہی جگہ ہے پانا قرار پا گیا تھا۔ دونوں کے چاہنے والے عزیز رشتے اور گھر اُن سے چھین لیئے گئے تھے اور اَب اُن دونوں کو اِس جلتی دُھوپ کا سفر ایک دوسرے کی سنگیت میں طے کرنا تھا مگر فلحال وہ دونوں بے خبر تھے! ایک دوسرے سے۔۔۔۔

رَستے میں شام ہوگئی، قصہ تمام ہوچکا

جو کچھ بھی تھا اے زندگی! وہ تیرے نام ہوچکا

کب کی گزر گئی وہ شب جس میں کسی کا نور تھا

کب کی گلی میں دُھوپ ہے، جینا حرام ہوچکا

پِھرتے رہیں نگر نگر، کوچہ بہ کوچہ، دَر بہ دَر

اپنے خیام جَل چکے، اپنا سلام ہوچکا

رات میں باقی کچھ نہیں، نیند میں باقی کچھ نہیں

اپنا ہر ایک خواب تو نذرِ عوام ہو چکا

اُس کے لبوں کی گفتگو کرتے رہے سبُو سَبُو

یعنی سُخن ہوئے تمام، یعنی کلام ہوچکا

رَستے تمام ہوگئے اُس کی گلی کے آس پاس

یعنی خرام ہو چکا، یعنی قیام ہوچکا۔۔۔

(فہیم شناس کاظمی)

حُسن المآب کو ملازمہ کے ساتھ اندر جاتے دیکھنے کے بعد اُس نے مالی سے کچھ بات کرتے کریم داد کو اپنی جانب اشارہ سے بُلایا۔

"جی سردار!" کریم داد اِس قصر میں واحد شخص تھا جو اُسے سردار کہتا تھا کیونکہ وہ اُسکے ساتھ سید حویلی کے وقت سے تھا اِس لیئے جبار بھی اُسکی یہ عادت ختم نہیں کر سکا تھا۔

"نوراں کو ساتھ لے کر اپنی بی بی کے لیئے کپڑے، جوتے اور کچھ ضروری سامان لے آنا۔" اُس کو یکسر اجنبی گھر میں کسی ملازمہ کے ساتھ بھیج دینے والا خیر اِتنا بھی بے مروت نہیں تھا۔کریم داد جو کچھ کہنے والا تھا، رُک گیا اور سَر اثبات میں ہلا کر تیز قدموں سے اندر کی جانب بڑھ گیا۔گاڑی سٹارٹ کر کے ریورس کرتے ہوئے اُس نے اُس نے ایک نظر شان سے سر اُٹھائے اُس سفید اور سُنہری قصر کو دیکھا جسکی ایک ایک اینٹ اُسکے باپ نے مُحبت اور الفت سے رکھی تھی۔ نگاہ اُس تختی تک گئی اور سید قلبِ جبار عالم کے ہونٹوں کو دلفریب مُسکراہٹ چُھو گئی۔اُس گھر میں ایک بار پِھر حُسن نام کی عورت کو لا کر وہ اپنے دادا صاحب کو بہت بُری مات دینے والا تھا۔اِتنے بہت سے دنوں کی کثافت، پریشانی جیسے بَھک سے اُڑنے لگی۔زندگی میں سب کچھ ایک بار پِھر سے سید قلبِ جبار پر آئینے کی طرح صاف ہو گیا تھا۔شادی کر لینا اِتنا بھی بُرا نہیں تھا جیسے وہ سمجھے بیٹھا تھا۔ہلکے پُھلکے اعصاب کے ساتھ وہ گاڑی کو **'مسحور'** کی عمارت کی جانب بڑھا کر لے جا رہا تھا۔۔۔

اُس شاندار سے گھر میں آ کر بھی نہ جانے کیوں حُسن المآب کو اپنائیت کا احساس نہیں ہو رہا تھا شاید نانو کا غم ابھی تازہ تھا اِس لیئے یا پِھر جِس کے ساتھ آئی تھی وہ اُسے دروازے پر یوں چھوڑ کر باہر سے ہی چلا گیا تھا جیسے اُسکی منزل کوئی اور تھی جبکہ حُسن المآب کو یہیں ٹھہرنا تھا۔میزان حیدر کے کہے گئے الفاظ دوپہر سے رات گئے تک اُسکے کانوں سے ٹکراتے رہے مگر اُسکو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

اُسکو ملازمہ جِس کمرے میں لے کر آئی تھی اُسے کمرے میں بلینک دماغ کے ساتھ صوفے پر ایک ہی جگہ بیٹھے رات کے گیارہ بجا دیئے تھے۔

گرمیوں کی رات میں بغیر انورٹر اور پنکھا چلائے یونہی بیٹھی رہ گئی۔ملازمہ کو دستک دینے پر یہی احساس ہوا کہ اُسکی مالکن فریش ہو کر آرام کر رہی ہوں گی اِسی لیئے وہ دبے قدموں واپس چلی گئی تھی۔

ٹھیک گیارہ تیس پر جبار کی گاڑی نے قصر کے وسیع پورچ کو چھوا۔گاڑی گیراج میں سب گاڑیوں کے ساتھ پارک کر کے اُس نے ایک نظر کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا اور پِھر سر جھٹکتا ہوا کریم داد سے ضروری بات کر کے اندر کی جانب بڑھ گیا۔سیڑھیاں طے کر کے اوپر آتے ہوئے اُسکے ذہن سے حُسن المآب نامی عورت نکل گئی تھی۔دروازے کا ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اندر آتے ہوئے اُسکو چونک جانا پڑا۔اُسکے کمرے کی لائیٹس جو ہمیشہ آن رکھی جاتی تھیں، سب بند تھیں۔لب بھینچ کر ملازموں کی کلاس لینا کل پہ مؤخر کر کے وہ سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارتے ہوئے مدہم فانوس جلا کر اندر آ گیا۔کمرے میں شدید گھٹن اور گرمی محسوس کر کے اُس نے تعجب سے ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا ریموٹ اُٹھا کر اے-سی آن کیا اور وہیں ریموٹ رکھ کر شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر ٹائی اور کف لنکس اُتارنے لگا۔چہرہ اُٹھا کر اُس نے شیشے میں دیکھا اور پِھر بے طرح ٹھٹھک کر تیزی سے پیچھے کو پلٹا۔وہ عورت جو سید جبار کے وہم و گمان سے بھی کچھ گھنٹے بعد نکل گئی تھی وہی سامنے اِردگرد سے بے پرواہ صوفے پر بیٹھی باہر رات کو دیکھ رہی تھی۔جبار جو سر جھٹکنے لگا تھا کچھ ابنارمل سا محسوس کر کے تیزی سے اُس تک آیا۔اُسکو پکارنے کا ارادہ ملتوی کر کے کھنکھارا گیا مگر حُسن المآب وہاں ہوتی تو سنتی۔زندگی میں کئی

عرصے بعد پہلی بار سید جبار اپنی ذات کے علاوہ کسی کو لے کر بے طرح تشویش کا شکار ہوا۔کیا وہ دوپہر 12 بجے سے یونہی بیٹھی ہوئی تھی؟

"حُسن المآب!" اُس عورت کا نام ذہن سے محو نہیں ہوا تھا مگر جسکے لیئے یہ بات اہم ہونے چاہیئے وہ یونہی صوفے پر پاؤں سمیٹ کر بیٹھی رہی۔اَب کہ جبار سہی معنوں میں اندر تک مضطرب ہوا۔ایک نظر کلائی پر بندھی گھڑی پر ڈال کر اُس نے نفاست سے سمیٹے گئے بالوں میں ہاتھ پھیر کر اُنھیں بے ترتیب کر دیا۔

"حُسن۔۔۔!" اُسکے نام میں وقفہ دے کر اِس سے پہلے کہ وہ اُسکا باقی نام لیتا۔حُسن المآب نے رُکتی دھڑکنوں سے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو لمحے بھر کے لیئے اندر تک گڑبڑا گیا تھا۔تیزی سے دونوں پیر نیچے رکھ کر وہ جس پُھرتی سے بے ربطی سے اتر رہی تھی جبار نے چونک کر اُسکا زلزلوں کے اثر میں آیا چہرہ دیکھا۔وہ جو نہ جانے کتنے گھنٹوں سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔سُن ہوتے پاؤں کے باعث اِس سے پہلے مُنہ کے بل جبار کے سامنے گرتی، جبار نے آگے بڑھ کر اُسکو دونوں بازوؤں سے مضبوطی کے ساتھ تھام لیا۔جبار اپنی تیزی پر حیران ہوتا مگر اُسے حُسن المآب نے ششدر کر دیا۔

"آپ کو میری امی نے بھیجا ہے نہ؟" اُسکے دونوں بازو کہنی سے مضبوطی کے ساتھ جھکڑتے ہوئے اُس نے جبار کو اندر تک ساکن کر دیا۔کئی گھنٹوں کا سکتہ ٹوٹا بھی تو کِس بات پر؟ یقیناً اُسکی امی اُسے حُسن کہہ کر پکارتی ہوں گی۔جبار کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا جواب دے۔اُسکی غائب دماغی محسوس کر کے اُس نے سر جھٹک کر حُسن المآب کو نرمی سے پیچھے صوفے پر بٹھایا اور اِس سے پہلے کہ پلٹ کر اُسکے لیئے پانی لاتا، حُسن المآب نے اُسکی شرٹ کے کُھلے کف سے پکڑ کر روک لیا۔

"نانو امی کے پاس چلی گئی ہوں گی نہ؟ وہ امی کے پاس جانے کو بہت بے چین رہتی تھیں بس میں نے ہی اُنکے قدم زمین کے ساتھ باندھ رکھے تھے۔"وہ سو فیصد یقین سے کہہ سکتا تھا کہ غم نے حُسن المآب کی سمجھنے کی حس مفلوج کر دی تھی تبھی وہ جو تیزی سے اُسکو جھٹکنے لگا تھا، جھٹک نہیں سکا۔اُس نے خود کو حُسن المآب کے عین سامنے آبنوسی لکڑی کے ٹیبل پر بیٹھتے محسوس کیا۔وہ اندر تک بے بس ہو کر بیٹھا تھا۔اُس کے کرنے کے یہ سب کام نہیں تھی مگر؟

"اگر تم اِس طرح سے اُن کو یاد کرتی رہی ہو گی تو وہ کبھی تمہاری امی تک نہیں پہنچ سکیں گی۔"اُسکی بات پر جس طرح وہ سبز بے یقین آنکھیں تحیر سے اُسکی جانب اُٹھی، سید جبار عالم نہ جانے کیوں تیزی سے پیچھے کو ہوا۔وہ حزن میں مُبتلا آنکھیں تھیں اور اُن سے بچنے میں ہی بھلائی تھی۔

"تم تب سے اِیسی ہی بیٹھی ہوئی ہو، یہیں؟" اُس نے خود کو نرمی سے سوال کرتے سُنا۔سامنے بیٹھے شخص کو دیکھتی حُسن المآب نے پلکیں جھپک کر اثبات میں سر ہلایا۔

"اور تب سے کچھ نہیں کھایا، پیا؟ اِیسے گرمی میں بیٹھی ہو؟" اُسے کیا کسی کے بھوکے پیاسا رہنے سے بھئی! مگر سامنے بیٹھی عورت کسی نہیں تھی۔ایک بار پھر پلکیں جھپک کر اثبات میں جواب آتے ہوئے جبار کو ٹھٹکایا گیا۔

"جب سے میں تمہیں چھوڑ کر گیا ہوں؟" وہ یہ سوال نہیں کرنے والا تھا مگر بیڑہ پار ہو اُسکی زُبان کا۔ساکن، ٹھہرے دِل نے ایک بار پِھر سامنے بیٹھی عورت کو پلکیں جھپک کر اثبات میں سر ہلاتے دیکھا۔اُسکے دیکھتے ہی دیکھتے حُسن المآب کے چہرے کی رنگت واپس آنے لگی۔زرد چہرہ کسی احساس سے گلابی ہوا اور پِھر وہ تیزی سے کھڑی ہوئی۔

"میری نمازیں!" ذہن کے پِھر سے رواں ہوتے ہی، نمازیں یاد آئیں تو غم کی شدت کم ہونے لگی۔ اُسکے یوں چیخ اُٹھنے پر پیچھے ہوتا جبار اُسے دیکھ کر رہ گیا۔ کھانا، پینا بُھلائے اُسے صرف اپنی نمازیں یاد تھیں۔

"جائے نماز کہاں ہے؟" اِدھر سے ادھر دیکھتے ہوئے اُس نے جبار جیسے مضبوط اعصاب کے بندے کو ہلا دیا۔

"میں۔۔۔لا کر دیتا ہوں۔"بوکھلا کر کہتے وہ مضبوط مگر تیز قدموں سے کمرے سے ملحق روم میں گیا اور جائے نماز ہاتھ میں لیئے واپس آیا۔

"مُجھے وضو کرنا ہے۔"حُسن المآب کا سویا ہوا ذہن یکسر بیدار ہو گیا۔ غم کی رسی جس سے اُس نے مضبوطی سے خود کو باندھا رکھا تھا وہ بالآخر کسی کی وجہ سے ٹوٹ گئی تھی۔

"وضو رائٹ!" اُسے خود نہیں معلوم تھا کہ کیسے وہ کچھ دیر پہلے کو آئی عورت کے کام کر رہا تھا۔خود سے ہل کر پانی نہ پینے والا سید جبار عالم!

"واش روم اُس سائیڈ ہے۔"اُس وسیع و عریض کمرے میں اتنے دروازے تھے کہ حد نہیں۔اُسکے اشارے پر سہی سے دوپٹہ سر پر جماتی حُسن المآب تیزی سے وہاں کو لڑکھڑاتے ہوئے بھاگی اور پیچھے جبار حیران سا کھڑا رہ گیا۔اُسکے منظر سے جاتے ہی ٹھٹک کر جبار نے چہرہ پھیر کر شیشے میں نظر آتے اپنے چہرے کو ششدر ہو کر دیکھا اور یونہی دیکھتا رہتا اگر جو اُسکو یوں ششدر چھوڑ کر جانے والی عورت ایک بار پِھر پلٹ کر واپس نہ آتی۔آنکھوں میں ڈھیروں تعجب لیئے وہ حُسن المآب کے پانی کے

قطروں سے جگمگاتے چہرے کو نگاہ بھر کر دیکھے گیا۔دوپٹہ چہرے کے گرد اچھی طرح اوڑھے وہ جائے نماز سنبھالے اُس تک آئی اور سید جبار ایک بار پھر تیزی سے پیچھے کو ہوا۔یہ اُسکے الرٹ ریفلیکسز تھے جو سامنے کھڑی عورت کو اُسکے لیئے ممنون جان کر حاضر باش ہوئے تھے مگر حُسن المآب نے اُسکا یوں پھر ایک بار پیچھے ہوا محسوس نہیں کیا۔

"قبلہ کِس طرف ہے؟" وہ اب یک دم تروتازہ اور شاداب لگ رہی تھی اور جبار اُس کے اچانک بدلاؤ پر شل سا ہی رہتا اگر جو اُسکے پاس عقل نہ ہوتی صرف دل ہوتا۔

"اُس طرف؟" کھڑکی کی جانب اشارہ کر کے وہ مضبوط مگر اُلجھے قدموں سے کمرے کے دروازے کی جانب بڑھا اور لمحے کے ہزارویں حصّے میں باہر نکل گیا۔پیچھے حُسن المآب اپنی آج کے دِن رہ جانے والی تمام نمازوں کی قضا ادا کر رہی تھی۔

باہر آتے جبار نے گہرا سانس لے کر سر جھٹکا اور پھِر کچھ سوچ کر نیچے کی جانب جاتی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔وہ جتنا بھی بدذوق اور سخت دِل ہو کم اَز کم گھر آئے نئے فرد کو بھوکا نہیں رُکھ سکتا تھا۔کچن کو ملازمین سے خالی دیکھ کر لمحے بھر کو وہ چونکا اور پھِر خود کو بہت سا کوستے ہوئے سید جبار عالم شرٹ کے آستین اوپر چڑھاتے ہوئے اوپن کچن میں داخل ہوا۔فریج میں موجود کھانے کی چیزوں کو مایوسی سے دیکھ کر اُس نے سٹینڈ پر لٹکے ایپرن کو اُتار کر پہنا۔وہ گھر میں کھانا ہی بہت کم کھاتا تھا۔روز کا بنا ہوا کھانا ملازمین کھا لیا کرتے تھے اِس لیئے کوئی ایسا خاطر خواہ اچھا کھانا نہیں تھا جسے وہ حُسن المآب کے آگے رکھتا۔ایک غم میں مُبتلا عورت کا وہ اِتنا تو خیال کر ہی سکتا تھا لیکن اگر میزان حیدر

یہاں ہوتا تو یقیناً اِیسا نہیں سوچتا کیونکہ جبار عالم کو کنگ سے اچھی طرح واقف ہوتے بھی اس کام سے کوسوں دُور تھا۔

قدموں کی آہٹ پر جبار نے چہرہ پھیر کر سائیڈ پر دیکھا۔اُسکی توقع کے عین مطابق حُسن المآب نمازیں قضا کر کے بُھوک کے ہاتوں مجبور ہو کر باہر نکلی تھی۔جبار کی نظریں محسوس کر کے شرمندہ ہوتی حُسن المآب جس تیزی سے پلر کی اوٹ میں ہوئی ٹھٹک جاتے جبار کے ہونٹوں کو بے ساختہ بہت مدہم سی مُسکراہٹ چُھو گئی اِتنی مدہم سی کہ وہ خود تک ادراک نہیں کر سکا۔

"آ جائیں!" اُسکے پُکارے جانے پر دوپٹہ سہی سے جما کر شرمندگی سے ایک جانب سے آگے کیئے وہ آہستہ قدموں سے کھلے کچن کے کاؤنٹر کی جانب آئی۔

"آپ کو یقیناً بُھوک لگی ہو گی۔"اُسکی جھجک دور کرنے کو اُس نے ہر ممکن اپنا لہجہ سرسری رکھ کر چہرہ اُٹھا کر کہا مگر حُسن المآب نے تیزی کے ساتھ بوکھلاہٹ میں نفی سر ہلاتے ہوئے پھر سے جبار کو لب بینچ کر مسکرانے پر مجبور کر دیا اور ایک بار پھر اپنی مسکراہٹ سے ناواقف ہی رہا جبکہ قریب آ چکی حُسن المآب ساکن سی اُس مُسکراہٹ کو دیکھنے لگی۔غم سے نکلتے ہی یہ پہلا کوئی احساس تھا جس نے حُسن المآب کی دھڑکنیں سست کر دیں۔سامنے کھڑا چہرہ جھکا کر نفاست سے کام کرتا وہ مرد اُسکا محرم تھا۔وہ اُسے نگاہ بھر کر دیکھ سکتی تھی اور یہی وہ اجنبی شخص تھا جس سے پہلے ملاقات میں حُسن المآب نے اُسے بدتمیز کا خطاب دیا تھا اور نہیں جانتی تھی کہ کبھی وہ اُسکا محرم بن کر اُسکے سامنے ایک دِن ایسے کھڑا ہو گا کہ وہ اُسے مُسکراتا دیکھ کر لمحے بھر کو سب بُھول جائے گی۔نہ جانے یہ کیا تھا؟ کیا

میزان حیدر کی باتیں اُسکے دل کا دماغ خراب کر گئی تھیں؟ اُس نے تو اُن باتوں کو اتنی خاص اہمیت تک نہیں دی تو پھر؟

خاموشی پر جبار نے مائکرو میں سینڈوچ رکھتے ہوئے چہرہ پھیرا اور عین اُسی لمحے حُسن المآب تیزی سے پلکیں جھپک کر کاؤنٹ پر موجود کرسی کا سہارا لے کر بیٹھتی چلی گئی۔ لمحے بھر کو آنکھوں کے آگے تیزی سے دُھند آئی تھی۔ جبار ٹرے سائیڈ پر رکھ کر اُسکو لڑکھڑاتے دیکھ کر تیزی سے اُس تک آیا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" اُسکے متفکر سوال پر حُسن المآب نے آنکھوں کے آگے آتی دُھند کو جھٹک کر سُکڑ کر پھیلتے دِل کے ساتھ اُسکو دیکھا۔ کیا اللہ نے اُسکو یہ شخص نعم البدل کے طور پر عطا کر دیا تھا؟ کیا وہ واقعی اُسکے لیئے مضطرب ہو رہا تھا اُس مُحبت کی وجہ سے جو اُسکے دِل میں حُسن المآب کے لیئے موجود تھی؟

"اللہ!" سر میں اُٹھتی ٹھیسوں کے ساتھ سب بھول کر وہ سر پکڑ کر جبار کے ہاتھ پیر بُھلا گئی۔ تیزی سے ڈسپنسر سے پانی کا گلاس بھر کر اُسکی جانب بڑھایا گیا۔

"پانی پیئیں!" پانی کا گلاس دھندلاہٹ میں دیکھتے ہوئے حُسن المآب نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ اُسکی سرد، لانبی انگلیاں سید جبار کی مضبوط انگلیوں سے ٹکرائیں اور جبار نے لمحے کی تیزی سے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔ پانی پیتی حُسن المآب اُسکے یوں پیچھے سرکنے کو محسوس نہیں کر سکی۔ غٹاغٹ پانی چڑھا کر اُس نے میکرو کی جانب جاتے جبار کو دیکھا جو اُسکے لیئے کھانا نکال رہا تھا۔ اُسکے آگے سینڈوچ والی ٹرے رکھ کر اُس نے کلائی پر بندھی گھڑی پہ ٹائم دیکھا۔ اُسکے سونے کا وقت ہوئے ایک گھنٹہ گُزر گیا تھا مگر۔۔۔۔ آج زندگی میں پہلی بار اُسکے ارگنائیزڈ شیڈول کی دھجیاں اُڑ گئی تھیں۔ پہلی ضروری میٹنگ اور

اَب وقت پر سونا! وہیں کھڑے دونوں ہاتھ پشت پر باندھے وہ اُسکے کھانا ختم کر کرنے کا انتظار کرنے لگا۔ حُسن المآب جس کے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے، ساتھ کھڑے شخص کو دیکھ کر بس للچائی نظروں سے اُس سینڈوچ کو دیکھے گئی۔

"آنکھوں کے بجائے ہاتھوں سے اُٹھانے کی کوشش کریں۔" انتہائی سنجیدہ آواز میں جو بات کی گئی اُس پر حُسن المآب کا چہرہ خجالت سے سُرخ ہوا۔ اُسے پہلی بار برابر کھڑا شخص بدتمیز لگا۔ اَب وہ اُسے کیا کہتی جب وہ اُسکے سَر پر داروغے کی طرح کھڑا تھا۔

"مُ۔۔۔ مُجھے بُھوک نہیں ہے۔۔۔" اُسکے ہکلاتے لہجے پر جبار جو سیل فون کی سکرین کو دیکھنے میں مگن تھا، چہرہ پھیر کر تعجب سے اُسکو دیکھنے لگا جسکا چہرہ کچھ اور ہی کہانی سُنا رہا تھا۔

"آر یو شیور!" اُسکے سوال پر حُسن المآب کا چہرہ مزید جُھکا، آنکھیں سختی سے میچ کر اُس نے خود کو ہمت دلائی اور اُسکی ایک ایک حرکت جبار بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"میں۔۔۔ کسی کے سامنے کھانا۔۔۔" مارے شرمندگی کے بات بھی پوری نہیں ہو سکی۔ سمجھتے جبار نے اُسکو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہنا چاہ رہا ہو کہ وہ کوئی نہیں، سید جبار عالم ہے مگر سَر تاسف میں ہلا کر چند قدم پیچھے ہوا اور پھِر تیز قدموں سے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔ ویسے بھی اِس سے زیادہ مہمان نوازی اور ناز برداری کم اَز کم وہ نہیں کر سکتا تھا۔ اُسکے منظر سے جاتے ہی حُسن المآب نے تشکر بھرا سانس لیا اور تیزی سے سینڈوچ اُٹھا کر پہلا لقمہ لیا۔ رس بھرا ذائقہ حلق میں جاتے ہی اُسکی بھوک مزید چمک گئی اور پھِر چہرہ جُھکا کر کھاتے ہوئے اُسکو اِردگرد کا کوئی ہوش نہیں تھا۔ سیڑھیوں

کے درمیان میں رُکتے جبار نے اُسکو یوں کھانے سے انصاف کرتے دیکھ کر مُسکراہٹ دبائی اور باقی ماندہ سیڑھیاں تیزی سے عبور کر گیا۔

صبح اُسکی آنکھ ٹھیک آدھا گھنٹا دیر سے کھلی۔ سیل فون کی مُسلسل بجتی رنگ ٹون پر ناگواری سے کروٹ بدل کر اُس نے سائیڈ ٹیبل پر ہاتھ مارتے ہوئے بند آنکھوں سے سیل فون کان سے لگایا۔

"ہوں!" اُسکی غنودگی بھری آواز پر میزان نے کلائی پر بندھی گاڑی کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔

"تم ابھی تک سوئے مرے ہوئے تھے؟" میزان کی تعجب انگیرز چیخ اُسکو اچھا خاصہ ہوش میں لے آئی۔ آنکھیں مسل کر اُس نے سیل فون کان سے ہٹا کر سامنے کیا اور اُسکا ذہن بھک سے اُڑ گیا۔ اللہ! سید جبار کیسے آدھا گھنٹہ اضافی سو گیا؟؟

"ہاں، نہیں! وہ بس۔۔۔" کمفرٹر پرے پھینک کر وہ تیزی سے سیدھا ہوا۔ شادی کے اگلے دِن ہی اُسکا دماغ اُلٹ گیا تھا کیا؟ یہ تو بہت خطرناک بات تھی۔۔۔ سالوں سے ایک ہی ٹریک پر چلتے رہنے والا کیسے کسی نئے فرد کی وجہ سے اپنی رات خراب کر گیا۔۔۔

"یہ سب تمہاری بکواسیات کا قصور ہے۔" دانت پیس کر کہتے ہوئے اُس نے میزان کو چونکا دیا۔

"میرا!" صبح ہی صبح اِس الزام پر وہ تڑپ ہی اُٹھا تھا۔

"نہ تم بکواس کرتے اور نہ میں شادی کر کے کوئی مصیبت اپنے گھر لاتا۔" کل کا دِن گزرتے ہی وہ پہلے والا، پُرانا جبار سپاٹ سا لوٹ آیا تھا۔

"ایک سکینڈ! تم کل میرے کہنے پر میٹنگ چھوڑ کر اپنی بیوی کے لیئے نہیں بھاگے تھے۔"جل کر کہنے سے میزان حیدر بھی کہاں باز رہ سکتا تھا۔بالوں میں ہاتھ چلاتا جبار کا ہاتھ ساکن ہوا۔

"وہاٹ؟ کونسی بیوی؟؟" لمحے بھر کو جس طرح سب بُھول بُھال کر وہ نفرت سے پھنکارا، پیپر ویٹ گھماتا میزان کا ہاتھ ساکن ہوا۔یہ اِس کے دماغ کے چولے کِس نے ہلا دیئے صبح ہی صبح؟؟

"بھابھی کی بات کر رہا ہوں جبار۔ شی اِز یور وائف ناؤ۔"اُسکا انداز یک دَم سمجھاتا ہوا، سنجیدہ سا ہوا۔

"وہ صرف حُسن المآب ہے میزان حیدر۔"ایک تو کل کا سارا دِن اُس عورت پر خرچ ہو جانے کا دُکھ، اوپر سے دیر۔۔۔مزید غضب میزان نے اُسکو بیوی کہہ کر ڈھا دیا تھا۔

"اور حُسن المآب اَب تمہاری بیوی ہے۔"میزان کا انداز اَب بھی جتاتا ہوا تھا۔جبار نے لب بینچ کر آئینے میں نظر آتے اپنے مضطرب عکس کو دیکھا۔

"تم جانتے ہو نہ میں نے حُسن المآب سے نکاح کیوں کیا ہے۔"اُسکا سَرد لہجہ بہت کچھ باور کرواتا ہوا تھا۔میزان نے گہرا سانس لیا۔اپنی ساری حماقتیں اُسکا مُنہ چڑھا رہی تھیں۔

"مُجھے تو یاد ہے مگر تم بھی یہ یاد رکھو کے تمہارے لیئے یہ شادی سمجھوتا تھا، ڈیل تھی یا مفاد۔بھابھی کے لیئے یہ شادی اُنکی نانو کی آخری خوشی ہے۔سمجھ رہے ہو نہ میری بات۔وہ اِس شادی کو تم سے مُختلف ہو کر نبھانے کی کوشش کریں گی۔"اُسکی بات پر جبار کا چونک جانا فطری تھا کیونکہ میزان حیدر پہلی بار کوئی غلط بات نہیں کر رہا تھا۔سر جھٹک کر کال منقطع کرتے ہوئے وہ تیزی سے واش روم کی

جانب بڑھا۔اُسے آفس پہنچنے میں مزید دیر کر کے میزان کو فضول بکواسات کرنے کا موقع نہیں دینا تھا۔

صبح فجر کی نماز پڑھ کر وہ باہر صحن میں ٹہل رہی تھی یہاں تک کہ سورج نکل کر اپنی شعاعیں بکھیرنے لگا۔وہ اندر کا اِرادہ کر کے تیز قدموں سے اندر کی جانب بڑھی کیونکہ اُسے نانو کے لیئے قرآن پاک بھی پڑھنا تھا۔سیڑھیاں پر پہنچ کر اُسکو رُکنا پڑا کیونکہ لکڑی کا آبنوسی دروازہ کھول کر تیز قدموں سے آفس کے لیئے نِک سک سے تیار ہو کر باہر آتا شخص جبار تھا۔وہی شخص جو کل کے دِن اُس پر مہربان تھا۔

"اسلا۔۔۔"حُسن المآب کو دیکھ کر وہ جیسے ہی ٹھٹکا، حُسن المآب نے اُس سے سلام کرنا چاہا مگر وہ اُسکے برابر سے اُسکو واضح نظر انداز کر کے گزرتا چلا گیا۔حُسن المآب لمحے بھر کے لیئے بالکل شل رہ گئی۔بامُشکل چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو اپنی گاڑی میں بیٹھ چُکا تھا اور پیچھے ساکن سی حُسن المآب کو ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔اُسکو نظرانداز کر کے گزر جانا کوئی اِیسی بڑی بات نہیں تھی۔اصل مسئلہ وہ سخت، کُھردری، بدلی ہوئی نظریں تھیں۔کوئی ایک پل میں اِتنا مہربان اور اگلے ہی پل اِتنا اجنبی کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ حُسن المآب تھی جسے لہجے، رویئے اور بدلی ہوئی نظروں کی پہچان تھی۔سر جھٹک کر وہ اندر بڑھی۔اُسکے قدم اُسی گیسٹ روم کی جانب تھے جہاں وہ کل رات کھانے کے بعد سوئی تھی۔نہ جانے کیوں اُسکے اندر کوئی خطرے کا الارم بجا رہا تھا۔کوئی شے اندر ہی اندر اُسے باور کروا رہی تھی کہ یہ گھر اُسکی منزل نہیں بنے گا۔یہاں اُسکا پڑاؤ بہت مُختصر ہونے والا ہے۔کمرے میں آ کر شیلف پر

پڑے قرآن مجید کو اُٹھا کر پڑھتے ہوئے بھی وہ اپنے آگے کو مُستقبل کو سوچ رہی تھی جو ایک نظر کی تبدیلی پر دُھندلانے لگا تھا۔ایک بار پھِر سے اکیلے رہ جانے کا احساس اُسکے اِردگرد اپنا گھیرا تنگ کرنے لگا تھا۔

اَب کے بَرس دَستورِ سِتم میں کیا کیا باب ایجاد ہوئے

جو قاتل تھے مقتول ہوئے، جو صید تھے اَب صیاد ہوئے

پہلے بھی خزاں میں باغ اُجڑے پَر یوں نہیں جیسے اَب کے بَرس

سارے بُوٹے پتہ پتہ، روش روش بَرباد ہوئے

پہلے بھی طوافِ شمع وفا تھی، رسمِ مُحبت والوں کی

ہم تم سے پہلے بھی یہاں مَنصور ہوئے، فرہاد ہوئے

اِک گُل کے مُرجھانے پر کیا گُلشن میں کہرام مَچا

اِک چہرہ کملا جانے سے کِتنے دِل ناشاد ہوئے

فیض! نہ ہم یوسف، نہ کوئی یعقوب جو ہم کو یاد کرے

اپنی کیا کِنعاں میں رہے یا مِصر میں جا آباد ہوئے۔۔۔

(فیض احمد فیض)

حُسن المآب کو اُسکے گھر سے لانے سے لے کر اُسکے لیے رات کو کھانا بنا کر اپنی نیند اور صبح آفس کا ٹائم خراب کرنے تک سید جبار نے یہ ٹھان لی تھی کہ حُسن المآب کی جانب کچھ بھی ہو جائے نہیں بڑھے گا چاہے وہ مُشکل میں ہو یا غم میں۔اُسکی زندگی میں آنے والی عورتیں کبھی بھی اُسکے لیے خیر اور سلامتی لے کر نہیں آئیں تھیں۔اُسے اِس ذات سے ہر ممکن، آخر حد تک بچ کر ہی رہنا تھا تاکہ دوبارہ اُسکو وہ منحوس وقت نہ دیکھنا پڑے۔

پورے چھ دِن گُزر گئے اُسے گھر سے آفس اور آفس سے گھر جاتے ہوئے۔دوبارہ ایک سیکنڈ کے لیئے بھی وہ اپنے مدار سے باہر نہیں نکلا نہ اُس نے حُسن المآب کی خبر لینے کی کوشش کی۔اُسکے جاگنے سے قبل ہی وہ ناشتہ کیئے بغیر آفس کے لیئے نکل جاتا اور رات اُسکے سو جانے کے بعد دیر گئے گھر آتا۔
اگلے ساتویں دِن وہ لیپ ٹاپ کا بیگ ہاتھ میں تھامے تیز قدموں سے باہر کی جانب جا رہا تھا تبھی اُسکی غیر اِرادہ نگاہ سائیڈ کے باغ میں چہرہ اُٹھا کر ٹہلتی حُسن المآب کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔وہ آسمان میں اُڑتے پرندوں کو دیکھ رہی تھی۔وہ جو آگے بڑھنے لگا تھا کچھ سوچ کر آہستہ قدموں سے اُسکی جانب بڑھا۔
قدموں کی آہٹ پر پلٹتی حُسن المآب نے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر تیزی سے دوپٹے سے چہرے کے دائیں حصے کو ڈھکتے ہوئے سید جبار کو چونکا دیا۔اُسکے سامنے حُسن المآب کا نیم رُخ تھا۔

"اسلام و علیکم!" اُسکو سامنے بغیر کچھ کہے کھڑے دیکھ کر اُس نے آہستگی سے سلام کیا۔اُسکے لہجے میں کچھ بدل گیا تھا مگر جبار کے پاس اِتنا وقت ہوتا تو سمجھتا۔

"وعلیکم اسلام!" سر جھٹک کر اُس نے کلائی پر بندھی گھڑی پہ وقت دیکھا۔ آفس ٹائم میں پانچ منٹ رہ گئے تھے۔

"آپ کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟"اُسے یہ سوال نہیں کرنا تھا مگر فضا میں کچھ اِیسا تھا جسے محسوس کر کے جبار کو یہ سوال کرنا پڑا۔۔

"نہیں، جذاک اللہ!" انداز اب بھی سادہ تھا۔اُسکے یوں کئی دِن سے لفٹ نہ کروانے پر دُور دُور تک کوئی جذبہ نہیں تھا۔

"آپ کو کہیں جانا۔۔۔"وہ ابھی کچھ کہنے والا تھا۔

"نہیں، جذاک اللہ!" وہ جانتی تھی کہ مقابل کیا کہنے والا ہے۔جبار نے اپنی بات یوں کاٹے جانے پر اُسکو دیکھا جو جبار کو دیکھنے کے بجائے سائیڈ پر موجود مالی بابا کے کے کام کو دیکھ رہی تھی۔

"جس دِن آپکی نانو کا قُل ہو مُجھے بتا دیجیئے گا۔"اَب کے اُس نے جو کہا اُس پر حُسن المآب نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا۔صبح کی ہوا اُسکے دوپٹے کو پھڑپھڑا کر اُسکے چہرے سے جُدا کرنا چاہ رہی تھی مگر حُسن المآب کی گرفت مضبوط تھی۔

"میں نے یہیں قرآن پڑھ لیا تھا۔"نرمی سے جواب آنے پر جبار نے آنکھیں سُکیڑ کر اُسکو دیکھا۔کیا وہ ایک دِن کے لیئے بھی **'افکار منزل"** نہیں جانا چاہتی تھی؟

"وہاں آپ کو کوئی کچھ نہیں کہے گا، آپ میرے ساتھ۔۔۔"اُسکی بات ایک بار پِھر منقطع کر دی گئی۔یہ سید جبار عالم کے ساتھ کسی نے تیسری بار متواتر کیا تھا۔

"قُل گُزر چُکا ہے اِیسے میں میرا وہاں جانے کا جواز نہیں بنتا۔" اطمینان بھرے جواب پر جبار نے ٹھٹک کر اُسکو دیکھا۔ سید جبار کے چہرے کے پہلے والے بے پرواہ سے تاثرات نہیں رہے تھے۔ سیاہ پینٹ کی جیب میں ڈالے ہاتھ پہلو میں آ گِرے۔

"وہاٹ!" سارے عہد شرمندگی کے دبیز پہاڑ تلے دبنے لگے۔

"میں خود نہیں گئی کیونکہ میں جانا نہیں چاہتی تھی۔" سامنے کھڑے سفید شرٹ، سیاہ ویس کوٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس شخص کو دیکھ کر اُس نے ملائمت سے کہا مگر اُسکے لہجے کی رکھائی واضح تھی۔ جبار نے چہرہ پھیر کر اضطراری انداز میں نفاست سے پیچھے کیئے بالوں میں ہاتھ پھیر کر بکھیر دیئے۔

"ا۔۔۔ایم سوری!" اُس کو دیکھے بغیر مدہم آواز میں بامُشکل کہہ کر سید جبار تیز قدموں سے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔ حُسن المآب نے اُسے جاتے دیکھ کر سَر جھٹکا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اُسکے دوسرے میزان حیدر نے اُس سے جھوٹ کہا تھا۔ اُس سے دُور جاتا شخص کبھی بھی حُسن المآب سے مُحبت نہیں کر سکتا۔ مُحبت کرنے والے دِل اور ہوتے ہیں۔ مُحبت لینے والے دِل بھی اور ہوتے ہیں۔ حُسن المآب بے وقوف اور نادان نہیں تھی۔ اُس پر لہجے اثر نہیں کرتے تھے مگر وہ لہجے سمجھ جاتی تھی۔ وہ سیاہ آنکھیں مُحبت سمیت ہر جذبے، ہر تاثر سے مبرا تھیں تبھی وہ اُن آنکھوں میں بغیر ہچکچاہٹ کے دیکھ لیتی تھی۔ نفرت اور مُحبت جیسے جذبوں سے چُور آنکھوں میں دیکھنا حُسن المآب کے لیئے ہمیشہ سے مُشکل تھا۔ اُسے مُحبت کرنی نہیں آتی تھی، لینی نہیں آتی تھی مگر ایک بات طے تھی کہ اُس سے دُور جا چُکا شخص اُسکا نہیں تھا اور یہ احساس نکاح کے ٹھیک ایک ہفتے بعد ہی حُسن المآب کو ہو گیا تھا۔

دِل نے ڈالا تھا درمیاں جِن کو

لوگ وہ دَرمیاں کے تھے ہی نہیں

اُس گلی نے یہ سن کے صبر کیا

جانے والے یہاں کے تھے ہی نہیں۔۔۔

"سب خیریت ہے نہ؟" اُسکے آفس میں داخل ہونے کا بھی جب جبار نے نوٹس نہیں لیا تو میزان نے کھنکھار کر کہا۔جبار جو چہرہ پھیر کر کھڑکی سے باہر سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا، چونک گیا۔

"ہمم خیریت ہے۔"اُسکے لہجے میں عجیب سا کچھ محسوس کر کے میزان اُسکی چیئر کے عین سامنے موجود ٹیبل پر بیٹھ گیا۔

"میں جانتا ہوں خیریت نہیں ہے۔اَب سچ سچ بتا کیا ہوا ہے؟" اُسکے یقین سے سوال اُٹھانے پر جبار کے چہرے کی سنجیدگی بڑھنے لگی۔

"میں حُسن المآب کو اُسکی نانو کے قُل پر نہیں لے جا سکا۔"اُسکے کہے جانے پر میزان نے ٹھٹک کر بغور اُسکو دیکھا جسکے چہرے پر سنجیدگی کے ساتھ اب احساسِ ندامت غالب آ رہا تھا۔

"کیوں نہیں لے جا سکے؟" اُس نے بات مزید آگے بڑھانے کو کہا۔

"مُجھے یاد نہیں رہا بلکہ میں نے بُھلا دیا۔"اُسکی صاف گوئی پر میزان اُسے دیکھ کر رہ گیا۔

"اور جنابِ عالیٰ نے کیوں بُھلا دیا؟" جبار نے اُسکا طنزیہ انداز محسوس ہی نہیں کیا۔اُسکی آنکھوں کے سامنے کسی کی بے رِیا، سبز سنبھل چُکی آنکھیں آ کر ٹھہرے جا رہی تھیں۔کھڑکی سے ہٹ کر وہ اپنی کرسی تک آیا۔

"کیونکہ مُجھے خود پر، حُسن المآب پر شدید غصّہ تھا۔میں سید جبار جس نے آج تک اپنے ضروری کام، اپنا ٹف شیڈول، اپنی نیند کسی کے لیئے نہیں پسِ پُشت ڈالی۔۔۔وہ کیسے اُس کل کی آئی عورت کے لیئے اپنی میٹنگ چھوڑ کر چلا گیا، نیند بُھول کر کھانا تیار کرتا رہا، آفس دیر سے گیا۔۔۔کیسے؟؟؟" لب بینچ کر اُس نے ٹیبل پر مُکہ مارا۔

"وہ کل کی آئی عورت سید جبار کی بیوی ہے اور حُسنہ آنٹی کی تربیت تمہیں اُس عورت کے لیئے اِیسے رویئے کی ہی ترغیب دیتی ہے۔وہ باقی عورتوں کی طرح تمہارے لیے غیر نہیں ہے جو تم خود کے ساتھ اِتنی سختی سے پیش آ رہے ہو۔"میزان نے سخت حیرانگی کو بامُشکل دبا کر اُسکو جو بات سنجیدگی سے کہی اُس پر سید جبار کی دھڑکن ٹھہر گئی۔اُسکی ماں کا ذکر اِیسے ہی جبار کی دھڑکنیں روک دیتا تھا۔ وہ ماں جسے اُس نے اِس دُنیا میں سب سے زیادہ چاہا تھا۔

"میری ماں کی تربیت نے ہی شاید مُجھے مجبور کر رکھا ہے ورنہ میں کیا آج کل کی اِن عورتوں کی فطرت سے واقف نہیں ہوں۔مُجھے اِس ذات نے ہمیشہ بے عزت اور ذلیل کروایا ہے میزان حیدر۔ میں اِس ذات پر مہربان نہیں ہو سکتا کبھی بھی، مر کر بھی نہیں۔"اُسکے پُختہ خیالات چٹانوں کی طرح سخت تھے۔میزان اُسکے چہرے کے پتھر ہوتے تاثرات دیکھتا رہا۔

"تمہاری اور میری ماں بھی عورت ہیں جبار۔"وہ خود کو کہنے سے باز نہیں رکھ سکا۔

"بصد احترام مُجھے یہ تسلیم ہے مگر میں آج کل کی عموماً عورتوں کی بات کر رہا ہوں۔میں نے بہت سی عورتوں کو اپنے مقام سے گِرتے دیکھا ہے۔"وہ بلا جواز رائے قائم کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔

"اوکے لیکن اب کیا۔۔۔۔"جبار کے بجتے سیل فون کی آواز نے اُسے بات پوری نہیں کرنے دی۔جبار اور میزان کی نظر بیک وقت ٹیبل پر موجود سیل فون تک گئیں جہاں زینب کالنگ جگمگا رہا تھا۔جبار نے بے چینی کے ساتھ تیزی سے کال اُٹھا کر سیل فون کان سے لگایا۔

"اسلام و علیکم! زینب بیٹا! سب خیریت ہے نہ؟" اُسکے لہجے کے خدشے پر دوسری جانب زینب کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"بھائی آپ حویلی آ جائیں۔دادو کی طبیعت بہت سخت خراب ہو گئی ہے۔"زینب کی بھرائی ہوئی آواز سُن کر جبار کی پیشانی پر تفکر کی لکیریں چھانے لگیں۔

"اچھا تم دادو کا خیال رکھو۔میں حویلی کے لیئے نکلتا ہوں۔"اُسکی بات پر میزان نے چونک کر اُسکو دیکھا۔کال کاٹ کر تیزی سے اپنا کوٹ سٹینڈ سے اُٹھاتے جبار نے سیل فون سے کریم داد کو کال مِلائی۔

"کریم داد! اپنی بی بی کو گاؤں جانے کے لیئے تیاری کرنے کو کہہ دو۔"اُسکی بات پر دوسری جانب کریم داد نے مثبت جواب دیا تو اُس نے کال منقطع کر دی۔حویلی سے کریم داد ہی اُسکے نجی کام سر انجام دیتے آ رہا تھا۔وہ بن کہے بھی جانتا تھا کہ جبار کی پیکنگ اُس نے کرنی ہے۔

"یار! دادو کی طبیعت بگڑ گئی ہے۔مُجھے حویلی جانا ہو گا۔"اُس نے گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے کہا۔ابھی دوپہر کا ایک بج چُکا تھا۔وہ آرام سے ایبٹ آباد پہنچ سکتے تھے۔

"بے فکر ہو کر جا لیکن رابطے میں رہنا۔"میزان نے اُسکا کندھا تھپکتے ہوئے اُسکی پریشانی رفع کرنا چاہی۔ جبار کی غیر موجودگی میں اُس سے بہتر آفس کو کوئی نہیں سنبھال سکتا تھا اِس بات کا جبار کو علم تھا تبھی آفس سے متعلق کوئی بھی ہدایت دیئے بغیر اثبات میں سر ہلا کر اُس سے بغل گیر ہو کر اپنے بیگ اُٹھائے وہ تیز قدموں سے آفس کا دروازہ پار کر گیا۔

گاڑی قصر کے باہر پہنچتے ہی دروازے وَا ہوئے اور گاڑی تیزی سے اندر آ گئی۔پارک کیے بغیر وہ گاڑی کی چابی کریم داد کی جانب اُچھال کر مضبوط مگر تیز قدموں سے اندر کی جانب بڑھا۔لاتعداد کمروں کو دیکھ کر اُسکو ٹھہر جانا پڑا۔

"تمہاری بی بی کہاں ہیں؟" پاس سے گُزرتی ملازمہ نے راہداری کے آخر میں بنے گیسٹ رومز کی جانب اشارہ کرتے ہوئے جبار کو چونکا دیا۔وہ گیسٹ روم میں ایک ہفتے سے رہ رہی تھی اور وہ اِتنا بے خبر تھا۔ملازمہ کے جاتے ہی گہرا سانس لے کر وہ راہداری کی جانب بڑھا۔دروازہ کھٹکا کر جواب کا انتظار کرتا رہا مگر جواب ندارد۔ایک دو، بار مزید کھٹکایا گیا۔آہستگی سے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اُس نے دروازہ کھولا اور عین سامنے ہی حُسن المآب اُسے رکوع میں جاتی نظر آئی۔ وہیں کھڑے ہینڈل پر ہاتھ رکھے وہ خاموش نظروں سے اُسکو سجدے میں جاتے دیکھنے لگا۔جبار زندگی میں پہلی بار کسی کو اِتنا ٹھہر ٹھہر کر، فرصت سے نماز پڑھتے دیکھ رہا تھا۔وہ یوں نماز پڑھنے میں منہمک تھی جیسے اِس سے ضروری اُسکے لیئے اور فرصت طلب کوئی عمل نہ ہو۔وہیں کھڑے کھڑے جبار کو پندرہ منٹ گزر گئے مگر اُسکو احساس نہیں ہو سکا۔سلام پھیرتی حُسن المآب اُسکی نظروں کے اِرتکاز سے غافل اَب اپنی دُعا مانگ رہی تھی۔اُسکی دُعا بھی طویل ہونے لگی مگر وہ استقامت سے کھڑا رہا۔دُعا مانگ کر جائے

نماز اُٹھاتی حُسن المآب جیسے ہی پلٹی، دروازے میں ایستادہ جبار چونک گیا۔ چونک تو حُسن المآب بھی گئی تھی مگر تاثر دیئے بغیر جائے نماز ٹیبل پر رکھ کر وہ اُسکی جانب بڑھی۔

"آپ کب آئے؟" اُسکے سوال کا خالصتاً مطلب کچھ اور تھا مگر جبار کو وہ سوال عجیب سے احساسات سے دوچار کرنے لگا۔

"ٹھیک بیس منٹ پہلے۔" سنبھل کر اُس نے کلائی پر بندھی ریسٹ واچ سے ٹائم دیکھ کر بتاتے ہوئے حُسن المآب کو حیران کر دیا۔

"کوئی ضروری بات تھی تو اَب مُجھے آواز دے دیتے۔" اُس کو یک دم شرمندگی گھیرنے لگی۔

"میں آپکے اور اللہ کے درمیان نہیں آنا چاہتا تھا۔" اُسکے جواب میں کچھ اِیسا تھا کہ حُسن المآب نے ساکن ہو کر اُسکے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔وہ چہرہ جسے دیکھ کر اُس پہ پتھر کا گُمان ہوتا تھا۔

"میں اپنے گاؤں جانے لگا ہوں۔میری دادی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے تو اگر آپ بھی ساتھ چلیں۔۔۔" شاید یہ صبح کا شدید احساسِ ندامت تھا جو وہ اِیسے بات کر رہا تھا۔

"او! اللہ پاک اُنکو صحت تندرستی دیں آمین۔میں ضرور چلوں گی۔" اُسکے جواب پر جبار نے اُس چہرے کو دیکھا جو نہ جانے کیوں بے رِیا لگتا تھا مگر نہیں۔۔۔

"تھینک یو پھر آپ پیکنگ کر لیں اپنی۔معلوم نہیں کتنے دِن ٹھہرنا پڑ جائے۔" اُسکے کہے جانے پر حُسن المآب نے اثبات میں سر ہلایا جبکہ جبار وہیں دروازے سے پلٹ کر واپس چلا گیا۔بستر پر پڑے لاتعداد شاپنگ بیگز اور ہینڈ کیری کو دیکھ کر اُن تک آئی اور پھر بیگز میں موجود کپڑے دیکھ کر وہ سر تھام کر

گئی۔سب کپڑے کام دار، کڑھائی والے، بھاری کپڑے تھے سوائے چار، پانچ کے جن میں سے ایک اُس نے پہن رکھا تھا تو کیا وہ یہ سب کپڑے وہاں ایک بیمار کی عیادت کو جاتے ہی پہنے گی؟ سر جھٹک کر وہ قدرے بہتر کپڑے اور جوتے نکال کر کیری میں رکھنے لگی۔جیولری کے لاتعداد ڈبے اور میک اپ کا سامان وہ جو پہلے نہیں رکھ رہی تھی، کچھ سوچ کر رکھ لیے۔کیا معلوم وہاں کسی موقعے پر ضرورت پڑ جائے تب وہ خود کو اور جبار کو شرمندہ نہیں کروا سکتی تھی۔مہرون رنگ کے نفیس کڑھائی والے کپڑے نکال کر باقی سارا سامان پیک کر کے واش روم تک گئی اور پھِر کچھ ہی دیر بعد نم بالوں کے ساتھ واش روم سے نکلتے ہی اُس نے کمرے کا لاک لگایا۔جیولری بکس میں سے سب سے نفیس اور ہلکی پُھلکی مہرون پتھروں والی جیولری نکال کر پہنتے ہوئے حجاب ڈھیلا کر کے اوڑھ کر شیشوں والی اپنی مخصوص چادر اوڑھ کر کیری اُٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

لاونج میں کھڑے مہرون قمیض اور سفید شلوار میں ملبوس جبار نے ایک نظر گھڑی کو دیکھ کر راہداری کو دیکھا اور اُسکی اُٹھی نظر پہلے کی طرح جُھک نہیں سکی۔اپنی ماں کے بعد پہلی بار وہ کسی اور عورت کو بہت توجہ سے دیکھ رہا تھا۔وہ عورت جو اُسکی بیوی تھی مگر اُسے تسلیم نہیں تھا۔دوپٹہ ٹھیک کرتی حُسن المآب کی نظر اُس تک گئی اور پھِر ٹھہر گئی اور جبار کی نظریں محسوس کر کے اُس نے تیزی سے دائیں حجاب سے چہرے کا دائیاں حصّہ چُھپا لیا جبکہ حُسن المآب کا رُکنا اور اُسکی غیر اِرادہ حرکت دیکھ کر کے جبار نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

"چلیں؟" قریب آتی قدموں کی آہٹ محسوس کر کے وہ اُسکی جانب پلٹا۔ حُسن المآب نے اثبات میں سَر ہلایا جبکہ جبار نے جُھک کر اُسکے ہاتھ میں موجود کیری کے ہینڈل کو تھام کر اپنی جانب کیا۔ ٹھٹھکتی حُسن المآب کے ہاتھ سے ہینڈل پھسل گیا۔چند لمحے وہ وہیں کھڑے اُس کو مضبوط قدموں سے لکڑی کے دروازے کی جانب بڑھتے دیکھتی رہی اور پِھر خود بھی اُسکی تقلید میں چل پڑی۔اُسکے آنے سے قبل ہی سامان ڈکی میں رکھ کر جبار نے اُسکے لیے پسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا جبکہ قریب آتا کریم داد اُسے پریشانی سے دیکھنے لگا۔

"سیکورٹی کی ضرورت نہیں ہے کریم داد۔"دروازہ بند کرنے سے قبل حُسن المآب کے کانوں میں اُسکے الفاظ پڑے اور پِھر دروازہ بند ہو گیا۔

"مگر سردار! آپکے ساتھ اَب بی بی بھی ہیں۔"وہ حیرانگی سے اُسے معاملے کی سنگینی کا احساس دلانا چاہ رہا تھا۔

"اِسی لیئے میں سیکورٹی کو ساتھ لے جا کر حُسن المآب کو بے آرام نہیں کر سکتا۔میں کوئی سیاست دان نہیں ایک عام سا بزنس مین ہوں کریم داد۔"اُسکے تفصیلی جواب پر کریم داد اُسے دیکھ کر رہ گیا۔مزید کچھ کہنے کی گنجائش بچی ہی نہیں تھی۔اُسکو چند ضروری ہدایات دے کر جبار نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے گاڑی ریورس کر کے قصر سے باہر نکال لی۔کریم داد تب تک دروازے پر کھڑا دیکھتا رہا جب تک اُسکے سردار کی گاڑی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں ۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں ۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں۔۔۔شکریہ۔۔۔۔۔

اُنھیں سفر کرتے تقریباً ایک گھنٹہ ہو چُکا تھا مگر گاڑی میں موجود دبیز خاموشی کو توڑنے کی کوشش بالکل بھی نہیں کی گئی۔حُسن المآب چہرہ پھیر کر باہر بھاگتے منظر دیکھ رہی تھی۔جب اِسی خاموشی میں دوسرا گھنٹہ بھی گزر گیا تو سید جبار نے چہرہ پھیر کر اپنے ساتھ بیٹھی انتہائی عجیب عورت کو دیکھنا چاہا مگر حُسن المآب کے حجاب کے پلو نے اُسکی کوشش ناکام بنا دی۔اُلجھ کر نا سمجھی سے اُس نے چہرہ واپس ونڈو سکرین کی جانب کر لیا۔

"میرے خیال سے ہمیں رُک کر کچھ کھا لینا چاہیئے۔"جبار کی رائے پر دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں آیا۔حُسن المآب یونہی چہرہ پھیر کر باہر دیکھتی رہی۔کچھ غیر آرام دہ ہوتے جبار نے چہرہ پھیر کر پھِر سے اُسکو دیکھا۔

"حُسن المآب!" اُسکی قدرے اُونچی پُکار پر حُسن المآب نے بےطرح چونک کر چہرہ پھیرا۔حجاب نے اُسکے پورے چہرے کو اب بھی ڈھانک رکھا تھا، بس وہ چونکتی سبز آنکھیں نمایاں تھیں۔جبار اُسکی لاعلمی اور غائب دماغی محسوس کر کے اُسے دیکھ کر رہ گیا۔سید جبار ساتھ بیٹھا ہو اور کوئی عورت اُسے نظر انداز کر کے خود میں مست رہے اِیسا اُسکے ساتھ پہلے کبھی بھی نہیں ہوا تھا۔عورتوں کی توجہ اپنی جانب ہر وقت، ہر آن سِمٹتے دیکھتے رہ کر کوفت اور شدید بےزاری کا شکار ہوتا سید قلبِ جبار اُس عورت کی عدم توجہی پر اُلجھن کا شکار ہو رہا تھا۔

"آپ کو بُھوک لگی ہے؟" سر جھٹک کر اُس نے سامنے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔اُس چہرے پر اِیسی سنجیدگی چھائی ہوئی تھی کہ بھوک لگنے کے باوجود حُسن المآب نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں!" اُسکے مدہم جواب پر قریب آتے ڈھابے کے پاس گاڑی رُوکتے جبار نے جیسے اُسکے جواب کو سِرے سے سُنا ہی نہیں تھا یا کم اَز کم حُسن المآب کو تو اِیسا ہی لگا۔اُسے گاڑی سے اُترتے دیکھ کر حُسن المآب اُسے دیکھتی رہی جو اُسے بُھول کر ڈھابے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ہینڈل کھولتا اُسکا ہاتھ پہلو میں آ گِرا۔کچھ بھی محسوس کیئے بغیر وہ پھِر سے ہائی وے پر گزرتی گاڑیوں کو دیکھنے لگی تبھی اُسکی نگاہ کھانے کے شاپرز ہاتھ میں لیئے واپس آتے جبار سے ٹکرائی۔حُسن المآب جلد رائے قائم کرنے والوں میں سے نہیں تھی۔وہ کسی سے اُمیدیں لگانے میں ایک عمر خرچ کرتی آئی تھی تبھی اُسے جبار کے افعال سے کچھ محسوس نہیں ہوا تھا۔

گاڑی میں بیٹھ کر پیچھے پلٹ کر شاپرز رکھتے جبار نے اُس سفید شاپر سے رول ہوا پیزہ پراٹھا سیدھے ہو کر اُسکی جانب بڑھایا۔چونک کر اُسکی جانب دیکھتی حُسن المآب کے چہرے سے حجاب کا سرک کر پیچھے ہو گیا مگر جبار کے دیکھنے سے قبل اُس نے تیزی سے چہرہ پھیر کر حجاب دُرست کیا۔گاڑی سٹارٹ کرنے سے سید جبار کے گاؤں میں داخل ہونے تک اُن دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔شام پانچ بجے اُنکی گاڑی **'سید حویلی'** کے باہر ہارن دے رہی تھی۔جبار پہلے ہی ارباز تایا کو اپنے آنے کی اطلاع کریم داد کے ذریعے دے چُکا تھا اِسی لیئے حویلی کا سفید دروازہ تیزی سے وا ہوا اور جبار کی سیاہ چمکتی گاڑی اندر آ گئی۔سیڑھیاں اُترتے معیز نے شیشے سے اُس بڑی سیاہ کار کو دیکھا اور اُنہی قدموں سے واپس بھاگا۔کمرے سے باہر نکلتا عاقب اُسکی پُھرتی پر ناگواری سے رُک گیا۔

"تمہیں کچھ زیادہ ہی خوشی ہو رہی ہے اُسکے آنے کی۔"اُسکی ناگواری کو معیز نے ناک سے مکھی کی طرح اُڑا کر جوش سے اُسکو دیکھا۔

"جبار آ گیا ہے۔کیا شاندار چمکتی سی سیاہ بڑی گاڑی میں آیا ہے۔وہی گاڑی جو چھ ٹائروں اور چار سلنسر والی ہوتی ہے۔"اُسکو گاڑیوں کی معلومات عاقب کے مقابلے میں اتنی نہیں تھی تبھی اُسکی معلومات پر عاقب چونک گیا۔

"Hummer H6?"

"وہ گاڑی پاکستان میں کیسے؟ اُسکی تو ڈیوٹی بہت زیادہ ہے۔"ساری ناگواری بُھلائے گاڑیوں کا شوقین عاقب ششدر ہو رہا تھا۔تبھی تیز قدموں سے معیز کے برابر سے نکل بھاگا جبکہ اُسکے جاتے ہی معیز کندھے آچکا کر خود بھی اُسکے پیچھے ہو لیا۔اگر ہم باہر سید حویلی کے احاطے میں واپس جائیں تو جبار گاڑی سے اُتر کر پسنجر سیٹ کا دروازہ بڑھ کر کھول رہا تھا جبکہ لکڑی کے بڑے دروازے کے باہر حیران سے کھڑے سید حویلی کے تمام افراد ناسمجھی سے پسنجر سیٹ کی جانب دیکھ رہے تھے۔آخر جبار کِس کو اپنے ساتھ لے آیا؟ پسنجر سیٹ سے اُترتی عورت کو دیکھ کر سب نے ششدر ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا سوائے مروہ بیگم کے۔اُنکی آنکھوں میں مُحبت نمکین پانی کی صورت چمکنے لگی تھی۔

جبار کے ساتھ چل کر اُن سب کے قریب آ جاتی عورت اِس قدر دلکش اور پُروقار تھی کہ وہ سب جبار کی پسند سے نظریں نہیں ہٹا سکے۔اِتنی ساری نظروں کو خود پر محسوس کرتی حُسن المآب نے غیر آرام دہ ہو کر ساتھ آ رُکتے جبار کو دیکھا جس کی آنکھوں میں بھی کم و بیش حُسن المآب جیسا تاثر تھا۔اُسکا چونک جانا بنتا تھا۔

"اسلام و علیکم!" جبار چمکتی آنکھوں سے خود کو دیکھتیں مروہ بیگم کی جانب جُھکا تو اُنہوں نے بیتاب ہو کر اُسکی روشن پیشانی چوم کر اُسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔عاقب چُبھتی نظروں سے اُس سیاہ شاندار گاڑی کو دیکھ کر مہرون چادر اور حجاب میں کھڑی عورت کو دیکھ رہا تھا۔جبار نے واقعی بہت اُونچا ہاتھ مارا تھا۔سامنے کھڑی عورت اِیسی ہی تھی کہ اُسکے لیئے سب کی مُخالفت مول لی جائے، اُسے بے دریغ چاہا جائے۔

"اِتنے سال کیوں لگا دیئے واپس آنے میں؟" مروہ بیگم کے بھیگتے سوال پر حُسن المآب نے ٹھٹک کر جبار کو دیکھا جو بغیر کوئی جواب دیئے نرمی سے اُنکے ہاتھوں کی پُشت ہونٹوں سے لگا رہا تھا۔حُسن المآب یونہی اُلجھی سی کھڑی رہتی تبھی اُس ہجوم کو چیر کر کوئی خوبصورت سی لڑکی باہر نکلی اور **'بھابھی'** کہہ کر اُس سے لپٹ گئی۔ناگوار، کینہ توز نظروں سے سامنے کھڑی عورت کو دیکھتیں خجستہ بیگم پیر پٹخ کر اندر کی جانب بڑھ گئیں۔اُنکے جانے کا کسی نے خاص نوٹس بھی نہیں لیا۔

"بھابھی! میں زینب ہوں آپ کی اکلوتی نند، جبار بھائی کی چھوٹی بہن۔"اُس لڑکی نے الگ ہو کر اپنا تعارف کرواتے ہوئے حُسن المآب کو پریشانی سے نکال دیا لیکن اگر وہ اُسکی سگی بہن تھی تو جبار کے ساتھ کیوں نہیں رہتی تھی یا جبار اپنے ماں، باپ کے ساتھ اِس حویلی میں کیوں نہیں رہ رہا تھا؟؟

"اسلام و علیکم!" اُسکے خلوص پر حُسن المآب نے اُسکا بڑھا ہاتھ مُسکرا کر تھام لیا جبکہ اُسکی دلکش مُسکراہٹ کو دیکھتے عاقب کی آنکھوں میں کوئی چیز تیزی سے چمکی۔سب سے مروتاً مِلتا جبار عاقب کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے ٹھٹک گیا۔وہ نظریں اِیسی تھیں کہ سید جبار کے کہیں اندر سے

لاوا اُبھرنے لگا۔نرمی سے برابر کھڑی مُسکرا کر باقی سب سے ملتی حُسن المآب کا ہاتھ تھام کر اُس نے سب کے ساتھ عاقب کو بھی چونکا دیا۔

"تمہیں میں اپنی دادو سے مِلوانا چاہتا ہوں۔"اُسکے بظاہر نرم لہجے نے باقی سب افراد کو سوائے زینب اور مروہ بیگم کے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔حُسن المآب کو اُس نے سہی سے حیران ہونے کا موقع بھی نہیں دیا۔وہ اُسکے ساتھ اندر کی جانب کھچی چلی گئی۔پیچھے باقی سب بھی اندر کی جانب آ رہے تھے۔

ہال میں اپنے مخصوص دیوان پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھے سید قاسم مُجتبیٰ نے سامنے سے مضبوط قدموں سے بڑھتے جبار کو دیکھا اور اُسی تیزی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔جبار نے اُنکو نہیں دیکھا تھا جسے محسوس کر کے اندر ہی کوئی جذبہ دبا کر اُنہوں نے اُسکے ساتھ چلتی عورت کا نیم رُخ دیکھا۔

"جبار!" اُنکی گونج دار، رعب بھری آواز پر ہال میں سکتہ چھا گیا۔اُنکی تیز آواز سُن کر اپنے کمرے میں نفرت سے بل کھاتیں زیبا صلاح دین اور خجستہ بیگم بھی باہر نکل آئیں۔اب آنے والا تھا نہ اصل مزہ!

جبار نے چونکے بغیر ٹھہر کر اُنکو دیکھا۔اُس لہجے کی گونج پر پلٹتی حُسن المآب نے سامنے کھڑے رعب دار سے شخص کو دیکھا۔جو عمر کے آخری حصے میں بھی سفید قمیض شلوار پر سیاہ چادر اوڑھے تازہ دم، رعب دار اور صحت مند لگ رہے تھے مگر اُنکے چہرے کے تاثرات میں اِس قدر سختی اور رعونت تھی کہ جذبے پہچان لینے والی حُسن المآب کا دِل سُکڑ کر پھیلا۔جبار کے نکاح میں اُسکا یہ بھرا پڑا خاندان کیوں نہیں شریک ہوا تھا اُس بات کو کسی حد تک سامنے کھڑے بزرگ کو دیکھ کر اُسے سمجھ آ رہی تھی یعنی جبار نے اُنکے خلاف جا کر۔۔۔؟؟ اِس سے آگے اُسکے پریشان ہوتے دِل کو سوچنے کا موقع نہیں مِلا۔

"تو یہ ہے تمہاری مَنّ پسند عورت۔"چند قدم آگے بڑھ کر اُنہوں نے جس طرح تحقیر آمیز لہجے میں چبھا کر کہا، حُسن المآب کا چہرہ تیزی سے رنگ بدلنے لگا، دھڑکن سُست ہوئی۔جبار نے بہت ضبط سے اُنکو دیکھ کر ایک نظر راہداری کے آخر میں بنے دادو کے کمرے کو دیکھا۔

"اپنے باپ کی طرح اِیسے ہی کسی راہ چلتی عورت سے تو شادی نہیں کر لی؟" اُنکا تیر سیدھا نشانے پر جا لگا تھا۔جبار اُسکا تھاما ہاتھ نرمی سے چھوڑ کر عین اُنکے روبرو آیا تو قاسم مُجتبیٰ اُسکی شان سے اُٹھی گردن کو دیکھتے رہے۔اُن جوان آنکھوں میں اُنکے لیئے اتنی ناگواری اور نفرت تھی کہ وہ اُسکا مقابلہ اِس عمر میں نہیں کر سکتے تھے۔

"اگر آپ کو میری بیوی، میری ماں کی طرح لگ رہی ہے تو میرے لیئے یہ فخر اور اعزاز کی بات ہے دادا صاحب۔"اُسکے الفاظ پر کچھ قدم دُور کھڑی زیبا صلاح دین جل بُھن کر رہ گئی۔خون آشام نظروں سے اُس حجاب کے ہالے میں لپٹے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ اُس حسین اور شاداب چہرے سے شدید حسد کا شکار ہو رہی تھی۔

"تم بالکل اپنے باپ کی طرح ہو، باغی اور خود سر لیکن ایک بات اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھا لینا کہ ایسی آئی گئی عورت کو قاسم مُجتبیٰ سید حویلی کی بہو کی حیثیت سے کبھی قبول نہیں کرے گا۔"اُنکے سخت، پھنکارتے الفاظ نے جبار کو بالکل متاثر نہیں کیا۔حُسن المآب کا دِل خوف کا شکار ہونے لگا۔

"کِس بے وقوف نے کہہ دیا کہ جبار کی بیوی کو آپ کی قبولیت کی سند، اِس حویلی میں مقام اور سید خاندان میں پہچان چاہیئے؟" اُسکے مطمئن سوال پر کتنے ہی مُنہ کُھل گئے۔ افکار صاحب اور ارباز

صاحب نے ششدر ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ آج تک سب بھائی اپنے باپ سے آنکھ اُٹھا کر بات نہیں کر سکے اور سامنے کھڑا جبار !

پیچھے ساکن کھڑی حُسن المآب کا ہاتھ تھام کر اپنے برابر لاتے ہوئے اُس نے حُسن المآب کی دھڑکن نئے سِرے سے روک دی۔

"یہ عورت جو میری رضا اور پسند سے میرے نکاح میں آئی ہے اِس کی پہچان اور خاندان صرف قلبِ جبار عالم ہے۔ میری ذات سے منسوب اِس عورت کو کسی نے ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنا کا سوچا، غلط الفاظ کہے تو یہ سید حویلی اپنی بنیادوں پر قائم نہیں رہے گی۔" اُسکے سخت، متنبہ کرتے لہجے نے قاسم مُجتبیٰ، زیبا، عاقب اور خجستہ بیگم کو اندر تک جلا کر خاکستر کر دیا۔ حُسن المآب نے چہرہ پھیر کر پھیلتی سبز آنکھوں سے اُسکو دیکھا جو اُسکے لیئے سب کو سختی سے باور کروا رہا تھا۔ اُسے اپنی پسند کہہ رہا تھا۔ اُس سے اُلفت کا اظہار ببانگِ دہل کر رہا تھا مگر کیوں؟ کیا اُسکے دوست میزان نے سچ کہا تھا؟؟ کیا وہ سب حقیقت تھا؟؟ تو وہ ایک ہفتے تک اُسے نظر کیوں نہیں آئی؟؟؟ سوال دَر سوال تھے مگر جواب ندارد!

"دس سال بعد تم ہمیں دھمکانے کو اِس حویلی میں آئے ہو؟" اُنکے شعلے اُگلتے لہجے پر زینب اور مرہ بیگم نے تفکر سے ایک دوسرے کو دیکھا جبکہ حُسن المآب کو اُسکے سوالوں میں سے چند مختصر جواب مِلنے لگے لیکن یہ بات سمجھ سے باہر تھی کہ اُس کو ایک ہفتے سے یکسر نظرانداز کر کے بُھول چُکا شخص اُسکے لیئے کیوں اِیسے الفاظ کہہ رہا تھا جیسے وہ اُسکی کُل کائنات ہو؟ نہیں! حُسن المآب خود سے کچھ بھی آخذ کر کے اپنے دِل کو رسوا نہیں کروائے گی۔ اَب کے حالات دیکھ کر تو یہ بات یقینی تھی کہ اُسکا یہاں رہنا بہت کم عرصے کے لیئے ہے۔

"میں یہاں اپنی دادو جان سے مِلنے اور اپنی بیوی کو مِلوانے لایا ہوں۔"اُسکے انداز کی قطعیت پر زیبا نے اپنی مُٹھیاں بھینچ لیں۔

"سید خاندان کی بہو بننے کی اگر کوئی حقدار ہے تو وہ صرف زیبا صلاح الدین ہے۔"اُنکی اگلی بات پر حُسن المآب نے سُکڑتے دِل سے چہرہ اُٹھا کر اُنکو دیکھا جو اُسے تحقیر آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"اِس بات کا جواب اِس حویلی سے جاتے ہوئے میں آپ کو ضرور دے کر جاؤں گا۔"انداز میں ذرا سی تبدیلی نہ لاتے ہوئے اُسکی بات نے پہلی بار سید قاسم مُجتبیٰ کو ٹھٹکا دیا۔

"نام کیا ہے اِس عورت کا جِس کے لیئے تم ہمیں اور پورے سید خاندان کو ذلیل و خوار کروانے پر تُل گئے ہو؟" اُنکے سوال نے جہاں زیبا کے کان کھڑے کیئے وہاں حُسن المآب کو لرزا دیا۔وہ کیوں اُسکو اُن باتوں کو الزام دے رہے تھے جِس میں اُسکا سرے سے کوئی عمل دخل نہیں تھا۔

"حُسن المآب آپ کی خاندانی سیاست اور چال بازیوں سے لاعلم ہے سو بہتر ہے کہ میری بے خبر بیوی پر دوبارہ کوئی بُہتان نہ تراشا جائے۔"اُسکی واضح تنبیہہ پر حُسن المآب کا تیزی سے دھڑکتا دِل ساکن رہ گیا۔وہ جو بات ابھی محسوس کر رہی تھی وہ کیسے۔۔۔؟؟؟ اُسکے یوں استحقاق سے نام لینے پر زیبا کی آنکھوں میں مرچیں سی چُبھنے لگیں۔وہ سفید قصر جس پر حکمرانی کے اُس نے خواب دیکھ رہے تھے وہ اِسی عورت کا نام لیوا نکلا جبکہ اُس نام پر قاسم مُجتبیٰ کہیں اندر تک چونک گئے یعنی وہ سچ کہہ رہا تھا؟؟ یعنی وہ واقعی میں۔۔۔؟؟ مروہ بیگم کا پُریقین لہجہ اُنکی سماعتوں میں پھر سے گونجنے لگا جبکہ جبار اُنکو یونہی لاجواب سا چھوڑ کر ساکن سی حُسن المآب کا ہاتھ تھامے راہداری کی جانب بڑھ گیا۔

جسے رابطوں کا قریں نہیں، جسے واسطوں کا یقیں نہیں

میرے ساتھ کیوں وہ سفر کرے کہ جو رختِ دل کا امیں نہیں

یہاں کوئی راہِ فرار کی نہ مجال ہے، یہ محال ہے

ابھی لوٹنے کا خیال بھی کسی طور جانِ حزیں نہیں

کوئی محل ہے نہ قیام گاہ، کہ ہے ساتھ خانہ بدوش کا

کوئی سر پھروں کا جہاں نہیں، کوئی بے گھروں کی زمیں نہیں

نہ زباں سے آہ و پکار کر، نہ نظر شریکِ غبار کر

تیری جستجو، تری آرزو، بتِ عشوہ گر وہ کہیں نہیں۔۔۔

وہ معمر سی خاتون جو جبار کی دادو تھیں اِس قدر ملنسار اور شفیق تھیں کہ اُنکے سے گلے مِلتے ہوئے حُسن المآب کو اپنی پیاری نانو یاد آنے لگی۔اُن سے مِل کر پیچھے ہوتی حُسن المآب نے اُنکا ہاتھ تھام کر اُسکی پُشت کو ہونٹوں سے لگا لیا۔ساتھ کھڑا جبار اُسکو ٹھٹک کر بغور دیکھ رہا تھا تبھی چہرہ جُھکائے حُسن المآب کی آنکھوں سے چند آنسو ٹوٹ کر جبار کی دادو کے ہاتھ پر گِر گئے جسے محسوس کر کے جبار اور ضوفشاں بیگم نے چونک کر اُسکی سبز بھیگتی آنکھوں کو دیکھا۔

"ارے میرا بچہ! رو کیوں رہی ہے؟" ضوفشاں بیگم نے اُسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر نرمی سے آنسو صاف کیئے مگر اُسکے آنسو رُک نہیں سکے۔زینب اور ضوفشاں بیگم کے ہاتھ پیر پُھول گئے اُسے یوں روتے دیکھ کر۔

حساسیت بڑھتی گئیں ہر حادثے کے بعد

ہم اُس کے لیئے بھی روئے جسے جانتے نہ تھے۔۔۔

"حُسن کی نانی کی پچھلے ہفتے ہی وفات ہوئی ہے تو اُن ہی کی یاد آ گئی ہو گی۔"دادو کی پریشانی دیکھ کر گھوم کے حُسن المآب کی جانب آ کر اُس نے حُسن المآب کا کندھا تھپک کر اُسکو آنسو پینے پر مجبور کر دیا۔

"میں معذرت چاہتی ہوں۔"اپنے آنسو تیزی سے صاف کر کے اُس نے جس انداز میں کہا زینب اور دادو جو اُسے سوگواری سے دیکھ رہی تھیں، مُسکرا دیں۔ضوفشاں بیگم کی جہاندیدہ آنکھ نے سامنے کھڑی اپنے جبار کی بیوی کو ایک نظر میں ہی پرکھ لیا تھا۔

"جانتی ہو میری سب سے پیاری اور محبوب بہو کا نام حُسنہ تھا جو بالکل تمہارے جیسی تھی۔"اُسکے ہاتھ تھام کر پاس بٹھاتے ہوئے دادو نے کہہ کر حُسن المآب کو تحیر زدہ کر دیا جبکہ حُسن المآب کی نظریں محسوس کرتے جبار نے نگاہوں کا زاویہ تیزی سے بدل لیا۔دِل کی دھڑکن لمحے بھر کو بڑی تیزی سے بڑھی۔

"جبار نے تمہیں نہیں بتایا؟" اُسکی حیرانگی دیکھ کر اِس سے پہلے وہ یہ سوال کرتیں۔

"جبار نے بتایا تھا مُجھے۔"اُسکے یوں برجستہ کہے جانے پر جہاں دادو کی مُسکراہٹ لوٹ آئی وہیں جبار نے دوبارہ اُس چہرے کو دیکھنے کی غلطی نہیں کی۔اُس عورت کا یوں اپنا نام استحقاق سے لینا اُسے نافہم سے احساسات کے ساتھ ایک بار پھِر دوچار کرنے لگا۔

"آپ کی طبیعت اَب کیسی ہے؟ جبار بہت زیادہ پریشان تھے آپ کی بیماری کا سُن کر۔"وہ اَب خود کو سنبھال چُکی تھی اور اُسے معلوم تھا کہ کیا کرنا ہے۔ضوفشاں بیگم نے مُسکرا کر جبار کو دیکھا جو حُسن المآب کے پیچھے خاموشی سے کھڑا تھا۔

"تم دونوں کو ساتھ دیکھ لیا ہے نہ تو بالکل بھلی چنگی ہو گئی ہوں۔اپنے جبار کا گھر بستے دیکھنے کی خواہش اب پوری ہوئی ہے تو میں کیسے بیمار ہو سکتی ہوں۔"ہاتھ بڑھا کر اُنہوں نے جبار کو حُسن المآب کے سامنے بیٹھنے کا کہا۔حُسن المآب بستر کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھی تھی جبکہ جبار کچھ کہے بغیر دادو کے پاؤں کے پاس بستر پر بیٹھ گیا۔عین سامنے کھڑی زینب آنکھوں میں ڈھیروں چمک لیئے اِشتیاق سے حُسن المآب کو دیکھ رہی تھی۔

"میرا جبار تمہیں کیسے لگتا ہے؟" دادو کے اِس اچانک سوال پر حُسن المآب کے سامنے بیٹھا جبار زندگی میں پہلی بار گڑبڑایا۔بوکھلا تو حُسن المآب بھی گئی تھی کہ اُسے اِیسے سوال کی اُمید نہیں تھی۔

"بہت اچھے ہیں۔" اُسکا مختصر، بے معنی جواب بھی جبار کو نہ جانے کیوں بڑھا بامعنی سا لگا۔

"تمہیں کیوں اچھا لگتا ہے؟" دودو کے سوالات پر زینب نے اپنی مُسکراہٹ دبائی۔وہ اپنی بھابھی اور بھائی کے بوکھلائے چہرے دیکھ کر محظوظ ہو رہی تھی۔اگر اُنہیں دادی کے ایسے سوالات کا معلوم ہوتا

تو یقیناً بہت سی پریکٹس کر کے آتے۔جبار نے چہرہ پھیر کر حُسن المآب کے چہرے کو دیکھا۔وہ شاید اِس سوال کے لیئے نہ تیار تھی نہ جواب دینا چاہتی تھی۔اِس سے پہلے کہ وہ دادو کا دھیان کہیں اور لگاتا، حُسن المآب کی آواز پر گُم ہوتی دھڑکن کے ساتھ ساکن رہ گیا۔زندگی کے کئی بہت سے سالوں میں پہلی بار سید جبار کی دھڑکن لاپتہ ہوئی تھی۔

"مُجھ جیسی عورت جو ہمیشہ تحفظ، عزت، مان جیسے احساسات کے لیئے ساری زندگی ترستی رہی تھی۔اُسے عزت، مان، تحفظ اور سب سے بڑھ کر ایک مہربان چھت دینے والا آپ کا پوتا جبار مُجھے کیسے نہیں اچھا لگ سکتا، دادو!" اُسکے لہجے میں اِس قدر ممنونیت، احسان مندی اور اخلاص تھا کہ سید جبار اُس حجاب کے ہالے میں مُقید نیم رُخ سے نظر آتے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹا سکا۔ وہ الفاظ پتھر دِل پر کنندہ ہو کر ثبت ہو جانے والے تھے۔اُس نے سامنے بیٹھی عورت کو کب عزت اور مان دیا؟ وہ تو اُسے فراموش کیے رکھے ہوئے تھا۔عزت، مان، تحفظ بھری چھت یہ الفاظ اپنی ماں کے علاوہ کسی اور عورت جو اُسکے نکاح میں تھی کے ہونٹوں سے سُنا بڑا دھڑکن روک دینے والا تجربہ تھا۔دادو اور زینب کی آنکھوں کی چمک مزید بڑھنے لگی۔اُنکے پوتے اور بھائی نے اپنے لیئے دُنیا کی سب سے خوبصورت عورت کا انتخاب کیا تھا۔

"تمہارے امی، ابو کیسے ہیں بیٹا؟" اِس سوال پر بےاِختیار حُسن المآب کا چہرہ پھیکا پڑا جو جبار کی اُس پر ٹِکی نظروں سے مُخفی نہیں رہا تھا مگر اُسکی نظریں محسوس کرتی حُسن المآب نے لمحے کے ہزارویں حصّے میں حجاب کا سِرے سے چہرہ چُھپا لیا۔

"میری امی فوت ہو گئی ہیں۔" یہ کہتے ہوئے بھی وہ اپنی آواز کو لرزنے سے روک نہیں سکی۔نہ جانے کیا کچھ اِس بات کے ساتھ یاد آ گیا تھا۔زینب اور نانو نے ایک دوسرے کو چونک کر دیکھا۔

"اور ابو؟" زینب نے نرمی سے پوچھا جبکہ جبار جو اِس سوال کو کسی حد تک سمجھتا تھا، پہلو بدل کر رہ گیا۔حُسن المآب کے لیئے اپنے فوت ہوئے ماں، باپ کا ذکر کرنا آسان نہیں ہو گا۔

"وہ زندہ ہیں۔" اُسکے جواب پر جبار نے ٹھٹک کر اُسکو دیکھا مگر دادو اور زینب کی نظریں محسوس کر کے اُس نے اپنے چہرے کے تاثرات نارمل ہی رکھے مگر وہ واقعتاً اندر تک حیران ہو گیا تھا۔

"آپ کی دوائیوں کا وقت ہو گیا ہے دادو۔بھائی اور بھابھی کو بھی آرام کرنے دیتے ہیں۔سفر کی تھکان ہو گی۔" حُسن المآب کا سپید ہوتا چہرہ دیکھ کر اُس نے تیزی سے کہتے ہوئے دادو کے ساتھ جبار کو بھی چونکا دیا۔حُسن المآب کے چہرے کی رنگت واپس لوٹنے لگی۔

"دیکھو ذرا! اِن دونوں کے آنے کی خوشی میں سب کچھ بُھول گئی۔" دادو نے آگے ہو کر حُسن المآب کے جُھکے چہرے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مُسکرا کر کہا مگر حُسن المآب اِس بار مُسکرا نہیں سکی۔اُسے کچھ یاد آ گیا تھا جس نے اُسکی مُسکراہٹ چھین لی تھی۔

"چلو تم لوگ بھی جا کر آرام کرو۔" دادو کے کہنے پر جبار نے کھڑے ہو کر اُنکے دائیں ہاتھ کو چوم کر حُسن المآب کو دیکھا جو یونہی چہرہ جُھکا کر بیٹھی ہوئی تھی۔وہ پِھر سے وہاں ہو کر بھی نہیں تھی ۔۔۔

"حُسن!" زینب اور دادو کے متوجہ ہونے سے قبل اُس نے نرمی سے کہنے کے ساتھ اُسکا سَر تھپتھپایا۔چونک جاتی حُسن المآب نے چہرہ اونچا کر کے اوپر دیکھا اور جبار یونہی جُھکا رہ گیا۔آدھا دوپٹہ ہونٹوں

میں دبائے، وہ سبز خالی آنکھیں سید جبار کو لمحے بھر کے لیئے کہیں اندر تک ہلا گئیں۔وہ آنکھیں، اُن میں تیرتی خاموشی اور ویرانی مُہلک تھی۔زینب اور دادو کی مُسکراتی، معنی خیز نظریں محسوس کر کے وہ بےاِختیار کھنکھار کر پیچھے کو ہوا۔

حُسن المآب جو ہر شے سے بےخبر تھی خاموشی سے اُٹھ کر بامُشکل مُسکرا کر دودو کے آگے جُھکی جنہوں نے اُسکے ماتھے کو چوم لیا مگر حُسن المآب میں آگہی کا دَر وَا ہونے کے بعد پہلی سی اُلفت نہیں بیدار ہو سکی۔

"بھائی! میں نے آپ کا کمرہ لش پش کروا دیا تھا۔" پلٹتے جبار کے ساتھ چلتی زینب نے چہک کر کہا۔ اُسکی خوشی چُھپائے نہیں چُھپ رہی تھی۔اپنے پیچھے آتی مدہم قدموں کی آہٹ محسوس کر کے اُس نے زینب کا سَر تھپتھپایا۔دادو کے کمرے سے نکل کر وو تینوں جیسے ہی ہال کمرے سے گزرنے لگے، وہاں سب کو سنجیدگی سے بیٹھے دیکھ کر جبار اور زینب ٹھٹھک گئے۔اِس سے پہلے کہ اپنے دھیان میں چلتی حُسن المآب اُس سے ٹکراتی، یک دَم پلٹتے جبار نے اُسکو نرمی کے ساتھ دونوں کندھوں سے تھام کر روک دیا۔چونک جاتی حُسن المآب کی نظریں اُٹھیں اور اُن سیاہ آنکھوں میں نرمی اُترتے دیکھ کر تحیر سے پھیلیں۔اُن نگاہوں سے بچنا آسان نہیں تھا مگر مقابل قلبِ جبار تھا۔ قلعہ بند دِل والا!

مُحبت مانگتی ہے یوں گواہی اپنے ہونے کی

کہ جیسے طفل سادہ شام کو اِک بیج بوئے

اور شب میں بار ہا اُٹھے

زمیں کو کھود کر دیکھے کہ پودا اب کہاں تک ہے۔۔۔

"تم زینب کے ساتھ کمرے میں جاؤ۔میں کچھ دیر تک آتا ہوں۔"آہستگی سے کہہ کر اُس نے حُسن المآب کے شانے آہستگی سے چھوڑ دیئے۔ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر نخوت سے بیٹھی زیبا کی ساری اکڑ جل کر خاک ہو گئی جبکہ باقی سب بمعہ قاسم مُجتبیٰ صاحب کے، قدرے تعجب سے جبار کی آنکھوں کی، لہجے کی، عمل کی نرمی دیکھ رہے تھے۔وہ جو عورت ذات سے خار رکھتا تھا، بیر پالتا تھا کیسے اُس عورت کی جانب دلی آمادگی سے مائل تھا۔کسی خیال کے تحت سید قاسم مُجتبیٰ کا چہرہ سُرخ پڑنے لگا۔

زینب اُسکو جبار کے کمرے میں چھوڑ کر چلی گئی تھی مگر وہ جانتی تھی کہ یہ وقت سکون سے بیٹھنے کا نہیں ہے۔سید حویلی داخل ہوتے ہی اُس نے بہت کچھ، نہ جانتے ہوئے بھی محسوس کر لیا تھا۔یونہی ٹہلتے ٹہلتے اُسکو دو گھنٹے ہونے والی تھے تبھی کمرے کا دروازہ کُھلا۔چونک کر پلٹتے ہوئے جبار کو دیکھ کر وہ تیزی سے اُس تک آئی جو اُسکی عُجلت پر نا سمجھی سے وہیں کھڑا ہو گیا تھا۔

"سب خیریت ہے نہ؟" اُسکے سوال پر جبار گہرا سانس لے کر آگے بڑھا۔وہ جانتا تھا کہ بے خبر حُسن المآب یہاں آ کر اُلجھن کا شکار ہو رہی ہو گی۔

"سب خیریت ہے۔"وہ بس اِتنا ہی کہہ سکا۔اِس سے زیادہ وہ کہہ بھی کیا سکتا تھا۔

"مُجھے اِیسا نہیں لگ رہا۔"واپس پلٹتے ہوئے اُسکی آواز مدہم تھی مگر اتنی ضرور کے جبار تک پہنچ گئی۔

"مُجھے ایک بات سمجھ نہیں آ رہی۔"چل چل کر پاؤں تھک گئے تھے اِسی لیئے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اُس نے اپنے عین سامنے دیوان پر بیٹھتے جبار کو چونکا دیا۔

"کوئی کسی کو جانے بغیر اُس سے نفرت کیسے کر سکتا ہے؟" اُسکے لہجے میں سوگواری سے زیادہ کچھ اور ٹھٹکا دینے والا تھا۔

"اِس میں نہ سمجھ میں آنے والی کون سی بات ہے۔بہت سے لوگ بغیر سبب کے نفرت کر سکتے ہیں۔" وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ سید قاسم مُجتبیٰ کے بارے میں بات کر رہی ہے۔

"عجیب یہ ہے کہ جانے بغیر مُجھ سے پہلی بار کوئی نفرت کر رہا ہے ورنہ عموماً لوگ مُجھے جان لینے کے بعد نفرت کرتے آئے ہیں۔"اُسکے سادہ انداز پر جبار کی سیاہ آنکھیں کھڑکی سے باہر دیکھتیں سبز آنکھوں پر ساکن رہ گئیں۔وہ ابھی بھی اُسکی موجودگی میں حجاب سے چہرہ چُھپانا نہیں بُھولی تھی۔

"اور اِیسا کیوں ہے؟" وہ ہمیشہ سے ہی صاف گو تھا مگر اُسکے سوال پر حُسن المآب نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو اُسکی جانب فرصت سے دیکھ رہا تھا۔ایک ہفتے بعد وہ اُسے نظر آ گئی تھی یا پھر یہ بھی سید حویلی کا احسان تھا۔

"میں نے کبھی وجہ جاننے کی کوشش نہیں کی۔"اُسکا انداز صاف پہلو تہی کرنے والا تھا مگر جبار کا اِرادہ بات کو طول دینے کا تھا۔

"کِس لیے؟" ایک بار پِھر سوال آیا۔اَب کی بار اُس سوال پر حُسن المآب کی آنکھوں میں تحیر سِمٹنے لگا۔

"نفرت کی وجہ جان کر کسی کی نفرت کو جب بدلا نہیں جا سکتا تو پھر سبب جان کر کیا کرنا۔"اُسکا جواب مدلل تھا۔اُس عورت کی پرکھ اور سمجھ مقابل کو متاثر کر دینے والی تھی مگر جبار جانتا تھا کہ اُس نے سامنے بیٹھی عورت سے متاثر نہیں ہونا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ دادا صاحب تمہارے لیئے نفرت محسوس کر رہے ہیں؟ کیا اُنکے الفاظ سے؟" وہ متاثر نہیں ہوا تھا مگر وہ یہ سوال کرنے سے خود کو روک نہیں سکا۔

"نہیں! اُنکے کچھ بھی کہنے سے قبل جب اُنہوں نے آپ کو اور مُجھے دیکھا تھا۔"اُسکی بات تعجب میں مبتلا کر دینے والی تھی۔

"کیسے؟" میزان حیدر یہاں جبار کو دیکھ لیتا تو غش کھا کر گر جاتا۔مبالغہ آرائی میں نہیں بالکل سچ!

"اُن کی آنکھیں مُحبت اور خیر سے خالی تھیں۔مُجھے نفرت کی پہچان بہت اچھے سے ہے۔نفرت اظہار کے بغیر بھی مقابل پر آشکار ہو جاتی ہے۔"اُسکی آخری بات پر سید جبار سُن رہ گیا۔کانوں میں اپنی ماں کے بولے گئے وہ آخری دِنوں کے جملے گونجنے لگے جو نفرت سے بہت تھک ہار کر اُنہوں نے کہے تھے۔

"اور مُحبت کی پہچان؟" کسی جذبے نے اُسکو یہ کہنے پر مجبور کر دیا اور وہ خود تک اپنے سوال کو سماعتوں میں اُترتے محسوس کر کے دِل کی دھڑکنوں کے ساتھ ٹھہر گیا۔وہ لفظ مُحبت جو اُسکے ہونٹوں پر باوجود کوشش کے نہیں آتا تھا آج بغیر کوشش، بغیر کسی تگ و دود کے کیسے آ گیا؟ حُسن المآب نے اُن ساکن سیاہ آنکھوں کو دیکھا جو اپنے ہی سوال پر اُلجھ کر تحیر زدہ تھیں۔

"مُحبت کی پہچان بھی ہے مگر مُحبت کو صرف پرکھ لینے سے، پہچان لینے سے، کسی دوسرے سے سُن لینے سے کچھ نہیں ہوتا۔" نظریں پھیر کر اُس نے ایک بار پھِر اُسی سادگی سے کہا جبکہ جبار اُسکو دیکھتا رہا۔ وہ عورت اُسکا ارتکاز گہرا کر رہی تھی۔

"اِیسا کیوں؟" سَر جھٹک کر عام سے انداز میں پھر سے سوال آیا۔

"آپ نے کبھی مُحبت نہیں کی اِس لیے نہیں سمجھیں گے۔" میزان حیدر کے وہ الفاظ اُسکی سماعتوں کا پیچھا چھوڑ چُکے تھے جبکہ اُسکے اِس قدر سہی اندازے پر سید جبار کا دِل سُکڑ کر پھیلا۔ سامنے بیٹھی عورت بہت عجیب تھی! اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہنے کی کوشش کرتا، بجتے سیل فون نے سارا طاری ہوتا سحر ایک چھناکے سے توڑ دیا۔ وہ اپنی جھنجھلاہٹ سے واقف نہیں تھا۔ بےزاری سے سیل فون جیب سے نکال کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہوئے وہ ٹیرس کی جانب سلائڈنگ ونڈو دھکیل کر باہر چلا گیا۔ حُسن المآب نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو ریلنگ پر جُھکا، اُسکی جانب پُشت کیئے سیل کان سے لگائے محو تھا۔

"وعلیکم اسلام! کہو کیا تکلیف ہے؟" اُسکے انداز پر میزان کی آنکھیں تیزی سے پھیلیں۔

"بےوفا، بےمروت شخص! وہاں جاتے ہی آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔" میزان پیچھے رہنے والوں میں سے تو تھا نہیں۔

"جب مُنہ کھولنا، فضول ہی بولنا۔ آفس میں سب سہی جا رہا ہے؟" اُسکی دوہائی نظر انداز کر کے بڑی سہولت سے پوچھا گیا جبکہ میزان دانت پیس کر رہ گیا۔

"سب پرفیکٹ اور انتہائی پُرسکون۔" اُسکے چباتے لہجے پر جبار نے اپنی مُسکراہٹ دبائی۔

"محسوس ہورہا ہے۔"میزان کو جلانا اُسکا پسندیدہ ترین مشغلہ تھا۔

"سب چھوڑ! دادا صاحب نے تُجھے اور بھابھی کو دیوار میں تو نہیں چُنوا دیا؟" اُسکی بےڈھنگی بات پر جبار نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"جی! وہیں سے بات کر رہا ہوں۔"اُسکے لہجے پر میزان کا قہقہ بےساختہ تھا۔ دونوں ایک دوسرے کا ادھار تو رکھنا جانتے ہی نہیں تھے۔

"وہ۔۔۔بھابھی کو زیبا مصیبت کا معلوم ہوا؟" میزان کے جھجھکتے لہجے پر جبار کا چونک جانا واجب تھا۔ یک دم اُسکے چہرے پر سخت سنجیدگی چھانے لگی۔اُس زیبا نامی مصیبت کو تو وہ بالکل ہی بُھول گیا تھا۔ بےچینی سے پیشانی سہلاتے ہوئے اُس نے پیچھے چہرہ پھیر کر دیکھا مگر حُسن المآب شاید نماز پڑھنے اُٹھ گئی تھی۔باہر گہری ہوتی رات کو پرسوچ نظروں سے دیکھتے ہوئے اُسکا ذہن جمع تفریق کر رہا تھا۔

"وہ۔۔۔میں نے تجھے کچھ بتانا بھی تھا۔"میزان کی جھجھکتی آواز پر جبار کا ماتھا ٹھنکا۔

"کیا؟" اُسکے سوال پر میزان نے تھوک نگلا۔اَب وہاں جاتے ہی حُسن المآب اور جبار پر جلد بات کُھل جانی تھی اِیسے میں وہ اپنا جُھوٹ جبار سے مزید پوشیدہ رکھ کر روزانہ ندامت میں گرفتار نہیں رہنا چاہتا تھا۔

"کیا بتانا ہے؟" اُسکی جانب سے طویل ہوتی خاموشی پر جبار نے تیزی سے کہا جبکہ میزان نے اپنا خشک گلا تر کیا۔

"وہ۔۔۔میں نے تیری شادی سے پہلے بھابھی سے ایک جھوٹ بولا تھا۔"اُسکے جواب پر لمحے بھر کے لیئے جبار ٹھٹکا۔کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

"کیسا جُھوٹ؟" اُسکا سوال بہت مدہم، بے حد آہستہ تھا۔بے ساختہ میزان نے آنکھیں موند لیں۔

"یہ کہ تُو۔۔۔۔"اُسکو رُکنا پڑا۔

"یہ کہ میں۔۔۔"جبار نے آہستگی سے دُہرایا۔

"بھابھی سے مُحبت میں مُبتلا ہے۔۔۔"تیزی سے جملہ مکمل کیا گیا۔

"حُسن المآب سے مُحبت میں مُبتلا ہوں۔۔۔"اُس نے آہستگی سے جس طرح برجستگی سے کہا، آنکھیں میچ کر بیٹھے میزان حیدر کی آنکھیں پٹ سے کُھلیں۔جبار کی ریلنگ پر گرفت سخت ہوئی۔سماعتوں میں حُسن المآب کے کچھ دیر پہلے کے کہے گئے الفاظ گونجنے لگے۔ماتھے پر لاتعداد شِکنوں کا جال بچھنے لگا۔ دِل کی دھڑکنیں سُست تر ہو گئیں۔

"کب سے؟" کچھ دیر بعد اُسکی جانب سے کیئے جانے والے سوال پر میزان حیدر کے سہی معنوں میں ہوش اُڑے۔آج مُحبت نامی لفظ پر وہ ہتھے سے نہیں اُکھڑا تھا۔

"پہلی نظر سے۔"گردن سہلاتے ہوئے مسکینیت سے کہا گیا۔جانتا تھا کہ اگر جبار سامنے ہوتا تو اُسکو گردن سے دبوچ لیتا مگر شُکر ہے فلحال وہ سامنے نہیں تھا۔جبار نے سختی سے لب بینچ لیئے۔آنکھوں کے سامنے وہ ٹکراؤ پھِر سے تازہ ہونے لگا جب حُسن المآب اُس سے ٹکرا کر جبار کے کندھے سے آ لگتے ہی جبار کو دیوار سے لگا گئی تھی کیونکہ وہ اُس افتاد کے لیے تیار نہیں تھا۔اُس چہرے پر گھبرائے،

بوکھلائے تاثرات اُس کو ابھی تک ازبر تھے اور یہ یکسر پہلی بار تھا ورنہ وہ کسی سے بھی پہلی ملاقات اِس قدر جاذبیت سے یاد نہیں رکھتا تھا تو وہ بےتکی، اُلجھن میں مُبتلا کرتی مُلاقات کیوں ذہن میں اِس قدر واضح تھی؟؟؟

"کچھ کہے گا نہیں؟" اُسکی طویل ترین ہوتی خاموشی پر میزان کی زُبان میں خارش ہوئی اور جبار چونک کیا۔

"کیا کہنا چاہیئے؟" اُسکے لہجے پر ٹھٹکتا میزان اُلجھ گیا۔

"گالیاں!" دانت نکوس کر جواب آیا۔

"ہو تم اِسی کے اہل مگر گالیاں دینے سے تیرے وہ الفاظ واپس نہیں ہو سکتے۔" اُسکے مدہم لہجے پر میزان کے چہرے سے مُسکراہٹ معدوم ہو گئی۔

"سوری یار! مُجھے معلوم ہے میں نے بہت گھٹیا حرکت کر دی مگر قسم سے اُن دِنوں تیری شادی کسی بھی حال میں کروانے کا جُوش مُجھ پر اِس قدر غالب آ گیا تھا کہ۔۔۔۔"وہ جو جُوش میں کہنے والا تھا، ٹھہر گیا کیونکہ جبار نے اُسکا جملہ اُچک لیا تھا۔

"کہ مُحبت کو بیچ میں لے آیا۔وہ جذبہ جِس سے مُجھے سخت نفرت ہے۔"اُس نے بامُشکل ضبط کر کے کہا۔

"مُجھے اپنی بکواس لفظ بالفظ بتاؤ جو تم نے حُسن المآب سے کہی تھی۔" اُسکے اگلے مطالبے پر میزان نے سر کُھجایا۔اِیسا نہیں تھا اُسے اپنے الفاظ نہیں یاد تھے مگر وہ الفاظ سُننے کے بعد پیش آنے والے نتائج اُسے معلوم تھے۔

"من و عن سُنانے کو رہنے دیتے ہیں بس میں نے بھابھی سے کہا تھا کہ تُو اُن سے اچھی خاصی مُحبت میں مُبتلا ہے۔"انداز صاف پہلو تہی کرنے والا تھا۔جبار کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ سیل فون سے گُھس کر اُسے مارتا۔

"میزان حیدر!" لب بینچ کر جس سختی سے کہا گیا، میزان نے اُسی تیزی سے کال مُنقطع کر دی۔بُجھتی سیل سکرین آنکھوں کے سامنے کر کے چند پل وہ خالی الذہنی سے یوں ہی کھڑا رہا۔واپس پلٹ کر کمرے میں آتے ہی اُسکی نگاہ دیوان پر چادر تان کر آرام سے سوتی حُسن المآب تک گئی۔خاموش قدموں سے وہ اُس تک آیا جِس نے اپنے سر کا دوپٹہ نیند میں بھی چہرہ پر ڈال رکھا تھا۔وہ جو ہاتھ بڑھا کر اُسکا دوپٹہ پیچھے کرنے والا تھا، سر جھٹک کر پیچھے ہوا۔میزان حیدر سے وہ سب سُن لینے کے باوجود اُس نے کیوں جبار سے کہا کہ آپ نے کبھی مُحبت نہیں کی، کیوں؟ وہ جتنا سوچتا، اُلجھتا جاتا۔

صبح اُسکی آنکھ بروقت نہیں کُھل سکی۔پوری رات کی اُلجھن نے سید جبار کو سونے نہیں دیا اور وہ اتنا نمازی نہیں تھا مگر فجر قضا کرنا اُسکے معمول کا حصہ نہیں تھا۔نیند میں اُسکے ایسا محسوس ہوا جیسے دور سے اُسے کوئی پُکار رہا ہے۔سیدھے ہو کر اُس نے کمفرٹر چہرے تک یوں ڈال لیا کہ بس آنکھیں واضح تھیں۔

"جبار!" کب سے تو وہ اُسے جگانے کی کوششیں کر رہی تھی۔یا اللہ! یہ انسان بھنگ پی کر سو رہا ہے کیا؟

"جبار!" اب کی بار پکارنے کے ساتھ اُس نے نرمی سے کمفرٹر اُسکے چہرے سے کھینچا اور جبار کی نیند بھک سے اُڑی۔چند لمحے کے لیے اُسکا دِل ٹھہرا رہا۔دُھندلی آنکھوں کے پار نظر آتا چہرہ اُسکی ماں حُسنہ کا نہیں، اُسکی بیوی حُسن المآب کا تھا۔چہرے پر ہاتھ پھیر کر وہ جیسے ہی اُٹھا، حُسن المآب تیزی سے پیچھے ہو گئی۔

"فجر کی نماز کا وقت نکل جائے گا۔" مدہم سا کہہ کر وہ واپس پلٹ کر دیوان پر جا کر بیٹھ گئی۔جبار نے بالوں میں ہاتھ پھیر کر بستر سے قدم نیچے رکھے اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ایک نظر اُسکو دیکھا جو اُسکی جانب پشت کیئے دوپٹہ نماز کے انداز میں کیئے قرآن پاک جُزدان میں چوم کر رکھ رہی تھی۔چند پل وہ اُسکے نیم رُخ کو دیکھے گیا۔وہ جو اپنی ماں کو بھولا نہیں تھا اِس عورت کی موجودگی میں اَب ہر روز اپنی ماں کو دیکھنے، سُننے اور محسوس کرنے لگا تھا، نہ جانے کیوں؟ حالانکہ وہ اُسکے ماں جیسی نہیں تھی۔اُسکا جبار کی ماں سے دُور دُور تک کوئی تعلق نہیں تھا۔حُسن المآب کے دیکھنے سے قبل وہ واش روم کی جانب بڑھ گیا جبکہ دروازہ بند ہونے کی آواز پر اُٹھتے ہوئے قرآن پاک ریک میں رکھ کر اُس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔یہ ایبٹ آباد میں واقع گاؤں تھا۔جہاں لوگ جلد اُٹھ جاتے تھے مگر یہاں کی صبحیں سرد تھیں۔سیاہ شال کندھوں پر ڈالتے ہوئے وہ کچھ سوچ کر کمرے سے باہر نکل کر چند لمحے راہداری میں کھڑی رہی۔

"کیا معلوم جبار کی دادو سو رہی ہوں اور باقی سب کو حُسن المآب کا یوں گھومنا پسند نہ آئے۔"سوچ کر اِس سے پہلے وہ پلٹتی، کچن کو جاتی زینب کی نگاہ وہاں گئی اور وہ مُسکرا کر تیزی سے اُسکی تک آئی۔

"اسلام و علیکم بھابھی!" جانی پہچانی آواز پر حُسن المآب تیزی سے پلٹی اور مُسکرا دی۔

"وعلیکم اسلام زینب! کیسی ہو؟" نرمی سے کہہ کر وہ زینب کی جانب بڑھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔آپ اتنی جلدی جاگ گئیں؟" ظاہر ہے وہ زینب کے لیئے شہری عور تھی۔

"فجر کی نماز کے لیئے جاگی پھر سوچا دادو کو دیکھ لوں اگر وہ جاگ رہی ہوں۔"اُسکے جواب پر زینب نے مسکرا کر اُسکو دیکھا۔

"دادو تو فجر کی اذانوں سے پہلے ہی جاگ جاتی ہیں مگر جبار بھائی اور آپ کے آتے ہی دادو تو سہی ایکٹو ہو کر چلنا شروع ہو گئی ہیں۔"زینب اُسکو لیئے دادو کے کمرے میں جانے کے بجائے باہر کو کھلتے لکڑی کے آبنوسی دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی۔

"ڈاکٹر نے دادو کو صبح کی واک کا کہا ہوا تھا جو دادو نے ایک ہفتے سے چھوڑی ہوئی تھی۔"زینب کے بتائے جانے پر وہ دادو کی جبار سے مُحبت پر مُسکرا دی۔

"یعنی دادو کو جبار سے بہت زیادہ مُحبت ہے۔"وہ یہ خود کو کہنے سے روک نہیں سکی۔

"اِیسی ویسی! دُنیا میں دادو اور جبار سوائے ایک دوسرے کے کسی کی نہیں مانتے اور یہ بات آغا جان کو بھی معلوم ہے۔"زینب نے ہنستے ہوئے جیسے اُسکی معلومات میں مزید اضافہ کیا۔

"آغا جان کون؟ تم لوگوں کے دادا صاحب؟" اُس نے جبار کو یہی کہتے سُنا تھا تو اُسے یونہی لگا سب یہی کہتے ہوں گے۔اُسکے یوں کہنے پر زینب نے سٹپٹا کر اِدھر اُدھر دیکھا اور تیزی سے اُسکے سامنے آ کر رُکی۔حُسن المآب کو بھی ناسمجھی سے بروقت رُکنا ہڑا۔

"یہاں سب اُنکو آغا جان کہتے ہیں سوائے جبار بھائی کے۔اُنکی آغا جان سے بالکل نہیں بنتی اِس لیئے وہ طنز میں اُنکو دادا صاحب کہتے ہیں اور آغا جان کی چونکہ دادو سے لو میرج ہے اور دادو کو اصل لو جبار بھائی سے ہے تو آغا جان مجبور ہو جاتے ہیں۔"اُسکے بتائے جانے پر حُسن المآب نے جھینپ کر زینب کو دیکھا جو اُسکے تاثرات دیکھ کر ہنس دی۔

"تمہارے جبار بھائی کی اپنے دادا سے کیوں نہیں بنتی؟" اپنے سوال پر سامنے کھڑی زینب کی تیزی سے سِمٹتی مُسکراہٹ دیکھ کر اُسکو معلوم ہو گیا کہ اُسے اِس سولا کا جواب نہیں چاہیئے۔

"اُو وہ رہیں دادو!" اُسکے عقب سے پنچ کے اردگرد آہستگی سے چلتیں ضوفشاں بیگم کو دیکھ کر کہتے ہوئے اُس نے زینب کو بروقت مُشکل سے بچا لیا تھا۔

"اسلام و علیکم دادو!" اُن دونوں نے ایک ساتھ سلام کرتے ہوے ضوفشاں بیگم کو چونکنے پر مجبور کر دیا۔ٹھہر کر پیچھے دیکھا اور پِھر اُن دونوں کو دیکھ کر جو زندگی سے بھرپور مُسکراہٹ اُنکے چہرے پر طاری ہوئی اُس پر حُسن المآب کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا، دِل کی دھڑکن ماند ہوئی۔

"کیسی طبیعت ہے آپکی؟" زینب کے متوجہ ہونے سے قبل اُس نے آگے بڑھ کر دادو کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگاتے ہوئے زینب اور دادو کا سیروں خون بڑھا دیا۔لگتا نہیں تھا وہ اِس سے کل مِلے

ہیں۔اپنائیت اور مُحبت سے سالوں کا یارانہ لگ رہا تھا۔کوئی اِتنی جلد کیسے کسی کے دِل میں کر گھر سکتا ہے؟ ضوفشاں بیگم اور زینب صرف یہ سوچ کر ہی رہ گئے۔

"اللہ کا شُکر بیٹا۔تم بتاؤ؟ نئی جگہ پہ نیند تو سہی آئی نہ؟" اَب وہ تینوں بینچ پر یوں بیٹھ گئی تھیں کہ دادو درمیان میں، زینب اور حُسن المآب اُنکے دائیں، بائیں۔

"بہت اچھی نیند آئی۔اصل میں دادو میں کبھی بھی، کہیں بھی آرام سے سو سکتی ہوں۔"اُسکے جواب پر دادو کی مُسکراہٹ بےساختہ تھی۔

"تم ہوبہو حُسنہ ہو!" ضوفشاں نے چہرہ پھیر کر اُسکا چہرہ محبت سے دیکھا جبکہ زینب بھی آگے ہو کر سوگواری سے اُسکو دیکھے گئی۔

"آپ کو معلوم ہے میری نانو مُجھے پیار سے حُسنہ کہتی تھیں۔"اُنکی آنکھوں میں مُحبت نمی بن کر چمکتے دیکھ کر وہ خود کو کہنے سے روک نہیں سکی جبکہ زینب اور ضوفشاں بیگم تحیر سے اُسکو دیکھنے لگیں۔اِتنے اتفاقات کا دُنیا میں ہونا ممکن ہے؟؟

"ایسے لگ رہا ہے جیسے میرے جبار کی بےرنگ، خُشک اور سخت زندگی میں بہار آگئی ہے۔"اُسکے چہرے کو یونہی دیکھتے دیکھتے ضوفشاں بیگم کا لہجہ مدہم ہو گیا جبکہ حُسن المآب نے ناسمجھی سے چہرہ آگے کر کے زینب کو دیکھا جو شرارت سے مُسکرا رہی تھی۔

"کیسی بہار؟" اُسکے برجستہ سوال پر زینب نے مُسکراہٹ دبائی جبکہ ضوفشاں بیگم نے اُسکی جانب رُخ کر کے اُسکا معصوم چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے لیا۔قریب آتے جبار نے بےساختہ گردن کی پُشت پر ہاتھ پھیر کر حُسن المآب کا حیران چہرہ دیکھا۔

"تمہارا آنا کسی بہار سے کم تو نہیں۔"اُنکے جواب پر حُسن المآب کی پلکیں لرز کر جُھکیں جبکہ زینب کا قہقہہ بےساختہ۔

"اللہ بھائی! آپکی بیگم تو اِتنا خوبصورت شرماتی ہیں اپنی تعریف پر۔آپ تو گئے کام سے۔"زینب کی بات پر بوکھلا کر حُسن المآب نے چہرہ پھیرا اور جبار کی ٹھہرتی نظروں پر نظریں تیزی سے پھیر لیں۔

"میں تو گیا کام سے، ہاں!" مدہم سا کہہ کر قریب آتے جبار نے لمحے بھر کے لیئے سب جانتی حُسن المآب کی دھڑکن روک دی وہ دوبارہ خود پر جمی نظروں کی جانب نہیں دیکھ سکی۔ وہ جو جذبوں سے خالی آنکھوں میں بلا جھجھک دیکھ لیتی تھی، اُن سیاہ، چمکتی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکی۔

"دیکھ رہی ہیں دادو ہمارے سامنے اعتراف کر رہے ہیں بےشرمی سے۔"زینب نے مُسکراہٹ روک کر چمک کر کہتے ہوئے دادو کو ہنسنے پر مجبور کر دیا جبکہ جبار بغیر سٹپٹائے آرام سے چل کر سامنے آ کھڑا ہوا۔

"اِس میں بےشرمی والی کیا بات۔غیر عورت کو تو نہیں کہہ رہا۔"وہ فرصت سے زینب کی جانب متوجہ ہو کر کہہ رہا تھا جبکہ حُسن المآب نے اُسے دھڑکنوں سے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جو اُسے انجانے میں **'اپنا'** کہہ گیا تھا۔وہ اُسکے لیئے غیر عورت نہیں تھی؟؟

دادو نے محبت سے جبار کے صحت مند چہرے کو دیکھا۔ آنکھوں کی سطح بھیگنے لگی تھی مگر اُنکو اِس بےانتہا خوشی کے موقعے پر رونا نہیں تھا۔ اُنکی نظروں پر جبار نے اُنکو دیکھا اور پھر بےاِختیار جُھک کر پنجوں کے بل بیٹھ کر دادو کی گود میں سر رکھ دیا۔ حُسن المآب چہرہ جُھکا کر اُسکو دیکھنے لگی جس نے چہرے کا رُخ حُسن المآب کی جانب کر رکھا تھا مگر آنکھیں موند لیں تھیں۔ زینب نے مُسکراہٹ دبا کر حُسن المآب کی محویت پر دادو کو ٹہوکا دے کر اُس جانب متوجہ کیا اور ضوفشاں بیگم بھی آسودگی سے مُسکرا کر جبار کے گھنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔ ایسا نہیں تھا کہ یہاں سے جانے کے بعد وہ دس سالوں تک سب کی طرح اُن سے کبھی نہیں ملا تھا۔ وہ اکثر اُن سے سید حویلی کے علاوہ ہسپتال میں، شہر میں ملتا رہا تھا مگر جو سکون اُسکو سید حویلی آتے دیکھ کر اُنکے رگ و پے میں اُترا تھا اُسکا کوئی نعم البدل نہیں تھا۔

"چلو اب ناشتے کا وقت ہونے والا ہے۔" جبار کا سر تھپتھپا کر اُنہوں نے اُسکو پیچھے ہو کر سنجیدہ ہونے پر مجبور کر دیا جبکہ حُسن المآب نے تیزی سے نگاہیں پھیر کر اردگرد سبزہ زار کو دیکھنا شروع کر دیا۔

"سب کے ساتھ مِل کر ناشتہ کرنا ہے ٹیبل پر۔" اُسکے چہرے کے تاثرات پڑتیں ضوفشاں نے مُحبت بھری تنبیہہ سے جبار کو بدمزہ کر دیا۔ حُسن المآب نے پھر سے اُسکو دیکھا جسکے چہرے کے کچھ دیر پہلے والے نرم تاثرات ہوا میں تحلیل ہو گئے تھے۔ وہ وہی جبار بن گیا تھا جس سے حُسن المآب متعارف ہوئی تھی۔ سخت اور کُھردرا! دادو کو سہارا دے کر اُٹھاتے ہوئے وہ بہت سنجیدگی سے اندر کی جانب بڑھ رہا تھا جبکہ پیچھے آتی حُسن المآب اور زینب ادھر اُدھر کی باتوں میں مصروف ہو گئیں تھی۔ حُسن المآب نے کوئی تجسس نہیں پالنا تھا، کچھ نہیں سوچنا تھا، کچھ نہیں پوچھنا تھا۔

ہال کمرے میں شاہانہ طویل و عریض ڈائینگ ٹیبل پر ملازمین ناشتہ رکھ رہے تھے۔باقی سب آٹھ بجتے ہی ہال میں صوفے پر بیٹھے ناشتے کا انتظار کر رہے تھے کہ قدموں کی آہٹ پر چہرہ پھیر کر دیکھا اور سب سے پہلے مُسکرا کر، خوشدلی سے اُٹھنے والیں مروہ بیگم تھیں۔

"اسلام و علیکم!" حُسن المآب اور جبار نے بروقت قدرے اونچا مشترکہ سلام کیا جبکہ مروہ بیگم نے جبار کے سر پر ہاتھ پھیر کر حُسن المآب کا ہاتھ مُحبت سے تھام لیا۔عاقب اور زیبا نے کینہ توز نظروں سے اُن دونوں کو دیکھا جنہوں نے اُنکو دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔دادو کو بٹھا کر جبار نے ایک نظر اپنی جانب دیکھتے قاسم مجتبیٰ پر ڈال کر اُسی تیزی سے ہٹا لی۔وہ صبح ہی صبح اُن سے جھگڑا کر کے ماحول خراب نہیں کرنا چاہتا تھا جبکہ اُسکے انداز پر قاسم مُجتبیٰ لب بینچ کر رہ گئے۔

"ادھر بیٹھو دونوں!" خالی صوفے پر دونوں کو ایک ساتھ بٹھانے والی مروہ بیگم کی چھوٹی بہن فروہ تھیں۔عاقب کی بانسبت معیز کے چہرے کے تاثرات کافی خوشگوار اور دوستانہ تھے۔

"تمہیں معلوم ہے حُسنہ کتنے عرصے بعد میرا جبار ہم سب کے ساتھ ناشتہ کرے گا۔ایک میز پر؟" دادو کے اچانک سوال پر جہاں حُسن المآب نے مُسکرا کر اُنکو دیکھا وہیں بہت سے چہرے پھیکے پڑے، کئی کے رنگ اُڑ گئے جبکہ اُس نام پر قاسم مُجتبیٰ نے سُرخ چہرے کے ساتھ تحیر سے جبار کی بیوی کو دیکھا جو سلیقے سے سر پر حجاب کی صورت دوپٹہ اوڑھے، سیاہ چادر کندھوں پر پھیلائے چہرے پر نرم تاثرات لیئے جبار کی دادو کے سوال پر نفی میں سر ہلا رہی تھی۔اُس نام پر خجستہ بیگم نے پہلو بدل کر اپنے بابا صاحب کو دیکھا جن کا سارا جلال اور دبدبہ ایک اس جبار کے سامنے مصلحت کی چادر اوڑھ کر خاموش ہو جاتا تھا۔

"پورے دس سال بعد۔"اُنکے جواب پر حُسن المآب نے تحیر سے آنکھیں پھیلا کر جبار کی جانب چہرہ پھیرا جو صوفے کی پُشت سے ٹیک لگائے ایک بازو پیچھے دراز کر کے بیٹھا تھا۔

"سچ میں جبار!" اُن سبز آنکھوں کی حیرانگی پر سید جبار کا دِل ایک بار تھمنے لگا۔اَب وہ اُسکے یوں چہرہ چُھپانے پر جھنجھلایا نہیں تھا کیونکہ سامنے ایک عاقب نامی منحوس شخص بھی بیٹھا تھا۔اُسکے تحیر اور جبار کے چہرے کے محو تاثرات پر زیبا کو آگ لگنے لگی۔

"لگتا ہے جبار نے تمہیں اپنے بارے میں بہت کچھ نہیں بتایا۔"جبار محو ہی رہتا اگر جو وہ پاٹ دار آواز اُسکے کانوں س نہ ٹکراتی۔جبار اور حُسن المآب کی چونکتی نگاہ بیک وقت زیبا تک گئیں۔اُن کینہ توز نظروں میں کچھ اِیسا بھسم کر دینے والا تاثر تھا کہ حُسن المآب کا دِل کہیں اندر تک کانپ گیا۔

"بے مقصد، غیر ضروری باتیں جبار اپنی بیوی کو بتانا بھی نہیں چاہتا۔"اُسکا جواب بھی سرد، بہت سرد سا تاک کر یوں آیا تھا کہ زیبا اور قاسم مُجتبیٰ صاحب کے چہرے سُرخ کر گیا۔حُسن المآب نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے نگاہیں اُن لوگوں سے پھیر لیں جو دِل کو خوفزدہ اور اُلجھن میں مُبتلا کر رہے تھے، پہلی مُلاقات سے!

"اِس لڑکی کا آگے پیچھے کوئی ہے بھی یا نہیں؟"کب سے لب بھینچ کر اپنی بیٹی کی سوتن کو گھورتیں خجستہ بیگم نے غلط وقت پر زُبان کھولی تھی۔حُسن المآب نے سپید پڑتے چہرے سے جبار کو دیکھا جو نہایت اطمینان سے ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہو کر بیٹھ رہا تھا۔

"کیا آپ نے اپنے بابا صاحب سے یہ نہیں سُنا کہ یہ عورت سید جبار کی من چاہی بیوی ہے، دِل کی آمد گی؟" اُسکے سوالیہ انداز میں کچھ بھی سوالیہ نہیں تھا مگر حُسن المآب کا دِل زندگی میں بہت پہلی بار ساکن ہونے کے بجاے اتنی تیزی سے دھڑک اُٹھا کہ اپنے دِل کی دھڑکنوں وہ کانوں میں سُن رہی تھی۔وہ نہیں جانتی تھی کہ اُسکا سپید چہرے پر خون کی روانگی بڑھنے کے باعث چہرہ گلابی ہونے لگا تھا۔ جبار نے چہرہ پھیر کر اُن سبز حیران آنکھوں کو، اُس گلابی ہوتے چہرے کو دیکھا اور اُسے لگا وہ یہیں کہیں، ساری عمر کے لیئے ٹھہرا رہ جائے گا اگر جو دِل اور نظر کو چُھڑایا نہیں گیا۔

"سو اِن باتوں سے نہ کبھی میرے باپ کو فرق پڑا نہ ہی سید جبار کو فرق پڑے گا۔"دِل میں لمحے پہلے اُٹھنے والی قیامت کے آثار اُسکے سنجیدہ، سخت چہرے پر نہیں تھے جبکہ خجستہ بیگم نے تیزی سے قاسم مُجتبیٰ کو دیکھا جو صوفے کے دست ہر ہاتھ رکھے، مُٹھیاں بینچ رہے تھے۔

"ناشتہ لگ گیا ہے!" ملازمہ نے آکر کہتے ہوئے قاسم مُجتبیٰ اور جبار کے بیچ ہونے والی تیسری عالمی جنگ کو ہونے سے روک دیا۔جبار نے اُٹھ کر ضوفشاں بیگم کو سہارے سے اُٹھایا اور ڈائینگ ہال کی جانب بڑھا جبکہ نہ تھمنے والی تیز دھڑکنوں، کانپتے قدموں کے ساتھ حُسن المآب بھی اُٹھ کر زینب کے ساتھ اُنکے پیچھے گئی۔

"وہ کئی سالوں بعد کچھ دِنوں کے لیئے آیا ہے کوئی ہمیشہ کے لیئے نہیں کہ آپ سب کو تحفظات لاحق ہونے لگ گئے ہیں۔"تیزی سے اُٹھتی مروہ بیگم نے اُن سب کے بجائے صرف قاسم مُجتبیٰ کو دیکھتے ہوئے جس سنجیدگی سے کہا، وہ ششدر کر دینے والی تھی۔ارباز اور افکار صاحب نے بوکھلا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔اِس سے پہلے کہ کوئی مزید کچھ کہتا مروہ بیگم بھی تیز قدموں سے نکل گئیں۔پیچھے

بیٹھے کئی لوگ پیچ و تاب کھاتے رہ گئے تھے۔زیبا صلاح دین آرام سے بیٹھنے والی نہیں تھی۔اُسکو اَب کوئی نہیں روک سکتا تھا۔

ناشتے کے وقت بھی ہال میں بالکل خاموشی چھائی رہی لیکن اُس خاموشی میں چال بازی، سازش اور مکاری کی بُو جبار، زینب، مروہ بیگم اور دادو صاف محسوس کر رہے تھے سوائے بے خبر حُسن المآب کے۔ناشتہ کرتے جبار کے چہرے پر بہت پُرسوچ قِسم کے تاثرات تھے۔ اُسے یہاں آنے کا فیصلہ اپنا سِرے سے غلط لگ رہا تھا۔اِس گھر کے چند مکینوں کی فطرت میں ڈسنا تھا اور وہ اِس فطرت سے کبھی باز نہیں آ سکتے تھے۔وہ اور اُسکا باپ تو ڈسے جا چُکے تھے مگر جبار، حُسن المآب کو اُنکے زہر آلود ارادوں سے ہر ممکن بچانا چاہتا تھا۔کسی متفکر سوچ کے ساتھ اُس نے چہرہ پھیر کر اپنے برابر بیٹھی، ناشتہ کرتی حُسن المآب کے نیم رُخ کو دیکھا۔وہ نیم رُخ جو جبار پر واضح تھا۔اُسکی نظروں کی تپش پر حُسن المآب نے اُنہی مُنتشر نظروں کے ساتھ بامُشکل چہرہ پھیرا۔سبز آنکھیں لرز کر اُٹھیں اور جبار واپس نظریں نہیں بدل سکا۔اُن آنکھوں میں آباد ایک دُنیا سے نگاہ چُھڑانا کوئی بہت آسان کام نہیں تھا۔وہ سبز خوبصورت آنکھیں دِل میں اندر تک اُتر جانے والی تھیں اور جبار اُن آنکھوں کے بارے میں اِیسا سوچتے ہی تیزی سے خود سے، اپنے دِل سے، اُن آنکھوں سے نگاہ چُرا گیا۔

"دادو! آپ کی طبیعت اب کیسی ہے؟" کچھ فیصلہ کرتے جبار نے اُس خاموشی کو توڑا۔وہ ناشتے سے ہاتھ کھینچ چُکا تھا۔باقی سب نے چونک کر اُسکو دیکھا جو بے حد سپاٹ اور سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"بس بیٹا! تمہیں اور حُسنہ کو ایک ساتھ دیکھ لیا ہے تو سب غم بُھول گئی ہوں۔"ضوفشاں بیگم کے مُسکراتے جواب پر بھی وہ مُسکرا نہیں سکا جبکہ خجستہ بیگم نے ماں کے حلاوت بھرے لہجے پر بے چینی سے پہلو بدلا۔یہ مُحبت اور اُلفت اُنکی بیٹی کو تو کبھی نصیب نہیں ہوئی جو اُس کل کی آئی عورت پر نچھاور کی جا رہی تھی۔

"میزان کی کال آئی تھی۔نئے پرفیوم کی لانچ ہے تو اُسکے لیئے ہمارا جانا بہت ضروری ہے۔"اُسکی اگلی بات پر زیبا اور عاقب کے کان کھڑے ہوئے جبکہ قاسم مُجتبیٰ نے چونک کر اُسکو دیکھا جسکی نگاہوں کا مرکز صرف اُسکی دادی، بیوی اور بہن تھی۔زینب نے بے چینی سے دادو کی طرف جو سمجھتی نظروں سے جبار کو دیکھ رہی تھیں۔وہ جانتی تھی کہ اُنکا پوتا جلدی واپس کیوں جانا چاہ رہا ہے۔

"بس ایک دن اور ٹھہر جاؤ پھر پرسوں چلے جانا تب تک میں حُسنہ کے ساتھ بہت سا وقت گزارنا چاہتی ہوں۔"دادو کے مان جاتے انداز پر زینب نے تحیر سے اُنکو دیکھا جبکہ جبار کے چہرے کے سنجیدہ تاثرات نرمی میں ڈھلنے لگے۔حُسن المآب نے نگاہیں چائے کے کپ پر جمائے رکھیں۔

"ویسے جبار تم نے حُسن المآب بھابھی کو کہاں دیکھا تھا؟" کب سے خاموش بیٹھے معیز کی زُبان میں خارش ہوئی جبکہ زیبا نے نگاہوں میں تنفر بھر کر خالی کپ ٹیبل پر پٹخا۔سب کی نظریں لمحے بھر کو اُسکی جانب مبذول ہوئیں سوائے اُسکے جسکی توجہ کے لیئے وہ عمل کیا گیا تھا۔جبار نے چہرہ پھیر کر نہایت اطمینان سے معیز کو دیکھا۔

"ہسپتال میں۔۔!" اُسکے مختصر جواب پر حُسن المآب نے اُس چہرے کی جانب دوبارہ نہیں دیکھا جو دھڑکنوں کا انداز بدل رہا تھا۔

"اچھا واہ! سب خیریت تھی؟" وہ بھی ناشتے سے فارغ ہو چکا تھا تبھی فرصت سے سوال کرنے لگا جبکہ ضبط سے بیٹھے قاسم مُجتبیٰ مُٹھی بھینچ کر اُٹھ کھڑے ہوئے جسکا ہمیشہ کی طرح جبار نے خاطر خواہ اثر نہیں لیا۔

"حُسن کی نانو کی طبیعت خراب تھی۔"اُسکا جواب اب بھی مدلل تھا۔اُسکے نام پر زیبا کا چہرہ اہانت سے سُرخ پڑنے لگا۔وہ موجود ہو کر بھی ہمیشہ کی طرح نظرانداز ہو رہی تھی۔

"اُو! اور آپ کو ہسپتال کیا چیز کھینچ کر لے گئی؟" اَب کے سوال کرنے والی زینب تھی جسکے لہجے میں شرارت واضح کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

"میری خوش قسمتی کھینچ کر لے گئی۔"پلٹتے قاسم مُجتبیٰ صاحب کے کانوں میں جیسے ہی اُسکا نرم مگر مطمئن لہجہ گونجا چند پل کے لیئے وہ ٹھہر گئے جبکہ حُسن المآب کے لیئے آج کا دِن عجیب مخمصے کا دِن تھا۔میزان حیدر کی باتیں جو اُس نے اپنے دل و دماغ سے کُھرچ دیں تھیں نئے سِرے سے واپس سَر اُٹھانے لگیں۔کیا سید قلبِ جبار عالم واقعی میں حُسن المآب سے۔۔۔۔؟ اِس سے آگے وہ سوچ نہیں سکی تھی۔

"دیکھتے ہیں کہ یہ خوش قسمتی کب تک قائم رہتی ہے۔"کوئی حسد سے دِل میں مصمم ارادہ کر رہا تھا۔

وہ دادو کے ساتھ اِتنی دیر تک نہ جانے کون کون سی باتیں کرتی رہی تھی کہ وقت گزرنے کا معلوم نہیں ہو سکا۔ضوفشاں بیگم اُسے جبار کے بچپن کے قصے، خاندان کی چھوٹی موٹی باتیں بتاتی رہی تھیں

اور وہ جس دلچسپی سے سُنتے ہوئے بیچ میں ٹکڑے لگا رہی تھی اُس پر کمرے میں داخل ہوتی زینب نے اپنی مُسکراہٹ دبائی۔

"میں چار گھنٹے پہلے آئی تھی تب بھی آپ دونوں غیبتیں کر رہی تھیں۔" اُسکے کہے جانے پر دادو اور حُسن المآب نے باتیں ترک کر کے اُسکو دیکھا، خفگی سے۔جیسے وہ اُن دونوں کی کوئی بہت اہم باتوں میں مُخل ہو گئی ہو۔

"غیبتیں نہیں کر رہے ہم۔دادو مُجھے جبار کے اِتنے مزے مزے کے بچپن والے قصے سُنا رہی ہیں۔" اُسکے شوقین لہجے پر زینب مُسکرا کر اُسکے بے رِیا چہرے کو دیکھتی رہی۔یقیناً جبار بھائی اُسے یہاں سب باتوں کے بارے میں آگاہ کر کے لائے تھے پِھر بھی وہ کتنے ظرف والی عورت تھی نہ۔کسی مَرد کی زندگی میں دوسری عورت ہونا آسان نہیں ہوتا۔

"جبار کی سب سے زیادہ بچپن میں کِس سے بنتی تھی؟" زینب کے تاثرات سے بے خبر وہ ایک بار پِھر دادو سے پوچھ رہی تھی۔

"معیز سے کیونکہ دونوں کی ذہنی مطابقت کافی زیادہ تھی۔"دادو کے جواب پر حُسن المآب نے سمجھ کر سَر ہلایا۔

"زیبا اور عاقب سے کیوں نہیں؟" اُسکے اگلے سوال پر دادو اور زینب کی مُسکراہٹ بیک وقت سِمٹی جو حُسن المآب کی آنکھوں سے پوشیدہ نہیں رہا تھا۔

"بس جبار کی اِن دونوں سے بہت بچپن سے لے کر اَب تک نہیں بنی۔" دادو کے بجائے جواب زینب کی جانب سے آیا جو گھوم کر دادو کے سرہانے بیٹھ رہی تھی۔

"اچھا! کوئی خاص وجہ؟" وہ جبار کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتی تھی جبکہ اُسکے سوال پر زینب کا دماغ کچھ سوچ کے بھک سے اُڑا۔

"آپ کو جبار بھائی نے نہیں بتایا؟" اُسکے سوال میں کوئی اِیسا خدشہ پنہاں تھا کہ حُسن المآب ساکن ہو گئی۔ دادو نے اُسکے بے خبر چہرے کو دُکھتے دِل سے دیکھا۔

"کِس بارے میں؟" وہ واقعی بے خبری سے سوال کر رہی تھی۔ زینب نے دہل کر اپنی طرح گھبرائی ہوئی دادو کو دیکھا۔

"زیبا اور عاقب کے بارے میں؟" وہ صرف زیبا کا نام لے کر حُسن المآب کو مشکوک نہیں کرنا چاہتی تھی جبکہ حُسن المآب نے بے ساختہ نفی میں سَر ہلایا۔

"جبار نے کبھی اِن دونوں کا ذکر تک نہیں کیا۔" اَب وہ اُنہیں یہ تو کہنے سے رہی کہ اُن دونوں کی شادی کو دِن ہی کتنے ہوئے ہیں اور جبار جو اُس سے اِتنا بے خبر رہا تھا، کیسے اُسے کچھ بتاتا وہ بھی اپنے ذاتی، نجی معاملات۔ زینب تیزی سے بستر سے اُٹھ کر دروازے کی طرف گئی جبکہ حُسن المآب نے کچھ نا سمجھی اور تعجب سے زینب کی عُجلت کو دیکھا کر دادو کے پھیکے لڑتے چہرے کو پریشانی سے دیکھا۔

"دادو! آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" کہہ کر اُس نے اُنکے ہاتھ تھام کر ٹھٹک کے اُنکو دیکھا جنکے ہاتھ برف کی طرح سرد ہو رہے تھے۔

"جبار کِدھر ہے؟" دادو کی کپکپاتی آواز پر حُسن المآب کو پریشانی گھیرنے لگی تبھی وہ تیزی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"گھر سے باہر گئے ہیں۔ آپکی طبیعت خراب ہو رہی ہے کیا؟" دادو کے چہرے کو دیکھ کر اُسکے ہاتھ پھیر پُھولنے لگے۔ دادو نے نفی میں سَر ہلا کر اُسکو ناکام سی تسلی دینی چاہیئے مگر حُسن المآب تیزی سے باہر بھاگی۔ راہداری سے گزرتی ملازمہ کو نانو کے پاس ٹھہرنے کا کہہ کر وہ تیز قدموں سے ہال دروازے کی جانب بڑھی۔ سیڑھیاں اُترتے عاقب نے اُسکو اکیلے جاتے دیکھا تو کسی خیال سے آنکھیں چمکنے لگیں۔

گاڑی کھڑے کر کے اُترتے جبار کی نگاہ اپنی جانب آتی زینب تک گئی تو وہیں ٹھہر گیا۔ قریب آتی زینب کے تاثرات نے اُسکو ٹھٹھکا دیا تھا تبھی وہ کسی انہونے کے خیال سے تیز قدموں سے اُسکی جانب بڑھا۔

"سب خیریت ہے نہ زینب؟" اُسکے سوال پر زینب نے اپنے پریشان، بوکھلائے چہرے کے ساتھ اِردگرد، پلٹ کر دیکھا جبکہ جبار کو اُسکے انداز نے چونکا دیا۔

"آپ نے حُسنہ بھابھی کو زیبا کے بارے میں نہیں بتایا؟" اُسکا سوال کسی قیامت سے کم نہیں تھا۔ جبار کے چہرے کے تاثرات پہلی بار زینب بدلتے دیکھ رہی تھی۔

"کچھ ہوا ہے کیا؟" اُسکا لہجہ کسی احساس کے تحت بہت مدہم سا ہوا۔

"آپ نے بھائی۔۔۔ آپ نے حُسنہ بھابھی کو اپنے اور زیبا کی شادی کا نہیں بتایا؟" اُسکے سوال میں تفکر اور حیرت اِتنی زیادہ تھی کہ جبار کے چہرے کا رنگ ماند ہوا۔

"کونسی شادی! نکاح جسکی نہ قانوناً کوئی اہمیت ہے نہ شرعاً۔"اُسکے سخت، دو ٹوک جواب نے بھی زینب کو متاثر نہیں کیا۔

"آپ نے حُسنہ بھابھی کو نہیں بتایا کہ وہ دوسری عورت ہیں؟" زینب کا اگلا سوال کچھ اِیسا تلخ اور لہو سرد کر دینے والا تھا کہ سید قلبِ جبار کا دِل ٹھہر گیا۔دوسری عورت! وہ جو اُسکی ماں نہ خود بننا چاہتی تھیں، نہ کسی اور کو بننے دینا چاہتی تھیں۔دوسری عورت! جبار نے اِس نہج پر کیوں نہیں سوچا؟

"اِیسا کچھ بھی نہیں ہے زینب۔میں نے میزان کو کہا تھا حُسن المآب کو شادی سے پہلے سب بتانے کا۔" وہ جو بہت کچھ وضاحت میں کہنا چاہتا تھا بس اِتنا کہہ سکا۔زینب نے دونوں ہاتھوں کی مُٹھیاں بھینچ لیں۔

"میزان حیدر! واللہ بھائی آپ کے دوست کا قتل میرے ہی ہاتھوں ہو گا۔"میزان حیدر کا نام بھی سیدہ زینب عالم کا مُنہ تک کڑوا کر دیتا تھا۔پیر پٹخ کر وہ تیزی سے پلٹی جبکہ جبار سُست دھڑکنوں سے اُسکے پیچھے بڑھا۔

"ارے ارے! کدھرے بھاگی چلی جا رہی ہو۔مُجھ سے تو مِلتی جاؤ۔"ایک دَم سامنے آتے عاقب کے لہجے اور آنکھوں میں کچھ اِیسا تھا کہ حُسن المآب نے خوف سے پھیلتے دِل کے ساتھ دوپٹے سے چہرہ ڈھک کر اُسکو دیکھا جسکی جبار سے نہیں بنتی تھی۔

"ویسے جبار نے ہمیشہ کی طرح بہت اونچا ہاتھ مارا ہے۔"اُس لہجے میں اِیسی تپش تھی کہ کراہیت سے حُسن المآب چند قدم پیچھے ہوئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔"اُس کے لہجے میں ذرا سی بھی مروت نہیں تھی۔عاقب کے چہرے کی مُسکراہٹ مزید تیز ہونے لگی جبکہ حُسن المآب اُس پر ایک سخت نظر ڈال کر اُسکے برابر سے تیز قدموں سے گزر گئی پیچھے عاقب کے چہرے پر بڑی شاطرانہ مُسکراہٹ تھی۔دروازہ کھول کر وہ جیسے ہی باہر آئی سامنے سے آتے زینب اور جبار اُسکے پریشان چہرے کو دیکھ کر ٹھٹھک گئے۔

"کیا ہوا؟" جبار دو قدموں کا فیصلہ تیزی سے عبور کر کے اُس تک آیا۔وہ اپنے لہجے کی تیزی اور بے چینی سے خود تک ناواقف تھا۔

"مُجھے دادو کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی، جبار۔"اُس کے کہنے نے جبار کے چہرے کا رنگ ماند کیا اور پھر وہ تیز قدموں سے دروازہ دھکیل کر اندر کی جانب بھاگا۔

"تم کیوں جلدی نکل گئی تھی؟" اُس نے زینب کے اُلجھے چہرے کو پریشانی سے دیکھ کر کہا۔وہ جبار کے پیچھے اُس تیزی سے گئی بھی نہیں تھی۔زینب نے چونک کر اُسکے چہرے کو دیکھا۔

"بھائی کو دیکھنے آئی تھی۔اصل میں آج دادو کا چیک اپ بھی ہونا ہے۔"بامُشکل تاویل گھڑ کر اُس نے حُسن المآب کے سمجھتے چہرے کو دیکھا اور پھِر اُسکا ہاتھ تھام کر اندر کی جانب چل پڑی۔متفکر سی حُسن المآب اُسکے ساتھ کھنچی چلی جا رہی تھی۔ کچھ تھا جو اُسے مضطرب کر رہا تھا مگر کیا؟؟؟

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں ۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں ۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے Blue الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں۔۔۔شکریہ۔۔۔۔۔

"دادو! کیا ہوا ہے آپ کو؟" دروازہ دھکیل کر تیزی سے اُن تک آتے جبار کے گھبرائے چہرے کو دیکھ کر ضوفشاں بیگم نے گہرا سانس لیا۔

"میں بھلی چنگی ہوں۔حُسنہ ایسے ہی گھبرا گئی۔"دادو نے جبار کے ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے اُسکو چونکا دیا۔وہ چہرے سے واقعی بیمار نہیں لگ رہی تھیں مگر اُنکے انداز کی سنجیدگی چونکا دینے والی تھی۔

"اِدھر میرے پاس بیٹھ!" اُسکا ہاتھ پکڑ کر اُسکی جگہ اپنے برابر بناتے ہوئے ضوفشاں بیگم سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔

"میں اَب بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں بیٹا۔تُجھے اور حُسنہ کو دیکھ لیا۔تیرا گھر بس گیا ایک اِیسی عورت کے ساتھ جو نیک کردار، رشتوں کا پاس رکھنے والی اور وفادار ہے اِس سے زیادہ مُجھے کچھ بھی نہیں چاہیئے۔"دادو کی اگلی بات پر جبار نے بےطرح چونک کر اُنکو دیکھا۔دادو کے لہجے کے یقین نے اُسکے دِل کی دھڑکنیں ایک بار پھِر تیز کر دیں۔نیک کردار، رشتوں کا پاس رکھنے والی، وفادار عورت! دادو یہ کیسے مختصر سی مُلاقات میں یقین سے کہہ گئی تھیں؟ جبکہ یہ باتیں پرکھنے کے لیئے ایک عمر لگ جاتی ہے اور تب بھی اِنسان نہیں کُھلتا۔

"میری آنکھ زمانہ شناس ہے بیٹا۔میں نے ہر طرح کے لوگ دیکھ رکھے ہیں۔اِس عمر میں کھرے، کھوٹے کی پہچان آسانی سے ہو جاتی ہے۔بس ایک نظر میں، مُختصر سی مُلاقات میں۔"دادو جیسے اُسکے

چہرے پر دَر آتے ناسمجھ، اُلجھے ہوئے تاثرات پہچان گئی تھیں۔ قلبِ جبار اُنکے لیئے کُھلی کتاب کی مانند تھا، صرف اُنکے سامنے!

"میری اِسی آنکھ نے تیری ماں کو ایک نگاہ میں پَرکھ لیا تھا۔ عورت اگر فطرتاً پاکباز ہو نہ جبار تو گندے ترین ماحول میں رہ کر بھی پاکباز رہتی ہے جیسے تیری ماں، حُسنہ اور عورت اگر فطرتاً بدکردار ہو تو سید زادی ہو کر بھی بدکردار بن جاتی ہے جیسے زیبا صلاح الدین۔" اُنکے کہے جانے پر جبار کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ ماں کا ذکر اُس سخت، لوہے جیسے شخص کو موم کی طرح نرم کر دیتا تھا۔ وہی ماں جسکے کردار کی گواہی فرشتے بھی دے سکتے تھے۔

"اِسی طرح میری آنکھ نے تیری بیوی حُسنہ کو بھی پرکھ لیا ہے۔ وہ ابھی تُجھے نہیں جانتی، تُو اُسے نہیں جانتا میرے بیٹے۔ میں سمجھ رہی ہوں سب۔ حُسنہ کے معاملے میں بالکل ویسے ہی صرف اپنے دِل کی سُننا جیسے تیرے باپ عالم نے اپنی حُسنہ کے لیئے صرف اپنے دِل کی سُنی تھی۔" دادو کی باتیں دِل گھائل کر دینے والی تھیں۔ سید جبار کا دِل دادو کی باتوں پر سُکڑ کر پھیلنے لگا۔

"تم دونوں آج ہی اسلام آباد واپس چلے جاؤ جبار۔" دادو کی اگلی بات ششدر کر دینے والی تھی۔ جبار نے جُھکا چہرہ اُٹھا کر دیکھا اور دادو کی آنکھوں میں سِمٹ آتے خوف پر اُسکو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گا۔ کہیں دِل کے کسی حصّے نے اُس خوف کا سبب جان کر کروٹ بھی بدلی تھی مگر وہ انجان تھا۔ اُسے دھڑکنوں کے بدلتے انداز کی کچھ خبر نہیں تھی۔

وہ دونوں جو تیز قدموں سے دادو کے کمرے کی طرف جانے لگی تھیں۔ہال سے گُزرتی مروہ بیگم کی آواز پر ٹھہر کر پلٹیں۔

"بیٹے کچھ دیر میرے پاس بیٹھو گی؟" حُسن المآب نے اُنکے سوال پر زینب کو دیکھا جبکہ زینب اُسکا کندھا نرمی سے تھپک کر دادو کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔حُسن المآب دِل میں دادو کی پریشانی لیئے آہستہ قدموں سے ہال کے کونے پر بنے اُنکے کمرے کی جانب آئی جہاں مروہ بیگم بیٹھی کپڑوں اور جیولری کے بے شمار ڈبے کھول کر بیٹھی تھیں۔اُسکے اندر آتے ہی مرہ بیگم نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا تھا۔

"کیسا لگ رہا ہے یہاں آ کر؟" بستر پر اُسکی جگہ بناتے ہوئے اُنہوں نے نرمی سے پوچھا جبکہ کچھ کہے بغیر حُسن المآب نرمی سے مُسکرا دی۔

"تم سوچ بھی نہیں سکتی بیٹا کہ تمہیں دیکھ کر مُجھے کتنی خوشی ہوتی ہے۔تم مُجھے میری بہترین اور سب سے پیاری دوست کی یاد دِلا دیتی ہو۔"اُنکی آنکھوں اور لہجے کی مُحبت پر حُسن المآب نے چہرہ پھیر کر اُنکو دیکھا۔

"آپ کی دوست کا نام حُسنہ تھا؟ جبار کی امی؟" اُسکے سوال پر اُنکی آنکھوں میں حیرانگی سمٹی۔

"تمہیں کیسے۔۔۔بلکہ یہ سوال کرنا بے وقوفی ہے۔جبار اپنی ماں سے جتنی مُحبت کرتا ہے اِیسے ہو ہی نہیں سکتا اپنی اتنی محبوب بیوی کو اُنکے بارے میں نہ بتائے۔"مُسکرا کر کہتے ہوئے وہ پھیلائے گئے

کپڑوں کی جانب متوجہ ہو گئیں جبکہ اُنکی بات پر حُسن المآب کا چہرہ پھیکا پڑا۔صد شُکر وہ مصروف ہو گئیں تھیں۔

"یہ سارے کپڑے اور جیولری حُسنہ کے ہیں۔وہ ہمیشہ مُجھ سے کہتی تھیں کہ جبار کی بیوی کو یہ سب دینا ہے۔وہ تمہیں اِن کپڑوں اور جیولری میں دیکھ کر بہت خوش ہوتی۔"ایک نفیس ہلکا آتشی رنگ کا بنارسی فراک اور اُسکے ساتھ جیولری نکال کر اُنہوں نے حُسن المآب کے سامنے رکھی جبکہ حُسن المآب نے ناسمجھی سے اُنکو دیکھا۔

"وہاں واش روم ہے۔یہ جلدی سے پہن کر آؤ۔میں تمہیں اچھا سا تیار کرنا چاہتی ہوں۔دیکھنا جبار اور دادو خوشی سے دنگ رہ جائیں گے۔"اُسکے ہاتھوں میں کپڑے اور جیولری باکس تھما کر کہتے ہوئے اُنہوں نے حُسن المآب کو بوکھلاہٹ میں مُبتلا کر دیا۔

"نہیں، نہیں آنٹی! میں اِتنے کامدار اور قیمتی کپڑے نہیں پہن سکتی۔"اُسکی بوکھلاہٹ کا کم اَز کم مروہ بیگم نے کوئی اثر نہیں لیا۔اُنکا جُوش دیکھنے لائق تھا۔

"تم جانتی ہو یہ کپڑے حُسنہ کے پسندیدہ ترین تھیں کیونکہ اِن میں عالم بھائی اور جبار کو حُسنہ کسی سلطنت کی شہزادی لگتی تھی۔"وہ جیسے کسی خوابناک سے تصور کو یاد کرتے ہوئے نمکین آنکھوں سے کہہ رہی تھیں۔حُسن المآب نے نرمی سے وہ کپڑے تھام لیا۔

"پہن کر آؤ۔میں حُسنہ کی آنکھ سے تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔یہ سب کچھ وہ جبار کی بیوی کو دینا چاہتی تھی۔"اُنکے بھرائے لہجے پر وہ مزید مزمت نہیں کر سکی۔خاموشی سے کمرے سے ملحق واش روم میں

گئی اور چند منٹوں بعد وہ جیسے ہی باتھ روم سے باہر نکلی، دنگ رہ جاتیں مروہ بیگم بے یقینی سے اُٹھ کھڑی ہوئیں۔دوپٹہ سنبھال کر سر پر جماتے ہوئے اُس نے چہرہ اُٹھا کر مروہ بیگم کو دیکھا جو تیزی سے اُس تک آئی رہی تھیں۔

"حُسنہ!" وہ اُسکے ہاتھ تھام کر مُحبت سے ہنس دیں جبکہ اُنکے چہرے کے تاثرات پر حُسن المآب کی بوکھلاہٹ ماند ہونے لگی۔وہ لباس، وہ جیولری جیسے سب جانتے ہوئے اِس حُسنہ کے لیئے ہی اُنکی حُسنہ چھوڑ کر گئی تھی۔

"اِدھر بیٹھو!" ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے لا کر بٹھاتے ہوئے اُنہوں نے حُسن المآب کو ایک بار پھر بوکھلاہٹ زدہ کر دیا۔

"آنٹی میں میک اپ نہیں کرتی۔"اُسکی نہ کو مروہ بیگم نے سرے سے نظر انداز کرتے ہوئے اُسکو بالکل ہلکے نیچرل میک اپ سے تیار کر کے سائیڈ پر ہوئیں۔حُسن المآب نے حیرانگی سے چہرہ اُٹھا کر خود کو دیکھا۔اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، دروازہ کھول کر مروہ بیگم کو بُلانے کے لیئے اندر آتی زیبا ساکن رہ گئی۔مروہ بیگم نے چونک کر زیبا کی آنکھوں میں اُترتے خون کو دیکھا اور تیزی سے حُسن المآب کے سامنے آئیں۔وہ زیبا صلاح الدین کے پاگل پن سے بخوبی واقف تھیں۔

"ہاں کہو؟" اُنکے سوال کو سِرے سے نظرانداز کر کے آگے آتی زیبا کی پھٹتی نظریں کھڑی ہوتی حُسن المآب پر تھیں۔اُس نے وہی جوڑا پہن رکھا تھا جس پر اُسکی نظر حُسنہ ممانی کی زندگی سے تھی۔قہر آلود نظریں اُس جیولری اور میک اَپ سے کِھل جاتے چہرے سے ہوتے ہوئے بستر پر پڑے حُسنہ

ممانی کے اُن سارے کپڑوں اور جیولری تک گئیں۔وہاں وہ سب بکھرا پڑا تھا جو وہ جبار کی دُلہن اور اپنی بہو کو دینا چاہتی تھیں۔

"یہ سب۔۔۔یہ سب ممانی نے جبار کی بیوی کے لیئے رکھا تھا۔"تیز لہجے میں کہہ کر وہ مروہ بیگم کے سامنے آئی جبکہ حُسن المآب کی سمجھ سے باہر تھا کہ زیبا کو کیا ہوا ہے۔

"اِسی لیئے جبار کی بیوی کو دے رہی ہوں۔"مروہ بیگم نے بہت تحمل سے جواب دیا جبکہ زیبا نے نفرت سے مُٹھیاں بینچ لیں۔

"تو پھر۔۔۔۔مُجھے کبھی یہ سب کیوں نہیں پہننے دیا؟" ایک دَم ضبط کھو کر چیختے ہوئے اُس نے حُسن المآب کو لرزا دیا۔کانپتے دِل سے وہ زیبا کے سُرخ، حسد بھرے تاثرات کو دیکھ رہی تھی۔وہ تاثرات! اُسکا دِل رُکنے لگا۔۔۔وہ تاثرات اُس نے پہلے بھی کہیں دیکھ رکھے تھے۔

"جبار یہیں ہے زیبا! بہتر ہے کہ کوئی تماشہ نہیں لگایا جائے۔"مروہ بیگم نے حُسن المآب کے پھیکے لڑتے چہرے کو دیکھ کر واپس زیبا کو دیکھا جو پیچھے ہٹنے کے اِرادے سے نہیں آئی تھی۔

"آپ سب لوگ مِل کر بھی سچ کو چُھپا نہیں سکتے۔اِس سب پر میرا اِس کل کی آئی عورت سے زیادہ حق ہے۔"حُسن المآب کا دِل اُن الفاظ پر بُری طرح کانپنے لگا۔دِل میں کسی انہونی کی چاپ گونجنے لگی۔

"میں جبار کی پہلی بیوی ہوں تو مُجھے یہ سب کیوں نہیں مِل رہا؟ میں اُسکی زندگی میں آنے والی پہلی عورت ہوں اور آپ سب مُجھے نظرانداز کر کے اِس دوسری عورت پر نثار ہو رہے ہیں۔"وہ الفاظ! زیبا کی وہ اگلی بات۔۔۔حُسن المآب نے پھیلتی آنکھوں اور صدمے سے پھٹ کر ٹھہر جاتے دِل سے

زیبا کے آگ اُگلتے چہرے، اُن بھسم کرتی نگاہوں کو دیکھا اور اُسے لگا وہ یہیں پورے قد سے زمین بوس ہو جائے گی۔دوسری عورت !

اُسے سانس لینے میں دُشواری پیش آنے لگی۔آس پاس کی تمام آوازیں تھم گئیں۔بے جان ہوتی ٹانگوں کے ساتھ اُس نے ڈریسنگ ٹیبل کا بامُشکل سہارا لیا۔

"میں ابھی آغا جان سے بات کرتی ہوں۔میں مزید یہ حق تلفی اور ذلت نہیں برداشت کر سکتی۔"چیخ کر کہتے ہوئے وہ تیزی سے پلٹی جبکہ مروہ بیگم بھی بوکھلا کر اُسکے پیچھے بھاگیں۔زیبا صلاح الدین ایک بار پھر سید حویلی کی بنادیں ہلانے والی تھی۔

خاموشی پر حُسن المآب نے بامُشکل چہرہ پھیر کر اپنے ششدر، ساکت و جامد، ٹھہر چُکے عکس کو بے یقینی سے دیکھا۔اُن سبز آنکھوں میں کچھ بہت آہستگی سے ٹوٹ کر اندر ہی کہیں مدغم ہو گیا۔

"من پسند عورت! "

"دِل کی آمادگی! "

"حُسن المآب! "

"حُسنہ! "

"حُسن!"

"مُجبت! "

"میں تو گیا کام سے، ہاں!" وہ سب الفاظ حُسن المآب کے دماغ پر ہتھوڑے برساتے ہوئے شور مچانے لگے۔اُس کے دِل نے سب جانتے ہوئے بھی کیسے موہوم سی اُمید باندھ لی؟ اُس نے کیسے اپنے دل کو لمحے کے لیئے ہی سہی بھٹک کر دھڑک جانے دیا؟

کِس طرف جاؤں، کِدھر دیکھوں، کسے آواز دوں؟

اے ہجومِ نامرادی! جی بُہت گھبرائے ہے۔۔۔۔

گہرا سانس لے کر اُس نے اپنے سجے سنورے عکس کو دیکھا اور اِس سے پہلے کہ وہ سب اُتارتی، مدہم سماعتوں میں باہر کا شور گونجنے لگا۔چونک کر اُس نے بند دروازے کو دیکھا۔اُس دروازے کو جہاں کا فیصلہ صدیوں پر مُحیط تھا اور پھِر اپنے قدم بڑھا دیئے۔کانپتے ہاتھوں سے دروازہ کھول کر بامُشکل خود کو سنبھالتے وہ باہر نکلی۔سامنے بڑے ہال میں سب جمع زیبا صلاح الدین کو چیختے سُن رہے تھے۔حُسن المآب نے خالی آنکھوں سے اُس ہجوم میں اُسکو تلاشا جِس نے حُسن المآب سے اُسکے من پسند عورت ہونے کا مان یک مُشت چھین لیا تھا۔

"آپ بات کریں نہ آغا جان۔۔۔میں کیوں اِیسا سلوک برداشت کروں؟ میرا کیا قصور ہے؟" ضوفشاں بیگم کے ساتھ باہر آتے جبار کے چہرے کے تاثرات پتھر کی طرح سخت ہونے لگے۔مارے طیش اور نفرت کے کنپٹیوں میں خون ٹھوکریں مارنے لگا۔

"ہاں تو کیا بکواس کر رہی ہو زیبا صلاح الدین!" اُسکے ٹھنڈے ٹھار لہجے پر زیبا جھٹکے سے پلٹی۔اک تو کم بخت ہمیشہ اُسکو زیبا صلاح الدین کہہ کر رکھ کر تھپڑ مارتا تھا۔اُن دونوں کی نفرت سے بے نیاز حُسن

المآب کا دِل تاریک پڑنے لگا۔سید قاسم مُجتبیٰ نے اپنی مُٹھیاں بھینچ کر اُسکو دیکھا جسکی آنکھوں میں نفرت، پتھر جیسے تاثرات کے اور کچھ بھی اُنکی نواسی کے لیئے نہیں تھا۔سوائے عاقب کے سب پریشانی سے سب دیکھ اور سُن رہے تھے۔

"تم جو مرضی کہہ لو جبار اِس بات کو نہیں بدل سکتے کہ میں تمہارے نکاح میں ہوں۔"ایک نظر سب سے ہٹ کر کھڑی حُسن المآب کو دیکھ کر بے حد تاک کر کہا گیا جبکہ اُسکی ہٹ دھرمی پر جبار کا قہقہ بے ساختہ تھا۔حُسن المآب نے تحیر سے اُس شخص کو دیکھ جو گردن پیچھے کو کیئے ہنسے جا رہا تھا مگر وہ قہقہ آنکھوں تک نہیں جا رہا تھا۔سب حیرانگی سے جبار کو دیکھنے لگے۔ اَب کی بار مزے سے بیٹھا عاقب بھی ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہوا۔

"تم ابھی تک اُسی غلط فہمی میں مُبتلا ہو؟" انداز سوالیہ تھا مگر زیبا کی آنکھوں میں اُس ہتک آمیز لہجے پر آگ بھڑکنے لگی۔

"یہ پورا خاندان جانتا ہے اُس نکاح کے بارے میں جبار۔تم مُجھ سے پہلو تہی نہیں کر سکتے۔"ضبط سے چبا چبا کر کہا گیا۔وہ بنا بنایا کھیل بگاڑنا نہیں چاہتی تھی۔

"جانتے سب ہیں مگر مُجھ سمیت سب کو اِس کی شرعی اور قانونی حیثیت معلوم ہے زیبا صلاح الدین۔ اگر اپنے اور اُس سو کولڈ نکاح کی اوقات سے بے خبر ہو تو جا کر پوری دُنیا کو بتا دو۔تب بھی تمہاری شکل پر میں تھوکنا تو دور، دیکھنا بھی گورا نہیں کروں گا۔"وہ الفاظ اِس قدر سخت، تنفر زدہ اور توہین آمیز تھے کہ سب کے اعصاب جُھنجھنا اُٹھے۔حُسن المآب تحیر سے اُسکو دیکھ رہی تھی، بے یقینی سے! کوئی کسی سے اتنی نفرت سے بات بھی کر سکتا ہے؟؟

"جبار۔!" سید قاسم مُجتبیٰ کی گونج دار دھاڑ پر سب نے لرز کر اُنکو دیکھا سوائے جبار کے جو اُنکے جلال سے ذرا متاثر نہیں ہوا تھا۔

"تمہاری اِتنی ہمت کہ تم ہمارے سامنے ہماری زیبا کو اِس قدر گھٹیا الفاظ کہو۔" وہ طیش سے دھاڑتے ہوئے کانپ رہے تھے مگر جبار کی آنکھوں کے تاثر میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

"میں اِس سے بھی زیادہ گھٹیا الفاظ استعمال کر سکتا ہوں دادا صاحب اگر آپ کی یہ لاڈلی نواسی دوبارہ میرے مُقابل آئی تو۔"اُسکے نفرت نفرت لہجے پر خجستہ بیگم کا دِل شعلوں کی لپیٹ میں آ گیا۔وہ ہمیشہ کی طرح بھری محفل میں اُنکی بیٹی کو ذلیل کر رہا تھا اور اُسے روکنے والا کوئی نہیں تھا۔

"وہ تمہاری بیوی ہے۔تم۔۔تم اپنی بیوی سے کیسے اِس قدر۔۔۔۔"مارے بے یقینی کے خجستہ بیگم سے کچھ بھی کہنا محال تھا۔

"اوکے تو آپ لوگ ابھی تک اُس کو نکاح سمجھے بیٹھے ہیں تو میرے خیال سے آپ سب کی غلط فہمی دُور کر دینی چاہیئے۔"گہرا سانس لے کر اُس نے بڑے تحمل سے کہا جبکہ زینب ضوفشاں بیگم کے پریشان چہرے کو دیکھا کر اُنکے ہاتھ تھام کر سہلانے لگی۔اُن سب کو حُسن المآب بھول گئی تھی۔وہ سب اپنی خاندانی لڑائی لڑ رہے تھے اور اُن سب کے لیئے حُسن المآب غیر ہو کر پسِ منظر میں چلی گئی تھی۔

"میں پورے ہوش و حواس میں زیبا صلاح الدین کو تیسری۔۔۔۔"وہ سب اُسکے الفاظ پر ششدر، صدمے سے اپنی جگہوں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔قاسم مُجتبیٰ کے دِل میں تکلیف سے ٹھیس اُٹھی۔زیبا

کو لگا وہ اپنے بچھائے گئے جال میں پھنس جائے گی۔سب بے حد حیرانگی سے اپنی جگہ ساکت رہ گئے۔ کوئی اُسکو روکنے کی ہمت نہیں کر سکا تبھی تیز قدموں سے اُسکی جانب آتی حُسن المآب نے جبار کو حیران ہونے کا موقعہ دیئے بغیر اُس کے ہونٹوں پر اپنا سرد، لرزتا ہاتھ رکھ کر سب کو ششدر کر دیا۔ اب کی حیرت آسمان سر پر لگا گرانے کے مترادف تھی۔

سید جبار تیز ہوتی دھڑکنوں سے اُس چہرے کو آنکھیں پھیلائے بے حد تحیر سے دیکھتا رہ گیا۔اُس ہاتھ کا سرد پن، لرزاہٹ جبار سے پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی تبھی اُس نے محویت سے نکل کر اُس سجے سنورے، سوگوار حُسن کو، اُن سبز ویران اور خالی آنکھوں کو دیکھا جو حجاب کا ایک سِرا ہونٹوں میں دبائے بامُشکل کھڑی تھی۔

؎عجیب حُسن تھا آرائشوں سے ماند ہوا

وضاحتوں سے بگڑتے معاملے کی طرح۔۔۔

اور عین اُسے لمحے سید قلبِ جبار عالم کا دِل ہمیشہ کے لیئے اُن آنکھوں کی ویرانگی، سوگواری اور دلکشی پر تیزی سے دھڑک کر ٹھہر گیا۔وہ اُن آنکھوں، اُس دلکش چہرے کو دیکھ کر مسحور ہو کر مُحبت نامی پنجرے میں عمر بھر کے لیئے قید ہو گیا اور کسی کو، کسی کو بھی خبر نہیں ہو سکی۔

"طلاق دینا بہت آسان ہے مگر اِس ناپسندیدہ فعل کو اِتنا آسان مت ہونے دیں۔" اپنا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے اُسکے مدہم لہجے نے وہاں موجود سب نفوس کو ٹھٹکا دیا۔اُسکے لہجے پر، اُس ظرف پر سب آنکھیں پھیلا کر حُسن المآب کو دیکھ رہے تھے۔سید قاسم مُجتبیٰ کو کئی سالوں میں پھر سے ایک بار اپنا دِل کئی

ٹکڑوں میں تقسیم ہوتا محسوس ہونے لگا۔پچھلی بار بھی اُنکو سر تا پا لرزا دینے والی حُسنہ تھی اور آج کئی سالوں بعد بھی حُسنہ ہی تھی۔چہرے بدل گئے تھے، رشتے بدل گئے تھے مگر دِل کا خلوص اور بے ریائی دونوں عورتوں میں ایک سی تھی!

"میاں بیوی ایک دوسرے کا یوں سب کے سامنے، بھری محفل میں تماشا نہیں بنواتے۔"پلٹ کر زیبا کو دیکھتے ہوئے کہہ کر اُس نے ضوفشاں بیگم، زینب اور مروہ بیگم کی آنکھوں کو نمکین کر دیا۔خجستہ بیگم نے انجانے میں گہرا، سُکھ بھرا سانس لیا۔اُنکی بیٹی کی سوتن نے اُنکی بیٹی کو طلاق یافتہ ہونے سے بچا لیا تھا۔

اُن سب سے بے نیاز سید جبار نا سمجھی سے تیز تر ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ اُس عورت کے نیم رُخ کو دیکھ رہا تھا جو حجاب کے ہالے میں تھا۔اُسے لگا وہ عمر بھر سانس نہیں لے سکے گا۔اِس چہرے سے اَب نگاہ نہیں چُھڑا سکے گا۔اِس عورت سے بے نیاز نہیں ہو سکے گا۔اُسکی بدل جاتی نگاہ سے بے نیاز حُسن المآب تیز قدموں سے پلٹ کر اُس کمرے کی جانب گئی جو صرف سید جبار کا تھا اور اَب اُسکا نہیں رہا تھا۔وہ لمحے کو بھی یہاں مزید کھڑی نہیں ہو سکتی تھی۔کمرے کا دروازہ بند کر کے تیزی سے ڈریسنگ روم میں گُھس کر اُس نے لاک لگا کر گہرا سانس لیا اور پھر لرزتے قدموں کے ساتھ زمین پر دیوار کا سہارا لے کر بیٹھتی چلتی گئی۔اُن ششدر، بے یقین آنکھوں کی بنجر زمین سے کوئی آنسو نہیں پُھوٹ سکے۔ہاتھوں پر چہرہ گرا کر اُس نے آنکھیں سختی سے میچ لیں۔کانوں میں کئی سالوں پہلے کچھ لوگوں کی تکرار پھر سے تازہ ہونے لگی۔

؎فطرتاً تنکا ھوں، بننا ھوں سہارا جس کا

وہ ڈبو کر مُجھے، خود پار چلا جاتا ہے

غم کی تشہیر سے ہم نے یہ سبق پایا ہے

غم وہیں رہتا ہے، غم خوار چلا جاتا ہے۔۔۔

"آپ۔۔۔آپ کیسے دوسری شادی کر سکتے ہیں؟" وہ لرزتا، کانپتا لہجہ اُسکی ماں کا تھا۔جو اندر سے ڈھے جانے کے باوجود باہر مضبوطی سے کھڑی سوال کر رہی تھیں۔

"دوسری شادی کرنا گناہ تو نہیں ہے۔"کسی بھی جذبے سے عاری انداز، صاف جتاتا ہوا تھا۔وہ تب بھی اپنی ماں کی آنکھوں میں کچھ بہت آہستگی سے مرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

"نہیں! گناہ نہیں ہے لیکن بغیر وجہ کے، بغیر بتائے، جھوٹ اور فریب میں رکھ کر اِتنا عرصہ چُھپائے رکھنا گناہ ہی ہے۔وہ مُحبت کہاں گئی فرقان جو ہمارے درمیان تھی؟ وہ مُحبت کیسے مر گئی؟" اُسکی ماں کے لہجے میں زمانوں کی حیرانگی تھی۔

"آپ۔۔۔آپ کو اگر کرنی تھی تو مُجھے۔۔۔مُجھے بتا دیتے۔میں اپنی خوشی سے، آمدگی سے آپ کی شادی کرواتی مگر اِیسے مُجھے بے خبر اور غافل رکھ کر آپ نے۔۔۔"اُسکی ماں صدمے کی زیادتی سے جملہ مکمل نہیں کر سکی۔

"میں اِتنی کم ظرف عورت نہیں تھی، فرقان!" اَب صدمے پر غم حاوی ہونے لگا تھا۔

اُنھیں سُنائی نہ دیتی تھی دھڑکنوں کی تڑپ

وہ دل کدے میں تھے ، پر دل سے آشنا ہی نہ تھے۔۔۔

پردے کا کونا تھام کر کھڑی حُسن المآب ماں کے چہرے پر چھائے حزن اور غم کی کیفیات کو سمجھ رہی تھی۔گہرا سانس لے کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہوئے وہ شیشے تک آ کر جیولری اُتار کر اَب مُنہ دھو رہی تھی۔تولیے سے چہرہ تھپتھپا کر باہر نکلتے ہوئے وہ الماری کے پاس رکھے اپنے بیگ تک گئی اور پھر اپنے کپڑے نکال کر واپس گئی اور اَب کی بار اُسکی واپسی گہرے سبز رنگ کے سادہ سے قمیض شلوار میں ہوئی۔ساری جیولری تہہ کیئے کپڑوں میں رکھ کر چند لمحے وہ وہیں کھڑی رہی اور پِھر سَر جھٹک کر دروازے تک گئی۔اِس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتی، باہر سے کھول کر اندر آتا جبار اُسکو دیکھ کر ساکن ہوا، دِل کی دھڑکنیں مُنتشر ہوئیں جبکہ اُسکے دِل پر برپا قیامت سے بے خبر حُسن المآب پیچھے کو ہوئی۔ جبار کی چونکتی نگاہ اُسکے ہاتھ تک گئی۔لمحے بھر کو دِل سُکڑ کر پھیلا۔

"تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"سر جھٹک کر اُس نے خود کو بہت ہمت دلا کر کہتے سُنا۔

"میں مروہ آنٹی کے پاس سے آتی ہوں۔"پہلی بار اُسکے چہرے سے کچھ بھی اخذ کرنا سید جبار کے لیئے مُشکل ہو رہا تھا۔اُس چہرے پر خفگی، اندھیرے میں رکھے جانے کے، بُرا منانے کے کوئی تاثرات نہیں تھے اور یہی بات دھڑکن چھین لینی والی تھی۔حُسن المآب جیسے ہی جبار کے برابر سے ہو کر گزری، جبار نے گہرا سانس لے کر اپنا دائیاں ہاتھ تیزی سے دھڑکتے دِل کے مقام پر رکھا کر آہستگی سے دو، تین ضربیں ماریں۔اُسکا دِل زندگی میں پہلی بار اُسکے اختیار سے باہر ہو رہا تھا اور یہ بات خوش آئند نہیں تھی۔

اُلجھے، بے بس قدموں سے شیشے کے سامنے آ کر اُس نے اپنا چہرہ دیکھا اور ساکن رہ گیا۔وہ کچھ گھنٹے پہلے والے جبار کا چہرہ نہیں تھا۔اُسکی آنکھیں جس جبار کا عکس دِکھا رہی تھیں وہ کوئی اور ہی جبار تھا۔

سیاہ آنکھوں میں چمک اور انجان سے جذبے موجزن کیئے اُسکو حیرانگی سے دیکھتا ہوا الگ سا جبار! یہ آنکھوں کی چمک، یہ بےنام سے جذبے کہاں سے آ گئے تھے؟ کِس کے نام کے تھے؟؟ اُسکی تیز ہوتی دھڑکن میں ایک ہی نام دھڑک کر سر پٹخنے لگا۔

"تم۔۔۔ایک انتہائی۔۔۔۔۔۔"اِس سے پہلے کہ وہ جملہ مکمل کرتا، دروازہ کھلنے پر مُنتشر دھڑکنوں کے ساتھ بوکھلا کر پلٹا۔

"حُسن میں نے۔۔۔"جُھکی نظر کسی غیر آرام دہ کرتی کیفیت کے ساتھ اُٹھی اور پھر جِن آنکھوں میں مُحبت چمک رہی تھی اَب اُن میں شعلے بھڑکنے لگے۔کافی کا کپ تھام کر اندر آتی زیبا اُس نام، سامنے والے کے تاثرات پر اندر تک بھسم ہو کر رہ گئی۔

"تم۔۔۔تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی یہاں قدم رکھنے کی؟" تیر کی سی تیزی سے وہ اُس تک آیا اور زیبا سٹپٹا کر چند قدم پیچھے ہوئی۔شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈالنے سے قبل اُس نے کچھ پلان بھی نہیں کیا تھا۔

"نکلو یہاں سے ورنہ دھکے دینے سے بھی گُریز نہیں کروں گا۔"چبا چبا کر کہا گیا اُسکا لفظ لفظ سچا تھا۔

"وہ۔۔۔مُجھے حُسن المآب نے کہا کہ تمہیں کافی دے آؤں۔"چہرے پر جہاں بھر کی گھبراہٹ لا کر معصومیت سے کہا جبکہ جبار کے چہرے کا تاثر جس تیزی سے بدلا اُس پر زیبا کا چونک کر حیران ہونا فطری تھا۔

"گیٹ آؤٹ!" ضبط کیئے بغیر اگلے ہی لمحے وہ جس لہجے میں دھاڑا، زیبا کے ہاتھ میں موجود کپ سے چائے چھلک کر ٹرے میں گر گئی۔سُرخ چہرے کے ساتھ وہ تیزی سے پلٹی اور ٹیبل پر رکھ کر پیر پٹخ

کر باہر کو نکلی۔چند پل جبار لب بینچے وہیں کھڑا رہا اور پھر ٹرے سمیت اُس کپ کو اُٹھا کر زمین پر پھینک دیا۔

"لعنت ہو تم پر جبار، لعنت!" اپنے خاموش ہوتے دِل پر زور کی ضرب مارتے ہوئے اُسکے چہرے کے تاثرات پھر سے سخت، پتھر ہونے لگے۔

"یہ تمہارے ہیں، تم واپس کیوں کر رہی ہو؟" مروہ بیگم کے کمرے میں آتی زینب اُنکی بات پر ٹھہر کے حُسن المآب کو دیکھنے لگی جو اُسکی ماں کے کپڑے اور جیولری اُنکے بستر پر رکھ رہی تھی۔

"آپ نے مُجھے پہننے کو دیئے اُسکے لیئے جزاکِ اللہ مگر یہ جبار کی امی کے ہیں تو صرف میرا اِن پر حق نہیں ہو سکتا۔"اُسکی بات پر مروہ بیگم چونک کر اُسکا سادہ سا چہرہ دیکھنے لگیں۔اُسکی بات کا مفہوم وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھیں۔وہ اُسے فلحال کچھ بھی کہنے کی حالت میں نہیں تھیں۔اُنکو کپڑے دے کر وہ جیسے ہی پلٹی سامنے کھڑی زینب کو دیکھ کر اُسکی مُسکراہٹ بے ساختہ تھی۔زینب کی آنکھوں اور دِل میں حیرانی سِمٹنے لگی۔

"یہیں کیوں جم گئی ہو؟" اُسکے پاس سے گزرتے ہوئے نرمی سے سوال کیا گیا۔لہجے میں، انداز میں کوئی خفگی نہیں تھی۔اُسکی یقیناً جبار بھائی سے بھی اُس موضوع پر بات نہیں ہوئی تھی پھر بھی اُسکے بے خبر رویئے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔وہ اُسی طرح بے رِیا اور معصوم تھی۔

"دادو کی دوائیاں کچھ ختم ہو گئی ہیں تو بس وہی۔۔۔"ہاتھ میں تھاما شاپر سامنے کیا جبکہ حُسن المآب اثبات میں سَر ہلا کر برابر سے نکل کر باہر چلی گئی۔اُسکے جاتے ہی زینب تیزی سے حیران، پریشان سی مروہ بیگم تک آئیں۔

"حُسنہ بھابھی نے آپ سے کچھ پوچھا؟" اُسکے سوال پر مروہ بیگم چونک گئیں۔

"کیا مطلب؟ کس بارے میں؟" اُنکو واقعی سمجھ نہیں آئی۔

"جبار بھائی اور زیبا کے معاملے کے بارے میں؟" اُسکے سوال پر مروہ بیگم کا ماتھا ٹھنکا۔

"وہ میرے سے کیوں پوچھے گی۔جبار نے کیا اُسے سب کچھ پہلے سے نہیں بتایا تھا؟" کہتے کہتے آخر میں اُنکا سوالیہ لہجہ کسی خیال سے ششدر ہو کر تیز ہوا۔زینب نے تیزی سے نفی میں سر ہلا کر اُنکے چھکے چُھڑا دیئے۔

"کیا مطلب؟ کیوں اور حُسن المآب نے کسی کو بھی کچھ کہا کیوں نہیں؟" مروہ بیگم تیزی سے اُس تک آ کر حیرانگی سے وہ سوال کر رہی تھیں جسکا جواب زینب تک کے پاس نہیں تھا۔

"جبار بھائی نے اپنے اُس نکمے دوست میزان صاحب کو سب بتانے کو کہا تھا مگر وہ بنے بنائے کام کو بگاڑنے والے شخص نے یہاں بھی یہی کیا۔"اُسکی تفصیلی بات پر مروہ بیگم اپنا سَر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

"حُسنہ! ہمارے جبار سے ناراض ہو کر علیحدہ تو نہیں ہو جائے گی زینب؟ میں نے پہلی بار کسی کے لیئے جبار کی آنکھوں میں، چہرے پر کچھ بدلتے دیکھا ہے۔ایک ماں کی آنکھ کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔"اُنکی اگلی بات پر زینب نے تحیر سے اُنکو دیکھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔حُسنہ بھابھی اِیسی نہیں ہیں۔اِنشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"اُنکو اچھی طرح تسلی و تشفی کروا کر اُنکے کمرے سے باہر نکل گئی۔اللہ جانے اَب جبار بھائی کی زندگی میں کیا ہونے والا تھا؟

کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آتی حُسن المآب کی نگاہ سامنے بکھرے پڑے ٹوٹے کپ اور ٹرے تک گئی اور پھر تیزی سے اندر آ کر اُس نے شیشے کے پاس، اُسکی جانب پُشت کر کے کھڑے جبار کو نا سمجھی سے دیکھا۔دروازہ کُھلنے اور بند ہونے کی آواز پر اِس بار سید جبار نہیں پلٹا۔گہرا سانس لے کر ڈریسنگ ٹیبل سے چند ٹشو پیپر نکال کر وہ جُھک کر بیٹھتے ہوئے ٹوٹے کپ اور ٹرے کے ٹکرے نفاست سے اُٹھا رہی تھی تبھی چہرہ پھیر کر پیچھے دیکھنے پر ماربل کا ٹوٹا گہرا ٹکڑا اُسکے انگلی پر اِس قدر زور سے لگا کہ کمرے کی خاموش فضا میں اُسکی تیز سسکی نے گونجتے ہی جبار کو چونک کر پلٹنے پر مجبور کر دیا۔حُسن المآب نے تیزی سے بہتے خون پر ہاتھ رکھتے ہوئے ٹکڑے سمیٹنے چاہے تبھی اپنے عین سامنے اُس نے جبار کو گھٹنوں کے بل بیٹھتے دیکھا۔

"یہ کام ملازمہ کے کرنے والے ہیں۔"نرمی سے کہہ کر اُس نے حُسن المآب کے ہاتھ سے ٹشو اور کانچ کے ٹکڑے لے کر نیچے گرا دیئے۔اَب کے حُسن المآب چہرہ اُٹھا کر اُسکو نہیں دیکھ سکی۔

"کوئی بات نہیں میں۔۔۔"اُس نے کہنا چاہا مگر جبار نے اُسکا ہاتھ تھام کر اُسکو ایک جھٹکے سے اُٹھا کھڑا کیا۔

"یہاں بیٹھو!" بستر پر ہک دق رہ جاتی حُسن المآب کو بٹھا کر فرسٹ ایڈ کیٹ نکال کر لاتے ہوئے وہ اُسکے برابر بیٹھ گیا تھا۔

"دِکھاؤ!" اُسکو اپنا ہاتھ گود میں رکھے دیکھ کر کہنا پڑا جبکہ حُسن المآب نے گود میں رکھے ہاتھ کی مُٹھی بھینچ لی۔جبار نے نگاہیں اُٹھا کر اُسکے جُھکے چہرے کو دیکھا اور اُسکا ہاتھ تھام کر اپنے سامنے کر کے خون صاف کر کے ڈِس اِنفیکٹ کرنے لگا۔

"آپ نے کوئی بات کرنی تھی؟" خاموشی پر اُسکا دھیان ہٹانے کو حُسن المآب نے آہستگی سے سوال کیا۔

"نہیں!" جبار کی جانب سے سیدھے سے انکار پر حُسن المآب نے اپنا ہاتھ نرمی سے واپس کھینچ لیا۔جبار کے دِل کی دھڑکن سُست ہوئی۔

کُھلا کہ وہ کچھ اِیسا وفا پرست نہ تھا

چلو یہ بوجھ بھی سینے سے ہٹ گیا آخر۔۔۔

"میں بینڈ ایج لگا لوں گی۔جذاک اللہ!" اُسکے ہاتھ سے بینڈ ایڈ لے کر اَب وہ اپنی انگلی آنکھوں کے سامنے کر کے پورے انہماک سے بینڈ ایڈ لگا رہی تھی۔برابر بیٹھے جبار نے اُسکے نیم رُخ کو دیکھا جو پھر حجاب کی اوٹ میں تھا اور مزید کچھ کہے بغیر وہ اُٹھ کھڑا ہوتا حُسن المآب اُس سے پہلے ہی اُٹھ کر اُسی خاموشی سے باہر نکل گئی۔چند لمحے وہ وہیں بیٹھے چہرہ پھیر کر اپنے برابر دیکھتا رہا جہاں سے وہ اُٹھ کر گئی تھی جس نے اچانک سے ایک ہی ڈگر پر چلتے رہنے والی دھڑکنوں کا انداز بدل دیا تھا۔

"حُسن المآب!" آہستگی سے وہ نام اُسکے ہونٹوں سے ادا ہوا لیکن دھڑکنوں میں روانگی آہستگی سے نہیں آئی۔گھبرا کر اُس نے اپنے دِل کے مقام پر ہاتھ رکھ لیا۔یہ نئی صورتحال اُسکے چھکے چُھڑا دینے والی تھی۔کسی کا صرف نام لینے سے دِل کی دھڑکنیں کیسے خود سَر ہو کر سَر پٹخنے لگ سکتی ہیں؟؟ اِس سے پہلے کہ وہ یونہی پریشان، اُلجھا اور گھبرایا سا رہتا کمرے کا دروازہ کھول کر تیزی سے زینب اندر آئی۔ زینب کو آتے دیکھ کر وہ سنبھل کر سیدھا ہوا۔چہرے کے تاثرات پر تیزی سے قابو پایا گیا۔

"آپ نے حُسنہ بھابھی کو سب بتایا؟" اُسکے سوال پر جبار نے نفی میں سَر ہلایا۔

"تو اُنہوں نے خود سے کچھ پوچھا؟" اُسکے اگلے سوال پر جبار نے چونک کر اُسکو ناسمجھی سے اُسے دیکھا۔

"حُسن نے مُجھ سے۔۔۔؟" اُسکو واقعی سمجھ نہیں آئی تھی کیونکہ وہ اِس راہ کا نیا مسافر بننے والا تھا۔

"کوئی باز پُرس، کوئی سوال تک نہیں؟" حیرانگی سے کہتی زینب اُسکے سامنے بیٹھی جبکہ جبار نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ بھی نہیں پوچھا کہ مُجھے کیوں نہیں بتایا؟" اُسکے پھر سے سوال پر جبار نے نفی میں سر ہلایا۔دِل ہر آن اپنی دھڑکن کھو رہا تھا۔

"آپ کے گریبان تک اُنکے ہاتھ نہیں پہنچے؟" اُسکے اگلے سوال پر جبار کا دِل ٹھہر گیا۔وہ سوال حیران اور ششدر کر دینے والا تھا۔

"نہیں! وہ میرے گریبان تک کیوں آئے گی زینب؟" وہ جیسے واقعی نہیں سمجھا تھا اور زینب اپنے بھائی کی لاعلمی پر اُسے دیکھ کر رہ گئی۔

"کیونکہ وہ دوسری عورت ہیں جبار بھائی۔اِیسی عورت جسکا شوہر بھری محفل میں بارہا سب کے سامنے اُسکے من پسند، دِل کی آمادگی ہونے کا ذکر کرتا رہا ہے۔محبوب عورت کو یوں انجان اور بے خبر رکھنے پر اُنکے ہاتھ آپ کے گریبان تک کیوں نہیں آئے، کوئی سوال، کوئی باز پُرس کیوں نہیں کی؟" جھنجھلا کر زینب نے جس طرح چیخ کر کہا سید قُلب جبار کا قلب پوری قوت سے سُکڑ کر پھیلا۔وہ دِل کے اِیسے پھیلاؤ سے، دھڑکنے کی اِیسی قوت سے پہلے کہاں واقف تھا۔اُسے دِل کی دھڑکنوں کی سانس روک دینے والی رفتار کی کب خبر تھی!

"یہ ایک ہی صورت حال میں ہو سکتا ہے جبار بھائی۔"زینب کا انداز مشکوک سا، کسی نتیجے پر پہنچ جانے والا تھا۔

"جب حُسنہ بھابھی اچھی طرح جانتی ہوں کہ وہ آپ کی من پسند، محبوب بیوی نہیں ہیں۔عورت کو اگر مان نہ ہو تو وہ مرد سے کبھی بازپُرس نہیں کرتی جبار بھائی۔"اُسکے مدہم لہجے، گہری صاف بات نے سید جبار کے چہرے کو پسینہ پسینہ کر دیا۔کانپتے ہاتھوں کو بامُشکل آپس میں جوڑ کر وہ کھڑا ہوا لیکن اُسی تیزی سے اُسکے لڑکھڑاتے قدموں نے اُسکو اندر کی ساری ہمت سلب کر لی۔مُحبت نامی جذبے نے اُسکے سخت، خیر اور مُحبت سے خالی دِل میں داخل ہوتے ہی اُسکے ذہنی اور جسمانی نظام کو پوری قوت سے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔وہ لمحہ شدید مُحبت کی آگہی کا لمحہ تھا۔

"جبار بھائی!" اُسکے یوں لڑکھڑا کر بستر پر بیٹھنے پہ زینب کی چیخ بےساختہ تھی۔

"کیا ہوا آپ کو؟" اُسکے سرد پڑتے ہاتھ تھامتے ہوئے وہ ششدر سی جبار کے عجیب سے تاثرات دیکھ رہی تھی۔ نہیں جانتی تھی کہ وہ وقت زور آور مُحبت کے اُسکے دِل پر وحی کی مانند اُترنے کا وقت تھا۔

"جبار بھائی!" چیخ کر وہ تیزی سے کمرے سے باہر کو بھاگی۔ سامنے سے گزرتے معیز نے اُسکو حیرانگی سے دیکھا۔

"کیا ہوا زینب؟" اُسکے سوال پر زینب تیزی سے بھاگ کر اُس تک آئی۔

"معیز! بھائی کو معلوم نہیں کیا ہوا ہے؟" اُسکے گھبرائے، بوکھلائے لہجے کی بات مکمل سُنے بغیر جبار کے کمرے کی جانب بھاگا جبکہ دادو کے کمرے کو جاتی حُسن المآب پیچھے سے پکارے جانے پر چونک کر پلٹی۔

"اسلام و علیکم!" سر پر دوپٹہ سہی سے جما کر اُس نے سامنے کھڑے سنجیدہ سے سید قاسم مُجتبیٰ کو دیکھا۔

"تم سے کچھ بات کرنی ہے ضروری۔ ہماری سٹڈی میں آؤ۔" کُھردرے لہجے میں کہہ کر وہ تیز قدموں سے واپس پلٹ کر ہال کے آخری کونے میں موجود آبنوسی دروازے کو کھول کر وہاں چلے گئے۔ چند لمحے حُسن المآب ساکن س وہیں کھڑی رہی اور پھر بھاری ہوتے قدموں کے ساتھ اُس سٹڈی میں داخل ہوئی۔ اِردگرد دیکھنے کے بجائے وہ سامنے صوفے پر نخوت سے بیٹھے جبار کے دادا صاحب کے سامنے آئی۔

"جی!" اُسکے پُکارے جانے پر کچھ سوچتے قاسم مُجتبیٰ نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"اَب تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہم تمہاری شادی کے کیوں خلاف تھے۔زیبا صرف ہماری خاندانی بہو ہے اور رہے گی۔"اُنکی بات پر حُسن المآب چہرے پر کوئی بھی تاثر لائے بغیر اُنکے سخت چہرے کو دیکھتے رہی۔

"اَب جب تم سب جان چُکی ہو اور یقیناً نہیں چاہتی ہو گی کہ جبار اور اُسکے خاندان میں دراڑ آئے۔ ضوفشاں کی صحت تمہارے سامنے ہے تو اِیسے میں تمہیں اِس بات کا خیال رکھنا ہو گا کہ زیبا کی کوئی حق تلفی نہ ہو۔"اُنکے لفظ لفظ کو غور سے سُنتی حُسن المآب کے چہرے کی مُسکراہٹ بے ساختہ تھی۔ سید قاسم مُجتبیٰ کا ماتھا ٹھنکا۔تیر شاید نشانے پر لگنے کے بجائے خطا ہو گیا تھا۔

"اِن سب باتوں کا خیال رکھنا تو خاندانی بہو کا کام ہو گا دادا صاحب۔میں تو اِس خاندان کا فرد ہی نہیں ہوں تو پھر مُجھ سے اِیسی اُمید باندھنا عبس ہے۔"اُسکے مدلل جواب پر سید قاسم مُجتبیٰ کتنی دیر تک بے یقین بیٹھے رہے۔وہ بالکل حُسنہ عالم جیسی ہی تھی۔دِل کی اچھی مگر بے وقوف نہیں تھی۔

"ہم صرف یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ جبار تمہاری مانتا ہے۔تم اُسکی من چاہی ہو۔چاہو تو کچھ بھی منوا سکتی ہو۔کیا تم یہ پسند کرو گی کہ لوگ تمہیں کہیں کہ دوسرے کے حق پر ڈاکہ ڈالنے والی عورت ہو تم؟" اُنکی اگلی بات پر اُسکا دِل سُست پڑنے لگا۔من چاہی! آخری بات نے حُسن المآب کو اندر تک ہلا دیا۔

"دیکھیں دادا صاحب! ہر انسان اپنی مرضی کا مالک ہوتا ہے۔کوئی شخص کسی کے بس میں نہیں ہوتا اِسی لیئے جبار بھی میرے بس میں نہیں ہیں لیکن آپ زیبا سے کہیں کہ وہ جبار کا دِل جیتنے کی کوشش کرے۔میرا اللہ شاہد ہے میں کبھی اُسکی کوشش میں رکاوٹ نہیں بنوں گی۔ہر انسان اپنے حصے کا کام خود کرتا ہے، زیبا کو بھی خود کرنا ہے لیکن اُسے کہیے گا کہ اپنا اور جبار کا معاملہ بھری محفل میں مت

اچھالے۔"نرمی اور خلوص سے کہتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑی ہوئی جبکہ سید قاسم مُجتبیٰ دھندلی پڑتی آنکھوں سے اُس عورت کو دیکھتے رہے جس نے صرف اور دریا دلی میں اُنکو چھوٹا کر دیا تھا۔وہ سوچتی نظروں سے اُس عورت کو اپنی سٹڈی سے باہر جاتے دیکھتے رہ گئے۔کسی چیز نے اُنکو کہیں اندر تک جھنجھوڑا تھا مگر اکلوتی، یتیم نواسی کی مُحبت ہر جذبے پر حاوی ہو گئی تھی، ایک بار پھر سے۔ہمیشہ کی طرح!

"کیا ہوا زینب؟" باہر بے چینی سے، بھگتی آنکھوں سے ساتھ ٹہلتی زینب کو دیکھ کر وہ تیزی سے اُس تک آئی۔جبار کے دادا صاحب کی سٹڈی کے بعد وہ ضوفشاں بیگم کے پاس دو گھنٹے کے لیئے چکی گئی تھی۔

"دادو تو ٹھیک ہیں؟" زینب کو کچھ کہے بغیر روتے دیکھ کر حُسن المآب کا دِل سُکڑ کر پھیلا۔

"دادو ٹھیک ہیں مگر بھائی ٹھیک نہیں ہیں۔"اُسکی اگلی بات پر حُسن المآب کا دِل ساکن ہوا۔

"کیا کہہ رہی ہو؟ وہ تو ابھی بالکل۔۔۔"حیرانگی سے بات بھی پوری نہیں ہو سکی تبھی پیچھے سے آتی زیبا اُن دونوں کو دیکھ کر رُکی۔اُسکے ہاتھ میں سوپ کا باؤل دیکھ کر زینب نے ناگواری سے اُسکو دیکھا۔

"مُجھے آغا جان نے کہا ہے کہ جبار کا خیال رکھوں۔"اُسکی بات پر زینب دانت پیس کر آگے ہوئی۔

"جبار بھائی کی پہلے ہی طبیعت سہی نہیں اوپر سے تمہیں دیکھ کر اُنکی۔۔۔"زینب کی بات حُسن المآب نے مکمل نہیں ہونے دی۔اُس نے نرمی سے زینب کو پیچھے اپنے برابر کیا۔

"جاؤ زیبا! سوپ ٹھنڈا ہو جائے گا۔"اُسکے نرم لہجے پر لمحے بھر کو زیبا ٹھٹکی اور اگلے ہی پل تیزی سے جبار کے کمرے میں داخل ہو گئی۔اُسکے جاتے ہی معیز باہر نکلا جبکہ زینب اور تیزی سے اُس تک آئیں۔

"مُجھے لگ رہا ہے کہ ڈاکٹر کو بلانا ہو گا۔"معیز کی بات پر اُن دونوں نے پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"کیا ہوا ہے جبار؟" وہ جو کسی اور آواز کا منتظر تھا اُس منحوس آواز پر آنکھیں سختی سے میچ گیا۔اُسکو لگ رہا تھا کہ اُس دِل پانی بن کر بہہ جائے گا اگر اُسکے دِل کی کیفیت نہیں بدلی۔

"جانتے ہو آج سے میں تمہارا خیال رکھوں گی۔حُسن المآب نے کہا ہے آغا جان کو کہ تمہارا دِل جیتنے کی میری کوشش میں وہ کبھی رکاوٹ نہیں بنے گی۔"اُسکی اگلی بات کچھ اِیسی دِل چھلنی کر دینے والی تھی کہ جبار نے اپنی دُکھتی آنکھیں کھول کر اُسکو دیکھا جو کرسی پر کچھ قدم دور بیٹھی تھی حفظِ ماتقدم کے طور پر۔جبار کی آنکھوں میں مرچیں سی چُبھنے لگیں۔اِس سے پہلے کہ وہ اُسکو یہاں سے شکل گُم کرنے کو کہتا دروازہ کھول کر معیز اندر آیا اور اُسکے پیچھے ڈاکٹر۔منتظر آنکھیں پھر سے مایوس ہوئیں۔

"اسلام و علیکم جبار! میرے دوست کیا ہو گیا تمہیں؟" اندر تک ڈاکٹر حیات نے نیم دراز جبار کو دیکھ کر تشویش سے کہا جبکہ جبار اُسکو اتنے عرصے بعد دیکھ کر ٹکرا بھی نہیں سکا۔اُسکے قریب بیٹھتا ڈاکٹر حیات جبار کو بہت غور سے دیکھنے لگا۔اُسکی نبض دیکھ کر اُسکا بلڈ پریشر اور ٹیمپریچر دیکھا۔

"تم جسمانی طور پہ تو بالکل ٹھیک ہو۔کیا روگ لگا لیا ہے خود کو؟" حیات کی بات پر جس طرح اُس نے تیزی سے آنکھیں کھولیں معیز اور حیات نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"میں۔۔۔ٹھیک ہوں بالکل یہ بس معیز۔۔۔"نقاہت سے اُس سے بات بھی مکمل نہیں ہو سکی۔

"تم ظاہری طور پر ٹھیک ہو مگر اندرونی طور پر نہیں۔تمہاری ہارٹ بیٹ اتنی مدہم ہے۔تم برف کی طرح ٹھنڈے ہو رہے ہو۔"سٹیتھو سکوپ لگا کر اُسکی دھڑکن چیک کرتے حیات نے تشویش س کہا۔ اُسی لمحے دروازہ کھولا اور اُسی تیزی سے سید قلبِ جبار کی دھڑکنیں منتشر ہوئیں۔ڈاکٹر حیات نے اُن دھڑکنوں کے شور پر جبار کو دیکھا جسکے چہرے کی رنگت مزید سفید ہونے لگی تھی۔جبار کی ٹھہر جاتی نظروں کے تعاقب میں اُس نے چہرہ پھیر کر دیکھا۔

دیکھ لیتا ہے تو کھلتے چلے جاتے ہیں گلاب

میری مٹی کو خوش آثار کیا ہے اُس نے۔۔۔

سب سے پہلے اندر آنے والی زینب تھی اور اُسکے بعد۔۔۔وہ چہرہ حیات کے لیئے انجان تھا۔کانوں میں تیز سے تیز تر ہوتی دھڑکنوں کو محسوس کر کے اُس نے حیرانگی سے چہرہ پھیر کر جبار کو دیکھا اور پھر تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ پلیز باہر جائیں جبار کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"اُس نے براہِ راست حُسن المآب کو کہتے ہوئے اُن سب کو چونکا دیا۔اُسکی بات پر حُسن المآب کا چہرہ پھیکا پڑا۔اُس نے نگاہیں بدل کر جبار کو دیکھا جس نے حُسن المآب کے دیکھتے ہی آنکھیں موند لیں تھیں۔زیبا کا دِل بلیوں اُچھلنے لگا۔

"حُسنہ بھابھی باہر کیوں جائیں؟ جبار بھائی کی طبیعت کے بارے میں سب سے زیادہ اِن کو معلوم ہونا چاہیے۔"زینب نے چمک کر کہتے ہوئے حیات کو چونکا دیا۔

"بھابھی!" اُس نے نا سمجھی سے دُہرایا۔

"جی! یہ جبار بھائی کی بیوی ہیں۔"اُسکی معلومات پر حیات کی ہونق مُسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

"تو جبار بیٹا تم اپنی بیوی سے۔۔۔"اُسکی بات پر جبار نے جس تیزی سے آنکھیں کھول کر اُسکو تنبیہہ بھری نظروں سے دیکھا، حیات کو باقی الفاظ مُسکراہٹ کے ساتھ دبا لینے پڑے۔

"دوسری بیوی!" نخوت سے بیٹھی زیبا نے بڑبڑا کر اتنا آہستہ بھی نہیں کہا تھا کہ باقی سب تک آواز نہ پہنچتی جبکہ حیات کی مُسکراہٹ جبار کے سخت ہوتے تاثرات پر سمٹی۔

"یہ ٹھیک ہے بالکل۔دوائی وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے میں بس ڈرپ لگا دیتا ہوں۔"اُس نے حُسن المآب کی جانب چہرہ کر کے نرمی سے کہا۔حُسن المآب نے پریشانی سے جبار کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھا۔وہ اُسے کہیں سے بھی ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔اچانک سے آخر اُسے کیا ہو گیا تھا؟ وہ تو کچھ گھنٹے پہلے تک۔۔۔۔۔اِس سے آگے وہ سوچ نہیں سکی۔ڈاکٹر کچھ ضروری ہدایات دے کر چلا گیا۔زینب دادی کے کمرے کی جانب گئی جبکہ معیز ڈاکٹر کو چھوڑنے کے لیے گیا۔

حُسن المآب چند لمحے اُسکے چہرے کو دیکھتے رہی پھر مدہم قدموں سے اُس تک آئی۔اِس سے پہلے کہ اُسکا ہاتھ جبار کے ماتھے تک پہنچتا، جبار نے نرمی اُسکا ہاتھ بروقت روک کر تیز ہوتی دھڑکنوں سے پیچھے کر دیا۔چہرے کا رنگ کچھ اور سپید پڑا۔

"میں ٹھیک ہوں۔تم جاؤ یہاں سے۔"اُسکے سخت مگر التجائی لہجے پر ساکت رہ جاتی حُسن المآب کے وجود میں جُنبش ہوئی۔اُس نے چہرہ پھیر کر اپنی جانب مُسکراتی نظروں سے دیکھتی زیبا کو دیکھا اور پھِر تیز قدموں سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

مُجھ سے اِس عشق کے دوران ہوا تھا جتنا

بَھر دیا جس کا بھی نقصان ہوا تھا جتنا

ایک لمحے میں ہوا اُس سے زیادہ مشکل

مرحلہ وار وہ آسان ہوا تھا جتنا

ہجر میں اِتنے خدو خال نہیں بدلے تھے

دیکھ کر مجھ کو وہ حیران ہوا تھا جتنا

ایک دن پھینک دیا گھر کے کسی کونے میں

مُجھ سے خوش رہنے کا سامان ہوا تھا جتنا

مُبتلا خیر میں اِتنا بھی نہیں تھا اُس کا

ڈھول پیٹا گیا، اعلان ہوا تھا جتنا

ویسے لگتا تو نہیں تھا کہ سنبھل سکتا ہوں

تُجھ کو لے کر میں پریشان ہوا تھا جتنا

اِیسے آرام سے بہتر تھا بھٹکنا ساحر

اِک جگہ بیٹھ کے ہلکان ہوا تھا جتنا۔۔۔

"تم کیا مُنہ دیکھ رہی ہو۔ شکل گُم کرو یہاں سے۔"اَب کے لہجہ بے حد کُھردار اور کاٹ دار تھا۔زیبا نے دانت پیس کر اُسکو دیکھا اور پھر باؤل سائیڈ ٹیبل پر پٹخ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔بیماری میں بھی کمینے کی اکڑ جانے کا نام نہیں لے رہی تھی۔اُس مصیبت کے جاتے ہی اُس نے دُکھتے سَر کے ساتھ آنکھیں موند لیں۔وہ خود پر، اپنے اعصاب پر ششدر تھا۔ایک ذرا سی دِل کی دھڑکنوں میں روانگی آنے پر، انداز بدلنے پر کیسے اُسکے اعصاب اُسکا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔کیا باقی سب کے ساتھ بھی اِیسا ہی ہوتا ہو گا یا بس وہی اعصاب کا کمزور نِکلا تھا۔سخت دِل یک دَم یوں اچانک سے موم کی طرح پگھل جائے گا اِیسا اُس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔یہ کِس مُصیبت میں پھنس رہا تھا وہ؟ کاش وہ وقت کو بدلنے پر قادر ہو تو واپس اُس لمحے میں جا کر اُس چہرے کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھے جِس نے اُسکی دھڑکنوں کو مُنتشر کر کے کسی نئ اور انوکھی رمز سے روشناس کروا دیا تھا۔ اُس وقت سید قلبِ جبار خود سے، اپنے دِل سے کچھ عہد لے رہا تھا۔

میں اُس کی آنکھوں کو دیکھتا رہتا ہوں

مگر میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا

میں اُس کی باتوں کو سنتا رہتا ہوں

مگر میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا

اَب اگر وہ کبھی مُجھ سے ملے

تو میں اُس سے بات نہیں کروں گا

اُس کی طرف دیکھوں گا بھی نہیں

میں کوشش کروں گا!

میرا دل کہیں اور مبتلا ہو جائے

اَب میں اُسے یاد بنا دینا چاہتا ہوں۔۔۔

اُسکو وہاں سے نکلے کتنے گھنٹے ہو گئے۔دوپہر سے رات کے دس بج گئے مگر حُسن المآب اُس کمرے میں دوبارہ نہیں جا سکی۔اُس گھر کے سب افراد رات دس بجتے ہی سونے چلے گئے تھے۔اِیسے میں اپنے کمرے کو جاتی زینب کی نگاہ سیڑھیوں تک گئی اور ساکن رہ گئی۔تیز قدموں سے وہ اُس کے پاس آئی جو ریلنگ کے ساتھ ٹیک لگائے سُکڑ کر بیٹھی ہوئی تھی۔

"حُسنہ بھابھی!" زینب کی پکار پر اُس نے چونک کر اُسکو دیکھا اور پھر تیزی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم ابھی تک سوئی نہیں؟" اُسکے سوال سے قبل ہی چند سیڑھیاں اُتر کر وہ زینب تک آئی۔

"یہی بات میں آپ سے پوچھنے والی تھی۔یہاں کیوں بیٹھی ہیں آپ؟" زینب کے سوال پر اُس نے چہرہ پھیر کر کچن سے نکلتی زیبا کو دیکھا۔

"میں۔۔۔زیبا کا انتظار کر رہی تھی۔"اُسکے قدرے اونچا کہے جانے پر پاس سے گزرتی زیبا اور اپنی سٹڈی کی جانب جاتے سید قاسم مُجتبیٰ چونک گئے۔

"تم کیوں میرا انتظار کر رہی تھی، بھئی!" قریب آتی زیبا نے تمسخر سے کہا جبکہ زینب کے پاس سے ہو کر حُسن المآب زیبا تک گئی۔

"تمہیں تمہارے آغا جان نے جبار کا خیال رکھنے کو کہا ہے۔آج اُنکی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو تمہیں وہاں ہونا چاہیئے۔"اُسکے نرمی سے کہے جانے پر زینب اُسے دیکھ کر رہ گئی۔

"میرے سے۔۔۔"وہ جو تڑخ کر کہنے لگی تھی، حُسن المآب کو جبار کے کمرے کی جانب جاتے دیکھ کر تیزی سے اُسکے پیچھے گئی۔حیران، پریشان سی زینب اپنے کمرے میں چلی گئی جبکہ سید قاسم مُجتبیٰ کچھ سوچ کر اپنی سٹڈی کا دروازہ بند کر کے جبار کے کمرے کی جانب بڑھے۔

"یہ خدمتیں کرنا نہ تمہیں ہی سوٹ کرتا ہے۔میں تو ہوں خاندانی بہو جسکے سارے کام ملازمین کرتے ہیں سو میں یہاں آرام کرنے لگی ہوں۔"دیوان پر آرام سے نیم دراز ہوتی زیبا کو حُسن المآب دیکھ کر رہ گئی۔

"میرے خیال سے جبار تمہارے شوہر ہیں اور شوہر بیمار ہو تو بیوی کو اِتنا لاپرواہ اور بے حس نہیں ہونا چاہیئے۔"وہ یہ خود کو کہنے سے روک نہیں سکی۔جبار دوائیوں کے زیرِ اثر سو رہا تھا ورنہ ضرور دونوں کو پہلی کی طرح کمرے سے نکال باہر کرتا۔

"تمہارا بھی شوہر ہے۔تم خدمتیں کر کے جبار کا دِل جیتنے کی کوشش کرو۔ مجھے اِیسی کوئی حاجت نہیں۔"کندھے آچکا کر کہتے ہی وہ آنکھیں بند کر گئی جبکہ حُسن المآب فسوس سے اُسے دیکھ کر جبار تک آئی۔گہری نیند میں ہونے کے باوجود بھی اُسکے چہرے کے تاثرات میں انتہائی بے چینی اور اضطراب تھا۔نہ جانے کیا ہوا تھا اچھے بھلے، صحت مند جبار کو؟

احتیاط سے آگے آ کر اُس نے آہستگی سے جبار کا ماتھا چھوا اور اُسے لگا کہ گرم کوئلے کو چھو لیا ہو۔ تشویش سے اُسے دیکھ کر اُس نے ٹیبل پر پڑے کانچ کے باؤل کو دیکھا اور پھر تیزی سے باتھ روم سے بھر کر واپس آئی۔اُسکے قریب کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہی وہ چھوٹا، سفید رنگ کا تولیہ پانی میں بھگو کر جبار کے ماتھے پر رکھنے لگی۔آدھے گھنٹے تک رکھتے رہنے کے باوجود بھی جبار کا بخار کم نہیں ہوا۔وہ چند لمحے پریشانی سے اُسکے سپید چہرے کو دیکھتی رہی، ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھتی رہی۔وہ سخت تاثرات، مقابل کو حد میں رکھنے والا سنجیدہ چہرہ کہیں بھی نہیں تھا۔وہ نیند میں بے خبر اِتنا معصوم اور بے رِیا لگ رہا تھا کہ حُسن المآب کے ہاتھ کانپنے لگے۔سر جھٹک کر اُس نے جبار کے ہاتھوں پر گیلا تولیہ رکھا اور پھر یک دَم جبار کو سر پٹختے دیکھ کر اُسکا ہاتھ ٹھہرا۔تولیہ ٹیبل پر رکھ کر دوپٹہ سر پہ سہی سے جماتے ہوئے وہ اَب جبار پر ساری یاد ہوئیں قرآنی آیات پڑھ کر پھونکنے لگی۔گہری نیند سے بیدار ہوتے جبار نے نیم وا آنکھوں سے اُسکے چہرے کو دیکھا جو آنکھیں موندے، حجاب کا کونہ ہونٹوں میں دبائے اُس پر قرآنی آیات پڑھ کر دَم کر رہی تھی جس نے اُسے اندھیرے میں رکھا تھا۔ جِس نے اُسے اپنے مُنہ سے کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔

مُدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیئے ہوئے

جُوشِ کدہ سے بزم چراغان لیئے ہوئے

کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لخت لخت کو

عرصہ ہوا ہے دعواتِ مژگان کیئے ہوئے

دِل پھر طوافِ کوئے ملامت کو جائے ہے

پِندار کا صنم کدہ ویراں کیئے ہوئے

پھر وضعِ احتیاط سے رُکنے لگا ہے دَم

برسوں ہوئے ہیں چاکِ گریباں کیئے ہوئے

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دِن

کہ بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیئے ہوئے

غالب! ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جُوشِ آشک سے

بیٹھے ہیں ہم تہیہ طوفان کیئے بغیر۔۔۔

پلکیں جھپک کر اُسکی نگاہ دیوان پر بڑے آرام سے سوتی اُس منحوس عورت تک گئی۔غصہ اور بے بسی نئے سرے سے غالب آنے لگے۔حُسن المآب کے آنکھیں کھولنے سے قبل وہ آنکھیں موند کر پھر سے نیند کی وادیوں میں اُتر گیا۔کھڑکی سے دیکھتے قاسم مُجتبیٰ زیبا اور اُس عورت کو دیکھ کر واپس چلے گئے۔حُسن المآب دم کرنے کے بعد اُسی طرح پٹیاں رکھتی رہی۔ساری رات جبار کا بخار کم نہیں ہوا

اور ساری رات نیند حُسن المآب کی آنکھوں سے جُدا رہی۔فجر کی اذانیں ہوتے ہی اُس نے تولیہ رکھ کر جبار کا ماتھا چھوا اور گہرا تشکر بھرا سانس لے کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔پلٹ کر وضو کرنے جاتی حُسن المآب ایک بار پھر آ کر اُسکو اور جبار کو دیکھتے سید قاسم مُجتبیٰ کو نہیں دیکھ سکی۔

نماز پڑھ کر اپنے خالی ہاتھوں کو چند لمحے دیکھتی حُسن المآب نے کوئی بہت سی مُختصر دُعا مانگی اور جائے نماز تہہ کر کے اُٹھ کھڑی ہوئی تبھی اُسکی نگاہ بستر سے اُٹھتے جبار تک گئی۔

"جبار آپ کی۔۔۔"اُسکی آواز پر زیبا کی آنکھیں پٹ سے کھلیں۔پُھرتی سے اُٹھ کر وہ جبار تک گئی۔

"کیسے طبیعت ہے اَب تمہاری؟" اُسکی آواز پر جبار نے بہت سا ضبط کر کے چہرہ پھیر کر ٹیبل پر موجود گھڑی کو دیکھا۔اُسکی نگاہوں کے تعاقب میں زیبا کی نگاہ اُس باؤل اور تولیے تک گئی۔

"میں ساری رات تمہارے ماتھے پر پٹیاں رکھتی رہی ہوں تب کہیں جا کر تمہاری طبیعت بہتر ہوئی ہے۔"اُسکے کہے جانے پر جبار کی نگاہ اُٹھ کر کچھ قدم دُور جائے نماز ہاتھ میں لیئے کھڑی حُسن المآب تک گئیں اور پھر۔۔۔حُسن المآب کو دیکھتے دیکھتے تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ اُس نے مدہم آواز میں کہتے ہوئے حُسن المآب کا چہرہ پھیکا کر دیا۔

"مُجھے سکون چاہیے اِسی لیئے شکل گم کرو اپنی۔"بغیر لگی لپٹی رکھے بغیر اُس نے جس سرد انداز میں کہا اُس پر زیبا نے دانت پیس کر اُسکو اور حُسن المآب کو دیکھا جو تحیر سے جائے نماز رکھ کر تیز قدموں تک کمرے سے نکل گئی۔اُسکے جانے پر کسی سحر سے نکلتا جبار تعجب اور جھنجھلاہٹ سے سُن ہوا اور پھر زیبا کو دیکھا جو مُسکراتی نظروں سے اُسے دیکھتی وہیں ڈھٹائی سے کھڑی تھی۔

"تم سے بکواس کی ہے، شکل گُم کرو۔"اَب کے لہجے میں پہلا والا دھیما پن نہیں تھا۔

"اچھا! اِیسے لگا حُسن المآب کو کہا ہے تم نے۔"نزاکت سے اپنے بالوں میں ہاتھ چلا کر وہ جبار کی نفرت میں اضافہ کر رہی تھی۔

"تمہیں شرافت کی زبان سمجھ نہیں آتی، نہ!" اپنی جگہ سے اُسے کھڑے ہوتے دیکھ کر زیبا کی مُسکراہٹ سمٹی اور پھر پیر پٹخ کر باہر نکل گئی۔جبار تیزی سے گہرا سانس لیتا ہوا واپس بیٹھا۔ماتھے پر گرتے بالوں کو پیچھے کرتے ہی اُسکا ہاتھ اپنے سرد ماتھے سے ٹکرایا۔ چہرہ پھیر کر ٹیبل پر پڑے باؤل اور تولیے کو دیکھ کر اُس نے لب بینچے اور پھر اُٹھ کر واش روم کی جانب بڑھ گیا۔یہ عجیب سی سُست اور مُضمحل سی کیفیت نہانے سے ہی جائے گی۔یہ اُسکا خیال تھا!۔

اُس کے ہاتھوں میں اِک سِرا تھا میرا

وہ اچانک ہی چل دیا اُٹھ کر

اور اُدھڑتا چلا گیا میں۔۔۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوُک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے"ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ /گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں ۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں ۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں۔۔۔ شکریہ۔۔۔۔۔

ناشتے کی میز پر جبار کو آتے دیکھ کر حُسن المآب نے نظریں پھیر کر سید قاسم مُجتبیٰ کو دیکھا جِن کی نظریں حُسن المآب پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے نہ بیٹا!" اُسکو یوں سلام، دُعا کیئے بغیر بیٹھتے دیکھ کر ضوفشاں بیگم نے پریشانی سے کہا جبکہ جبار نے جس طرح چونک کر اُنکو دیکھا باقی سب تشویش کا شکار ہو گئے سوائے عاقب کے۔وہ بہت غور سے جبار کو دیکھ رہا تھا۔

"نہیں! اسلام و علیکم دادو۔کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" بامُشکل سنبھل کر اُس نے اُسی نرم لہجے میں کہا جو صرف اُنکے لیے ہی تھا۔

"وعلیکم اسلام! میں تو ٹھیک ہوں مگر تمہارا چہرہ اِتنا پھیکا کیوں ہو رہا ہے؟" ناشتہ بُھول کر دادو اُسکے چہرے کو دیکھنے لگیں جبکہ زینب نے حُسن المآب کو دیکھا جو ہر شے سے غافل چہرہ جُھکائے خالی پلیٹ میں اُنگلی پھیر رہی تھی۔

"نیند سہی سے نہیں آئی مُجھے شاید اِس لیے۔"نرمی سے اُنکے ہاتھ تھپک کر تسلی دی گئی جبکہ زیبا کا ماتھا ٹھنکا۔

"آپ بے فکر رہیں نانو میں نے ساری رات آپکے پوتے کا خوب خیال رکھا ہے۔"زیبا کے کہنے پر سید قاسم مُجتبیٰ نے ناشتے سے ہاتھ روک کر اُسکو اور پھر حُسن المآب کو دیکھا جو وہاں سے لاتعلق بیٹھی تھی۔جبار نے نظر اُٹھا کر اُسکو اُن کینہ، توز اور قہر بھری نظروں سے دیکھا کہ لمحے بھر کو اُسکی ساری تیزی طراری ہوا ہوئی۔

"جُھوٹ اُتنا ہی بولا کرو جتنا ہضم کر سکو۔"تمسخر سے کہہ کر اُسکی بے چین نگاہ حُسن المآب تک گئی اور یہ سب قاسم مُجتبیٰ اور عاقب کی تیز نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکا۔بے خبر حُسن المآب کو وہ جن ٹھہر

جاتی، بے چین نظروں سے سب کی پرواہ کیے بغیر دیکھے جا رہا تھا اُس پر عاقب کی آنکھیں کسی خیال سے چمکیں۔ نظروں کی مضطرب کرتی تپش پر حُسن المآب نے چہرہ اُٹھایا اور اپنی جانب دیکھتی اُن سیاہ آنکھوں کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔۔۔۔وہ نظریں! دھڑکن روکن دینے والی تھیں۔ تیزی سے نگاہ جُھکا کر اُس نے جبار کو مُشکل سے آزاد کر دیا۔وہ اُس چہرے کو دیکھتے رہنے سے خود کو باز نہیں رکھ پا رہا تھا۔

"رات کو میرا خیال کرنے کے لیئے شکریہ حُسن!" اُسکا مدہم لہجہ اتنا بھی مدہم نہیں تھا کہ سب کی سماعتوں تک نہ جاتا۔ حُسن المآب کی نظریں اَزحد حیرانگی سے، تحیر سے اُٹھیں اور جبار کو لگا اُسکا دِل عمر بھر دھڑک نہیں سکے گا۔وہ یونہی ہونٹوں کو حیرانگی سے نیم وا کیئے جبار کو دیکھتے ہوئے اُسکو ہنسنے پر مجبور کر گئی۔ جبار کی بے ساختہ مُسکراہٹ کو ضوفشاں بیگم، زینب، معیز اور قاسم مُجتبیٰ نے ششدر ہو کر دیکھا۔ حُسن المآب کو دیکھتے ہوئے وہ اِس قدر دلکش ہنس رہا تھا کہ لمحے بھر لیئے زیبا کا دِل دھڑک اُٹھا جبکہ حُسن المآب آنکھوں میں ڈھیروں حیرانگی اور نا سمجھی لیئے اُن سیاہ آنکھوں کے بدل چُکے تاثر کو دیکھ رہی تھی۔اُن آنکھوں میں موجزن ہوتے جذبوں نے اُسکی دھڑکنیں سُست کر دیں۔

"ماشاءاللہ!" مروہ بیگم کے ہونٹوں سے بے ساختہ نکلا جبکہ جبار نے چونک کر مُسکراہٹ دبا کر حُسن المآب کے ہونق زدہ چہرے کو دیکھا۔

"ماشاءاللہ تو آپ حُسن کو کہیں جس نے مُجھ جیسے کبھی نہ بیمار ہونے والے شخص کو اپنے ہاتھ سے شفا یاب کر دیا ہے۔" اُسکے برجستہ کہے جانے پر اُلجھی سی حُسن المآب کا چہرہ یک دَم گلابی ہوا اور سید جبار مبہوت رہ گیا۔ اُس نے ایک بار پھر سید جبار پر کوئی سحر پُھونک دیا تھا۔

"آپ کو کیا ہوا تھا اچانک سے بھائی؟ قسم سے آپ نے میری جان نکال دی تھی؟" زینب نے اپنی بھائی کی چمکتی آنکھوں کو دیکھ کر نرمی سے کہا۔جبار نے ایک لمحے کے لیئے بھی اُس چہرے سے نگاہ نہیں ہٹائی جو اُسکی نگاہوں سے گلابی ہوا جا رہا تھا۔حُسن المآب دوبارہ نگاہ نہیں اُٹھا سکی۔

"میرا دِل بدل رہا تھا زینب!" اُس چہرے کو ہنوز گرفت میں لیئے کل کے خود سے کیئے گئے سارے عہد بُھلا کر ایک ایک لفظ ٹھہر ٹھہر کر کہا گیا۔حُسن المآب کی پلکیں لرز کر اُٹھیں۔اُن سیاہ آنکھوں کی چمک اُسکی سبز آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی تھی اور حُسن المآب نہ سمجھ میں آنے والے اور سمجھ میں آنے والے جذبوں سے لبریز آنکھوں میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ضوفشاں بیگم نے مُسکراہٹ دبا کر جبار کو دیکھا جبکہ زینب کی مُسکراتی نگاہ مروہ بیگم تک گئی جو دلکشی سے اپنے یقین پر فخر کر رہی تھیں۔

"اچھا بھائی! آپ اتنے اچھے موڈ میں ہیں تو مُجھے اور حُسنہ بھابھی کو باہر لے چلیں نہ؟" زینب کے کہے جانے پر جبار کا اِرتکاز ماند ہوا جبکہ حُسن المآب نے غیر آرام دِل نظر اِردگرد دوڑائی۔نہ جانے اُسے کیا چیز بے چین کر رہی تھی؟

"جبار کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے زینب۔"اُسکے سنجیدگی سے کہے جانے پر جبار نے چونک کر اُسکو دیکھا جو اپنے ناشتے کی جانب متوجہ تھی۔

"میں اَب بالکل ٹھیک ہوں۔"اُسکی بات ایک بار پھر تذبذب میں مُبتلا کر دینے والی تھی مگر حُسن المآب نے چہرہ اُٹھا کر دیکھنے کی غلطی نہیں کی۔

"اچھا ہے نہ حُسنہ گاؤں دیکھ لے گی۔"مروہ بیگم نے مزید کہتے ہوئے جیسے حُسن المآب کے انکار کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا۔

"میں بھی چل سکتی ہوں نہ حُسنہ!" زیبا کے حلاوت بھرے لہجے پر حُسن المآب سمیت سب نے ٹھٹھک کر اُسکو دیکھا جبکہ جبار نے اُس فضول عورت کو نہیں دیکھا۔کچھ دیر پہلے والی بے عزتی کا اثر اُس پر ہو بھی کیسے سکتا تھا۔

"تمہیں میرے بجائے جبار اور اپنے دادا صاحب سے پوچھنا چاہیئے۔"نرمی سے کہہ کر حُسن المآب نے جبار کو چونکا دیا۔اُسکی بات چونکا دینے والی تھی، اُسکا **'دادا صاحب'** کہنا چونکا دینے والا تھا۔اُس نے چہرہ پھیر کر سید قاسم مُجتبیٰ کا مطمئن انداز دیکھا۔کچھ تھا جس نے جبار کو ٹھٹکا دیا۔اُنکے چہرے پر کوئی ناگواری کیوں نہیں تھی؟؟

"جبار کا تو تمہیں معلوم ہی ہے اور آغا جان مُجھے کبھی کچھ نہیں کہہ سکتے۔"اُس نے دوستانہ انداز میں شیرینی بھر کر آغا جان کو دیکھا۔جبار لَب بینچ کر اُٹھ کھڑا۔

"اگر تم بُرا نہ مناؤ زینب تو میں صرف حُسن کو امی اور بابا سے مِلوانا چاہتا ہوں۔"اُسکے یوں کہے جانے پر سید قاسم اور زیبا کے چہرے کا رنگ بدلا۔حُسن المآب نے آہستگی سے نظر اُٹھا کر اُسکو دیکھا جو آنکھوں میں ڈھیروں سنجیدگی لیئے زینب کو دیکھ رہا تھا۔

"ضرور! آپکو معلوم ہے نہ امی اور بابا کتنا خوش ہوں گے حُسنہ بھابھی سے مِل کر۔"اُسکے جُوش سے کہنے پر زیبا نے ناگواری سے پہلو بدلا۔اُسے ایک بار پھِر مہارت سے عدم کر دیا گیا تھا۔

"ناشتہ کر کے کمرے میں آ جانا، حُسن!" اَب کے براہ راست حُسن المآب کی تحیر زدہ آنکھوں میں دیکھ کر نرمی سے کہہ کر وہ پلٹ کر کمرے کی جانب چلا گیا۔

"دادو! میں جاؤں؟" ناشتے سے ہاتھ کھینچ کر اُس نے ضوفشاں بیگم سے پوچھتے ہوئے اُنکا ڈھیروں خون بڑھا دیا جبکہ سید قاسم مُجتبیٰ نے افسوس سے زیبا کو دیکھا جو آرام سے ناشتہ کرنے لگ گئی تھی۔دادو کی اجازت لے کر وہ آہستگی سے اُٹھ کر کمرے کی جانب چلی آئی۔کمرے میں جبار نہیں تھا۔وہ چند لمحے وہیں کھڑی رہی اور پھِر واش روم کا دروازہ کھول کر سیاہ قمیض شلوار میں ملبوس جبار باہر نکلا مگر حُسن المآب کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"آپ چلیں جائیں۔میں نے جا کر کیا کرنا ہے۔"اُس کی بات پر جبار کے دل کی دھڑکن سُست ہوئی۔

"میں اُنہیں تم سے مِلوانا چاہتا ہوں۔وہ اکیلے کئی بار مُجھ سے مِل چُکے ہیں۔ اِس بار میں اکیلا نہیں جانا چاہتا۔"قدم قدم اُسکی جانب آ کر آہستگی سے بتایا مگر حُسن المآب کے دِل میں کوئی احساس سَر نہیں اُٹھا سکا حالانکہ وہ بات دِل مائل کر لینے والی تھی۔

"مُجھ سے کیوں مِلوانا چاہتے ہیں؟" سَر اُٹھا کر نہایت سنجیدگی سے سوال آیا۔ یہ پہلا سوال تھا جو وہ اُس سے کر رہی تھی۔جبار کے دِل میں ایک انجان تکلیف میں مُبتلا کر دینے والی ٹھیس اُٹھی۔شاید وہ حُسن المآب سے اِیسے سوال کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

"کیونکہ تم میری بیوی ہو۔"بہت مدہم سا، بغیر جھجھکے جواب سامنے پیش کیا گیا۔حُسن المآب کے چہرے کا رنگ ماند ہوا۔

"بیوی آپ کی زیبا بھی ہے۔ آپ اُسے لے جائیں۔" اُسکی بات پر جبار کا چونک جانا فطری تھا۔ اُسکے چہرے کے تاثرات اُس نام پر، اُس حوالے پر پتھر کی طرح سخت ہوتے دیکھ کر حُسن المآب ٹھہر گئی۔ شاید اَب کوئی دلیل، کوئی وضاحت کی جائے۔

"تم کیوں نہیں؟" اُس کے کہے جانے کو یکسر نظر انداز کیا گیا۔ حُسن المآب اَب اُن آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"زیبا کیوں نہیں؟" اُسکے سوال پہ سوال پر جبار نے حیرانگی سے اُسے دیکھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار حیران ہو رہا تھا۔ حُسن المآب اُس سے سوال کر رہی تھی، باز پُرس کر رہی تھی مگر اپنے لیئے نہیں۔ جبار نے گہرا سانس لے کر حُسن المآب کو دیکھا اور باقی قدموں کا فیصلہ طے کر کے عین اُسکے سامنے آیا۔ اُسکو یوں رُکتے دیکھ کر حُسن المآب تیزی سے پیچھے ہوتی گئی مگر وہ رُکا نہیں۔ اِس سے پہلے کہ حُسن المآب لڑکھڑا کر گرتی، جبار نے اُسکو کندھوں سے تھام کر اپنے سامنے کیا۔

"کیونکہ میں صرف تمہیں لے کر جانا چاہتا ہوں۔" وہ بہت مُختلف اور نرالی بات تھی۔ اِتنی نرالی کے حُسن المآب اُن جذبوں سے لبریز ہوتی سیاہ آنکھوں کو آنکھیں پھیلائے ششدر ہو کر دیکھنے لگی۔ اُسے نفرت، سختی، تنفر جیسے جذبوں کی پہچان تھی مگر اُسکے سامنے کھڑے شخص کی آنکھوں میں جو جذبے تھے وہ اُسکے لیئے انجان اور بےنام تھے مگر اُن جذبوں کی شدت سے اُسکی پلکیں لرز کر جُھکتی چلی گئیں۔

"کب جانا ہے؟" اُسکے ہاتھ شانوں سے ہٹا کر آہستگی سے پوچھتے ہوئے وہ پیچھے ہوئی۔ جبار کے ہاتھ پہلو میں آ گِرے۔

"ابھی!" مُختصر جواب پر حُسن المآب اپنے بیگ تک گئی اور پھر اُس میں سے سیاہ شیشوں کی چادر نکال کر اوڑھتے ہوئے اُس تک آئی۔

"چلیں!" سر پر دوپٹہ سہی سے جما کر ایک سِرا چہرے کے آگے کرتے ہوئے وہ اُسکو کہہ کر برابر سے نکل کر دروازے تک گئی۔چند لمحے سید جبار خالی ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ وہیں کھڑا رہا، کھڑا رہ گیا اور پھر خود کو ڈپٹ کر آہستہ قدموں سے باہر نکلا۔حُسن المآب کے لیئے گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہی گاڑی سید حویلی سے باہر نکال لے گیا۔سارا راستہ گاڑی میں خاموشی چھائی رہی۔حُسن المآب چہرہ پھیر کر باہر پیچھے کو رہ جاتے مناظر کو دیکھ رہی تھی اور جبار کی اُلجھی متفکر اور مُضطرب سوچیں ساتھ بیٹھے بے خبر وجود سے متعلق تھیں۔اُسکے سارے کے سارے عہد اور دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے تھے۔چہرہ آہستگی سے پھیر کر اُس نے حُسن المآب کو دیکھنا چاہا مگر دھڑکنوں کے شور سے گھبرا کر اِرادہ ترک کر کے سامنے دیکھنے لگا۔قبرستان آنے تک اُن دونوں نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔گاڑی روک کر وہ گاڑی سے نکل کر حُسن المآب کی جانب آیا مگر وہ اُسکے پہنچنے سے پہلے ہی گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی۔

مختلف قبروں کے پاس سے ہوتے ہوئے وہ دونوں ایک ساتھ موجود دو قبروں کے عین سامنے آ رُکے۔جبار نے چہرہ پھیر کر حُسن المآب کو دیکھا جو ایک نظر پورے قبرستان کو دیکھ کر اَب آنکھیں موندے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگ رہی تھی۔جبار چند پل کے لیئے اُسکے چہرے سے نظر نہیں ہٹا سکا تبھی اُسکو اپنے برابر سے ہنسنے کی آواز آئی۔چونک کر اُس نے سامنے موجود سیاہ قبروں کو دیکھا جِن۔پر

سید عالم مُجتبیٰ اور حُسنہ عالم لکھا تھا۔اُنہیں قبروں کے پاس اُس نے اپنے ماں، باپ کو ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ کر اپنی جانب مُسکراتے دیکھا۔وہ ہنسی کی آواز اُن دونوں کی ہی تھی۔

"دیکھ رہے ہیں عالم! آپ کا بیٹا آپ سے بھی دو ہاتھ آگے ہے مُحبت میں۔"حُسنہ عالم نے اُسکی محویت پر چوٹ کرتے ہوئے پُرمزاح انداز میں کہا جبکہ سید عالم مُجتبیٰ کا قہقہ بےساختہ تھا۔

"لگتا نہیں تھا ہمارے پتھر دِل بیٹے کے دِل کو مُحبت موم کر سکتی ہے۔" وہ ہونقوں کی طرح اُن دونوں کو اپنی دُرگت بناتے دیکھ رہا تھا۔

"میں یہاں حُسن کو آپ دونوں سے مِلوانے لایا ہوں اور آپ دونوں میری دُرگت بنا رہے ہیں۔میں اِتنے بہت سے سالوں بعد آیا ہوں یار!" جبار کے کہتے جانے پر حُسن المآب نے بےطرح چونک کر آنکھیں کھولتے ہوئے اُسکو دیکھا جو قبروں کے پاس پڑے خالی پتھروں کی جانب دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ حُسن المآب کی آنکھوں میں حیرت اُترنے لگی۔

"خود تو آپ جیسے کم پاگل تھے نہ میری ماں کے پیچھے جو اَب مُجھ پر ہنس رہے ہیں۔"اُسکی اگلی بات پر حُسن المآب نے ناسمجھی بھرے تحیر سے اُسکو دیکھا۔

"جبار!" اُسکی پُکار پر بھی وہ نہیں چونکا تو حُسن المآب نے اُسکا کندھا آہستگی سے تھپکا۔

"ہاں!" اُس نے ایک دم جس طرح چونک کر حُسن المآب کو دیکھا وہ اُسے تشویش سے دیکھنے لگی۔

"آپ کِس سے باتیں کر رہے ہیں؟" اُسکے سوال پر جبار نے چونک کر اُن پتھروں کو دیکھا اور مُسکرا دیا۔

"اسلام باد واپس جاتے ہی ہم تمہاری نانو کی قبر پہ جب جائیں گے تو تم سمجھ جاؤ گی۔"اُسکے لہجے میں اتنی نرمی تھی کہ اُسکی بات پر حُسن المآب کا دِل ٹھہر گیا۔

"یہ میرے اور زینب کے بابا اور امی جان کی قبریں ہیں۔میرے بابا نے اپنے پورے خاندان خاص کر اپنے باپ سے ناراضگی مول کر میری امی سے مُحبت کی شادی کی تھی۔اُن دونوں جیسی مُحبت میں نے کسی کو کسی سے کرتے نہیں دیکھا۔مُحبت لفظ پر اگر میرا کچھ اعتبار ہے تو وہ اِن دونوں کے سبب سے ہے۔"اچانک سے وہ بات کو جس مختلف سمت لے گیا اُس پر حُسن المآب ناسمجھی سے اُسے دیکھتی رہی۔وہ پہلی بار جبار کو اتنا طویل کہتے سُن رہی تھی۔حُسن المآب جانتی نہیں تھی مگر عجیب یہ تھا کہ سید قلبِ جبار بہت نرمی اور آسانی سے مُحبت جیسے جذبے کا ذکر کر رہا تھا۔وہ واقف نہیں تھی اُس سے، اُسکی نفرت اور خار سے تبھی لاعلم تھی، ششدر نہیں تھی۔

"سب نے میری ماں کی مخالفت اِس وجہ سے کی کیونکہ وہ سادات نہیں ایک گلوکارہ تھیں۔"اُسکی اگلی بات پر حُسن المآب ٹھٹک گئی۔وہ اُسے سب کیوں اور کیسے بتا رہا تھا؟؟ وہ کیسے آسانی سے اُسے یہ سب بتا رہا تھا؟

"حالانکہ میری ماں نے بابا جان کے نکاح میں آتے ہی اپنی پرستار، قدر دان دُنیا کو خیر آباد کہہ دیا تھا اور کبھی پلٹ کر بھی اُس راستے کی جانب نہیں دیکھا جسکے طعنے اور نشتر وہ ساری عمر سید خاندان کی زبانوں سے سہتی رہیں۔"اگلی بات حساس تھی اور حُسن المآب کا دِل دھڑک کر ٹھہر گیا۔اُسے زینب کی باتیں یاد آنے لگیں۔

"بھائی امی اور بابا سے بہت زیادہ اٹیچڈ تھے اِسی لیئے اُن دونوں کی وفات کے بعد نہ تو وہ کسی اور کے ساتھ کبھی اُنکی قبر پر جاتے ہیں نہ کسی اور سے کیا مُجھ تک سے اُنکا ذکر کرتے ہیں۔"زینب کے الفاظ سماعتوں میں گونجتے رہے اور وہ ٹھہر جاتی آنکھوں سے جبار کے چہرے کو دیکھ رہی تھی جو اپنے ماں، باپ کا اُس کے سامنے ذکر کرتے ہوئے موم کی طرح نرم ہوا جا رہا تھا۔وہ پتھر جیسے سخت تاثرات جو وہ دیکھتی آ رہی تھی وہ کہیں بھی نہیں تھے۔اُس چہرے کی نرمی دیکھ کر نہ جانے کیسے، کیوں مگر اُس نے اللہ سے ایک مختصر سی دُعا کر دی۔وہ یہ نرم تاثرات زائل ہوتے نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔وہ اِیسے تاثرات کے ساتھ قابلِ رسائی لگ رہا تھا مگر حقیقت جو کہ تلخ تھی اُسکو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا تبھی حُسن المآب نے نظریں پھیر لیں۔

"آپ کے والدین کے درمیان آخری وقت تک مُحبت رہی یہ ایک بہت خوبصورت اور خوش قسمتی والی بات ہے۔"اُسکے کہے جانے میں الگ سا تھا جسے محسوس کر کے جبار نے اُسکو دیکھا جسکی نگاہیں اُن سیاہ قبروں پر جمی ہوئی تھیں تبھی اُن سبز آنکھوں میں سید جبار نے کچھ چمکتے دیکھا اور ساکن رہ گیا۔اُن سبز آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔

"مُجھے بہت اچھا لگا آپ دونوں سے مِل کر۔"حُسن المآب اَب اُن سیاہ کتبے والی کچی قبروں کو کہہ رہی تھی۔

"کچھ وقت آپ کو اکیلا چاہیئے؟" چہرہ پھیر کر اُس نے براہِ راست اُن سیاہ آنکھوں میں دیکھا جس نے بےساختہ نفی میں سَر ہلاتے ہوئے اُسکو چونکا دیا۔وہ اُسے حیران کر رہا تھا۔کچھ تھا جو بدل گیا تھا مگر

کیا؟ وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔ سمجھ کر سر ہلاتے ہوئے آخری بار دُعا مانگ کر وہ پیچھے کو پلٹی۔ جبار نے چہرہ پھیر کر اُسے جاتے دیکھ کر اُن قبروں کو دیکھا۔

"میں جو زندگی میں کبھی نہیں چاہتا تھا وہ ہو گیا ہے۔ آپ دونوں اللہ سے میری سفارش کیجیے گا۔ یہ سب مُجھ جیسے شخص کے لیئے بہت مُشکل ہے۔" آخری بات کہہ کر پلٹتے ہوئے وہ اُسکے پیچھے چہرہ جُھکا کر چلنے لگا جسکے آگے سید جبار کا دِل نامحسوس انداز میں جُھکنے لگا تھا۔ گاڑی میں بیٹھ کر سفر پھر سے ایک بار اُسی خاموشی سے شروع کر دیا گیا۔ وہ خاموشی سے جو اول روز سے اُن دونوں کے درمیان تھی مگر کل سے کچھ زیادہ ہی محسوس ہونے لگی تھی۔ سید حویلی کے پورچ میں گاڑی روک کر اُس نے دروازہ کھول کر ایک نظر حُسن المآب کو دیکھا جو اُسے دیکھے بغیر اندر کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اُسکا دِل پھر اِس قدر زور سے سُکڑ کر پھیلا کے اُسکے چہرے کے تاثرات اِس تیزی سے بدلے کہ پاس آتی زینب نے اپنے بھائی کو تشویش سے دیکھا۔

"مِلوا آئے بھابھی کو امی اور بابا سے؟" زینب نے بغور اُسکو دیکھا جو سیڑھیاں چڑھ کر اندر کو جاتی حُسن المآب کو ٹکٹکی باندھ کر چہرے پر ناقابلِ فہم تاثرات لیئے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں!" زینب کے ٹھوکا دینے پر اُس نے چونک کر زینب کو دیکھا۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو جبار بھائی؟ آپ کب سے اِتنے غائب دماغ ہو گئے؟" جبار کا رویہ واقعی زینب کے لیئے قابلِ تشویش تھا۔ کل سے اُسکا بھائی عجیب خاموش اور مُضطرب سا لگ رہا تھا۔

"نہیں! بس میرا دھیان کہیں اور تھا۔"سَر جھٹک کر اُس نے مُسکرا کر زینب کو دیکھا مگر زینب اپنے بھائی کی آنکھوں تک نہ جاتی مُسکراہٹ کو دیکھ کر رہ گئی۔

"کہاں دھیان تک آپ کا؟ حُسنہ بھابھی کی جانب۔۔۔"سوال کرتے کرتے آخر میں اُسکا لہجہ شریر ہو گیا۔

"ہاں۔۔۔۔نہیں! کیا فضول بول رہی ہو۔۔۔"وہ جو بے دھیانی میں کہہ کر زینب کی ہنسی پر چونکا تھا، مصنوری خفگی سے اُسے دیکھ کر اندر کی جانب بڑھا جبکہ زینب مُسکراہٹ دبا کر تیزی سے اُسکے پیچھے لپکی۔

"فضول کہاں؟ مُجھے تو لگ رہا ہے تیر سیدھا نشانہ پر جا لگا ہے۔"زینب کی معنی خیز بات پر جبار نے چہرہ پھیر کر ہال میں داخل ہوتے ہوئے اُسکو خفگی سے دیکھنا چاہا مگر اُسکی نگاہ دادو کا ہاتھ تھام کر مُسکرا کر کچھ بتاتی حُسن الماب سے ٹکرا گئی۔وہ منظر اِیسا تھا کہ باوجود کوشش کے قلبِ جبار عالم خود کو مسحور ہونے سے روک نہیں سکا۔اُس خوبصورت اور روشن مُسکراہٹ سے جبار کا تاریک، اندھیر میں ڈوبا دِل یک لخت بھڑک کر روشن ہونے لگا۔سینے میں بے جان پڑا پتھر دِل کسے دھیمے جذبے کی تپش سے پگھل کر مومو ہونے لگا تھا۔بے اِختیار اُسکا دائیں ہاتھ اپنے دِل کے مقام پر جا ٹھہرا۔اُس مقام پر جِس کے پار اُسکا کا دِل تغیر کے اِحساس سے سَر پٹ دھڑک کر اُسکو مسحور کر رہ تھا۔زینب نے بھائی کو رُک کر یوں سینے پر ہاتھ رکھتے دیکھ کر تشویش سے دیکھا مگر اُسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھ کر وہ بے طرح ٹھٹھکی۔ٹھٹھک تو ہال کمرے میں داخل ہوتے قاسم مُجتبیٰ اور عاقب بھی گئے تھے۔اُن کی

نظروں کے سامنے سید جبار ایک زمانے کو بُھلائے مسحور ہو کر اپنی بیوی کو دیکھ رہا تھا۔وہ شخص جِس نے آج تک عورت کو نظر کو اُٹھا کر نہیں دیکھا تھا اور جب نظر اُٹھی، جُھکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

وہ جب کمرے میں داخل ہوا حُسن المآب عشاء کی نماز پڑھ کر دُعا مانگ رہی تھی۔چند پل جبار وہیں کھڑا اُسکو دیکھتا رہا جو اُسکی موجودگی سے غافل تھی اور پھر آہستہ قدموں سے دیوان پر آ کے بیٹھ گیا یوں کے اَب آرام سے حُسن المآب کا نیم رُخ دیکھ سکتا تھا۔وہ آنکھیں موندے نہ جانے کون کونسی دُعائیں مانگ رہی تھی اور کیا جبار کا ذکر اُسکی دُعاؤں میں کہیں ہو گا؟ پہلی بار سید جبار کا دِل کسی کی دُعاؤں کی بابت جان لینے کا چاہا۔چہرے پر ہاتھ پھیر کر اُٹھ کھڑی ہوتی حُسن المآب جبار کو دیکھ کر ٹھٹکی اور پھر اُسی تیزی سے دوپٹے کا کونہ چہرے کے آگے کر کے جائے نماز اُٹھانے لگی۔لمحے بَھر کے لیئے جبار سُن رہ گیا۔وہ باقی کے مردوں کے ساتھ اُس سے بھی بے نیازی اور اجنبیت برت رہی تھی اور وہ۔۔۔سید جبار اُس پر ہر آن اپنا دِل ہار رہا تھا۔

"زیبا آپ کا پوچھ رہی تھی۔"قبرستان سے آنے کے بعد وہ تو ضوفشاں بیگم کے پاس رہی تھی مگر جبار واپس باہر چلا گیا تھا۔اُسکی بات پر جبار کے چہرے کا رنگ تیزی سے بدلا۔ وہی سختی اور کرختگی چہرے پر دَر آنے لگی۔

"تم اُسکی قاصد کب سے بن گئی ہو؟" لہجے میں طنز کے بجائے کچھ اور تھا جسے محسوس کر کے حُسن المآب کے جائے نماز ٹیبل پر رکھتے ہاتھ لرزے۔چہرہ پھیر کر اُس نے جبار کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

"جب سے معلوم ہوا ہے کہ وہ آپ کی خاندانی بیوی ہے۔"اُسکی بات اِیسی تھی کہ جبار کا چہرہ نہ صرف طیش سے سُرخ ہوا بالکل وہ اپنی جگہ سے بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔وہ لفظ صرف بیوی پر اتنا ششدر

نہ ہوتا جتنا **'خاندانی بیوی'** پر ہوا تھا۔اُسکے چہرے کے تاثرات سے بے نیاز حُسن المآب اُسکے پاس سے گزرنے لگی مگر جبار نے اِیسا ہونے نہیں دیا۔اُسکو کندھے سے تھام کر ایک جھٹکے سے اپنے سامنے لا کھڑا کیا۔اِس اچانک افتاد پر دنگ رہ جاتی حُسن المآب چہرہ اُٹھا کر آنکھیں پھیلائے اُسکو بے یقینی سے دیکھنے لگی جسکا چہرہ سختی میں پتھروں کو بھی مات دے رہا تھا۔

"دوبارہ اِیسی گھٹیا بات میں تمہارے ہونٹوں سے نہیں سُننا چاہتا۔" نظروں کے برعکس اُسکے لہجے میں بلا کی سختی تھی۔تیز ہوتی دھڑکنوں سے حُسن المآب نے اپنا کندھا جھٹکنا چاہا مگر مقابل کی گرفت مضبوط تھی۔نہ جانے کیوں مگر حُسن المآب کی آنکھوں کی سطح گیلی ہونے لگی۔ اُس شخص کا دھڑکن روک دیتا چہرہ دُھندلانے لگا۔

"یہ گھٹیا بات سب کے ہونٹوں سے آپ کو سُننی پڑی گی۔" نگاہوں کا زاویہ تیزی سے بدل کر اُس نے جبار کو ٹھٹکا دیا۔

"سب کی زبانیں بند کروا دوں گا مگر تم۔۔۔تم یہ بات دوبارہ مت کرنا کبھی بھی۔"وہ سخت گرفت اچانک سے اتنی نرم ہو گئی کہ حُسن المآب نے چونک کر چہرہ پھیرا جبکہ اُسکی بھیگتی آنکھوں میں دیکھتے جبار کو سانس لینے میں دُشواری پیش آنے لگی۔

"سچ چُھپائے نہیں چُھپتا، دبائے نہیں دبتا۔"اِس سے پہلے کہ وہ اُس نرمی پر ایمان لے آتی سماعتوں میں سید قاسم مُجتبیٰ کے وہ سخت، نفرت زدہ الفاظ گونجنے لگے تبھی اُسکا لہجہ تلخ ہوا جبکہ جبار کا دِل اُس لہجے کی تلخی پر سُکڑ کر پھیلا۔

"وہ گھٹیا عورت جس سے میں شدید ترین نفرت کرتا ہوں اگر خاندانی بیوی ہے تو تم جس سے میں نے پوری دلی آمدگی سے نکاح کیا ہے۔۔۔تم کیا ہو؟" اَب کے اُس سوال کے ساتھ حُسن ن المآب کو نرمی سے خود کے مزید قریب کیا گیا جبکہ حُسن المآب کا چہرہ اُسکے یوں قریب آنے کے بجائے کچھ یاد کر کے اہانت سے سُرخ ہونے لگا۔جبار جو چہرہ جُھکا کر بہت تفصیل سے اُسکے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ رہا تھا، اندر تک ٹھٹک گیا۔

؎دور تھے اور دور ہیں ہر دم زمین و آسماں

دوریوں کے بعد بھی دونوں میں قربت ہے تو ہے۔۔۔

"یہ تو آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں کیا ہوں۔"اُسکی آنکھوں سے یک دم طیش کے شعلے نکلنے لگے جن پر جبار کا دِل نا سمجھی سے ساکن ہونے لگا۔وہ ایک قدم کا فاصلہ بھی طے کر کے اُسکے مقابل آیا جبکہ حُسن المآب کی سبز آنکھیں ششدر ہو کر اُسکو دیکھ رہی تھیں جسکے چہرے اور آنکھوں کے نرم تاثرات میں کچھ اِیسا سمٹ آیا تھا جسے لوگ ازل سے الفت کی کتاب کے باب میں مُحبت کے نام سے درج کرتے آ رہے تھے۔اُسکی پلکیں اُن نظروں کے پیام ہر لرزنے لگیں، دھڑکن کی رفتار تیز تر ہونے لگی۔

؎میں نے اُلفت کے حوالوں میں تمہیں دیکھا ہے

تم وہی ہو نہ جو دھڑکن کو بڑھا دیتے ہیں۔۔۔

"میں خود تک سمجھ نہیں پا رہا کہ تم میری کون تھی، کون ہو اور۔۔۔میرے لیئے کیا بنتی جا رہی ہو؟" اُسکے مدہم، فسوں خیز لہجے میں دِل چُرا لینے کی طاقت تھی مگر تقدیر کا تھپڑ حُسن المآب کے چہرے پر پوری قوت سے آ پڑا۔

"تو جا کر اپنے دادا صاحب سے پوچھ لیں وہ آپ کو بہت اچھے سے سمجھا دیں گے کہ میں آپ کے لیئے کیا ہوں۔وہ میری آپ کی زندگی میں حیثیت سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔"اُس فُسوں خیز سحر کو حُسن المآب کے تذلیل سے کانپتے لہجے نے ایک چھناکے سے توڑا۔اُس نے یہیں اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے بہت قریب کھڑے سید جبار کو دِل کے مقام پر ہاتھ رکھ کر چھلک پڑتی آنکھوں سے پیچھے کی جانب دھکیل دیا۔وہ جو اِس حملے کے لیئے تیار نہیں تھا اُس کانپتے، لرزتے لہجے اور لمس پر لڑکھڑا کر پیچھے کو ہوا۔

"جائیں اور پوچھ کر آئیں اپنے دادا صاحب سے اور مُجھ سے اِس نرمی کے بجائے ویسا ہی سلوک کریں۔"اُن سبز آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح ٹوٹ کر پھسل رہے تھے۔ اُس لہجے میں اتنا درد اور اہانت تھی کہ سید قلبِ جبار کا دِل جو کچھ دیر پہلے اُس چہرے کو اتنے قریب سے دیکھنے پر سر پٹ دوڑ رہا تھا، مُنہ کے بل گِر کر ساکن، ششدر سا رہ گیا۔سانس کسی انہونی کے احساس سے مدہم ہونے لگی۔تیز قدموں سے لب بھینچ کر، سُرخ پڑتے چہرے کے ساتھ پلٹ کر جبار اپنے کمرے کا دروازے پار کر گیا۔پیچھے حُسن المآب دونوں ہاتھوں میں چہرہ چُھپا کر سسک سسک کر رونے لگی۔

جس طرح وہ آندھی طوفان بنا راہداری عبور کر کے سید قاسم مُجتبیٰ کی سٹڈی کی جانب جا رہا تھا، ہال میں بیٹھی زینب، مروہ، خجستہ بیگم اور زیبا کا ماتھا ٹھنکا۔

"جبار کیا ہوا؟" مروہ بیگم کی پُکار کو سِرے سے نظرانداز کیئے اِیسا پہلی بار ہوا تھا کہ وہ آگے بڑھ گیا تھا۔وہ سب ایک ساتھ تیزی سے اُٹھیں۔سیڑھیاں جُست قدموں سے اُترتے عاقب نے چونک کر اُسکو دیکھا جسکا رُخ آغا جان کی سٹڈی کی جانب تھا۔ہونٹوں پر کوئی شوخ سی دُھن بجاتے ہوئے وہ نیچے اُتر کر اُسکے پیچھے لپکا جس نے سٹڈی کا دروازہ دھاڑ سے کھول کر اندر کتاب میں منہمک سید قاسم مُجتبیٰ کو ٹھٹکا دیا۔عینک نیچے رکھ کر اُنہوں نے سامنے دیکھا جہاں سے وہ چہرے پر پتھریلے، سخت تاثرات سجائے اُن کی جانب بڑھ رہا تھا۔چند قدم اُنکے قریب آ کر وہ کھڑا ہو کر اُنکو سخت متنفر نظروں سے دیکھتا رہا۔اُن نظروں میں اِس قدر نفرت اور سختی تھی کہ قاسم مُجتبیٰ لمحے بَھر کے لیئے سُن رہ گئے۔

"کیا کہا ہے آپ نے میری بیوی سے؟" بامُشکل طیش پر قابو پاتے ہوئے اُس نے جِس سَرد لہجے میں سوال پوچھا اُس پر قاسم مُجتبیٰ سمیت دروازے پر نمودار ہوتے وہ سب ٹھہر گئے۔

"یہ تم اُس سے ہی کیوں نہیں پوچھ لیتے۔" سنبھل کر انہوں نے بےزاری سے کہا مگر اُنکے لہجے کی بےزاری اور بےپرواہی کا اثر کم اَز کم سامنے کھڑے جبار پر نہیں ہوا۔

"جو بچا کُچا لحاظ رہ گیا ہے مُجھے وہ بھی بُھولنے پر مجبور مت کریں دادا صاحب۔" اُسکے لہجے کی قطعیت اور اجنبیت پر سٹڈی میں کھڑے تمام نفوس کا سانس رُک کیا جبکہ عاقب سُرخ چہرے سے آغا جان کے ششدر تاثرات دیکھ رہا تھا۔اگر یہ کہنا والا عاقب ہوتا تو آغا جان نے کب کا اُسکا چہرہ تھپڑوں سے لال کر دیا ہوتا۔

"میرا اللہ شاہد ہے اگر آپ نے دوبارہ کوئی بھی غلط بات میری بیوی سے کہی تو میں بچے کُچے ادب لحاظ کا پردہ چاک کر کے آپ کو جواب دوں گا۔"اُنکی بےیقین آنکھوں میں بےخوفی اور پختگی سے دیکھتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کا باور کروایا گیا جبکہ چند قدم پیچھے کھڑی زیبا صلاح الدین کا چہرہ اہانت سے سُرخ پڑنے لگا۔یہ فکر اور اپنائیت کبھی اُسکے حصّے میں تو نہیں آئی۔آخری متنفر نظر اُن پر ڈال کر وہ جیسے ہی پلٹا، سید قاسم مُجتبیٰ جیسے ہوش میں آئے۔

"ایک کل کی آئی اِیسی عورت جسکے نہ خاندان کا معلوم ہے نہ آگے پیچھے کا اُسکے لیئے تم ہمیں دھمکا رہے ہو۔ہمارے اُس لڑکی کے بارے میں اندازے غلط نہیں تھے۔"ٹھنڈے ٹھار لہجے میں کہتے ہوئے اُنہوں نے جبار کو لب بینچنے پر مجبور کر دیا۔

"جِس لڑکی کی آپ بات کر رہے ہیں وہ میری بیوی ہے۔میں اُسکے آگے پیچھے کو جانتا ہوں، یہی کافی ہے کیونکہ اُسکا خاندان میں ہوں۔کسی دوسرے سے اُسکا کوئی واسطہ نہیں۔"اُسکا انداز بےحد واضح تھا۔ وہ اُنکو اپنے اِرادوں سے باز رہنے کا کہہ نہیں رہا تھا، دھمکا رہا تھا۔

"اور یہی بات تمہاری بیوی کو بُری لگ گئی ہو گی۔ہم نے بھی اُسے یہی باور کروایا تھا کہ ہمارے سید خاندان کی بہو صرف زیبا ہے۔وہ تمہارے دِل بہلانے کا سامان تو ہو سکتی ہے مگر اِس خاندان کی بہو نہیں۔"اُنکی اگلی بات پر جبار کی سیاہ آنکھوں میں سُرخی چھانے لگی۔مُٹھیاں بینچ کر وہ چند قدم اُنکے قریب آیا۔آغا جان کی اِتنی عامیانہ بات پر مروہ بیگم نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیا جبکہ خجستہ اور زیبا نے ایک دوسرے کو مُسکرا کر دیا۔

"حُسن جیسی پاکباز اور وفادار عورت مُجھ جیسے مَرد کے لیئے مَرتے دَم تک مَنّ پسند بیوی ہی رہتی ہے جبکہ خود کو دوسروں کے سامنے گھٹیا انداز میں پیش کرنے والی آپ کی نواسی زیبا جیسی عورت کی مَرد کی نظر میں کیا اہمیت ہوتی ہے اِس بارے میں آپ کو زیادہ اچھے سے معلوم ہونا چاہیئے۔"اُسکا آگ اُگلتا لہجہ پل بَھر میں کئی چہروں سے مُسکراہٹ چھین گیا۔اُن سب کو جلا کر خاکستر کرتے ہوئے وہ اُسی اطمینان سے پلٹا اور اُن سب کی موجودگی کو یکسر نظرانداز کیئے اُنکے برابر سے ہو کر نکلتا چلا گیا۔سٹڈی کی کُھلی کھڑکی کے ساتھ دھڑکتے دِل کے ساتھ ششدر کھڑی حُسن المآب کے قدم زنجیر ہو گئے تھے۔اُن مرہم رکھتے الفاظ پر اُسکا موم جیسا نرم دِل اَسیر ہونے لگا۔اُسکی زندگی میں آنے والا پہلا مَرد ہی وہ شخص تھا جو سب کے سامنے ببانگِ دہل اُسکی اہمیت سب پر واضح کرتا آ رہا تھا۔وہی مرد جو اُسکا شوہر تھا اُسکو پرکھے اور سمجھے بغیر پاکباز اور وفادار عورت کہہ کر اُن چہروں پر تمانچے مار آیا تھا جنہوں نے اُسکے کردار کو نشانہ بنایا تھا۔تیز ہوتی دھڑکنوں پر ہاتھ رکھے، سُرخ ہوتے چہرے کے ساتھ گم صُم سی وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی جبکہ جبار راہداری سے ہوتا ہوا حویلی سے باہر نکل گیا۔کمرے میں آ کر بستر پر بیٹھتے ہوئے اُسکی سبز آنکھیں یک دَم نگینوں کی مانند چمکنے لگیں۔

"میں خود نہیں جانتا تم میرے لیئے کیا تھی، کیا ہو اور کیا بنتی جا رہی ہو۔۔۔" جبار کے کچھ گھنٹے پہلے کہے گئے سارے الفاظ پھِر سے اُسکی سماعتوں میں گونجتے ہی کوئی مدھر سا ساز چھیڑنے لگے۔وہ الفاظ دِل کی دُنیا اتھل پتھل کر دینے والے تھے۔

چہرہ پھیر کر سَر اُٹھاتے ہوئے اُس نے بیڈ کے عین اوپر لگی سید قلبِ جبار کی سیاہ قمیض شلوار اور سیاہ کڑھائی والی شال میں ملبوس انلارج تصویر کو دیکھا۔چہرے کی سُرخی، آنکھوں کی چمک اور دِل کی

دھڑکنوں کی تیزی میں شدت سے اضافہ ہونے لگا۔ایک ہاتھ چہرے اور دوسرا دِل پر رکھے وہ بوکھلا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"یااللہ!" تیزی سے شیشے کے سامنے آ کر اُس نے اپنا نہ جانے کِس احساس سے سُرخ پڑتا چہرہ دیکھا اور پھر دونوں ہاتھ گال پر رکھ کر چیخ پڑی۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔"سبز آنکھیں پھیلائے وہ اپنے حیران سے عکس سے وہ سوال پوچھ رہی تھی جسکا جواب موجود نہیں تھا۔گہرا سانس لے کر وہ تیزی سے پلٹ کر وضو کرنے واش روم کی جانب بڑھ گئی۔اِدھر اُدھر کی سوچوں کو یکجا کرنے کا بہترین حل نماز ہی تھا۔

دونوں قبروں کے عین سامنے دو زانو بیٹھے اُسکی سُرخ آنکھوں کی نمی چونکا دینے والی تھی۔

"آج آپ کے باپ نے میری بیوی کو بھی وہی کہا جو وہ میری ماں کو کہا کرتے تھے بابا۔"مدہم آواز میں سَر جُھکا کر ماں کی قبر کے پتھر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اُس نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

"اور بالکل آپ کی طرح میں بھی اُس بات پر خاموش نہیں رہ سکا۔اُس بات پر خاموش رہا بھی کیسے جا سکتا تھا۔"اُس مضمحل لہجے میں زمانے کی تھکن تھی۔

"میں نہیں چاہتا جب تک دادو ٹھیک نہیں ہو جاتیں کوئی بدمزگی ہو مگر وہ سب بعض نہیں رہنے والے۔اُن سب کو بھی شاید میرے دِل کی بدلتی دُنیا کی خبر ہو چُکی ہے۔"قبروں کی مٹی کو ہاتھ سے سہلاتے ہوئے، چہرہ جُھکا کر وہ بہت آہستگی سے کہہ رہا تھا۔

"میں بھی آپ کی طرح سید حویلی پلٹ کر نہیں دیکھنا چاہتا مگر امی کی قسم اور دادو کی مُحبت نے مُجھے مجبور کر رکھا ہے۔میں اِیسا کیا کروں کہ وہ لوگ حُسن المآب کو دُکھ دینا چھوڑ دیں؟" کچھ دِنوں سے اُسکے سوالات کا سلسلہ بڑھتا جا رہا تھا جسکے پاس تقریباً ہر بات، ہر مُشکل کا جواب ہوا کرتا تھا۔اچانک سے ذہن کے تاریک پردے پر کوئی نئ سوچ چمکی۔

"وہ سب حُسن المآب کو بالکل اُسی طرح دُکھ دیتے رہیں گے جیسے میری ماں کو دیتے رہے کیونکہ میری ماں، میرے بابا کو محبوب تھیں اور حُسن المآب۔۔۔۔"اپنی بات کسی خیال میں محو ہو کر مکمل کرتے ہوئے اُسکی زُبان تیز ہوتی دھڑکنوں کی شدت سے لڑکھڑا کر ساکن ہو گئی۔کوئی آگہی کا، تسلیم کا دَر وَا ہو گیا تھا سید قلبِ جبار پر۔

"اگر آپ میری ماں سے غفلت اور بے پرواہی برتتے تو شاید اُنھیں اِتنے سخت نشتر نہ برداشت کرنے پڑتے اور نہ آپ دونوں کو سید حویلی ہمیشہ کے لیئے خیر آباد کہنی پڑتی۔" اُسکے کیلکولیٹڈ دماغ میں اَب کوئی جمع تفریق چل رہی تھی۔تو یہ سارا اُسکی بدلتی نگاہ اور بدلتے جذبوں کا کیا دَھرا ہے؟ سید قاسم مُجتبیٰ اُسکی آنکھوں میں ٹھہرتے شوق کے جگنو کو پہچان کر حُسن المآب کو اِیسی عامیانہ اور گھٹیا بات کہہ گئے تھے اور یقیناً جب تک وہ یہاں ہے عاقب، سید قاسم مُجتبیٰ، زیبا اور خجستہ بیگم اپنی حرکتوں سے باز نہیں رہنے والے۔سیاہ گھنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر گہرا سانس لیتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ایک آخری الوداعی نگاہ اُن قبروں پر ڈال کر پلٹتے ہوئے گاڑی کی جانب بڑھ کر اُس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور پھر اُسکی گاڑی سید حویلی کی جانب دوڑ رہی تھی۔

یہ میری غزلیں یہ میری نظمیں تمام تیری حکایتیں ہیں

یہ تذکرے تیرے لطف کے ہیں یہ شعر تیری شکایتیں ہیں

میں سب تری نذر کر رہا ہوں ، یہ ان زمانوں کی ساعتیں ہیں

جو زندگی کے نئے سفر میں تجھے کسی روز یاد آئیں

تو ایک اک حرف جی اٹھے گا پہن کے انفاس کی قبائیں

اداس تنہائیوں کے لمحوں میں ناچ اٹھیں گی یہ اپسرائیں

مجھے ترے درد کے علاوہ بھی اور دکھ تھے ، یہ جانتا ہوں

ہزار غم تھے جو زندگی کی تلاش میں تھے ، یہ جانتا ہوں

مجھے خبر ہے کہ تیرے آنچل میں درد کی ریت چھانتا ہوں

مگر ہر اک بار تجھ کو چھو کر یہ ریت رنگِ حنا بنی ہے

یہ زخم گلزار بن گئے ہیں یہ آہِ سوزاں گھٹا بنی ہے

یہ درد موجِ صبا ہوا ہے ، یہ آگ دل کی صدا بنی ہے

اور اب یہ ساری متاعِ ہستی، یہ پھول، یہ زخم سب ترے ہیں

یہ دکھ کے نوحے ، یہ سکھ کے نغمے ، جو کل مرے تھے وہ اب ترے ہیں

جو تیری قربت، تری جدائی میں کٹ گئے روز و شب ترے ہیں

وہ تیرا شاعر، ترا مغنی، وہ جس کی باتیں عجیب سی تھیں

وہ جس کے انداز خسروانہ تھے اور ادائیں غریب سی تھیں

وہ جس کے جینے کی خواہشیں بھی خود اس کے اپنے نصیب سی تھیں

نہ پوچھ اس کا کہ وہ دوانہ بہت دنوں کا اجڑ چکا ہے

وہ کوہکن تو نہیں تھا لیکن کڑی چٹانوں سے لڑ چکا ہے

وہ تھک چکا ہے اور اس کا تیشہ اسی کے سینے میں گڑ چکا ہے

(احمد فراز)

"مُجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔ آغا جان پر رہی نہ تو ہو گیا میرا کام۔" شیشے کے آگے کھڑے ہو کر بال بناتے ہوئے اُسکا ذہن مزید کچھ سوچ رہا تھا۔ اَب کی بار کچھ اِیسا جِس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ کسی سوچ کے ساتھ ہی اُسکے شوخ سُرخ لپ سٹک والے ہونٹ مُسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"تمہاری آنکھوں میں اُتر آتے جذبے اگر میرے نام کے نہیں ہیں تو کسی اور کے نام کے بھی نہیں ہونے چاہیے۔" لہجے میں جہاں بھر کی قطعیت اور عیاری سمیٹ کر اُسکو باور کروایا جو یہاں نہیں تھا۔ اپنے پلان پر عمل کرنے کو وہ نئے سِرے سے میدان میں اُتر آئی تھی اور کئی سالوں پہلے کی طرح اِس بار بھی اپنے مقصد میں کامیاب ہونے والی تھی۔

کمرے میں آتا جبار تھکتے اعصاب کے باعث کمرے میں اُسکی موجودگی سے غافل بستر پر جا بیٹھتے ہی چہرہ جُھکا گیا۔ جائے نماز تہہ کرتی حُسن المآب نے اُسکو دیکھا اور پھر چہرے پر دَر آنے والی خوبصورت مُسکراہٹ سے بے خبر ٹیبل سے پانی کا گلاس اُٹھا کر بھرتے ہوئے اُس تک بنا چاپ کے آئی۔ جب اگلے کئی لمحوں تک جبار نے چہرہ نہیں اُٹھایا تو حُسن المآب کو اُسے پُکارنا پڑا۔

"جبار!" وہ اُسکا سخت نام بھی اِس قدر حلاوت سے کہتی تھی کہ اُسکا اندر، باہر موم کی طرح پگھلنے لگتا۔ جبار نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا اور لمحے بَھر کے لیئے اُس چہرے پر چھائی فکر سے نگاہ نہیں چُھڑا سکا۔ اِس سے پہلے کہ وہ اپنے سے کیئے گئے عہد بُھولتا، نگاہ واپسی کا راستہ فراموش کر بیٹھتی۔ اُس نے نگاہیں اُس بے خبر چہرے سے پھیر لیں۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" اُسکے چہرے کے تاثرات پڑھتی حُسن المآب نے جس برجستگی سے پوچھا، جبار کو پِھر سے اُسے دیکھنا پڑا۔

"ہاں! کیوں؟" نہ جانے وہ کیا جاننا چاہ رہا تھا۔

"آپ کے چہرے سے لگ رہا ہے آپ ٹھیک نہیں ہیں۔" پانی کا گلاس ہنوز اُسکی جانب بڑھائے، سہولت سے جواب آیا۔ ٹھٹک جاتے جبار نے کچھ کہے بغیر اُسکے ہاتھ سے پانی کا گلاس لے کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ حُسن المآب چند پل بے چینی سے اُسکو دیکھے گئی۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیسے اُسکا شکریہ ادا کرے۔ یہ چہرے کے سنجیدہ تاثرات اُسکو محتاط ہو کر فاصلے پر رہنے پر مجبور کر رہے تھے۔

"جزاک اللہ!" پانی کا گلاس اُسکی جانب بڑھاتا جبار اِس غیر متوقع شکریہ پر چونک گیا۔نا سمجھی سے اُسکو دیکھا جسکی سبز آنکھوں میں ممنونیت سے اَن گنت جگنو چمک رہے تھے۔ اُسکے گلے میں گلٹی سی اُبھر کر معدوم ہوئی۔

"کِس بات کے لیئے؟" وہ واقعتاً نہیں سمجھا تھا۔

"اپنے دادا صاحب کے سامنے میری عزت اور مان رکھنے کے لیئے۔"اُسکا جواب حیران کر دینے والا تھا۔ایک تو وہ سب کی طرح اُنھیں آغا جان کہنے کے بجائے جبار کی طرح دادا صاحب کہتے ہوئے اُسکی دھڑکن سُست کرنے لگی تھی۔

"اِس میں شکریہ کی کوئی بات نہیں۔وہ میرا فرض تھا۔"چہرہ پھیر کر وہ جس قدر عام اور سرسری لہجہ رکھ کر جواب دے سکتا تھا اُس نے دیا۔وہ حُسن المآب کے چہرے کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا اگر دیکھ لیتا تو اُسکی آنکھوں کی چمک اور چہرے کی شادابی ماند پڑتے دیکھ کر خود سے کیئے گئے سارے عہد فراموش کر بیٹھتا۔حُسن المآب چند لمحے اُسکو دیکھے گئی جو نہ جانے کیوں اُسکو دیکھنے سے ہر ممکن گُریز بَرت رہا تھا۔اُسکے دِل کی دُنیا ایک بار پِھر مایوس ہونے لگی۔

"آپ کے لیے کھانا لے کر آؤں؟" اُسکو پِھر سے کہنا پڑا اِس موہوم سی اُمید کے ساتھ کہ شاید وہ اَب اُسکی جانب اُس بدلتی نرم نگاہوں سے دیکھ لے مگر بے سُود۔جبار نے نفی میں سَر ہلایا تو حُسن المآب مزید کچھ بھی کہے بغیر اُٹھ کھڑی ہوئی۔یک دَم اُسے کمرے میں اپنا آپ اضافی لگنے لگا۔وہ جیسے ہی دروازے کی جانب بڑھی، جبار کی پُکار پر ٹھہر گئی۔

"حُسن المآب!" اچانک سے جبار کے لہجے میں کوئی بے اعتنائی سی محسوس کر کے وہ پلٹی۔ پورے نام سے پُکارنے جانا متعجب کر دینے والی بات نہیں تھی مگر سامنے کھڑا شخص اُسکو 'حُسن' نام کا عادی کر چُکا تھا۔

"زیبا کو بھیج دینا کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" وہ جو اور کچھ سُننے کی متمنی تھی، سَر اثبات میں ہلا کر تیزی سے پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ دماغ اور دِل یک دم خالی ہو گئے تھے۔ اُسے اَب تک پہلی، دوسری شادی کی وضاحت نہیں کی گئی تھی اور وہ زیبا جِس سے نفرت کا اظہار وہ سب کے سامنے ببانگِ دہل کرتا آ رہا تھا اُس سے ضروری بات کرنی تھی؟ کسی انہونی کی چاپ بہت دُور سے اُسکی سماعتوں میں گونجنے لگ گئی تھی۔ اُسے بھی اپنا آپ اپنی ماں کی طرح عدم ہوتا محسوس ہونے لگا۔

لیا ہے خاک میں خود کو مِلا، مِلا نہیں کچھ

یہ کارِ زیست عبث ہے، یہاں رکھا نہیں کچھ

زمیں لرز اُٹھے گی، آسمان گِر پڑے گا

ہزار طرح کے اندیشے تھے، ہُوا نہیں کچھ

جو دِل میں رہتا ہے، ہاتھوں نے اُس کی تصویریں

بدل بدل کے بنائیں مگر بنا نہیں کچھ

تمام عُمر خموشی کے بعد حاصلِ عمر

کہا تو ہم نے! کسی نے مگر سُنا نہیں کچھ

(ڈاکٹر خُورشید رِضوی)

"زینب! زیبا کہاں ہے؟" راہداری سے گُزرتی زینب کو دیکھ کر وہ اپنے خیالات سے چونک کر نکلی۔ زینب نے ٹھٹک کر اُسکے بے تاثر، سادہ سے چہرے کو دیکھا۔

"کیوں کیا ہوا؟ اپنے کمرے میں ہی ہو گی۔"وہ تو جبار بھائی کی ٹِکا کر کئی گئی باتوں پر ابھی تک جُھوم رہی تھی۔

"جبار بُلا رہے ہیں۔"سادگی سے کہہ کر وہ اُسکے سامنے سے گُزرنے لگی تو زینب تیزی سے آگے آئی۔

"کیا کہہ رہی ہیں؟" اُسکی تیزی پر نہ چاہتے ہوئے بھی حُسن المآب کے چہرے پر مُسکراہٹ دوڑ گئی۔

"کوئی ضروری بات کرنی ہے۔"اُسکی وضاحت بھی زینب کی اُلجھن اور ناسمجھی کو ختم نہیں کر سکی۔

"آپ ٹھہریں۔میں بُلا کر لاتی ہوں۔"کچھ سوچتی زینب نے فوراً سے کہتے ہوئے حُسن المآب کے دِل کی گھٹن کو کسی حد تک کم کر دیا۔

"اوہوں! میں بُلا لاتی ہوں کوئی بات نہیں اور بےفکر رہو مُجھے بالکل بھی بُرا نہیں لگا کیونکہ وہ جبار کی پہلی بیوی ہے۔"زینب کا کندھا تھپتھپا کر نرمی سے کہتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئی جبکہ زینب کی نگاہ کمرے سے نکل کر ساکن رہ جاتے جبار پر ٹھہر گئی۔وہ ایک بار پِھر سے اپنے اُس بھائی کے چہرے کو ماند پڑتے دیکھ رہی تھی جسکو اپنے چہرے کے تاثرات اور اپنے جذبات مُخفی رکھنے پر پوری دسترس حاصل تھی۔کچھ دِنوں سے زینب کے سامنے اُسکا بھائی کُھلی کتاب کی مانند ہوتا جا رہا تھا۔

"تم نہ اِن فضول کے کاموں سے نِکل کر جبار کا خیال رکھو تبھی دِل میں اُسکے گنجائش نکلے گی۔ورنہ یہ کل کی لڑکی جبار سمیت ہر چیز پر اپنا قبضہ جما لے گی۔۔"ہینڈل پر حُسن المآب کا ہاتھ صرف پل بَھر کو ساکن ہوا۔

"سُنا نہیں تھا کیسے بھڑک کر اُسکے پاک باز اور وفادار ہونے کے دعویٰ کر رہا تھا۔ہمیں کچھ کرنا ہو گا زیبا۔"خجستہ بیگم کے لہجے پر صرف لمحے بَھر کو اُسکا دِل لرزا مگر وہ ایک ماں کا تفکر سمجھ سکتی تھی۔ ہینڈل پر دباؤ ڈال کر وہ جیسے ہی اندر آئی۔خجستہ بیگم نے چونک کر اُسکو دیکھا۔چونک تو زیبا بھی گئی تھی۔

"اسلام و علیکم!" نرمی سے مُسکرا کر اُس نے زیبا اور خجستہ بیگم کے نفرت سے بھرے چہروں پر نظر ڈالی۔

"زیبا تمہیں جبار بُلا رہے ہیں۔"اُسکے کہے جانے پر زیبا تیزی سے بستر سے نیچے اُتری۔خجستہ بیگم نے ٹھٹک کر اُسکے مُطمئن چہرے کو دیکھا۔

"تم نے کوئی تیلی تو نہیں لگائی؟" زیبا نے قریب آتے ہوئے ماتھے پر بل لے کر جِس انداز میں کہا حُسن المآب بغیر کچھ بھی کہے تیزی سے پلٹ گئی۔وہ مزید یہاں کھڑے رہنا نہیں چاہتی تھی۔راہداری کا موڑ مُڑنے سے قبل اُس نے نہ چاہتے ہوئے بھی پیچھے پلٹ کر زیبا کو جبار کے کمرے میں جاتے دیکھا۔وہ سارے نفرت بھرے لفظ جو جبار، زیبا صلاح دین کے لیئے کہتا رہا تھا وہ جبار کی اُس ایک بیگانہ نگاہ سے ہوا میں تحلیل ہونے لگے تھے۔اُس ایک بار پھر اپنا آپ اضافی لگنے لگا۔جیسے اُسکو یہاں نہیں ہونا چاہیئے تھا۔یہ جگہ اُسکی نہیں تھی اور اگر وہ نہ ہوتی تو تب بھی سب بغیر کسی دِقت کے چلتا

رہتا جیسے اُسکی موجودگی میں چل رہا تھا۔وہیں کھڑے کھڑے اُس نے آدھے گھنٹے بعد زیبا کو باہر ایک دلکش، فتح مند مُسکراہٹ سے نکلتے دیکھا اور اُسکا دِل! وہ یکسر خالی کا خالی ہو گیا۔زیبا اُسکو دیکھا کر ٹھٹکی اور پھِر کسی سوچ کے ساتھ مُسکراتے ہوئے بھاگ کر اُس تک آئی۔حُسن المآب اُسکا جُوش دیکھ کر رہ گئی۔

"جبار نے کہا ہے کہ آج سے اُسکے سارے کام میں کروں گی۔آخر کو خاندانی بیوی جو ہوں اُسکی۔"زیبا کی بات پر اُسکے چہرے کا رنگ ماند نہیں ہوا جسے دیکھنے کے لیئے زیبا اُس تک بھاگ کر آئی تھی۔اِس سے پہلے کہ زیبا مزید کچھ کہتی ہال میں کھڑے سید قاسم مُجتبیٰ اُسکو دیکھ کر ٹھٹکے۔

"اِدھر آؤ بیٹا!" اُنکی پُکار پر زیبا نے پلٹ کر اُنکو دیکھا۔

"جبار کو بھوک لگی ہے۔اُسکو کھانا دے کر آتی ہوں۔"بتایا آغا جان کو گیا مگر سُنایا حُسن المآب کو گیا تھا۔حُسن المآب بغیر کسی تاثر کے دادو کے کمرے کی جانب بڑھ گئی مگر آغا جان ضرور چونک کر زیبا کو گنگناتے ہوئے کچن میں جاتے دیکھنے لگے۔وہ وہیں کھڑے اُسکی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔کچھ منٹ بعد ہی وہ ٹرے میں کھانا نفاست سے ظاہر ہے کہ ملازمہ کی مدد سے رکھے کچن سے باہر نکلی تو سید قاسم صاحب اُسکی جانب بڑھے۔

"جبار نے خود تمہیں کھانا دینے کو کہا ہے؟" اُنکے سوالیہ لہجے پر زیبا نے مُسکرا کر سَر ہلایا۔

"وہ کہہ رہے تھا کہ میں اُسکے سارے کام کر سکتی ہوں۔اَب وہ مُجھے بالکل ڈانٹے اور ٹوکے گا نہیں۔" کچھ دیر پہلے کے زیبا کے سارے پلانز جبار کے نرم لہجے نے بَھک سے اُڑا دیئے تھے۔اُسے لگ رہا تھا

کہ حُسن المآب نامی کانٹے کے بارے میں جبار خود ہی آغا جان کی بات سے کھٹک کر اُسکے جال میں آ گیا تھا جبکہ اُسکو یونہی مُسکراتے جاتے دیکھ کر آغا جان پرسوچ مُسکراہٹ کے ساتھ پلٹے۔

"تو تمہیں وہ کل کی آئی عورت اِس قدر محبوب ہو چُکی ہے کہ اَب ہماری آنکھوں میں دُھول جھونکو گے، بہت خوب!" وہ زیبا سے اُسکی نفرت اور بےزاری سے اچھی طرح آگاہ تھے اور اِیسا کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ جبار کی اِس چال کو نہ سمجھیں۔وہ اپنی محبوب بیوی کو محفوظ رکھنے کے لیئے اُن سب کو بےوقوف بنانے کا پختہ اِرادہ کر چُکا تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوُک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے"ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ /گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں ۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں--

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے-- لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں--- شکریہ-----

"آپ نے دوائیاں کھا لیں؟" ملازمہ اُنکا پانی کا گلاس لے کر جا رہی تھی تبھی اندر داخل ہوتی حُسن المآب نے نرمی سے پوچھا جبکہ ضوفشاں بیگم نے مُسکرا کر اُسکو دیکھا جو بستر پر اُنکے برابر بیٹھ رہی تھی۔

"میں تو کھا چُکی ہوں۔جبار واپس آ گیا؟" یقیناً کھانے کی میز پر جبار کو نہ پا کر اُنکو زینب نے بتایا ہو گا کہ باہر گیا ہے۔

"جی! کچھ دیر پہلے ہی آئے ہیں۔"وہ جواب دے کر تسلی سے بیٹھ گئی جبکہ ضوفشاں بیگم نے ٹھٹک کر اُسکو دیکھا۔وہ اِس ایک ہفتے میں حُسن المآب کے ہر انداز سے واقف ہونے لگی تھیں۔

"جبار نے کھانا نہیں کھایا تو اُسے کھانا دے کر آؤ شاباش پھر میں تمہیں تصویریں دکھاتی ہوں۔" پاس پڑی بڑی سے ایلبم سامنے کرتے ہوئے اُنہوں نے کہتے ہی حُسن المآب کی ساری کثافت دُور کر دی۔

"زیبا اُنکا کھانا لے گئی ہے۔ چلیں اَب مُجھے دکھائیں۔" اُس نے اِس قدر عام سے انداز میں کہنے کی کوشش کی کے البم پر ضوفشاں بیگم کا ہاتھ ٹھہر گیا۔ اُنہوں نے چونک کر حُسن المآب کے سادہ چہرے کو دیکھا جو جُوش سے البم کو دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں خود دینا چاہیئے تھا۔ وہ زیبا پر بہت غصّہ کرے گا۔ اُسے زیبا کا اپنے کام میں مداخلت کرنا بالکل بھی پسند نہیں۔" اُنکے تفکر بھرے انداز پر حُسن المآب مُسکرا کر اُنکے قریب ہوئی اور اُنکے شفیق ہاتھ تھام لیئے۔

"بے فکر رہیں! جبار نے خود کہا ہے زیبا کو۔ اَب اُنکو زیبا کی مداخلت بُری نہیں لگے گی۔" اُسکا انداز ڈھارس اور تسلی دینے والوں جیسا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ بھی شاید زیبا کو لے کر اُسکی ناپسندیدگی سے خائف ہیں۔ آخر خون پانی سے گاڑھا ہوتا ہے۔ وہ اُلجھ کر حُسن المآب کے بے رِیا چہرے کو دیکھے گئیں۔ جبکہ دروازے میں ایستادہ جبار کی دھڑکنیں مُنتشر ہونے لگیں۔

"اور تمہیں بُرا نہیں لگے گا؟" وہ نہ جانے کیا جاننا چاہ رہی تھیں کہ حُسن المآب کے چہرے نے لمحے کے ہزارویں حصے میں اپنا رنگ بدلا۔ ضوفشاں بیگم کی نگاہ دروازہ کھول کر اندر آ چُکے جبار تک گئی جو وہیں ٹھہرا رہ گیا تھا۔

"بالکل بھی نہیں دادو! زیبا پہلی بیوی ہے اُنکی۔اُسکا کسی سے بھی زیادہ حق ہے جبار پر۔آپ جانتی ہیں نہ پہلی عورت، پہلی عورت ہوتی ہے۔"اُسکے لہجے میں مُسکراہٹ تھی جبکہ دِل اندر سے اُس بات پر ایک بار پھِر اُلٹ کر مُنہ کے بل نیچے جا گِرا تھا۔جبار کو دِل کے مقام پر تکلیف اور گھٹن محسوس ہونے لگی۔

"میرے بابا نے اپنی پسند سے دوسری شادی کی تھی یعنی اُنکا عشق وہ کہانیوں اور فلموں والا تھا دادو لیکن اُنکی محبوب بیوی کو میری امی کی زندگی میں اور مر جانے کے باوجود آج تک یہی دُکھ رہا کہ وہ دوسری عورت ہیں۔"اُسکی بات کی گہرائی پر ضوفشاں بیگم نے اپنے مضطرب، ساکن پوتے سے نظریں ہٹا کر اُسکو دیکھا جو سادگی سے اُنکو بتا رہی تھی۔

"حالانکہ میری امی کو اپنے شوہر کی دوسری شادی کا غم کھا گیا تھا۔کتنی عجیب بات ہے نہ لیکن میں اِیسی عورت بالکل بھی نہیں نہ کبھی بنوں گی جسکا مسئلہ پہلی، دوسری اور تیسری عورت ہونا رہتا ہے۔" نہایت معتدل انداز میں وہ بتاتے ہوئے ہر ممکن دادو کی تشفی کروائی گئی جبکہ جبار بدلتے چہرے کے تاثرات پر زندگی میں پہلی بار قابو نہیں رکھ سکا۔

"جبار بچے! اندر آ جا، وہیں کیوں کھڑا ہے؟" دادو کے کہے جانے پر حُسن المآب چونک کر سیدھی ہوئی اور نامحسوس انداز میں اپنے دوپٹے کا پلو چہرے کے سامنے کر کے سیدھی بیٹھ گئی۔ جبار خاموشی سے چلتا ہوا بستر کے پاس رکھی کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔اُس نے نگاہ اُٹھا کر حُسن المآب کو نہیں دیکھا۔دیکھ بھی لیتا تو ناکامی کا ہی سامنا کرنا پڑتا کیونکہ اُسکی جانب سے حُسن المآب دوپٹہ کی اوٹ لے چُکی تھی۔

"کھانا کھا لیا؟" ضوفشاں بیگم سے اُسکے تاثرات مخفی نہیں رہے تھے تبھی نرمی سے پوچھا جبکہ جبار نے چہرہ اُٹھا کر اُنکو دیکھا۔ حُسن المآب چہرہ جُھکا کر بیڈ شیٹ پر کڑھے پھولوں پر اُنگلی پھیر کر خود کو ہر ممکن لاتعلق ظاہر کر رہی تھی مگر سچ تو یہ تھا کہ اُسکی مدہم دھڑکنیں جبار کا جواب سُننا چاہ رہی تھیں، شاید!

"نہیں! بُھوک نہیں ہے۔" نرمی سے کہتے ہوئے وہ قدرے آگے کو جُھکا جبکہ اُسی تیزی سے حُسن المآب بوکھلا کر پیچھے کو ہوئی۔ جبار تو جبار، ضوفشاں بیگم نے ٹھٹک کر اُسکو تحیر سے دیکھا جبکہ جبار کو آگے ہو کر دادو کا ہاتھ تھامتے دیکھ کر وہ اندر تک جھینپ کر رہ گئی بظاہر چہرے سے کچھ ظاہر نہیں تھا مگر اُسکا جی چاہ رہا تھا زمین پھٹے اور وہ اُس میں سما جائے۔ اُسکو خبر نہیں ہو سکی تھی مگر اُسکے اِس برجستہ عمل سے سید جبار کا دِل کئی زینے نیچے جا پھسلا تھا۔

"میں چاہ رہی ہوں کہ ایک اچھی سی دعوت رکھوں۔" ماحول میں دَر آتے تناؤ کو محسوس کر کے ضوفشاں بیگم نے نرمی سے کہا۔ جبار نے چونک کر اُنکو دیکھا۔

"کیسی دعوت؟" پیچھے ہو کر سنجیدگی سے سوال کیا گیا۔

"تیرے اِتنے سال بعد آنے کی خوشی میں اور پھِر حُسنہ کو خاندان اور برادری میں متعارف بھی تو کروانا ہے۔" دادو کی بات پر جبار نے پہلو بدلا۔

"اَبھی آپ کی اِیسی طبیعت نہیں ہے دادو کہ ہم دعوتیں اُڑاتے پھِریں۔" اُسکی بات ٹھیک تھی مگر پھِر بھی حُسن المآب کا جُھکا چہرہ پھیکا پڑا۔ کہیں کوئی اندر چُھپ بیٹھا خوف ایک دَم ہی اُسکی دِل کی دُنیا پر

حاوی ہونے لگا۔وہ خوف جسے وہ یہاں آتے ہی فراموش کر بیٹھی تھی یا پھِر بُھولنے لگی تھی۔اُسکے کان یک دم سائیں سائیں کرنے لگے۔ہجوم، لوگوں کا جم غفیر۔۔۔ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑے ہوتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھے بغیر وہ تیر کی سی تیزی سے باہر نکل گئی جبکہ جبار نے بےچین چہرہ ناسمجھی سے اُٹھا کر بند ہوتے دروازے کو دیکھا۔

"تم دونوں کے درمیان سب ٹھیک ہے نہ بچے؟" وہ جو سوچتی آنکھوں سے دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا، چونک کر چہرہ پھیرا۔

"جی دادو!" مُختصراً کہہ کر اُس نے مُسکرانے کی کوشش کی۔

"تیرے ساتھ سب سہی ہے نہ میرے بچے۔میں آجکل دیکھ رہی ہوں تُو عجیب مُضطرب، بےچین اور بوکھلایا سا لگتا ہے۔"دادو کی اگلی بات پر وہ سہی معنوں میں اندر تک گڑبڑا گیا۔

"نہیں دادو! میں ٹھیک ہوں بالکل۔"وہ سہی طرح سے اُنکو تسلی نہیں دے سکا اور یہی بات تشویش میں مُبتلا کر دینے والی تھی۔

"اچھا! جا حُسنہ کو دیکھ۔کیا ہوا ہے اُسے۔"اُنکی اگلی بات پر وہ جس تیزی سے اُٹھ کر دروازے کی جانب بڑھا، ضوفشاں بیگم کے چہرے کو مُسکراہٹ نے چُھو لیا۔وہ چُھپنے کے چکر میں اُنکے سامنے اور آشکار ہو رہا تھا۔

کمرے میں داخل ہو کر اُس نے ہر جانب دیکھا یہاں تک کے باتھ روم میں بھی مگر حُسن المآب وہاں نہیں تھی۔وہ جیسے ہی کمرے سے باہر نکلے لگا سلائیڈنگ کھڑکی کے پردے سائیڈ پر دیکھ کر اُس جانب آیا اور تبھی اُسکو حُسن المآب دھوپ سے خالی سَرد دوپہر میں کھڑی نظر آئی۔چند لمحے وہ تشویش سے وہیں کھڑا سوچتا رہا۔اِیسی بے تکلفی تو تھی نہیں کہ اُس سے پریشانی کا سبب پوچھتا اور وہ اُسے من و عن بتا دیتی۔سارے مسئلے اِس اجنبیت، تکلف اور فاصلے کے تھے جو پہلے اِتنے محسوس نہیں ہوئے تھے مگر اَب ہر گزرتے دِن کے ساتھ شدت سے محسوس ہونے لگے تھے۔آہستگی سے سلائیڈنگ وینڈو کا شیشہ پیچھے دھکیل کر اُسکے برابر آ کھڑا ہوا مگر حُسن المآب کو خبر نہیں ہو سکی۔وہ اپنے کسی بے حد گہرے خیال میں مگن تھی۔

"سب خیریت ہے؟" قریب سے آتی آواز پر بے طرح چونک کر وہ جس طرح پلٹی، جبار اُسکی غائب دماغی دیکھ کر رہ گیا۔نگاہ اُسکے حجاب کے ہالے میں مخفی پھیکے، ماند پڑتے چہرے پر جا کر ٹھہرنے لگی۔

"دادو پریشان ہو رہی تھیں۔سب ٹھیک ہے؟" اُسکو دیکھتے پا کر سنبھل کے سہولت سے پوچھا گیا۔گہرا سانس لے کر حُسن المآب نے چہرہ واپس پھیر کر سامنے دیکھا۔وہ دوپٹے کی دیوار پھِر سے حائل ہو گئی۔

"سب ٹھیک ہے۔"جبار سے زیادہ اُس نے جیسے خود کو، اپنے اندر کے چُھپے بیٹھے خوف کو تسلی دی تھی۔

"مُجھے آپ سے ایک بات کہنی تھی۔"بہت سوچ کر اُس نے ہمت جمع کر کے کہا جبکہ جبار کا چونک جانا بنتا تھا۔

"میں واپس اسلام آباد جانا چاہتی ہوں۔" اُسکی جانب دیکھے بغیر بتایا۔ جبار نے اُسکے چہرے کو نا سمجھی سے دیکھنا چاہا مگر وہ اُس چہرے کو دیکھ نہیں سکا۔ کچھ دیر پہلے تک تو اُسکا اِیسا کوئی اِرادہ نہیں تھا پِھر اچانک؟؟

"بس کچھ دِن تک چلتے ہیں۔" سوچ کر اُس نے یقین سے کہا۔

"نہیں! آپ کی یہاں فیملی ہے۔ میں اپنی بات کر رہی ہوں۔ مُجھے اسلام آباد جانا ہے۔ مُجھے آپ بس نزدیکی بس سٹاپ کا بتا دیں۔" اُسکی اجنبیت اور رکھائی پر جبار کا دِل سُکڑ کر پھیلا۔ ماتھے پر شکنوں کا جال سا تفکر سے بچھنے لگا۔ جذبوں کی سِمت بدلنے کے بعد پہلی بار یہ خیال دِل کے آس پاس منڈلانے لگا تھا کہ اگر حُسن المآب نے اُسکی، اُسکے بدلتے جذبوں اور نگاہ کی نفی کر دی تو پِھر؟؟ کبھی نہ انکار سُننے والا کیا اِنکار سہہ سکے گا؟ یا اپنے جذبوں کی خبر سامنے کھڑی بے خبر عورت کو دے سکے گا؟؟

"آپ میرے ساتھ آئی تھیں تو جانا بھی میرے ساتھ چاہیئے۔ بس دو دِن کی بات ہے پِھر چلتے ہیں۔" سنبھل کر اُس نے اُسی سنجیدگی اور قطعیت سے کہا جو اُسکی شخصیت کا خاصہ تھی۔ حُسن المآب جو کچھ اور بھی کہنے والی تھی، بے بسی سے خاموش ہو گئی۔

"کوئی بات پریشان کر رہی ہے آپ کو؟" قلبِ جبار خود کو کہنے سے باز نہیں رکھ سکا۔ وہ اُسکی بے بسی بھری خاموشی دیکھے بغیر بھی بھانپ گیا تھا اور یہ اُسکے لیئے خود تک تعجب انگیز تھا۔ حُسن المآب نے چہرہ بائیں جانب پھیر لیا۔ وہ پِھر سے **'آپ'** پر آ گیا تھا۔ جہاں سے چلے تھے، دو، تین دِن بعد اُسی مقام پر آ ٹھہرے تھے۔

"نہیں۔"لفظی جواب بھی جبار کی تشفی نہیں کرا سکا۔

"آپ مُجھے بتا سکتی ہیں۔"اُس سہل بات پر حُسن المآب نے قدرے تحیر سے یوں چہرہ پھیرا کہ دوپٹے کے اوٹ سے صرف اُسکی سبز حیران آنکھیں واضح تھیں۔جبار کا دِل اپنی دھڑکن بدلنے لگا۔وہ آنکھیں سارے عہد پر پانی پھیروانے کے درپے تھیں۔سیاہ آنکھیں، سبز آنکھوں سے ملتے ہی واپسی کو فراموش کر بیٹھیں۔اُن سیاہ آنکھوں کے گہرے، دھڑکن چھینتے اِرتکاز پر حُسن المآب نے تیزی سے نگاہیں بدل لیں۔اُسے اَب سب یاد آ گیا تھا۔وہ اصل جسے حُسن المآب فراموش کر بیٹھی تھی اور اِیسے میں وہ خود کو، اپنے دِل کو گستاخ ہونے نہیں دے سکتی تھی۔سامنے کھڑا شخص اُسکا نہیں تھا۔یہ آج سے، ابھی سے تہہ ہو گیا۔وہ تو دو لوگوں کے درمیان فاصلے کم کرنے کا شاید ذریعہ تھی۔اُسے یہی کر کے اپنے جگہ اصل حقدار کے لیئے چھوڑ کر اپنے اصل تک واپس جانا تھا۔ خوبصورت، مکمل، محبت بھری زندگی کا خواب اُسکی گستاخ آنکھوں نے دیکھنے کا سوچ بھی کیسے لیا۔اُسکی سوچوں کی نسبت قلبِ جبار کو سہی اور اصل جگہ کا تعین کرنے میں بے حد مُشکل پیش آئی تھی۔اُسکا تیزی سے بدل کر، دھڑکتا دِل اُسکے حواس جھنجھوڑ کر مُضطرب کر رہا تھا۔

"اگر کوئی مسئلہ ہے تو آپ مُجھے بتا سکتی ہیں۔میں مدد کر سکتا ہوں۔"اُسکو ایک بار پھر کہنا پڑا۔وہ اپنی اصل فطرت سے ہٹ رہا تھا۔قلبِ جبار اُس عورت کی جانب جُھک رہا تھا اور تعجب کی بات تو یہ تھی اُسے خود بھی اپنے جُھکاؤ کی خبر تھی۔

"کچھ مسئلے اللہ کی دین ہوتے ہیں۔اُنکو کسی کی مدد سے بھی حل نہیں کیا جا سکتا۔"اُسکی نرالی سی بات پر جبار نے چہرہ پھیر کر اُسے دیکھا جو چہرہ اُٹھا کر آسمان پر اُڑتے پرندے دیکھ رہی تھی۔

"انسانوں کے دیئے گئے مسئلوں کی بات اور ہوتی ہے۔"اُس نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پِھر سے کہا۔

"کیسی اور بات؟" ساتھ کھڑی عورت اُسکے لیئے کسی راز، کسی تجسس کی مانند ہوتی جا رہی تھی۔

"انسان کے دیئے گئے مسئلوں میں اللہ پاک کو مددگار اور ہمراز بنایا جا سکتا ہے لیکن اللہ پاک کے دیئے گئے مسئلے اور آزمائش میں کوئی کِس کو دم ساز اور محرم بنائے؟" اُسکے مدہم لہجے میں جہاں بَھر کی دلگرفتگی تھی۔جبار نے ایک دم ساری فضا کو بوجھل اور سوگوار ہوتا محسوس کیا۔

"آپ کو کھانا کھا لینا چاہیئے۔دادو پریشان ہوتی رہیں گی۔"لمحے کے توقف کے بعد اُس نے نظریں آسمان سے ہٹا کر کہا۔

"بُھوک تو لگ رہی ہے۔"اُسکے برجستہ کہے جانے پر حُسن المآب نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا اور پِھر سَر ہلا کر پلٹی۔

"میں زیبا کو کہتی ہوں۔آپ اندر آ جائیں۔"نرمی سے کہہ کر اُس نے سلائیڈنگ شیشہ دھکیلنے کو اپنا ہاتھ بڑھایا۔

"مُجھے بُھوک نہیں ہے۔"اُس نے جِس تیزی سے بیان بدلا حُسن المآب دھک سے رہ گئی۔ہوا میں معلق ہاتھ کے ساتھ اُس نے تحیر سے پلٹ کر جبار کو دیکھا جو اُسکی جانب پُشت کیئے کھڑا تھا۔اُسکی سماعتوں میں دادو کی بات گونجنے لگی۔

"اچھا آپ اندر تو چلیں۔میں لے کر آتی ہوں۔"اُسکے نرم اِصرار پر جبار تیزی سے پلٹا اور حُسن المآب اُسکے پلٹنے سے قبل ہی سلائیڈنگ ونڈو دھکیل کر اندر چلی گئی۔ فضا میں دَر آئی کثافت بَھک سے اُڑتے محسوس کر کے قلبِ جبار کا قلب اندر باہر سے ایک عجیب مخمور کر دینے والی مہک سے مسحور ہونے لگا۔اپنے دِل کے یوں اچانک بدلتے موسم پر وہ خود اندر تک لرز گیا تھا۔آنکھوں کی چمک اور چہرے پر دَر آتی جاندار مُسکراہٹ یوں دِل کے موسموں کا اِختیار اُس منظر سے جا چُکی عورت کے ہاتھ میں جاتے دیکھ کر مزید گہری اور تابناک ہونے لگی۔وہ نرم نہیں پڑنا چاہتا تھا، جُھکنا نہیں چاہتا تھا مگر یہ اَب اُسکے اختیار سے باہر کا معاملہ ہو رہا تھا۔اِس سے پہلے کہ اُسکے جذبے سب کے سامنے بے نقاب ہوں اُسے حُسن المآب کو لے کر واپس اسلام آباد جانا تھا۔

"آپ کو معلوم ہے دادو حویلی میں دعوت رکھنے والی ہیں۔بڑی مُشکل سے آغا جان کو منایا گیا ہے۔" زینب نے اُسکے برابر بینچ پر بیٹھتے ہوئے کہہ کر اُسکو چونکا دیا۔

"دادو کل اِس بات کا ذکر کر رہی تھیں۔"خود کو بامُشکل بے تاثر رکھ کر اُس نے نرمی سے کہا حالانکہ اندر کی دُنیا تہہ و بالا ہو رہی تھی۔

"اور آپ لوگ کل دعوت کے بعد واپس جا رہے ہیں۔ابھی تو مزہ آنا شروع ہوا تھا۔"زینب کی اگلی بات پر اُسکی سارے کثافت بَھک سے اُڑی اور وہ تیزی سے زینب کی جانب پلٹی۔

"تم سے کِس نے کہا؟" اُسکو واقعی یقین نہیں آ رہا تھا۔

"جبار بھائی دعوتوں کے حق میں نہیں ہیں لیکن بس اِس شرط پر مانے ہیں کہ دعوت کے اگلے دِن آپ لوگ واپس اسلام آباد جائیں گے۔ کہہ رہے تھے اُنکے نئ پروڈکٹ کا لانچ ہے۔"زینب کی تفصیلی بات پر کوئی بھاری سا پتھر سا تھا جو اُسکو اپنے سینے سے ہٹتا محسوس ہونے لگا۔ کُھل کر سانس لے کے اُسکے چہرے کو آسودہ مُسکراہٹ چُھو گئی۔

"آپ کو یہاں سے جانے کی خوشی ہو رہی ہے؟"زینب نے مایوسی سے کہا تو وہ مُسکرا دی۔

"میں نانو کی قبر پر ایک بار بھی نہیں گئ تو بس وہیں جانے کی خوشی ہے۔"اُس کے اُداسی سے کہے جانے پر زینب اُسکے چہرے کو دیکھے گئ۔

"یعنی دعوت آج ہے؟" اچانک سے جیسے اُسکے ذہن نے زینب کی پچھلی بات پروسیس کی۔

"جی! آج رات۔"اُسکی بات پر حُسن المآب کو گھبراہٹ گھیرنے لگی۔

"میں اِسی لیئے آئی تھی کے دادو آپ کو بُلا رہی ہیں۔"یاد آنے پر زینب نے کہا تو وہ سَر ہلا کر زینب کے ساتھ اُٹھ کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔ہال میں آتے ہی اُس نے ایک نظر اِدھر سے اُدھر جاتے ملازموں کو دیکھا جو مروہ اور فروہ بیگم کے حکم پر پھولوں کی سجاوٹ اور صفائیاں کر رہے تھے۔اُن دونوں پر نظر پڑتے ہی وہ دونوں بہنیں اُنکی جانب بڑھیں۔

"دادو کہہ رہی تھیں کہ شام تک تمہیں اچھا سا تیار کرنا ہے۔"فروہ بیگم کی بات پر حُسن المآب کا دِل تنگ پڑنے لگا۔پچھلی بار کی تیاری جیسے اُسکی اکارت گئ تھی اور جو اُسے سننے کو ملا تھا اُسکے بعد۔۔۔۔

"نہیں آنٹی! یہاں آنے سے قبل جبار نے کافی شاپنگ کروائی تھی۔میں وہ پہن لوں گی۔"اُسکے یوں پہلو تہی کرنے پر اُن تینوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"چلو! جیسے تمہیں آسان لگے۔"مروہ بیگم نے اُسکی مُشکل حل کرتے ہوئے کہہ کر اُسے پُرسکون کر دیا۔

"اپنے اور جبار کے کپڑے نکال کر دے دو۔میں ملازموں کو دے کر استری کروا لیتی ہوں۔"فروہ بیگم کے کہے جانے پر وہ اثبات میں سَر ہلا کر جبار کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔کمرے میں آ کر جبار کی غیر موجودگی کی یقین دہانی کر کے اپنا سوٹ کیس کھول کر وہ اَب فرصت سے سٹر پر بیٹھی ایک ایک کپڑے نکال کر دیکھ رہی تھی۔سارے کپڑے کامدار اور وزنی تھی۔ایک کے بعد ایک کپڑے رَد کرتے ہوئے وہ کب سے اندر آ کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر اپنی جانب توجہ سے دیکھتے جبار کی نظروں سے غافل تھی۔وہ نگاہوں میں شوق لیئے اُسکو دیکھے گیا جو سیاہ نفیس سا جوڑا ہاتھ میں لیئے غور کر رہی تھی۔

"یہ سب سے اچھا رہے گا۔"وہ خود کو کہنے سے باز نہیں رکھ سکا۔

"ہیں نہ! میں بھی یہی۔۔۔۔"وہ جو روانگی سے کہنے لگی تھی، بوکھلا کر اوپر دیکھا اور باقی کے الفاظ اپنی جانب آتے شخص کی روشن آنکھوں کو دیکھ کر کہیں اندر سلب ہو گئے۔کپڑے تیزی سے سائیڈ پر رکھ کر جیسے چُھپائے گئے جبکہ اپنے اِس فعل پر جبار کے چہرے پر دَر آتی دلکش مُسکراہٹ نے اُسکی دھڑکن روک دی۔

"وہ۔۔۔"اِس سے پہلے کہ کچھ کہتی دروازے ناک کیئے بغیر اندر آتی زیبا جبار کے چہرے کی مُسکراہٹ ماند کر گئی۔ سنجیدگی لیئے چہرہ پھیر کر اُس نے دندنا کر اندر آتی زیبا کو دیکھا اور کھڑکی کی جانب رُخ کر لیا۔بس! کل کا دِن اور پھر اُسے یہ منحوس عورت نہیں دیکھنے پڑے گی۔

"تمہارے کپڑے نکالنے آئی تھی۔"اُسکی جانب بڑھتے ہوئے حُسن المآب کو یکسر نظرانداز کیئے وہ جبار کی جانب آئی جِس نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو قریب آ رہی تھی۔

"آج تم نہ میری پسند کے کپڑے پہنو گے، ٹھیک ہے۔"قریب آ کر ایک ادا سے اُس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور اُسی تیزی سے جبار پیچھے کو ہوا۔حُسن المآب جو چہرہ پھیرے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی، چونک کر جبار کو دیکھنے لگی جسکے چہرے کا رنگ وہ پہلی بار سپید پڑتے دیکھ رہی تھی۔آنکھوں میں ڈھیروں سختی اور سفید پڑتے چہرے کے ساتھ وہ زیبا کے ہوا میں معلق رہ جاتے ہاتھ کو اِیسے دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی بلا ہو جو اُسے چمٹ جائے گی۔حُسن المآب کو بےاِختیار جبار کا شروع کے دِنوں میں بدک کر پیچھے ہونا یاد آیا حالانکہ تب وہ اِیسے تاثرات کے ساتھ پیچھے نہیں ہوا تھا مگر یوں جیسے اُسکے باخبر ریفلیکس نے اُسے پیچھے دھکیلا ہوا۔

"کیا ہو گیا جبار!" وہ ایک بار پھر اُسکی جانب بڑھی اور جبار کے چہرے کے چٹانوں جیسے تاثرات دیکھ کر ٹھٹکنے کے بجائے مزید قریب ہوئی۔حُسن المآب کی دھڑکنیں سُست پڑنے لگیں۔وہ بوکھلا کر تیزی سے کھڑی ہو کر سائیڈ سے گُزر کر پلٹی مگر وہ حُسن المآب کو نہیں زیبا کو خون آشام نظروں سے دیکھ رہا تھا۔وہ نظریں! وہ اِتنی سخت، نفرت بھری اور پتھر جیسی تھیں کہ حُسن المآب کا دِل ڈوب کر اُبھرا۔

"تم میری اِیسے انسلٹ نہیں کر سکتے۔میں بیوی ہوں تمہاری۔"حُسن المآب کی موجودگی میں اِیسی عزت افزائی پر اُسکا چہرہ اہانت سے سُرخ پڑا۔حُسن المآب کو تیزی کے ساتھ کمرے سے نکلتے دیکھ کر جبار سپاٹ چہرے سے اُسکے عین سامنے آ کھڑا ہوا۔

"مُجھے وہ سب یاد دِلانے کی ضرورت نہیں ہے زیبا صلاح الدین جو میں بُھولا نہیں ہوں۔آئیندہ اگر تم نے اپنی حد کراس کی تو تمہارا قتل میں اپنے ہاتھوں سے کرنے میں وقت نہیں لگاؤں گا۔"حُسن المآب کے جاتے ہی اُسکے مزاج کو یوں برف کی مانند سَرد ہوتے دیکھ کر زیبا صلاح الدین کی ریڑھ کی ہڈی سَنسنا اُٹھی۔اِس وقت جبار کے تاثرات اِیسے ہی تھے جیسے وہ وقت پڑنے پر اُسکا قتل کر دینے سے بھی نہیں چوکے گا۔

"بیوی بننے کا بہت شوق ہے تو کام کرتی نظر آؤ لیکن دوبارہ میرے سَر پر سوار ہونے کی کوشش کی تو زمین پر اُٹھا پھینکوں گا۔"اُس نے اُنگلی اُٹھا کر جو تنبیہہ کی اُس پر زیبا پتھرائے چہرے کے ساتھ اُسکو دیکھتی رہی۔وہ کچھ نہیں بُھولا تو یعنی وہ کچھ بھی، کبھی بھی معاف نہیں کرنے والا تھا۔اُسکی حیثیت جبار کی نظر میں کسی ملازمہ سے کم نہیں تھی۔

"تمہارے کام کرتی ہے میری جوتی۔میں تمہاری ملازمہ نہیں ہوں جبار، بیوی ہوں اور بیوی سے مُحبت سے پیش آیا جاتا ہے۔"یک دَم پینترہ بدل کر جِس گلوگیر لہجے میں باور کروایا گیا جبار کا جی چاہا یہیں کھڑے کھڑے اُسکا گلا دبا کر قصّہ پاک کر دے۔

"تمہیں میں نے عورت تک نہیں سمجھا کبھی اور بیوی قلبِ جبار کی صرف ایک ہی ہے اور مرتے دَم تک رہے گی۔میری زندگی میں آنے والی پہلی اور آخری عورت صرف حُسن المآب ہے زیبا صلاح

الدین! یہ بات اپنے اِس خرافاتی ذہن میں اچھی طرح بٹھا کر شکل گُم کرو اپنی۔"زنگی میں اتنے لمبے، نفرت بھرے مکالمے وہ صرف زیبا صلاح الدین کو ہی کہہ سکتا تھا۔آخر میں تنفر اور بےزاری سے ہاتھ جھٹک کر وہ اِس طرح پیچھے ہوا جیسے وہ کوئی ناگوار شے یا اچھوت ہو۔اِس قدر ہتک، بےعزتی اور نفرت پر زیبا کا دِل اندر، باہر سے دَھرا دَھڑ جلنے لگا۔وہ جو پہلے بھی بہت کوششوں اور تدبیروں کے باوجود اُسکا نہیں ہو رہا تھا وہ حُسن المآب جیسی عورت کا اچانک سے، بغیر کوشش اور تدبیر کے کیسے ہو گیا؟

"مُجھے اِیسے بےعزت کر کے، دُھتکار کر تم بہت پچھتانے والے ہو جبار۔" ساری مصلحت کا چولا اُتار کر پھنکار کر کہا جبکہ اُسکی دھمکیوں کا جبار پر اثر نہیں ہونے والا تھا۔

"میں پچھتانے کے لیئے جی جان سے تیار ہوں اَب تم یہاں سے خود جاؤ گی یا عزت افزائی چاہیئے۔" پلٹ کر دونوں بازو سینے پر باندھتے ہوئے بہت سہولت سے پوچھا گیا۔مٹھیاں بینچ کر زیبا چند لمحے اُسکو دیکھے گئی اور پھر پیر پٹخ کر کمرے کا دروازہ زوردار آواز سے مار کر گئی۔اُسکے منظر سے جاتے ہی جبار کے تاثرات تیزی سے بدلے۔چہرے پر پہلی والی بےفکری کے بجائے گہری سوچ اور اضطراب چھا رہا تھا۔وہ زیبا کی سانپ جیسی فطرت سے بہت اچھی طرح آگاہ تھا۔وہ مرد ہو کر اُسکے زہر سے نہیں بچ سکا تھا تو حُسن المآب جیسی بےخبر، بےرِیا عورت کیسے بچ سکتی تھی۔

"آپ اپنے کمرے میں جا کر کیوں تیار نہیں ہو رہیں؟" حُسن المآب کو کپڑے بدل کر واش روم سے نکلتے دیکھ کر زینب نے حیرانگی سے استفسار کیا تو حُسن المآب تفکر سے اُسکی طرف آئی۔

"میں نے سعیدہ آنٹی کو جبار کے کپڑے نکال کر استری کرنے کا کہہ دیا تھا لیکن تم دیکھ آؤ وہ کہیں بُھول نہ گئی ہوں۔"اُسکے یوں کہے جانے پر زینب کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی مُسکرا دی۔

"تو آپ خود کیوں نہیں جا کر دیکھ لیتیں۔بھئی! میں نے بھی تیار ہونا ہے۔" زینب کے پہلو تہی کرنے پر اُسکا چہرہ مُرجھانے لگا۔

"میں اگر ابھی تمہارے بھائی کے سامنے گئی نہ اُنہوں نے مُجھے اُسی طرح جھاڑ پلا کر آنکھوں میں شعلے لے کر گھورنا ہے جیسے وہ زیبا کو دیکھ رہے تھے۔"اُسکے جُھرجُھری لے کر کہے جانے پر زینب کی ہنسی بےساختہ تھی۔

"بھائی کی زیبا سے نہیں بنتی۔آپ کو وہ کبھی بھی اِیسا نہیں کہیں گے یہ لکھوا کر رکھ لیں مُجھ سے۔" زینب کے بےساختہ کہے جانے پر حُسن المآب نے اُسکو اِیسے دیکھا جیسے وہ جبار کے غصے اور سختی کو جانتی نہ ہو۔

"میں آسمان سے اُتری ہوں نہ۔"چمک کر کہتے ہوئے وہ زینب کو اِس قدر پیاری لگی کہ حد نہیں۔

"آپ دِل میں اُتری ہوئی ہیں اور میرے بھائی دِل میں رہنے والوں پر بےحد مہربان رہتے ہیں۔"اُسکے کہے جانے پر حُسن المآب کے دِل کی دھڑکنیں مُنتشر ہوئی۔وہ سیاہ انجان جزبوں بھرے شوق والی آنکھیں جیسے دِل تک میں اُترنے لگی تھیں۔سَر جھٹک کر اُس نے مُسکراہٹ دبا کر کھڑی زینب کو دیکھا۔

"باتوں کے بجائے جا کر دیکھ آؤ نہ پلیز۔دادو نے کہا تھا۔"مُحبت سے پچکار کر کہا گیا جبکہ سَر ہلا کر تیزی سے باہر گئی جبکہ حُسن المآب نے جان خلاصی پر شُکر کا کلمہ ادا کرتے ہوئے گہرا سانس لیا۔جیسے ہی وہ تیار ہونے شیشے کے سامنے آئی اپنے چہرے کی سُرخی دیکھ کر دَھک سے رہ گئی۔

"سعیدہ بوا حُسن کو۔۔۔"دروازہ کھولے جانے پر وہ جو بال نفاست سے دُرست کر رہا تھا، کہہ کر کہنے لگا مگر شیشے میں نظر آتے زینب کے مُسکراتے عکس کو دیکھ کر ٹھٹک کر پلٹا۔

"تمہیں کیوں اِتنی ہنسی آ رہی ہے؟"کلائی پر سیاہ ریسٹ واچ پہنتے ہوئے اُس نے حیرانگی سے اُسکو پلٹ کر دیکھا جسکا چہرہ ہنسی دبانے کے چکر میں سُرخ ہو رہا تھا۔

"آپ نے زیبا کو بھابھی کے سامنے ڈانٹا ہے؟"زینب کے سوال پر اُسکا کف لنکس لگاتا ہاتھ ٹھہر گیا۔

"نہیں! اُسکے سامنے میں کیسے ڈانٹ سکتا ہوں۔ہاں حُسن کے جاتے ہی ضرور طبیعت دُرست کی ہے اُسکی۔"اُسکی وضاحت پر زینب نے اپنی مُسکراہٹ دبائی۔وہ اپنی پہلی وضاحت سے خود ہی غافل تھا۔

"اچھا پِھر بھی بُھول جائیں کہ بھابھی کمرے میں آئیں گی۔"اُسکے مُسکراتے لہجے پر جبار چونک کر جلدی سے کف لنکس لگائے اور فرصت سے اُسکی جانب بڑھا۔

"کیوں؟"اُسکے بےاِختیار سوال پر زینب کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔

"بھابھی نے آپ کو پر آنکھوں سے شعلے اُگلتے دیکھ لیا ہے اور اَب سے خوفزدہ ہیں۔"زینب کی اگلی بات پر اُس نے حیرانگی سے زینب کو دیکھا۔

"سیریئسلی!"وہ واقعی جیسے بےیقین تھا۔

"جی! اِسی لیئے تو مُجھے بھیجا ہے کہ دیکھ کر آؤں سعیدہ بوا نے آپکو کپڑے دیئے۔"مُسکراہٹ دبا کر زینب نے شرارت سے کہا جبکہ جبار کا قہقہ بے ساختہ تھا۔گردن پیچھے کو گِرائے جیسے وہ ہنس رہا تھا زینب مُحبت سے اپنے اُس بھائی کو دیکھنے لگی جو ایک زمانے سے مُسکرانا بُھول چُکا تھا۔

"اللہ کی شان! جِس سے میں خوفزدہ ہوں وہ مُجھ سے ڈر رہی ہے۔"بامُشکل مُسکراہٹ ضبط کر کے کہہ کر وہ جیسے بے حد محظوظ ہو رہا تھا۔

"ہیں کہاں پہ آپ کی بھابھی جان؟" اُسکے استفسار پر زینب کی آنکھیں پھیلیں۔

"میں نے صرف بھابھی کہا ہے۔جان کب سے ہو گئیں؟" اُس نے جس معنی خیز شرارت سے اُسکو گھیرا، جبار جیسا بندہ جھینپ گیا۔زینب دلچسپی سے اپنے بھائی کو خجل ہوتے دیکھنے لگی۔

"میرے کمرے میں۔بس تیار ہو گئی ہوں گی۔ویسے بھی دعوت شروع ہونے والی ہے۔"زینب نے دیوار گیر گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے تیزی سے کہا اور سر پر ہاتھ مار کر بھاگی۔

"ہائے اللہ! دادو نے بُلایا تھا۔"اُسکے جاتے ہی اُسکے جاتے ہی جبار آئینے کی جانب پلٹا۔ڈریسنگ ٹیبل کو دائیں اور بائیں ہاتھ سے تھام کر قدرے آگے کو ہوئے وہ جیسے اپنے آپ پر غور کر رہا تھا۔سیاہ چمکتی، مُسکراہٹ سے چُور آنکھیں۔کسی جذبے کی بدولت شاداب اور تروتازہ ہوتا صحت مند چہرہ۔مُسکراہٹ دبا کر اُس نے ماتھے پر گرتے بال سنوار کر پیچھے کیئے جو ایک بار پھِر ماتھے پر آ گِرے تھے اور پھِر کچھ سوچ کر تیزی سے پلٹ کر سیاہ کڑھائی والی چادر کندھے پر ڈال کر کمرے سے باہر نکل گیا۔اُسکے قدم زینب کے کمرے کی جانب بڑھ رہے تھے۔

بالوں کا جوڑا باندھ کر حجاب اچھی طرح اوڑھ کے اُس نے آخری نظر اپنی تیاری پر ڈالی۔ہلکے میک آپ کے ساتھ بغیر کسی ہیوی جیولری کے بھی وہ اچھی خاصی لگ رہی تھی تبھی دروازہ کھلنے کی آواز پر چونکے بغیر جُھک کر ہاتھ میں انگوٹی اور سیاہ کڑے پہنتی رہی۔

"دیکھ آئی اپنے بھائی کو؟ کچھ غصّہ اُترا؟" آخری کڑا پہن کر اُس سوال پوچھ کر چہرہ اُٹھایا اور اپنے عین پیچھے کھڑے جبار کو دیکھ کر ایک جھٹکے سے بوکھلا کر پلٹی۔حجاب کا کونہ چہرے میں دبائے، سبز آنکھیں پھیلا کر وہ تحیر سے اپنے عین سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے شخص کو دیکھنے لگی جِسکی آنکھیں اُسکو دیکھتے ہی دھمکنے لگی تھیں۔اُن سیاہ آنکھوں کی چمک اور وہ شوق اِس قدر شدید تھا کہ وہ لڑکھڑا کر پیچھے کو ہوئی۔سامنے کھڑے شاندار سے شخص سے نگاہ چُھڑانا آسان نہیں تھا مگر حقیقت تلخ تھی۔

"آپ کو کوئی کام تھا؟" جب کئی لمحے یونہی دبے پاؤں گزر گئے اور سامنے فرصت سے کھڑے شخص کی نگاہوں کا اِرتکاز بھی ماند نہیں ہوا تو حُسن المآب کو کہنا پڑا جبکہ قلبِ جبار مُنتشر دھڑکنوں کے ساتھ اُس دلکش چہرے سے نگاہ ہٹا گیا۔وہ چہرہ جو مضبوط اعصاب ہلا دینے کے درپے تھا۔

وہ روشنی تھی ھماری آنکھوں کے طاقچوں میں

چراغ جھک کر سلام کرنے کا سوچتے ہیں

عجیب خوابوں بھری وہ آنکھیں ہیں یار جن پر

ھم اپنی نیندیں حرام کرنے کا سوچتے ہیں۔۔۔

"میں نے سُنا ہے کہ تم مُجھ سے خوفزدہ ہو رہی ہو۔"اُس نے لگی لپٹی رکھے بنے جِسطرح کہا حُسن المآب نہ چاہتے ہوئے بھی گڑبڑا گئی۔وہ سیاہ آنکھیں دِل میں گھر کرنے ہی والی تھیں کہ وہ بروقت حفظِ ماتقدم کے طور پر پلکوں کی باڑ جُھکا گئی۔

"میں۔۔۔؟ آپ سے کیوں؟؟" بامُشکل کہہ کر اُس نے حجاب مزید چہرے کے آگے کر کے چہرہ بائیں جانب پھیر لیا تبھی جبار نے اُسکی جانب پیش قدمی کی اور اُسی تیزی سے حُسن المآب پیچھے کو ہوئی مگر پیچھے موجود ڈرسینگ ٹیبل نے اُسکی کوشش ناکام بنا دی۔حیرت کی بات یہ تھی کہ عورتوں کی پرچھائی تک سے دُور بھاگنے والا شخص اُسکی جانب پیش قدمی کر رہا تھا۔دِل بدلنے کا عمل گویا اُسے سَر تاپا بدل رہا تھا اور وہ اپنے اِس بدلاؤ سے اتنا بے خبر نہیں تھا۔

"یہی پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ کیوں؟" اُسکے عین سامنے جُھک کر ڈریسنگ ٹیبل کے گرد دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے اُس نے حُسن المآب کو دنگ کر دیا۔تیزی سے چہرہ پیچھے کیئے وہ ششدر ہو کر اِتنے قریب آ چُکے اُس شخص کو دیکھ رہی تھی۔

"ہاں!" اُسکے ششدر ہونے کو قلبِ جبار کے اِصرار نے توڑا۔آنکھوں میں زمانے کی حیرانگی لیئے وہ جبار کے چہرے پر دوڑنے والی جاندار اور دلکش مُسکراہٹ کو پہلی بار دیکھ رہی تھی۔وہ ہنس رہا تھا۔۔۔وہ شخص ہنسنا جانتا تھا جسے کچھ دیر پہلے نگاہوں سے اُس نے آگ اُگلتے دیکھا تھا۔جِس پر اُسکو پتھر کا گُمان کبھی کبھار ہونے لگتا تھا۔اُسکو کچھ بھی کہنے، سوچنے، سمجھنے کا موقعہ دیئے بغیر جبار نے ہاتھ آگے بڑھا کر اُسکے ہونٹوں میں دبا حجاب کو کونہ نرمی سے کھینچ کر نیچے کر دیا۔ہاں! اَب وہ اُس چہرے کو بغیر کسی حجاب کے، بغیر کسی دِقت کے دیکھ پا رہا تھا۔اَب آنکھوں کے آگے کوئی پردہ حائل نہیں تھا

جبکہ حُسن المآب کا دِل اُس جُرات پر لرز کر تیزی سے دھڑکنے لگا۔قلب جِبار اَب انہماک سے اُس چہرے کو دیکھ رہا تھا جو اُسکی نگاہوں کے شوق سے سُرخ قندھاری ہونے لگا تھا۔

دلکش حسین خلوت نے گھیرا ہے یوں مجھے

اِک دم جو آ کے ٹھہرا ہے میرے گُماں میں تُو

مُجھکو خُدا نے بخشی ہے ایسی نظر کے اب

تُجھ میں جہاں دکھتا ہے یا پھر جہاں میں تُو۔۔۔

"کیا۔۔۔ہوا ہے آپ کو؟؟" اُسکی نظروں کی مزید وہ تاب نہیں لا سکتی تھی تبھی بامُشکل نظریں چُرا کر کہا۔چونکے بغیر جبار نے اُسکو دیکھا اور پھِر گہرا سانس لے کر قدرے پیچھے کو ہوا مگر دونوں ہاتھ ہنوز یوں ڈریسنگ کے گِرد رکھے تھے کہ حُسن المآب چاہ کر بھی اُسکے حصار سے نِکل نہیں سکتی تھی۔

"یہی تو جاننے کی کوشش کر رہا ہوں۔"مدہم لہجے میں جیسے بے بسی دَر آئی تھی۔اُس بے بسی پر حُسن المآب کی نظریں بہت دِقت سے اُٹھیں۔وہ سیاہ آنکھیں اُس پر سے ہٹنے کو مائل نظر نہیں آ رہی تھیں۔

" آپ خود جاننے کی کوشش کریں۔مُجھے تو جانے دیں۔"جی کڑا کے جِس برجستگی سے اُس نے کہا جبار کا قہقہ بڑا جاندار تھا۔ٹھٹھک کر حُسن المآب اُسکو دیکھے گئی جو اُسے اپنے عجیب رویئے سے دھچکے پر دھچکے دیئے جا رہا تھا، اُلجھا رہا تھا۔

"تمہیں اَب جانے نہیں دے سکتا۔"وہ پچھلے تمام سالوں کی حبس، گھٹن زدہ زندگی کو بُھلائے اُس پل صرف اُن سبز آنکھوں کے سحر میں گرفتار تھا۔سید قلبِ جبار عالم کچھ گھنٹوں کے لیئے اپنے سیاہ، تاریک ماضی کو یکسر بُھلائے اُس عورت پر سائبان کی مانند چھایا ہوا تھا جِس نے اُسکو اپنا اَسیر کر لیا تھا۔دَھک رہ جاتے دِل سے حُسن المآب اُسکو دیکھے گئ جِسکی آنکھوں کا پیام دھڑکنیں چھین لینے والا تھا مگر وہ اُن آنکھوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی تبھی ایک بار پِھر نظریں جُھکا گئ۔

"تمہیں جانے دیا تو قلبِ جبار کہیں کا نہیں رہے گا۔"مدہم سرگوشی پر حُسن المآب نے جھٹکے سے سَر اُٹھا کر اُسکو دیکھا جسکی آنکھوں میں کچھ اِیسا بے بس اور مجبور ہو جانے والا تاثر تھا کہ وہ اُسکو دیکھے گئ جسکے ماضی کی سیاہیوں کی چاپ اُسکے قریب آتی جا رہی تھیں اور وہ بے خبر اپنے دِل کے ہاتھوں مجبور اُس عورت پر آشکار ہو رہا تھا۔اِس سے پہلے کہ وہ اُس کے سامنے مکمل بے بس ہوتا، دروازہ کھٹکھٹائے بغیر اندر آتی زیبا اُن دونوں کو دیکھ کر وہیں ٹھہر گئ۔جبار نے کھٹکے پر چہرہ پھیر کر سائیڈ پر دیکھا اور پِھر زیبا کے ساتھ آ کھڑی عورت کو دیکھ کر اُسکو لگا وہ زندگی بَھر دوبارہ کبھی سانس نہیں لے سکے گا۔ حُسن المآب جو اُس فُسوں خیز جملے کے حصار میں تھی، قلبِ جبار کو تیزی سے پیچھے ہوتے دیکھ کر چونک کے سائیڈ پر دیکھا۔زیبا کے ساتھ آ کھڑا ہوتا وہ چہرہ اُسکے لیئے یکسر نیا تھا مگر وہ چہرہ سید قلبِ جبار عالم کے لیئے ہرگز نیا نہیں تھا۔اُسکو یوں محسوس ہونے لگا جیسے فضا میں آکسیجن کی کمی بڑھنے لگی ہو۔ پھیکے پڑتے چہرے اور گُھٹتے دِل سے اُس کے ہاتھ لرز کر پہلو میں آ گِرے۔حُسن المآب کے گِرد سے اُسکا حصار ٹوٹ گیا اور اُس پر سید جبار کا سارا وجود کئ ٹکڑوں میں ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔

اُس نے کیسے جینے کی، مُحبت کرنے کی اور چاہے جانے کی آرزو کر لی؟ وہ اپنے نصیب کی سیاہی کو کیسے فراموش کرنے لگا تھا؟ وہ سیاہی جو اُسکے تعاقب میں کسی بددُعا کی مانند نہ جانے کب سے لگی ہوئی تھی۔وہ سارے گھٹن ذدہ، دِل اور رُوح کو زخمی کر کے گھائل کر دینے والے دِن سید جبار کی سُرخ ہوتی، نمناک آنکھوں کے سامنے کسی ریل کی طرح گردش کرنے لگے۔وہ دِن جب اُس پر دروازے بند ہو گئے تھے۔وہ دِن جب اُس نے نہ جانے کتنے لوگوں کا اعتماد اور بھروسا کھویا تھا۔وہ سارے دُکھ اور اذیت بھرے لمحے اُن خوبصورت لمحوں کو مسخ کرنے آ پہنچے تھے جو وہ حُسن المآب کے ساتھ جینے کی خواہش کرنے لگا تھا۔اُس ایک عورت نے آتے ہی تمام خوبصورت منظروں پر سیاہی پھیر دی تھی اور زیبا صلاح الدین نے ہمیشہ کی طرح ایک بار پھِر سید جبار پر بہت گہرا اور مُہلک حملہ کیا تھا۔

اگر ہمارے دکھوں کا علاج

نیند ہے!

تو کوئی ہم سے زیادہ گہری نیند نہیں سو سکتا

اور نہ ہی اِتنی آسانی اور خوبصورتی سے

کوئی نیند میں چل سکتا ہے

اگر ہمارے دُکھوں کا علاج

جاگنا ہے!

تو ہم اِس قدر جاگ سکتے ہیں

کہ ہر رات ہماری آنکھوں میں آرام کر سکتی ہے

اور ہر دروازہ

ہمارے دل میں کُھل سکتا ہے

اگر ہمارے دُکھوں کا علاج

ہنسنا ہے!

تو ہم اِتنا ہنس سکتے ہیں

کہ پرندے، درختوں سے اُڑ جائیں

اور پہاڑ ہماری ہنسی کی گونج سے بَھر جائیں

ہم اِتنا ہنس سکتے ہیں

کہ کوئی مسخرہ یا پاگل

اِس کا تصور تک نہیں کر سکتا

اگر ہمارے دُکھوں کا علاج

رونا ہے!

تو ہمارے پاس اِتنے آنسو ہیں

کہ اِن میں ساری دنیا کو ڈبویا جا سکتا ہے

جہنم بُجھائے جا سکتے ہیں

اور ساری زمین کو پانی دیا جا سکتا ہے

اگر ہمارے دُکھوں کا علاج

جینا ہے!

تو ہم سے زیادہ با معنی زندگی

کون گُزار سکتا ہے؟

اور کون اِیسے سلیقے اور اذیت سے

اِس دنیا کو دیکھ سکتا ہے

اگر ہمارے دُکھوں کا علاج

بولنا ہے!

تو ہم ہوا کی طرح گفتگو کر سکتے ہیں

اور اپنے لفظوں کی خوشبو سے

پھول کِھلا سکتے ہیں

اور اگر تم کہتے ہو

ہمارے دُکھوں کا علاج کہیں نہیں ہے

تو ہم چپ رہ سکتے ہیں

قبروں سے بھی زیادہ۔۔۔

ماضی!

یہ اُن دِنوں کی بات تھی جب قلبِ جبار کی امی اور ابو کی ناگہانی موت کو ایک ہفتہ ہونے کو آیا تھا۔ سید حویلی جاتے ہوئے اُنکی گاڑی تیز رفتار ٹرالر سے ٹکرا کر پُل سے نیچے جا گری تھی اور بدقسمتی سے اُنکے ساتھ موجود قلبِ جبار بچ گیا تھا۔اُسکی ماں نے گاڑی اُلٹنے سے قبل پیچھے کو جُھک کر جبار کو اپنے حصار میں لیتے ہوئے ساری مُہلک چوٹیں خود پر لیتے ہوئے ہمیشہ کے لیئے آنکھیں موند لیں۔جب ریسکیو والے وہاں پہنچے تب تک اپنی ماں کے حصار میں مُقید جبار سیاہ آنکھیں پھیلائے مدہم پھیلتی رات میں اپنی ماں اور باپ کے سرد اور سپید پڑتے وجود کو پلکیں جھپکائے بغیر دیکھتا رہا تھا۔امدادی ٹیموں نے اُسکو باہر نکال کر سٹریچر پر لٹایا مگر اُسکے اندر کوئی حرکت نہ ہوئی۔یونہی چہرہ پھیرے وہ اپنے ماں اور باپ کے خون میں نہائے چہروں کو دیکھ رہا تھا جِن پر ریسکیو اہلکار سفید چادر ڈال رہے تھے۔یہ چہرے کچھ دیر پہلے تک اُسکے ساتھ ہنستے، مُسکراتے باتیں کر رہے تھے۔زندگی سے بھرپور تھے اور اَب اُن میں زندگی کی کوئی بھی رمق باقی نہیں بچی تھی۔اُس سیاہ ہوتی رات میں دس سال کے قلبِ جبار عالم نے زندگی کی بےوقعتی کو پورے دِل و جان سے محسوس کر لیا تھا۔

اُسکو نہیں معلوم کے ہسپتال سے گھر وہ کیسے آیا۔ صرف چھوٹی سی روتی ہوئی، ماں کو یاد کرتی زینب کو دیکھ کر اُسکے اندر کسی جذبے نے سَر اُٹھایا، کوئی جُنبش ہوئی۔ سب لوگ آنکھوں میں آنسو لیئے اُسکو دیکھ رہے تھے جو اپنی چھوٹی سی بہن کو دونوں ہاتھوں میں اُٹھا کر اپنے سینے سے لگا کر تھپکتے ہوئے اِدھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔ اُس دس سال کے بچے نے اپنی ماں کو اِیسے ہی کرتے دیکھا تھا اور ہوا بھی یہی۔ پندرہ منٹ بعد شور و غُل سے ڈری سہمی زینب اپنے بڑے بھائی کی شرٹ مُٹھی میں دبائے بہت پُرسکون نیند سو رہی تھی، اپنے احساسِ زیاں سے غافل، اپنی یتیمی سے بے پرواہ۔

اور کچھ دیر میں جب پھر میرے تنہا دل کو

فکر آ لے گی کہ تنہائی کا کیا چارہ کرے

دَرد آئے گا دبے پاؤں لیئے سرخ چراغ

وہ جو اِک دَرد دَھڑکتا ہے کہیں دل سے پَرے

شعلۂ دَرد جو پہلو میں لپک اُٹھے گا

دِل کی دیوار پہ ہر نقش دمک اُٹھے گا

حلقۂ زلف کہیں، گوشۂ رخسار کہیں

ہجر کا دشت کہیں، گُلشن دیدار کہیں

لُطف کی بات کہیں، پیار کا اقرار کہیں

دِل سے پھر ہو گی میری بات کہ 'اے دل، اے دل!'

یہ جو محبوب بنا ہے تیری تنہائی کا

یہ تو مہماں ہے گھڑی بھر کا، چلا جائے گا

اِس سے کب تیری مُصیبت کا مداوا ہو گا

مشتعل ہو کے ابھی اُٹھیں گے وحشی سائے

یہ چلا جائے گا، رہ جائیں گے باقی سائے

رات بَھر جِن سے تیرا خُون خرابا ہو گا

جنگ ٹھہری ہے، کوئی کھیل نہیں ہے اے دل!

دُشمن جاں ہیں سبھی سارے کے سارے قاتل

یہ کڑی رات بھی یہ سائے بھی تنہائی بھی

دَرد اور جنگ میں کچھ میل نہیں ہے اے دِل

لاؤ سلگاؤ کوئی، جوش غضب کا اَنگار

طیش کی آتش جرار کہاں ہے، لاؤ!

وہ دہکتا ہوا گُلزار کہاں ہے، لاؤ!

جس میں گرمی بھی ہے، حرکت بھی، توانائی بھی

ہو نہ ہو اپنے قبیلے کا بھی کوئی لشکر

منتظر ہو گا اندھیرے کی فصیلوں کے اُدھر

اُن کو شعلوں کے رجز اپنا پتا تو دیں گے

خیر ہم تک وہ نہ پہنچے بھی، صدا تو دیں گے

دُور کتنی ہے ابھی صبح بتا تو دیں گے۔۔۔

(فیض احمد فیض)

اِسی یتیمی کے دُکھ کے باوجود وہ ایک خوبصورت، حیا دار اور اخلاق والا نوجوان بن کر بڑا ہوا تھا۔ ضوفشاں بیگم اور مروہ بیگم اُسے دیکھ دیکھ کر جیتی تھیں جو اپنی عمر کے کسی حصّے میں بھی غلط راہ نہیں چلا۔ہاں! اپنے دادا سے اُسکے تعلقات عجیب لیئے دیئے سے ہی رہے، رسمی سے۔سید قاسم مُجتبیٰ نے اُسے کہا تھا کہ کالج کے بجائے وہ اُنکے ساتھ کاروبار یا سیاست میں شامل ہو مگر اُس نے ہمیشہ وہی کام کیئے جو اُنکی خواہش کے خلاف ہوتے تھے۔ضوفشاں بیگم سے اُس نے ہوسٹل جا کر رہنے کی اجازت لی اور وہ جتنا سید قاسم مُجتبیٰ کو پیچ و تاب کھانے پر مجبور کر سکتا تھا، کر رہا تھا۔وہ اپنی ماں پر کیئے گئے ایک ایک ظلم کو یاد رکھے ہوئے تھا۔

"یہ جارہا ہے لیکن ضوفشاں کہنا اِسے کہ اپنے نسب پر کوئی حرف نہ آنے دے۔یہ یاد رکھ کر جائے کہ یہ سادات ہے۔" قاسم مُجتبیٰ کی بات پر وہ طنزیہ سا مُسکرا کر کندھوں پر پیک بیگ پہنے پلٹا۔

"سادات ہونا تکبر کی نہیں فخر کی بات ہے۔بے فکر رہیں میں آپ جیسا سید کبھی نہیں بنوں گا۔"اُنکو نرمی سے کہہ کر اُس نے تنفر سے دانت پیسنے پر مجبور کر دیا جبکہ باقی سب اُسکی بے رُخی اور بے اعتنائی کو جانتے تھے تبھی کوئی بھی فلسفے نہیں جھاڑتا تھا اور یوں جبار ایبٹ آباد سے مری کے کالج ہاسٹل میں آ کر رہنے لگا۔کالج کے دِنوں میں وہ اپنے کالج کا سب سے شاندار، ذہین، ہر لڑکی کا آئیڈل اور شرم و حیا والا مشہور تھا۔اِن القابات پر اُس نے کبھی گردن نہیں اکڑائی مگر اُس نے ہمیشہ اپنی نظریں خود کو نہارتی لڑکیوں سے بچا کر ہی رکھی۔اُسکے کالج کا آخری سال چال رہا تھا۔وہ عمر لڑکوں کے لیئے قدرے خطرناک ہوتی ہے کیونکہ پرائیویٹ ہوسٹل میں رہنے والے لڑکے اکثر بُری عادات میں ملوث ہو جاتے ہیں۔اُسکے اپنے روم میٹ بھی نہ جانے کونسے نشے، عجیب گھٹیا اور واہیات کاموں میں پڑے ہوئے تھے۔کئی بار وہ اُن سب کی شکایت وارڈن کو لگا چُکا تھا اور اِسی وجہ سے قلبِ جبار ہوسٹل کے سب لڑکوں کی آنکھ میں کھٹکتا تھا۔وہ غلط بات دیکھ کر آنکھیں بند کر کے آگے بڑھ جانا نہیں جانتا تھا تبھی سب لڑکے اُسکی پکڑ کے، اُسکے زوال کے انتظار میں تھے مگر وہ یہ بات نہیں جانتا تھا۔

وہ جِس کالج میں پڑھ رہا تھا اُس کالج کے ساتھ یونیورسٹی کی بھی عمارت مُنسلک تھی یوں کہ اُنکے کالج کا مین گراؤنڈ اور یونیورسٹی کا مین گراؤنڈ ایک جگہ مِل رہا تھا۔وجہ یہ تھی کہ یہ کالج بھی اُسی یونیورسٹی کا پروجیکٹ تھا۔وہ سردیوں کی ایک دوپہر تھی جب جبار لائبریری سے نکل کر کتاب ہاتھ میں تھامے راہداری سے گُزر رہا تھا تبھی اپنے پیچھے قدموں کی آواز پر چونکے بغیر یونہی آگے چلتا رہا۔ہیل کی ٹِک

ٹِک سے وہ سمجھ گیا تھا یقیناً کوئی لڑکی ہو گی تبھی وہ لڑکی تیز قدموں سے اُسکے عین سامنے آئی۔ ٹھٹک جاتے جبار کو رُک جانا پڑا ورنہ وہ ضرور اُس لڑکی سے ٹکرا جاتا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" اُسکے چہرے پر غور کیئے بغیر اُس نے ناگواری سے کہتے ہوئے سامنے آ کھڑی لڑکی کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"کیا تم نے مُجھے پہچانا نہیں؟" اپنے کرل بالوں میں ایک ادا سے ہاتھ چلاتے ہوئے اُس نے جس انداز میں کہا، جبار نے بامُشکل ضبط کر کے حیرت سے چہرہ پھیر لیا۔ یہ لڑکی یقیناً اُسکے کالج کی نہیں تھی۔ اُسکے کالج کی سب لڑکیاں اُسکو جانتی تھیں۔

"لیکن میں نے تمہیں دُور سے، ہزاروں کے مجمعے میں پہچان لیا۔" وہ کالج کے گراونڈ کی جانب اشارہ کر کے شوخی سے کہہ رہی تھی جہاں یونیورسٹی اور کالج جڑتا تھا۔ جبار کچھ کہے بغیر لب بینچ کر سائیڈ سے گُزرنے لگا تو وہ چونک کر ہوش میں آئی۔

"ارے اِتنی بھی کیا بےاعتنائی جبار۔" کہنے کے ساتھ ایک بازو آگے پھیلا کر جیسے اُسکے جانے کی کوشش ناکام بنائی گئی۔ جبار نے سنجیدگی سے سیاہ آنکھیں اُٹھا کر اُس طرحدار سی لڑکی کو دیکھا جو عمر میں اُس سے کچھ بڑی تھی۔ جبار کی نظریں محسوس کر کے اُسکے ہونٹوں کی مُسکراہٹ گہری ہونے لگی۔ آنکھیں اُس شخص کی سیاہ آنکھوں اور دلکش چہرے کا بےخودی سے طواف کرنے لگیں۔

"میں آپ کو نہیں جانتا۔ بہتر ہو گا کہ میرے رستے سے ہٹ جائیں۔" انتہائی احترام سے نظروں میں سنجیدگی بھر کر کہا گیا۔ اِیسے ہی وہ وہ اُسکو نہیں بھایا تھا۔ لاکھوں کالج اور یونیورسٹی کے لڑکوں میں نظر اِس پر بلا وجہ تو نہیں ٹھہری تھی۔

"ہٹ جاتی ہوں۔ بس ایک آفر کرنے آئی تھی تمہیں۔ کیا تم مُجھ سے دوستی کرو گے؟" ایک ناز سے پینٹ کی جیب سے ہاتھ نکل کر اُسکے سامنے کیا جسے جبار نے دیکھنے کی زحمت تک نہیں کی۔

"کر لو! بہت فائدے ہیں مُجھ سے دوسری کے۔" جبار کی سخت نظریں محسوس کر کے اُس نے کہہ کر شوخی سے ایک آنکھ دبائی اور جبار کا جی چاہا کہ ہاتھ میں تھامے ساری کتابیں اُسکے سر پر دے مارے۔

"میں آپ کا عورت ہونے کی وجہ سے لحاظ کر رہا ہوں۔ ہٹیں میرے راستے سے۔" یہ وہ دور تھا جب سید قلبِ جبار نرم طبیعت کے ہاتھوں مجبور تھا۔ وہ سخت مزاج نہیں بلکہ موم کی طرح نرم تھا۔ اُن دِنوں وہ اپنے نام کے بالکل برعکس شخصیت کا مالک تھا۔ جبار جیسے ہی آگے بڑھنے لگا۔ سامنے کھڑی لڑکی کا چہرہ اہانت سے سُرخ ہوا۔

"پہلی بات تو میں عورت نہیں لڑکی ہوں دوسری بات یہ کہ میرا نام محمل ہے۔" جبار کے چہرے کے تاثرات کا، اُسکی سنجیدگی کا خاطر خواہ اثر لیئے بغیر مزے سے جواب آیا۔ تاسف سے نفی میں سَر ہلا کر جبار واپس کو پلٹا۔ لمحے بھر کو ہونق رہ جاتی محمل اُسکو تیز مگر مضبوط قدموں سے واپس لائبریری جاتے دیکھ رہی تھی یقیناً وہ دوسرے راستے سے جانے والا تھا۔ دائیں ہاتھ کی مُٹھی بنا کر ہاتھ پر مارتے ہوئے اُسکا جی چاہ رہا تھا سب تہس نہس کر دے۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ جبار کے پیچھے خوار ہو رہی تھی۔ اُسکی توجہ حاصل کرنے کی ہر کوشش کر چُکی تھی مگر بے سُود۔ اِس شخص پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

لب بینچ کر اُس نے پیچھے سیڑھیوں کے پاس کھڑے، مُسکراہٹ دباتے اپنے گینگ کو دیکھا۔اُسکا سُرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر اُن سب کا قہقہ اُبل پڑا۔

"ہم نے کہا تھا نہ وہ بہت مُشکل ٹارگٹ ہے۔اُس قلعے کو کوئی فتح نہیں کر سکتا۔"محمل کے دوست جواد نے اُسکو چڑاتے ہوئے جیسے اپنی بات یاد کروا رہا تھا۔

"اُس قلعے کو نہ صرف محمل چوہدری فتح کرے گی بلکہ اپنے نام کا جھنڈا بھی لہرائے گی۔"پُرسوچ چہرے پر پُرعزم مُسکراہٹ دوڑ گئی۔

"یار! چھوڑو اُسکو۔ایک شرط اگر تم ہار بھی گئی تو کچھ نہیں ہوتا۔"اُسی گروپ کی زارا نے سنجیدگی سے کہا جبکہ محمل نے اُسکو تیز نظروں سے گھورا۔

"یہ شخص شرط نہیں محمل چوہدری کی ضد بن گیا ہے۔اِس کو اپنی جانب مائل کیئے بغیر تو میں ٹلنے والی نہیں۔"مصمم اِرادے جیسے اُن سب پر ظاہر کیئے گئے۔

"آج تک مُجھے کسی مرد نے اگنور نہیں کیا تو یہ مُجھ سے عمر میں چھوٹا لڑکا کیا چیز ہے۔"کیوٹیکس لگے ناخنوں میں پھُونک مار کر اُس نے کہتے ہوئے سب کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"اچھا ہے! جب اِسکا شریفوں والا امیج ٹوٹے گا تو اُسکی آواز ہماری یونی تک بھی آئے گی۔"فضیلہ نے چسکا لے کر کہا۔اُسکو محمل کا ہر ایڈونچر بہت پسند تھا۔

"اَب تم اپنا کیمرہ تیار رکھنا اور دیکھتی جاؤ کہ میں کیسے سید جبار کو اپنے پیچھے پاگل کر کے چھوڑتی ہوں۔"اُسکے گلے میں ہر وقت موجود کیمرے کی جانب اِشارہ کرتے ہوئے اُسے تیار رہنے کا کہا۔اُسکی آنکھوں میں سب کچھ کر گُزرنے کا عظم تھا۔

حال

ہم تو بس یہ کہتے ہیں ___ روز جینے مرنے کو

آپ چاہے کچھ سمجھیں، زندگی نہ سمجھا جائے

خاک کرنے والوں کی کیا عجیب خواہش ہے

خاک ہونے والوں کو، خاک بھی نہ سمجھا جائے۔۔۔

"میں جبار کو اپنی دوست سے مِلوانے آئی تھی۔"جبار کی سخت نظروں میں کوئی اِیسا سنگین تاثر تھا کہ زیبا کو تُھوک نگل کر کہنا پڑا۔جبار نے چہرہ پھیر کر حُسن المآب کو دیکھا جو پریشانی سے اُسکو دیکھ رہی تھی۔پہلے جِس چہرے پر اُسکے الفاظ نے گلاب کِھلا دیئے تھے، اَب وہ متفکر تھا۔جبار کا دَم یک ہی گُھٹنے لگا جبکہ زیبا کے برابر کھڑی لڑکی بغور حُسن المآب کے چہرے کو عجیب حسد اور جلن سے دیکھ رہی تھی کیونکہ کچھ دیر پہلے سید قلب جبار اِس عورت کی جانب پوری اُلفت سے مائل بہ کرم تھا۔اُن سیاہ آنکھوں میں شوق اور مُحبت کی اِیسی چمک تھی کہ وہ اندر تک بھسم ہو گئی تھی۔

"یہ کون ہے؟" اُس لڑکی نے حُسن المآب کی جانب اِشارہ کرتے ہوئے اِس قدر تنفر سے کہا کہ حُسن المآب کی مضطرب نظریں جبار سے ہٹ کر سائیڈ پر گئیں اور اُن آنکھوں کے تاثر نے اُسکو ٹھٹکا دیا۔ تب تک جبار سنبھل کر سیدھا ہو چُکا تھا۔گہرا سانس لے کر اُس نے حُسن المآب کو نرمی کے ساتھ اپنے برابر، کندھے کے ساتھ کر کے اُسکی پُشت پر بازو پھیلایا جبکہ زیبا اور ساتھ کھڑی لڑکی کی آنکھوں میں حسد بڑھنے لگا۔

"میں آپکی دوست کو جانتا ہوں زیبا، اِنفیکٹ بہت اچھے سے۔"اُس لڑکی کو جبار کے یوں کہے جانے کی اُمید نہیں تھی تبھی اُسکی آنکھوں کا تاثر بدلا اور اُن میں شدید حیرانگی تیرنے لگی۔زیبا نے چونک کر سوالیہ نظروں سے اُسکو دیکھا جو اُسکی طرح ہی حیران ہو گئی تھی۔

"آپ نے زیبا کو بتایا نہیں کہ آپ جامعہ میں میری سینئیر رہ چُکی ہیں۔"وہ اَب پچھلے اچانک ہونے والے شدید حملے سے بہت احسن طریقے سے بچ نکلا تھا۔سید جبار وہی مومن تھا جو ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جا سکتا۔

"ن۔۔۔نہیں!" زیبا نے بے یقینی سے ہکلا کر کہا۔جبار کے انداز کی سرد مہری کوئی خطرے کا الارم بجا رہی تھی۔

"بہت بُری بات ہے۔۔۔کیا نام تھا آپ کا؟۔۔۔ہاں محمل چوہدری، رائٹ؟" سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے اُس نے محمل چوہدری کے چہرے کا سارا خون نچوڑ لیا۔وہ تو یہاں بازی مارنے آئی تھی، جبار کو کارنر کر کے مگر یہاں تو ساری تدبیر اُلٹی پڑ رہی تھی۔حُسن المآب نے جبار کے لہجے میں کچھ اِیسا محسوس کر لیا تھا جِس سے اُسکا دِل سامنے کھڑی محمل چوہدری سے کھٹک کر بیزار ہو رہا تھا۔

"اور مِس محمل چوہدری۔یہ میری بیوی ہیں، حُسن المآب۔"اُس نے چہرہ پھیر کر حُسن المآب کو جن نگاہوں سے دیکھ کر کہا تھا، اُن نگاہوں نے حُسن المآب کی دھڑکنیں سُست کر دیں۔مُسکراتے چہرے کے برعکس اُن سیاہ آنکھوں پر جا کے حُسن المآب کی آنکھیں ٹھہر جانے لگیں۔کچھ تھا جو اُسے مضطرب کر رہا تھا، ایک بار پھِر سے۔اُن دونوں سے نگاہ ہٹا کر اگر ہم محمل چوہدری کو دیکھیں تو اُسکا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہونے لگا تھا۔اہانت، سُبکی، تہی دامنی اور حسد کے مِلے جُلے جذبوں نے اُس ایک ساتھ حملہ کیا تھا۔اُس نے زیبا سے جِن دنوں دوستی کی تھی تبھی معلوم ہوا تھا کہ اُسکے دادا نے زبردستی اُسکا نکاح زیبا سے کروایا ہے جسے جبار اول روز سے آج تک نہیں مانتا۔اُسے تو لگ رہا تھا وہ زیبا کو راستے سے ہٹا کر بڑی سہولت سے جبار تک پہنچ جائے گئی۔پچھلی بار کی ناکامی کو کامیاب کرنے کے لیئے وہ کچھ بھی کرنے کا اِرادہ ایک بار پھر سے ٹھان کر آئی تھی مگر اُسکے پلان میں جبار کے حصار میں کھڑی وہ دلکش عورت نہیں تھی جِس سے جبار کی نظریں ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔جِس چہرے کو وہ مبہوت ہو کر دیکھ رہا تھا۔مُٹھیاں بینچ کر تنفر سے پلٹ کر کمرے کے کُھلے دروازے سے باہر نکل گئی۔زیبا نے بوکھلا کر جبار کا پتھر ہوتا چہرہ دیکھا اور اُسکے پیچھے لپکی۔اُن دونوں کے جاتے ہی جِس تیزی سے جبار نے جا کر کُھلا دروازہ بند کر کے لاک لگاتے ہی دروازے سے پُشت ٹِکا کر آنکھیں موند کر گہرا سانس لیا، حُسن المآب ناسمجھی بھری پریشانی سے جبار کا متغیر ہوتا چہرہ دیکھنے لگی۔وہ اِیسے گہرے گہرے سانس لے رہا تھا جیسے نہ جانے کتنے میل سے بھاگ کر آیا ہو مگر اُسے سانس لینے میں دُشواری ہو رہی تھی۔یک دَم جبار نے کھانس کر گہرا سانس لینے کی کوشش کی، حُسن المآب جیسے ہوش میں آ کر اُسکی جانب بڑھی۔

"جبار! آپ ٹھیک ہیں؟" وہ جو چہرہ جُھکا کر بامُشکل سانس لے رہا تھا، نفی میں سَر ہلا کر سیدھا ہوا اور اُسکی سُرخ پڑتی آنکھوں اور کنپٹی کی پُھولتی نس کو دیکھ کر حُسن المآب تیزی سے ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بھاگی۔ابھی اُس نے یہاں کاغذ کا شاپر دیکھا تھا۔لپک کر اُس خاکی شاپر کو اُٹھا کر وہ جبار تک آئی اور اُسکے چہرے کے سامنے کھول کر پکڑتے ہوئے اُس نے سانس لینے میں ہلکان ہوتے جبار کو چونکا دیا۔

"اِسکے اندر گہرے گہرے سانس لیں۔"اُسکی پُشت نرمی سے تھپک کر کہتے ہوئے اُس نے جبار کو وہ کاغذ کا شوپر پکڑنے پر مجبور کر دیا۔تیزی سے سانس لیتے جبار کا سانس کچھ دیر میں ہی اعتدال پر آنے لگا۔شاپر سائیڈ پر پھینک کر وہ بے جان ہوتے قدموں سے جِس طرح نیچے ہو کر بیٹھتا چلا گیا، حُسن المآب کے قدموں سے زمیں نِکل گئی۔اِتنے مضبوط اعصاب کے شخص کا یہ روپ اُسکے دِل کو سہا کر وہموں کا شکار کر رہا تھا۔اُسکے سامنے کارپٹ پر بیٹھتے ہوئے وہ اُسکی پُشت اُسی نرمی سے تھپکتی رہی۔

"سب ٹھیک ہے، جبار!" کچھ نہ سمجھتے ہوئے، جانتے ہوئے بھی وہ اُسکو تسلی دے رہی تھی وہ قلبِ جبار کا دِل مزید گھائل اور اَسیر کر رہی تھی۔آنکھیں سختی سے میچ کر آگے ہوتے ہوئے اُس نے جُھک کر بیٹھی حُسن المآب کے شانے پر سَر رکھ کر گہرا سانس لیا۔دنگ اور شل رہ جاتی حُسن المآب پیچھے کو ہو کر سنبھلی اور پِھر اُسکے سیاہ گھنے بالوں کو دیکھا۔دل کی دھڑکنیں اُس شخص کو یوں خود سے آ لگتے محسوس کر کے نہ جانے کہاں جا چُھپی تھیں۔

"سب ٹھیک ہے، جبار!" سنبھل کر اُس نے جبار کی پُشت ایک بار پِھر اُسی نرمی سے تھپکی جبکہ ایک آنسو ٹوٹ کر قلبِ جبار کی آنکھ حُسن المآب کے بائیں ہاتھ پر گِرا جو اُسکے پہلو میں سہارا لینے کو زمین

پر دھرا تھا۔ ششدر رہ جاتی حُسن المآب کی دھڑکنیں معمول پر آنے لگیں۔ وہ کسی غم یا تکلیف میں مُبتلا ہو کر سہارے کے لیئے اُس سے آ لگا تھا۔ وہ اذیت میں تھا یہ حُسن المآب زخمی ہوتے دِل سے محسوس کر سکتی تھی۔ وہ جو کسی مضبوط چٹان کی طرح سب کے سامنے ڈٹا رہتا تھا، وہ اُس محبوب عورت کی گھنے چھاؤں، پاک، راحت دیتے حصار میں آتے ہی بُھربُھری دیوار ثابت ہوا تھا۔ اُس جیسے مضبوط شخص کے آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر متواتر گرتے چلے جا رہے تھے جنہیں محسوس کر کے حُسن المآب کا دِل کئی ٹکڑوں میں بٹ کر اُس شخص کے غم اور حزن میں مُبتلا ہو رہا تھا اور مُحبت تو ہمدردی، حزن اور غم کی بُنیادوں پر ہی مضبوطی سے کھڑی ہوتی آئی ہے۔ اَزل سے۔۔۔

تیری تائید کرنے کو خود اپنے رَد میں روتے ہیں

جو بے حد ضبط والے تھے، کہاں اَب حد میں روتے ہیں

میں جس مشکل میں تھا اُس میں خُدا یاد آ ہی جاتا ہے

بڑے شہروں کے ملحد گاؤں کے معبد میں روتے ہیں

ہمارے یار کو ہم سے عداوت ہی عداوت ہے

سو ہم ہنستے ہیں رونے پہ ہنسی کی زَد میں روتے ہیں

شجر بھی اجنبی ہوجائیں گے اِک وقت آئے گا

کھجوروں سے اڑے طائر اَبھی برگد میں روتے ہیں

کہاں تعلیمِ درسِ عاشقی کی منزلِ گریہ

ابھی ہم تم محبت کی فقط ابجد میں روتے ہیں

"بخال ہندو اش بخشم سمر قند و بخارا را"

اور اب بغداد و کابل اپنے خال و خد میں روتے ہیں۔۔۔

(عدنان بشیر)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوُک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں ۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں ۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے Blue الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں۔۔۔شکریہ۔۔۔۔۔

"مُجھے لگتا ہے تمہیں یہ آئیڈیا ڈراپ کر دینا چاہیئے۔"کیمرہ سیدھا کرتی فضیلہ نے پہلی بار کوئی عقل کی بات کی۔شُکر کا کلمہ ادا کرتی زارا نے اُسکو ممنونیت سے دیکھا جبکہ محمل اُن بزدلوں کو دیکھ کر رہ گئی۔

"اگر تم سب نے جانا ہے تو چلے جاؤ مگر میں اپنے اِرادے سے باز نہیں آنے والی۔اُس جبار نے بھرے مجمعے میں سب کے سامنے مُجھے رَد کیا ہے۔اُسے تو میں کہیں کا نہیں چھوڑنے والی۔"مُٹھیاں بینچتی محمل کے لہجے میں حتمی پن محسوس کر کے اُن سب نے ایک دوسرے کو پریشانی سے دیکھا۔

"تمہیں کِس نے کہا تھا کہ پورے کالج اور یونیورسٹی کے سامنے اُسکو پروپوز کر کے اپنی بنی بنائی عزت ہر جگہ خراب کرو۔"زارا نے اَب کی مروت اور لحاظ سائیڈ پر رکھ کر کہتے ہوئے محمل کا چہرہ سُرخ کر دیا۔

"تم میری دوست ہو یا اُس کمینے کی جِس نے مُجھے ذلیل کیا ہے۔" آنکھوں میں شعلے لیئے جِس طرح وہ غُرا کر بولی، زارا اور فضیلہ کے ساتھ جواد نے بھی گھبرا کر اُسکو دیکھا جسکا آج کل بات بات پر دماغ اُلٹنے لگا تھا خیر پہلے کون سا وہ نارمل تھی۔

"ٹھیک ہے ہم تمہارے ساتھ ہیں مگر پلیز اُسکو زیادہ تنگ مت کرنا۔" فضیلہ نے مان جاتے انداز میں کہہ کر محمل کا چہرہ کِھلا دیا۔ سَر ہلا کر وہ تیز قدموں سے وہ سیکنڈ فلور کو جاتی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔ جواد چند لمحے اُسکو نظروں سے اوجھل ہوتے دیکھتا رہا اور پِھر اُن دونوں کو دیکھا جو پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھیں۔

"میں جبار کو بُلا کر لاتا ہوں۔" گہرا سانس لے کر وہ اُن دونوں کو آہستگی سے کہہ کر کالج گراؤنڈ کی جانب بڑھ گیا جبکہ پیچھے وہ دونوں پریشانی سے آنے والے وقت کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔ جواد نے گراؤنڈ میں پہنچ کر پاس سے گُزرتے لڑکے کو روکا جو عُجلت میں کیفیٹیریا جا رہا تھا۔

"جبار کو دیکھا ہے کہیں؟" اُسکے سوال پر لڑکے درخت کی جانب اِشارہ کر کے آگے بھاگ گیا جبکہ دُور سے ہی وہ جبار کو اپنے دوست کے ساتھ درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر دھوپ میں بیٹھے دیکھ سکتا تھا۔ وہ سردیوں کی ایک دوپہر تھی۔ سورج نکلے ہونے کے باوجود خوب سردی محسوس ہو رہی تھی اِسی لیئے زیادہ تر سٹوڈنٹس پڑھائی کے بعد گراؤنڈ میں دُھوپ تاپنے کے ساتھ باتوں میں یا اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

"وہ دیکھ اُس کھٹمل کا چمچہ آ رہا ہے۔" قریب آتے جبار کو دیکھ کر میزان نے اِتنا آہستہ بھی نہیں کہا تھا کہ جواد نہ سُن سکے۔ جبار نے چونک کر چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو عجیب بوکھلایا، گھبرایا اِدھر اُدھر دیکھتا اُسکی جانب آ رہا تھا۔

"تم نے محمل کو دیکھا ہے؟" اُسکے بے تُکے سوال پر جبار کے ماتھے پر ناگوار سی شِکنیں بچھنے لگیں جبکہ میزان نے دانت پیس کر اُس ڈھیٹ اِبنِ ڈھیٹ کو دیکھا۔

"تم اُسکے چمچے ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ کھٹمل کہاں ہے۔" میزان نے بڑے مزے سے کہا جبکہ جواد اثر لیئے بغیر چہرے پر یونہی پریشانی لیئے کھڑا رہا ورنہ جی چاہ رہا تھا اِس میزان کمینے پر دو حرف بھیج کر واپس چلا جائے مگر پھِر محمل نے اُسکا قیمہ کر دینا تھا۔

"میں نے یونی میں ہر جگہ دیکھ لیا لیکن وہ نہیں مِل رہی۔ کچھ دِنوں سے وہ بہت زیادہ دلبرداشتہ تھی سب کی باتوں کی وجہ سے اور آج بھی اُسکی لڑائی ہوئی ہے۔ ہم سب اُسے کب سے ڈھونڈ رہے ہیں لیکن وہ نہیں مِل رہی۔" اُسکی بات پر جبار نے چونک کر اُسکے چہرے کو دیکھا۔ وہ دِلوں کے اندر جا کر لوگوں کو پرکھنے کے حق میں نہیں تھا۔

"تمہیں اُنکو کال کرنی چاہیئے۔" جبار کے نرمی سے کہے جانے پر لمحے بَھر کے لیئے جواد گڑبڑایا۔

"کی ہے، بیل بھی جا رہی مگر وہ اُٹھا نہیں رہی۔ تم جانتے ہو نہ وہ کتنی جذباتی ہے۔ کہیں خود کے ساتھ کچھ کر نہ لے۔" جواد نے ترکش میں موجود آخری تیز چھوڑتے ہوئے لہجے میں سوگواریت سمو کر کہا جبکہ جبار اپنی نرم اور حساس طبیعت کے ہاتھوں مجبور ہو کر کتابیں سائیڈ پر رکھتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"آؤ مِل کر ڈھونڈتے ہیں۔"اُسکا شانہ تسلی سے تھپک کر وہ میزان کو آنے کا اِشارہ کر کے تیزی سے یونیورسٹی کی جانب بڑھا۔

"جبار!" میزان نے کسی خدشے کے تحت پیچھے سے اُسے چلا کر آواز دی مگر وہ پلٹے بغیر ہاتھ ہوا میں لہرا کر جواد کے ساتھ آگے بڑھتا چلا گیا۔

"ہم فرسٹ فلور پر سارا دیکھ چُکے ہیں۔"وہ جو ایڈمن بلاک جانے لگا تھا، جواد کے تیزی سے کہنے پر چونک کر اُسکو دیکھنے لگا۔

"تمہیں میرے بجائے آفس میں انفارم کرنا چاہیے۔تمہاری دوست کو ڈھونڈنا میرا دردِ سَر نہیں ہے۔" میزان کے سامنے وہ اُسے کچھ سخت نہیں کہنا چاہتا تھا مگر اَب وہ کہہ سکتا تھا۔اُسکی بات پر جواد نے بے چینی سے راہداری کو جاتی سیڑھیوں کو دیکھا اور جواب دیئے بغیر کال مِلانے لگا تبھی قریب کی سیڑھیوں کے پاس سے آتی آواز پر جبار نے چونک کر اوپر کو جاتی سیڑھیوں کو دیکھا جہاں کامرس کلاسز ہوتی تھیں لیکن اُنکے فیلڈ ٹرپ کی وجہ سے اوپر والا پورشن خالی تھا۔جواد نے چور نظروں سے اُسکو دیکھا۔

"تم جا کر اُوپر دیکھو میں ایڈمن میں انفارم کر کے آتا ہوں۔"جواد کا شانہ تھپتھپا کر وہ اِس سے قبل جاتا، جواد نے اُسکا بازو تیزی سے تھام کر روک لیا۔

"پلیز! محمل کو ویسے بھی اُس حرکت کے بعد لاسٹ وارننگ ملی ہے اور اگر ابھی ایڈمن کو معلوم ہو گیا ہے لاسٹ سیمسٹر میں محمل ڈراپ ہو جائے گی۔"جواد نے اپنے لہجے میں مِنت اور بے بسی سمو کر ہاتھ تک جوڑتے ہوئے کہا جبکہ جبار اُسے دیکھ کر رہ گیا۔کیا مصیبت اُسکے گلے پڑ گئی تھی۔۔۔۔

"چلو!" اُسے آگے چلنے کا اِشارہ کر کے وہ خود اُسکے پیچھے چلنے لگا۔آگے چلتے جواد نے دِل میں تین تک گنتی گنی اور اُسی وقت اُسکا سیل فون بجنے لگا۔سیل فون کان سے لگاتے ہوئے وہ ایک دَم ٹھٹھک کر ٹھہرا۔

"کیا۔۔۔۔نہ۔۔نہیں میں بس ابھی نکلتا ہوں۔"ہکلا کر کہتے ہوئے وہ سوالیہ نظروں سے خود کو دیکھتے جبار کی جانب پلٹا۔

"میری امی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔میں ہاسپٹل جانے لگا ہوں۔"عُجلت میں کہہ کر جبار کو کچھ کہنے، سُننے کا موقع دیئے بغیر وہ راہداری کی جانب بھاگ گیا۔دنگ رہ جاتا جبار لمحے بھر کو سمجھ نہیں سکا کہ ہوا کیا ہے۔چند لمحے لگے اُسکو سمجھنے کے لیئے۔جی چاہا سب پر لعنت بھیج کر واپس چلا جائے مگر پھِر خود پر ضبط کر کے تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گیا تاکہ جلد سے جلد اُس مُصیبت کو ڈھونڈ کر جائے یہاں سے۔اوپر والا ایرِیا بالکل سُنسان تھا۔اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھ کر جیسے ہی وہ پلٹنے لگا سامنے مین ہال کے بند دروازے کے پاس اُسے کوئی کھٹکھا محسوس ہوا۔

"مِس محمل!" آواز دیتے ہوئے وہ اُس جانب بڑھا۔آہستگی سے ہال کا دروازہ کھول کر اندر آتے ہوئے اُس نے دروازہ اپنے پیچھے کُھلا چھوڑ دیا۔اندر گُھپ اندھیرا دیکھ کر آگے بڑھنے سے قبل اُس نے جیب میں سے سیل فون نکالا اور اِس سے قبل وہ ٹارچ جلاتا پیچھے سے دروازہ بند ہونے پر چونک کر تیزی

سے پلٹ کر دروازے تک آیا۔ہینڈل کئی بار گُھمانے پر بھی جب وہ نہیں کُھلا تو لب بینچ کر وہ جیسے ہی پلٹا پورا ہال ایک جھماکے سے روشن ہوا۔آنکھوں کے آگے ہاتھ رکھ کر اُس نے حیرانگی سے ریک کی اُوٹ سے نکلتی محمل چوہدری کو دیکھا۔اُسکے چہرے کے تاثرات دیکھ کر سید جبار کو لمحہ لگا تھا سمجھنے میں۔پیچھے ہو کر اُس نے ایک بار پھِر ہینڈل گُھمایا مگر بے سُود۔گہرا سانس لے کر چلتے ہوئے وہ عین ہال کے وسط میں آیا اور ایک نظر پلٹ کر بند کھڑکیوں کو دیکھا۔

"یہ دروازہ میری اِجازت کے بغیر نہیں کُھلنے والا۔"اُسکی آواز میں کچھ اِیسا تھا جسے محسوس کر کے جبار نے سنجیدگی سے پلٹ کر اُسکو دیکھا جو اُسکی جانب بڑھتے ہوئے عجیب طریقے سے مُسکرا رہی تھی۔اُس مُسکراہٹ میں اِیسی کراہیئت سی محسوس ہوئی تھی جبار کو کہ اُس سرد ماحول میں اُسکے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے۔

"اگر یہ مزاق ہے مُحترمہ تو بہت ہی گھٹیا۔"جبار نے بامُشکل اپنے طیش پر قابو پا کر سنجیدگی سے کہا تو محمل کا قہقہ اُس پورے خاموش ہال میں گونج اُٹھا۔جبار کے چہرے پر ناگواری چھانے لگی۔

"کیوں مُجھ سے ڈر لگ رہا ہے تمہیں؟" جبار کے قریب آتے ہوئے اُس نے جس لہجے میں کہا، جبار اُسے تاسف سے دیکھ کر رہ گیا۔

"نہیں! آپ پر افسوس ہو رہا ہے۔"نرمی سے کہتے ہوئے اُس نے محمل کو چونکا دیا۔

"افسوس تو ابھی تمہیں ہو گا مُجھے یوں سب کے سامنے دُھتکارنے کا۔"پھنکار کر کہتے ہوئے اُس نے سہی معنوں میں اپنے انداز سے جبار کو تشویش میں مُبتلا کر دیا۔وہ اُسے کہیں سے بھی حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی۔

"میں نے آپ کو دُھتکارا نہیں تھا محمل صاحبہ۔بہت نرمی اور عزت سے منع کیا تھا۔وہ آپ تھیں جِس نے چیخ چیخ کر مجمع اکھٹا کیا۔"اُسکے یاد دِلانے پر محمل کا چہرہ اُس بے عزتی کو یاد کر کے پھر سے سُرخ پڑنے لگا۔

"بہت ناز ہے نہ تمہیں خود پر، اپنی پارسائی پر۔اَب دیکھتے ہیں کہ کون تم پر یقین کرتا ہے اور کون تمہیں عزت کی نظر سے دیکھتا ہے۔"اُسکے مقابل آ کر اُس نے جس انداز میں کہا، جبار کا ماتھا ٹھنکا۔ اُسکے دیکھتے ہی دیکھتے وہ یک دَم ہذیانی انداز میں اپنے کپڑے پھاڑنے لگی۔دَنگ رہ جاتا جبار تیزی سے پیچھے ہوا۔وہ لڑکی واقعی میں پاگل ہو چکی تھی۔اُسکے پلٹتے ہی محمل چوہدری جِس طرح حلق پھاڑ کر چیخی، جبار نے دہل کر اُسکو پلٹ کر دیکھا اور لمحے کے ہزارویں حصے نے اُس پاگل اور گھٹیا عورت کا پلان پروسیس کیا۔اُسکو دروازے کی جانب بھاگتے دیکھ کر وہ اُسکے پیچھے لپکی۔سید جبار نے دِل میں پورے ایمان سے، اپنے اور حضرت یُوسُف علیہ سلام کے رب کو پُکارا تھا۔وہ یوں رسواء نہیں ہو سکتا۔وہ کسی کی نظروں میں بےاعتباری نہیں دیکھنا چاہتا۔وہ سادات تھا، اُسکا دامن پاک تھا۔دامن پاک رکھنے کے لیئے اُس نے بڑی کوشش اور محنت کی تھی۔

پوری قوت سے اُس نے دروازہ اپنی جانب پکڑ کر مضبوطی سے کھینچا مگر وہ حضرت یُوسُف علیہ سلام نہیں تھا کہ بند دروازوں کی جانب لپکتا تو دروازے کُھل جاتے۔اُسکے اندر کے خوف نے، لوگوں کی

نظر میں رسواء ہو جانے کے اِحساس نے اُسکے اندر موجود ایمان کو متاثر کیا تھا تبھی اُس پر بند دروازہ ویسے نہیں کُھل سکا جیسے حضرت یُوسُف پر کُھل گیا تھا۔پسینے سے تر ہوتے چہرے کے ساتھ اُس نے اپنے کندھے پر محسوس ہوتے اُس کرائیت آمیز لمس کو خود سے دُور جھٹکا۔اِسی اثناء میں اُسکے کندھے کے پاس سے شرٹ پھٹ گئی مگر اُسے پرواہ نہیں تھی۔تیزی سے پلٹ کر اُس نے پوری قوت سے پیچھے کھڑی محمل چوہدری کے رُخسار پر تمانچہ مارا۔اُس تمانچے کی گونج بہت دُور تک گئی تھی۔یہ پہلی بار تھا کہ سید قلبِ جبار عالم نے کسی عورت پر ہاتھ اُٹھایا تھا اور اُسے کوئی شرمندگی نہیں تھی اپنے فعل پر۔

دِل اَسیری میں بھی آزاد ہے آزادوں کا

ولولوں کے لیے ممکن نہیں زِنداں ہونا

قید یُوسُف کو زُلیخا نے کیا کچھ نہ کہا

دلِ یُوسُف کے لیے شرط تھا زِنداں ہونا۔۔۔

(چکبست برج نارائن)

"تم جیسی گھٹیا عورت میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔"پسینے سے تر چہرے کے ساتھ اُس نے لرزتی آواز میں کہتے ہوئے ششدر رہ کر رُخسار سہلاتی محمل کو قہقہ لگانے پر مجبور کر دیا۔

"جبار!" تبھی اُسے قریب سے میزان کی آواز سُنائی دی اور اُسے لگا کہ بے جان ہو چُکے وجود میں جیسے کسی نے جان ڈال دی ہو مگر اِس سے پہلے کہ وہ میزان کو پُکارتا۔محمل اُسکو سائیڈ پر دھکیل کے تیزی

سے دروازے سے دُور لے گئی۔ دیوار کے ساتھ لگنے سے قبل جبار نے اُسکے ہاتھ بُری طرح جھٹکتے ہوئے دُور جاتے قدموں پر نفرت بھری نظروں سے اُسکو دیکھا جو مُسکرا کر جبار کو دیکھ رہی تھی۔

"آج تمہیں مُجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا جبار۔ تم جانتے نہیں شاید کہ رَد ہوئی، دُھتکاری ہوئی عورت کِس قدر خطرناک ہو سکتی ہے۔" اِس سے پہلے کہ اُسکا ہاتھ جبار کے چہرے کو چُھوتا وہ تیزی سے سائیڈ پر ہوا۔ دروازے پر مذمت کرنا بے کار تھا۔

"عورت کے مکر سے تو پیغمبر علیہ سلام محفوظ نہیں رہ سکے تو میری کیا اُوقات ہے۔ میں پیغمبر نہیں ہوں مُحترمہ جِس پر بند دروازہ کُھل جائے گا لیکن میں تم جیسی عورت کے جال میں بھی پھنسنے والا نہیں۔" اُسکو کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا موقعہ دیئے بغیر جبار نے بند کانچ کی کھڑکی سے ٹکرا کر نیچے کو چھلانگ لگا دی۔ سیڑھیاں اُترتا میزان اپنی آنکھوں کے سامنے جبار کو اوپر سے نیچے گرتے دیکھ کر بے یقینی سے بھاگا۔ کتنے ہی قریب سے گُزرتے سٹوڈنٹس نے دنگ ہو کر اوپر سے گرتے جبار کو دیکھ کر اوپر دیکھا جہاں کھڑکی میں ششدر کھڑی محمل چوہدری ساکن کھڑی تھی۔ اُسکے سر اور پاؤں سے خون نکلتے دیکھ کر میزان لرزتے دِل سے اُس تک آیا اور پھِر کانپتے ہاتھ سے ایمبولینس کو کال کرنے لگا۔ اُسکی نمکین ہوتی نظریں جبار کے تکلیف سے کانپتے وجود کو بے یقینی سے دیکھ رہی تھی تبھی اُسکی نظر اوپر کو کھڑی محمل چوہدری تک گئی۔

ایمبولینس کو کال کر کے اُس منحوس عورت سے نظریں ہٹا کر جبار کے پاس زمین پر جُھک کر بیٹھا۔ اُن کے گِرد سب لوگوں کا مجمع لگ گیا تھا۔ سب بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے تھے مگر میزان کی جہاندیدہ نظریں جبار کے شانے سے پھٹی شرٹ پر ساکن ہو گئی۔ بُری طرح زخمی ہو چُکا جبار پھِر بھی

کئی ذہنوں میں سوال اور شکوک و شبہات پیدا کر گیا تھا۔اپنے کردار میں دَر آتی دراڑ سے، اپنے پاک دامن پر پڑتے چھینٹوں سے باخبر سید جبار نے تکلیف سے آنکھیں موندنے سے قبل خود پر پریشانی سے جُھکے اپنے دوست میزان کو دیکھا اور پِھر اُسکا سَر ایک جانب کو ڈھلک گیا۔

پلٹ پڑا جو میں سر پھوڑ کر وحشت میں

تو راستہ اُسی دیوار سے نکل آیا

سِرے سے جو کہیں موجود ہی نہ تھا آخر

وہ نقص بھی میرے کردار سے نکل آیا۔۔۔

پیچھے ہوتے جبار میں نظر اُٹھا کر حُسن المآب کا چہرہ دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔اُسکے چہرے کے شرمندہ تاثرات پر حُسن المآب نے نرمی سے اُسکو دیکھا جو نظریں چُراتا ہوا اُسکے علاوہ کمرے کی ہر چیز کو دیکھ رہا تھا۔

"دادو اِنتظار کر رہی ہوں گی جبار۔ہمیں باہر چلنا چاہیئے۔"اُسکے نرمی سے کہے جانے پر جبار نے چہرہ سائیڈ پر کرتے ہوئے زور سے آنکھیں میچ کر خود کو کوسا اور پِھر حُسن المآب کے کھڑے ہونے سے قبل کھڑے ہو کر تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نِکل گیا۔پیچھے سے اپنی مُسکراہٹ دبا کر حُسن المآب بھی اُسکے تعاقب میں نِکل گئی۔آگے بڑھتا جبار اپنے تعاقب میں قدموں کی آواز پر تیز ہوتی دھڑکنوں

سے دادو کے کمرے کا دروازہ دھکیل کر اندر آیا جہاں دادو سفید نئے لباس اور سیاہ چادر کے ساتھ اچھی طرح تیار اور تروتازہ لگ رہی تھیں۔

"اسلام و علیکم دادو!" اُنکے سامنے جُھکتے ہوئے اُس نے مُحبت سے کہا جبکہ ضوفشاں بیگم نے چہرہ جُھکا کر اُسکو دیکھا جو اُنکی جانب دیکھے بغیر سائیڈ پر بیٹھ رہا تھا۔

"کیا طبیعت ٹھیک نہیں بیٹا؟" دادو کے سوال پر اُس نے چونک کر اُنکو اور پھِر دروازے سے اندر آتی حُسن المآب کو دیکھا اور اُسی تیزی سے نگاہوں کا زاویہ بدل کر نفی میں سَر ہلایا۔

"نہیں دادو۔ آپ اپنی طبیعت کا بتائیں۔"اُس نے دادو کو باتوں میں لگانا چاہا۔

"میں تو بھلی چنگی ہوں۔ارے ماشاءاللہ!" دادو کی نگاہ جیسے ہی اندر آتی حُسن المآب تک گئی، اُنکے چہرے کو خوبصورت مُسکراہٹ نے چُھو لیا۔جبار کھڑکی سے باہر اُترتی شام کو چہرہ پھیر کر دیکھنے لگا۔ حُسن المآب خوش دِلی سے مُسکرا کر اُنکی جانب جُھکی جبکہ اُنہوں نے اُسکی پیشانی چوم لی۔

"اللہ پاک تم دونوں کو حاسد کے حسد اور شر سے بچائے، آمین۔"دادو کی دعا پار وہ دونوں بیک وقت آمین کہنے سے خود کو باز نہیں رکھ سکے۔دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا جبکہ اُن سبز چمکتی آنکھوں کو دیکھتے ہی جبار نظریں چُرا گیا۔

"ارے یہ کیا۔گلے میں کچھ پہنا کیوں نہیں؟" دادو کی نگاہ اُسکی خالی گلے سے ٹکرائی تو اُنہوں نے فوراً ٹوکا جبکہ حُسن المآب نے چونک کر ڈھیلا حجاب تیزی سے اوپر کو کیا۔

"دادو مُجھے عادت نہیں ہے جیولری کی۔"اُس نے نرمی سے کہنا چاہا مگر دادو آج اُنکی سُننے کے بالکل موڈ میں نہیں تھی۔

"تمہیں میں نے حُسنہ کے لیئے شادی کا تحفہ دیا تھا، کہاں ہے؟" دادو کے کہے جانے پر جبار نے چونک کر چہرہ پھیرا۔وہ تو بیمار ہوتے ہی بُھول بھال بھی گیا تھا۔

"ڈریسنگ کے دراز میں۔"دادو کی گُھورتی نظروں پر اُس نے گڑبڑا کر کہا جبکہ حُسن المآب کو وہ اِتنا پیارا لگا کہ اُس نے بامُشکل اپنی مُسکراہٹ روکی لیکن جبار کی نظروں سے اُسکی وہ مُسکراہٹ چُھپی نہیں رہ سکی تھی۔

"تو پھِر جاؤ اور لے کر آؤ۔"دادو کا مطلب جیسے یہی تھا کہ میرا مُنہ دیکھنے کے بجائے لے کر آؤ۔گہرا سانس لے کر جبار سر ہلاتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔اُسکے جاتے ہی ضوفشاں بیگم نے کھڑی ہوئی حُسن المآب کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔

"سب لوگ آ چُکے ہوں گے۔مُجھے باہر ہال میں لے چلو بیٹا۔"حُسن المآب کے ہاتھ تھامنے پر اُنہوں نے کہا جبکہ حُسن المآب اُنکو اُٹھانے میں مدد کرنے لگی۔اُنکا ہاتھ تھامے کمرے سے باہر لا کر اُس نے ایک نظر جبار کے کمرے کو جاتی راہداری کو دیکھا اور پھِر ضوفشاں بیگم کو لے کر ہال کی جانب بڑھ گئی۔دادو کو صوفے پر بٹھا کر اُس نے خود پر کئی عورتوں کی نظریں محسوس کر لی تھیں مگر پلٹ کر نہیں دیکھا۔خاموشی سے وہ جیسے ہی پلٹی سامنے اُسی عورت کو کھڑے دیکھ کر حُسن المآب کی آنکھوں میں کوئی عجیب سا تاثر اُتر آیا تبھی دُور کھڑی زینب کی نگاہ اُس تک گئی اور پھِر چونک کر آگے بڑھی۔

"آپ زیبا کی دوست کو جانتی ہیں؟" زینب کے سوال پر اُس نے چہرہ پھیر کر سائیڈ پر دیکھا اور پھر نفی میں سَر ہلایا۔

"نہیں!" اُسکے جواب پر زینب نے حیرانگی سے اُسکو دیکھا جسکے چہرے پر ناپسندیدگی چھائی ہوئی تھی۔

"پھر آپ اُسے اِیسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟" زینب کے کہے جانے پر اُس نے سنبھل کر نظریں اُس محمل نامی عورت سے ہٹا لیں۔

"اِیسے ہی مُجھے اچھی نہیں لگی۔"وہ جو کسی کے بارے میں جاننے کے باوجود رائے قائم نہیں کرتی تھی، زینب کے لیئے اُسکا رویہ قدرے اُنچھنبے کا باعث تھی۔

"بھائی آپ کو بُلا رہے ہیں۔"زینب نے جبار کو ہال میں آتے دیکھ کر اُسکو چونکا دیا۔چہرہ پھیر کر اُس نے جبار کو دیکھا جو اُسکو ہی دیکھ رہا تھا اور اُسکے ہاتھ میں موجود کیس دیکھ کر حُسن المآب سمجھ گئی۔ ہال میں بیٹھی سب عورتوں اور لڑکیوں کی نظریں اُس شاندار اور باوقار شخص تک گئیں۔ محمل جو اُسکی جانب کھچی چلی جانے لگی تھی اُس حُسن المآب نامی عورت کو اُسکی طرف بڑھتے دیکھ کر ٹھٹھک کر وہاں دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا؟" راہداری کے آخری سِرے میں کھڑے جبار کو دیکھ کر اُس نے حیرانگی سے سوال کیا۔وہ یہ زینب یا کسی کے ہاتھ بھی بھجوا سکتا تھا کیونکہ دعوت کا آغاز ہو چُکا تھا اور باہر لان میں بیٹھے مردوں کے پاس اُسکو جانا تھا۔جبار نے کچھ کہے بغیر سیاہ مخملی کیس اُسکے سامنے کیا۔حُسن المآب نے جیسے ہی اُسکو تھامنے کے لیئے ہاتھ آگے کیا، جبار نے فوراً پیچھے کر لیا۔حُسن المآب نے چونک کر نا سمجھی سے

اُسکو دیکھا جو کیس کھول کر اُس میں سے سفید ہیرے کا لاکٹ نکال رہا تھا۔ وہ پینڈنٹ ہلال کی شکل کا تھا جسکے درمیان سے دو چھوٹے ستارے لٹک رہے تھے۔وہ اِس قدر نازک اور خوبصورت تھا کہ حُسن المآب کی سبز آنکھیں دھمکنے لگیں۔

"مے آئی؟" وہ قیمتی مگر نازک پینڈنٹ لے کر اُسکی جانب بڑھا۔اُسکے لہجے میں اِیسا اِصرار اور شوق تھا کہ حُسن المآب اُسکی آنکھوں کو دیکھے گئی جہاں اُمید اور شوق کی کئی قندیلیں روشن ہو گئی تھیں۔جبار کے دیکھتے ہی اُس نے آہستگی سے اثبات میں سَر ہلایا جبکہ جبار مُسکرا کر باقی کا فاصلہ بھی سمیٹ کر اُسکے قریب ہوا۔جُھک کر دونوں ہاتھ اُسکے کُھلے حجاب کے پاس سے پیچھے لے جا کر وہ پوری محویت سے اُیسے پہنا رہا تھا جیسے اِس سے زیادہ ضروری اور اہم کام قلبِ جبار کے لیئے اِس دُنیا میں کوئی نہ ہو۔ محمل چوہدری آنکھوں میں شعلے لیئے جبار کے چہرے پر دَر آئی مُسکراہٹ اور محویت دیکھ رہی تھی۔

پیچھے ہونے سے قبل جبار نے اُسکو دیکھا جو پلکیں جُھکائے چہرے پر مدہم مُسکراہٹ لیئے، دو اُنگلیوں میں پینڈنٹ کو دیکھ رہی تھی۔جبار کی نگاہ واپسی کا راستہ فراموش کر کے اُس چہرے کا طواف کرنے لگی جو اُسکے دِل کو بے حد پیارا لگنے لگا تھا۔

"یہ دادو نے آپ کو دیا تھا؟" اُس نے چہرہ اُٹھائے بغیر سوال کیا جبکہ جبار چونکے بنا مُسکرا دیا۔

"نہیں! دادو والا تو دوسرا ہے۔یہ میں نے تمہارے لیئے لیا تھا۔"اُسکے تفصیلی جواب پر حُسن المآب نے تیزی سے چہرہ اُٹھا کر تحیر سے اُسکو دیکھا۔اُن سبز پھیلتی آنکھوں کو دیکھ کر جبار کو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گا۔وہ اِس قدر بے یقینی کا شکار تھی کہ حد نہیں یوں جیسے یقین نہیں آیا ہو کہ جبار اور اُسکے

لیئے تحفہ؟؟ وہ سب کچھ بُھلائے، کوئی بھی سوال، کوئی بھی خدشہ ذہن میں لائے بغیر اُسکو بے ریائی سے تک رہی تھی۔

"ہاں! تمہارے لیئے۔"اُسکو دیکھتے دیکھتے اُس نے آہستگی سے تصدیق کرتے ہوئے حُسن المآب کی دھڑکن مُنتشر کر دی جبکہ اُسکے چہرے کے تاثرات پر جبار خود کو ہنسنے سے باز نہیں رکھ سکا۔اُسکی وہ ہنسی۔۔۔وہی ہنسی! حُسن المآب کو لگا وہ اپنے قدموں پر کھڑی نہیں رہ سکے گی۔وہ سارے سوالات جو حُسن المآب اُس سے کر کے اپنے بے چین اور مُضطرب دِل کی تشفی کروانا چاہتی تھی، اُسکے ہونٹوں پر پھڑپھڑا کر رہ گئے۔وہ شخص جادوگرد تھا تبھی تو اِتنی عورتوں کو اپنا اَسیر کر رکھا تھا تبھی تو اُسکے ہال میں داخل ہوتے ہی سب عورتیں، لڑکیاں خود کو بُھولیں اُسے ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھیں مگر وہ ساری ستائش سے انجان حُسن المآب کو مُسکراتے ہوئے دیکھنے لگا تھا۔پہلے جِن نگاہوں کا کوئی مرکز نہیں تھا اَب اُن آنکھوں کو ایک مقصد مِل گیا تھا تبھی بِلا جھجھک وہ اُسکی جانب دِل و جان سے مائل تھا۔کچھ دیر پہلی والی قیامت کے آثار کہیں بھی موجود نہیں تھا۔

نصیب آزمانے کے دِن آ رہے ہیں

قریب اُن کے آنے کے دِن آ رہے ہیں

جو دِل سے کہا ہے جو دِل سے سُنا ہے

سب اُن کو سنانے کے دِن آ رہے ہیں

ابھی سے دِل و جاں سرِ راہ رکھ دو

کہ لُٹنے لُٹانے کے دِن آ رہے ہیں

ٹپکنے لگی اُن نگاہوں سے مستی

نگاہیں چُرانے کے دِن آ رہے ہیں

صبا پھِر ہمیں پُوچھتی پھِر رہی ہے

چمن کو سجانے کے دِن آ رہے ہیں

چلو فیضؔ! پھِر سے کہیں دِل لگائیں

سُنا ہے ٹھکانے کے دِن آ رہے ہیں۔۔۔

(فیض احمد فیض)

"جبار! بابا بُلا رہے ہیں۔"لکڑی کے دروازے کے پاس کھڑے مُعیز نے اُسے آواز دے کر چونکا دیا۔ کھنکھار کر نگاہوں کا زاویہ تیزی سے بدل کر، ماتھے پر دَر آتے بال پیچھے کر کے اُس نے حُسن المآب کا گُلابی ہوتا چہرہ دیکھ کر مُسکراہٹ دبائی جبکہ وہ دونوں خود پر پڑتی حسد سے پاگل ہوتی نظروں سے غافِل تھے۔

"اپنا سامان پیک کر لینا۔کل صبح ہم واپس جا رہے ہیں۔"نرمی سے کہہ کر وہ اُسکے برابر سے ہو کر لکڑی کے آبنوسی دروازے کو پار کر کے باہر نکلتا چلا گیا جبکہ حُسن المآب چہرے پر خوبصورت سی مُسکراہٹ لیئے وہیں دیکھتی رہی جہاں سے وہ سارے منظر کو پھیکا اور بےرونق کر کے چلا گیا تھا۔کسی کی نظروں کی تپش کا اِحساس کر کے اُس نے چہرہ پھیر کر سیڑھیوں کی جانب دیکھا اور وہاں کھڑے

عاقب کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی۔اُسکی آنکھوں میں کوئی اِیسا تندخو تاثر تھا کہ حُسن المآب اندر تک لرز کر تیزی سے ہال میں موجود دادو اور زینب کی جانب بڑھ گئی۔

"جی! تایا جان۔"سب سے مِل کر وہ سیدھا ارباز صاحب کے پاس آیا جو افکار صاحب کی کسی بات کو سُن رہے تھے۔اُنہوں نے چونک کر اُسکو دیکھ کر اپنی سٹڈی کو جاتے سید قاسم مُجبتیٰ کی جانب دیکھا۔

"بابا جان بُلا رہے تھے بیٹا۔"اُنکے کہے جانے پر وہ اندر تک بدمزہ ہو کر رہ گیا۔کچھ دیر تک میزان آنے والا تھا اور اُسکو۔۔۔سَر جھٹک کر وہ تیزی سے سٹڈی کی جانب بڑھا حالانکی وہاں اُسکا جانا کبھی بھی خوش آئند نہیں ہوتا تھا۔پہلے کیا کم مُصیبتیں تھیں جو مزید اور بھی سید قاسم صاحب اُس پر لادنے والے تھے۔دروازہ کھٹھٹا کر اندر آتے ہوئے جبار نے اُنکو دیکھا جو کھڑکی کے پاس کھڑے باہر ہوتی دعوت میں موجود لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔

"بیٹھو!" ہمیشہ کی طرح وہ کہنا نہیں بُھولے اور ہمیشہ کی طرح ہی جبار اُنکی بات سِرے سے نظرانداز کیئے آگے آتے ہوئے صوفے کے پاس کھڑا ہوا گیا۔

"کہیں!" اُسکے مُختصر سے کہے جانے پر اُنہوں نے پلٹ کر اُسکو دیکھا جو ہمیشہ کی طرح اُنکی بات سے اِنحراف کر کے تن کے کھڑا تھا۔

"یہ جو تم کل جانے سے قبل زیبا کو طلاق دینے کا سوچ رہے ہو اِس آئیڈیئے کو ڈراپ کر کے جاؤ یہاں سے۔"اُنکی بات پر جبار کے ماتھے پر شِکنوں کا جال بِچھنے لگا۔

"اُس نِکاح کی قانونی اور شرعی حیثیت آپ اچھی طرح جانتے ہیں دادا صاحب اور یہ بھی کہ میں مَر کر بھی زیبا کے بارے میں کبھی مثبت نہیں سوچوں گا۔"اُسکے اٹل جواب پر اُنہوں نے بغور اُسکے چہرے کو دیکھا جہاں پہلے جیسے پتھر تاثرات نہیں تھے۔پہلے والے اور اَب والے جبار میں زمین آسمان کا فرق تھا اور یہ فرق کہاں سے اُسکی شخصیت میں دَر آیا تھا وہ اچھی طرح جانتے تھے۔

"تم اگر اپنی بیمار دادو کو وقت سے پہلے مارنا چاہتے ہو تو بصد شوق دو طلاق۔" اُسکی بات ہمیشہ کی طرح ہوا میں اُڑا کر اُنہوں نے جو کہا اُس پر بار اُنھیں تاسف سے دیکھ کر رہ گیا۔

"مُجھے تو آپ سے کبھی کوئی اچھی اُمید نہیں رہی مگر دادو کا خیال کیا کریں۔" اُسکے لہجے میں جو نرم افسوس تھا اُس پر لمحے بَھر کو ٹھٹھک کر رہ گئے۔

"تم جانتے ہو نہ ہمارے خاندان میں کبھی کسی نے دو شادیاں نہیں کیں۔"اُنکی اگلی بات چونکا دینے والی تھی۔

"میں نے بھی صرف ایک ہی شادی کی ہے اور جو بھی بات کہنا چاہتے ہیں صاف صاف کہیں۔"اُسکا انداز حقیقتاً جان چُھڑوانے والا تھا مگر ظاہر ہے وہ اِیسا کہہ نہیں سکتا تھا مگر جِس طرح سے اُس نے جتایا سید قاسم مُجتبیٰ کے چہرے کی سنجیدگی بڑھنے لگی۔

"تم اگر چاہتے ہو کہ تمہاری دادو صحت مند رہیں، تمہاری من پسند بیوی کو کچھ نہ کہا جائے تو زیبا کو طلاق دینے کا خیال بھی اپنے ذہن میں نہ لانا۔"وہ جیسے واقعی اُسکے ضبط کا اِمتحان لینا چاہتے تھے۔اُسکے

کنپٹی کی نسیں ضبط سے پُھولنے لگیں تھیں۔وہ دِن جو اُسکی زندگی کا سب سے خوبصورت دِن تھا اُسے یہ سب لوگ مِل کر اُس پر بھاری ثابت کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔

"اور کیا تمہاری بیوی تمہارے سیاہ، داغدار ماضی کو جانتی ہے؟" اُنکے طنزیہ سوال پر لمحے بَھر کو جبار اندر تک ساکن رہ گیا۔اُسکے چہرے پر دَر آنے والے جذبات سید قاسم مُجتبیٰ کو تحیر میں مُبتلا کرنے لگے۔وہ جسے اپنے جذبات اور اِحساسات پر بہت بچپن سے مکمل قابو تھا وہ کیسے اُن پر ایک لمحے میں آشکار ہو رہا تھا۔۔۔

"یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا جبار کہ زیبا کے علاوہ کوئی عورت تمہیں تمہارے کردار کی سیاہی کے ساتھ کبھی قبول نہیں کرے گی۔تو کیا تم اپنی بیوی کو آزمانے کے لیئے تیار ہو؟ کیا تم دیکھنا چاہتے ہو کہ وہ بھی زیبا کی طرح تمہارے ساتھ ہر حال میں رہنے کو ترجیح دیتی ہے یا پھِر۔۔۔"اُسکے چہرے کے اُتار چڑھاؤ کو بغور دیکھتے ہوئے وہ اُسکے مقابل چلتے ہوئے آ رُکے جبکہ جبار سُرخ آنکھوں سے اُنکو ترحم سے دیکھ رہا تھا۔

"میں اپنے باپ پر گیا ہوں دادا صاحب، آپ پر نہیں۔اپنوں کو آزمانا میری فطرت نہیں ہے نہ ہی یہ میری تربیت میں شامِل ہے۔"وہ جو اُسکی جانب سے کوئی بہت سخت سا کچھ سُننے کے مُنتظر تھے، اُسکے ٹھنڈے ٹھار مگر پُرسکون جواب پر ساکت رہ گئے۔اُسکی سیاہ آنکھوں میں ضبط کی سُرخیاں گہری ہو رہی تھیں۔وہ کتنے ہی پل اُسکے پُرسکون مگر سپاٹ اور بے تاثر چہرے کو دیکھتے رہے۔جبار اُنکو دیکھے بغیر پلٹ کر سٹڈی سے باہر نِکل گیا۔وہ مزید اُنکی باتیں نہیں سُننا چاہتا تھا، نہیں سُن سکتا تھا۔باہر آ کر

راہداری سے نکلتے ہی اُسکی نگاہ غیر اِرادتاً ہال کے سامنے بنی شیشی کی دیوار تک گئی اور وہیں کی ہو کر رہ گئی۔ حُسن المآب زینب کی کسی بات پر ہنس رہی تھی۔

وہ اُسکو پہلی بار، بالکل پہلی بار ہنستے دیکھ رہا تھا۔ مُنتشر ہوتی دَھڑکنوں سے وہ شل سا کھڑا رہ گیا۔ قلبِ جبار سے شادی کے بعد یہ پہلی بار تھا کہ وہ ہنس رہی تھی، وہ اُسے ہنستے دیکھ رہا تھا۔ سماعتوں میں سید قاسم مُجبتیٰ کی باتیں کسی اندھی طوفان کی طرح چکرانے لگیں۔ کیا وہ اِس چہرے سے اِس قدر خوبصورت اور قیمتی مُسکراہٹ چھین کر اُن آں کھوں کو حزن اور غم کی نظر کر سکتا تھا؟ کیا اُس میں یہ کرنے کی ہمت تھی؟ اِس بے خبر، خوبصورت اور دِل شکن چہرے سے مُحبت کرنے کی اُس زمانے بَھر میں بدنام ہوئے قلبِ جبار نے جُرات آخر کر بھی کیسے لی؟ خواب کے شروع ہونے سے قبل ہی بیداری کا وقت قریب آ لگا تھا۔

جذبے بدلتے ہی چلے جا رہے ہیں

کے جیسے خواب مَرتے جا رہے ہیں

کوئی دِل کے لیئے دِل کے مکیں کو

نظر انداز کرتے جا رہے ہیں

جو دِل کا حال ہے، دِل جانتا ہے

بظاہر تو سنبھلتے جا رہے ہیں

چلے تو ہیں تمہارے شہر سے ہم

کفِ افسوس مَلتے جا رہے ہیں

کبھی جِن میں غرورِ تازگی تھا

وہ خدوخال ڈھلتے جا رہے ہیں۔۔۔

(نوشی گیلانی)

سیڑھیوں سے اُترتی زینب سامنے سے اِدھر اُدھر دیکھ کر آتے شخص کو دیکھ کر چونک گئی۔وہ اُسے کچھ شناسا لگ رہا تھا مگر یاد نہیں آ سکا کہ دیکھا کہاں ہے۔

"جبار کہاں ہے؟" وہ جو پاس سے گُزرنے لگی تھی اُس شخص کے گارڈ سے پوچھے جانے والے سوال پر چونک گئی اور اُسکے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔یک دَم زینب کے چہرے کے تاثرات بدلے اور وہ تیز قدموں سے اُسکی جانب پلٹی جو آگے جا رہا تھا۔

"آپ میزان حیدر ہیں؟" پیچھے سے پوچھے جانے والے سوال پر میزان ٹھٹک کر پلٹا اور سامنے کھڑی سوالیہ نظروں سے دیکھتی لڑکی کو دیکھ کر چونک گیا۔وہ چہرہ گو کہ پہلی بار دیکھ رہا تھا مگر پھِر بھی اُسکو جانا پہچانا سا لگا۔

"جی! آپ کون؟" اُسکے تصدیقی سوال پر سامنے والی کی سیاہ آنکھوں میں غصے کی لہر اُٹھی۔اُن آنکھوں میں اِتنی تیزی سے تاثر اُترا تھا کہ میزان حیدر تحیر زدہ رہ گیا۔

"تو آپ ہیں میزان حیدر۔ہر سہی کام کو بگاڑنے والے۔"اُسکے یقین سے کہے جانے پر میزان حیدر ہونق ہوا۔اِیسا استقبال اُس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔روشنیوں میں نہائی سید حویلی کے باغ میں اُسکے سامنے تن کر کھڑی، آنکھوں سے شعلے اُگلتے لڑکی نے میزان کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"میں ابھی یہاں پہنچا ہوں اور معلوم نہیں تھا کہ اِتنا مشہور ہوں۔"اُسکو یوں مُسکراتے دیکھ کر زینب کی تیوری چڑھی۔

"جی! کیونکہ آپ سے پہلے یہاں آپ کے کارنامے پہنچ گئے تھے۔"بامُشکل خود کو **'کالے کارنامے'** کہنے سے باز رکھ کر اِطمینان سے کہا جبکہ میزان کا قہقہ بے ساختہ تھا۔

"کہیں آپ جبار کی اکلوتی بہن، زینب تو نہیں؟" اُسکے یقین سے پوچھے جانے والے سوال پر زینب سہی معنوں میں گڑبڑا گئی۔

"آپ کو کیسے معلوم؟" اُسکے برجستہ بوکھلائے جواب پر میزان نے اپنی مُسکراہٹ دبائی۔

"کیونکہ آپ بالکل اپنے بھائی کی طرح ہی میری شہرت سے جل رہی ہیں۔"اُسکے اگلے جواب پر لمحے بَھر کو دنگ رہ جاتی زینب کو تو پتنگے لگ گئے۔وہ اُسکو جو بھی کہہ لیتا لیکن اُسکے سامنے کوئی زینب کے عزیز اَز جان بھائی کو کچھ کہے۔۔۔یہ میزان حیدر تو اُسکے ہاتھ سے بچنے والا نہیں۔

"آپ میں اِیسا ہے ہی کیا جو میرا اِتنا پیارا بھائی آپ سے جلے، اونہوں!" نخوت سے کہنے کے ساتھ وہ اُسے یونہی ہونق اور ہنستا ہوا چھوڑ کر اُسکے برابر سے نکل گئی۔

"بالکل اپنے بھائی پر گئی ہے۔وہ بھی مُجھے کہنے سُننے کا موقع نہیں دیتا۔"دانت پیس کر کہتے ہوئے اپنی مُسکراہٹ ضبط کر کے وہ جیسے ہی آگے بڑھا سامنے سے آتے جبار کو دیکھ کر اُسکی مُسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

"جبار!" اُسکی قدرے اُونچی پُکار پر تقریباً سب نے ہی پلٹ کر دیکھا جبکہ لکڑی کا دروازہ پار کرتی زینب نے بھی پلٹ کر دیکھا اور ٹھہر گئی۔اُسکا بھائی اور وہ کالے کرتوت والا میزان حیدر اِیسے بھاگ کر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے تھے جیسے نہ جانے کتنی صدیوں بعد مِل رہے ہوں۔سید قاسم مُجتبیٰ ٹھٹک کر جبار کا یہ رُوپ دیکھ رہے تھے۔وہ کم دوست بنانے والا، ریزرو سا جبار نہیں لگ رہا تھا۔اُسکے کندھے پر بازو پھیلائے جبار اُسکو لیئے وہاں آ گیا جہاں سید خاندان کے سارے مرد بیٹھے تھے۔الگ الگ ٹیبل کرسیاں لگانے کے بجائے تخت گول دائرے کی صورت رکھے گئے تھے اور درمیان میں آگ کا الاؤ جل رہا تھا۔

"یہ میرا بہترین دوست اور بزنس پارٹنر ہے، میزان حیدر۔"خالی تخت کے سامنے کھڑے ہو کر اُس نے سب سے میزان حیدر کا مشترکہ تعارف کرواتے ہوئے کئی لوگوں کو ٹھٹکا بھی دیا۔

"اسلام و علیکم!" میزان نے مُسکرا کر ہلکا سا سَر کو خم دے کر سب کو ایک ساتھ سلام کیا جبکہ جواب مِلتے ہی جبار اور وہ ایک ہی تخت پر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

"کیا حال ہیں جناب کے؟" میزان نے اُسکو بغور دیکھتے ہوئے مُسکرا کر کہا جبکہ اَب کی بار جبار مُسکرا نہیں سکا جِس پر میزان کا چونکا بنتا تھا۔

"کھوئے کھوئے سے میرے یار نظر آتے ہیں۔"اُسکو کندھا مار کر اُس نے ہمیشہ والی شوخی سے کہتے ہوئے جبار کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"اِیسی بات نہیں ہے۔"نرمی سے مُسکرا کر نفی کی گئی مگر میزان جیسا اُڑتی چڑیا کے پَر گِن لینے والا کایاں اِنسان اِیسی نفی میں آنے والا نہیں تھا۔

"تو یاروں سے پردہ۔بیٹا! ہم اُڑتے کوے کے پَر گِن لینے والوں میں سے ہیں۔"میزان کے کہے جانے پر جبار نے اپنی مُسکراہٹ ضبط کی۔

"کوا نہیں چڑیا ہوتا ہے۔"ہمیشہ کی طرح جبار بھی اِصلاح کرنا نہیں بُھولا تھا مگر اُسکے برابر بیٹھا شخص بھی میزان حیدر تھا۔

"لیکن تُو چڑیا ہونے سے رہا۔"اُسکی تمثیل پر جبار نے مُسکراہٹ ضبط کر کے چہرہ پھیرتے ہوئے اُسے گُھورا جِس نے بے نیازی سے کندھے آچکا دیئے۔

"کہاں تک پہنچی تیری زندگی کی کہانی، حُسنہ بھابھی کے ساتھ؟" وہ اصل مدعے پر فوراً ہی آیا مگر جبار کو نظریں چُرا دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

"شاعر تیرے جیسوں کے لیئے کہہ گیا ہے۔"اُسکی بے تُکی بات پر بھی جبار نے اُسکو نہیں دیکھا۔

"کیا؟" ہاں! سوال ضرور اُٹھایا گیا۔

"یہ جو نظریں تم چُرا رہے ہو

کیا کمینہ پَن ہے جو چُھپا رہے ہو۔"میزان حیدر کہاں بعض رہنے والوں میں سے تھا۔جبار نے ہنس کر چہرہ پھیرا کر اُسکے کندھے پر دَھپ رسید کی۔وہ دونوں اِس بات سے غافل تھے کہ قاسم مُجتبیٰ صاحب اور عاقب کی نظریں اُن دونوں کے نوک جُھونک کرتے، ہنستے مُسکراتے چہروں پر ہی تھی۔

"مُردہ جب بھی بولتا ہے کفن پھاڑ کر ہی بولتا ہے۔"جبار بھی اُسکا ہی دوست تھا۔اُدھار رکھنا سیکھا ہی نہیں تھا اُس نے۔

"دفع کر سب! یہ بتا، حُسنہ بھابھی کیسی ہیں؟ زیبا کا سُنتے ہی قیامت مچائی؟" اُسکے خدشات پر جبار نے چہرہ واپس پھیر کر یوں جُھکا لیا کہ میزان اُسکے تاثرات نہیں دیکھ سکا۔

"اونہوں! وہ تو بہتے پانی کی طرح خاموش اور پُرسکون رہتی ہے۔"اُسکی تمثیل پر میزان نے آنکھیں پھاڑ کر چہرہ جُھکا کے اُسکو دیکھا جسکے چہرے پر اُس ذکر سے ہی روشن کر دینے والی مُسکراہٹ چھا گئی تھی۔

"میں نے جو چُونا لگایا تھا اُس بارے میں کچھ کہا؟ یہ نہ ہو میں جاؤں اور جوتوں سے میری سلامی ہو۔" میزان نھ نیا خدشہ پیش کیا جسے فوراً ہی رَد کر دیا گیا۔

"بے فکر رہ! وہ ضرر پہنچانے والوں میں سے نہیں ہے۔وہ تب تک بات نہیں کرتی جب تک اُس سے بات نہ کی جائے۔"جبار کی اگلی بات مزید دنگ کر دینے والی تھی۔وہ یوں بات کر رہا تھا جیسے نہ جانے حُسن المآب کو کتنے زمانوں سے جانتا ہو۔

"تو کیا اِرادے ہیں آگے کے؟" جبار کے تاثرات میں کچھ اِیسا تھا جسے محسوس کر کے میزان حیدر کو سنجیدہ ہونا پڑا۔چہرہ اُٹھا کر بائیں جانب چنار کے درختوں کو دیکھتے جبار کی آنکھوں اور چہرے میں کچھ اِیسا تھا جسے آج سے پہلے میزان حیدر نے کبھی دیکھا اور محسوس نہیں کیا تھا۔

"حُسن المآب میرے ساتھ، اِس خاندان کے ساتھ نہیں چل سکتی۔میں یہاں سے واپس جاتے ہی اُسکو چھوڑنے کا سوچ رہا ہوں۔"جبار کی اگلی بات پر میزان حیدر اپنی جگہ سے ہل کر رہ گیا۔

"کیا بکواس کر رہا ہے یار؟" اپنی حیرت کو بامُشکل دبا کر اُس نے آہستگی سے کہا ورنہ دھچکا اِتنا سخت تھا کہ وہ چیخ کر مجمعہ اکھٹا کر لیتا۔

"بکواس نہیں کر رہا۔مَر جانے کی حد تک سنجیدہ ہوں۔"اُس جواب کی کم اَز کم میزان کو اُمید نہیں تھی۔

"دماغ تو ٹھکانہ پر ہے تیرا؟" وہ واقعی جبار کو نہیں سمجھ رہا تھا۔

"نہیں! نہ دماغ ٹھکانے پر ہے نہ ہی دِل۔"اُسکی اگلی مضحل بات اِس قدر انوکھی تھی کہ میزان آنکھیں پھیلائے اُسکو دیکھے گیا۔لمحے کے ہزارویں حصّے میں اُسکے دماغ نے جبار کے تاثرات اور اُسکی بات کو پروسیس کیا تھا۔

"اِیسی باتیں کیوں کر رہا ہے یار؟" میزان کو واقعی تشویش گھیرنے لگی تھی۔یہ وہ جبار نہیں تھا جو اسلام آباد سے جاتے وقت اُسکو مِلا تھا۔

"کیونکہ مُجھے حُسن المآب سے مُحبت ہو گئی ہے۔"اُس اعتراف نے میزان حیدر کے قدموں سے زمین نکال کر اُسے دنگ کر دیا۔ تحیر سے وہ جبار کو دیکھنے لگا۔وہ اعتراف بغیر کسی جھجھک اور عار کے سامنے رکھا گیا۔میزان آنکھیں پھیلائے اُسکے چہرے کے نرم ہوتے تاثرات دیکھتا رہا۔وہ مُحبت کے ذکر سے ہی موم کی طرح پگھلتا نظر آ رہا تھا۔

"حُسنہ بھابھی کو معلوم ہے؟" حیرت کو بامُشکل دبا کر اُس نے سنجیدگی سے کہا جبکہ جبار نے بے ساختہ نفی میں سَر ہلایا۔

"جِس عذاب میں ہوں اُس میں میرے بارے میں مثبت کیسے سوچا جا سکتا ہے۔"اُسکے سوگوار انداز میزان کے لیئے یکسر نئے تھے۔وہ پسپا ہوتا، جُھک جاتا شخص اُسکا دوست جبار ہی تھا؟؟؟

"کونسے عذاب میں ہے تُو؟" اُسکا ماتھا ٹھنکا یقیناً کوئی نئی مُصیبت اُسکے پلے پڑ گئی تھی۔

"پہلے زیبا، پھر وہ محمل اور شہر جاتے ہی وشمہ نامی عذاب کے ہوتے حُسن کو کیسے اپنی مُحبت کا یقین دِلا سکتا ہوں۔میں چاہتا ہوں وہ میرے جذبوں اور بدلتی نظر سے اَنجان ہی رہے۔اِن عورتوں کے مکر سے مُجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔میں حُسن المآب جیسی بے رِیا اور بے خبر عورت کے ساتھ وہی سب نہیں ہونے دوں گا جو ایک مَرد ہوتے ہوئے میرے لیئے بھی ناقابلِ قبول تھا۔" میزان اُسکو کئی سالوں بعد اِتنا طویل کہتے سُن رہا تھا۔آنکھوں میں ڈھیروں تشویش اور پریشانی لیئے وہ جبار کو دیکھے گیا جو اپنی بات کہہ کر اِتنا مُضمحل لگ رہا تھا کہ حد نہیں۔وہ جو پہلے ہی نہ جانے کون کون سے مسئلے اور مُصیبتوں میں پڑا ہوا تھا، ایک اور روگ پال بیٹھا تھا۔

"تُجھے مُحبت کیسے ہو گئی؟" میزان زیادہ دیر تک اپنی حیرانگی دبا نہیں سکا تھا۔

"واللہ عالم میزان حیدر۔باخُدا! میں نہیں جانتا مگر اِس جذبے نے مُجھے اندر باہر سے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔اگر اپنے علاوہ کسی کی فکر کرنا، کسی کو تادیر بغیر تھکے، بغیر اُکتائے دیکھتے رہنا، کسی کی تامَرگ اپنے ساتھ رہنے کی خواہش کرنا مُحبت ہے تو مُجھے بھی ہو گئی ہے۔"اُسکا موقف مُحبت کے بارے میں بہت صاف اور واضح تھا۔کوئی شک، کسی سوال کی گُنجائش باقی ہی نہیں رہی تھی۔

نیا اِک رشتہ پیدا کیوں کریں ہم

بچھڑنا ہے تو جھگڑا کیوں کریں ہم

خاموشی سے اَدا ہو رسمِ دُوری

کوئی ہنگامہ برپا کیوں کریں ہم

یہ کافی ہے کہ ہم دُشمن نہیں ہیں

وفاداری کا دعویٰ کیوں کریں ہم

وفا، اِخلاص، قربانی، مُحبت

اَب اِن لفظوں کا پیچھا کیوں کریں ہم

سُنا دیں عصمتِ مریم(ع) کا قصہ

پَر اَب اِس باب کو وا کیوں کریں ہم

زُلیخائے عزیزاں بات یہ ہے کہ

بَھلا گھاٹے کا سودا کیوں کریں ہم

ہماری ہی تمنا کیوں کرو تم؟

تمہاری ہی تمنا کیوں کریں ہم

نہیں دُنیا کو جب پروا ہماری

تو پھِر دُنیا کی پرواہ کیوں کریں ہم

ہیں باشندے اُسی بستی کے ہم بھی

سو خود پر بھی بھروسہ کیوں کریں ہم

پڑی رہنے دو اِنسانوں کی لاشیں

زمیں کا بوجھ ہلکا کیوں کریں ہم۔۔۔

(سید جون ایلیا)

پھِر پوری دعوت میں وہ ہر ممکن طریقے سے حُسن المآب کو نظرانداز کرتا رہا اور حُسن المآب اُن نظروں کے پھِر سے اچانک بدلاؤ پر ششدر سی اُسکو دیکھ رہی تھی جِس کی نظریں اُسکے علاوہ ہر جگہ، ہر چہرے پر جا کر ٹھہر رہی تھیں۔یہ طے ہے کہ یہ شخص، قلبِ جبار ہمیشہ اُسکو عجیب مخمصے میں مُبتلا

کر کے نظریں پھیر لیا کرے گا۔وہ الفاظ جو حُسن المآب کی سماعتوں کا پیچھا چھوڑنے کو راضی نہیں ہو رہے تھے وہ کیا لمحوں کی بےاِختیاری تھی؟؟

"سارے مہمان جا چُکے ہیں اور آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟" اُسکو سب کزنوں کے درمیان سے اُٹھ کر پیچھے باغ میں بیٹھے دیکھ کر زینب نے آ کر حیرانگی سے سوال پوچھا جبکہ حُسن المآب نے چونک کر اُسکو دیکھا جو برابر میں بیٹھ رہی تھی۔

"بس کھلی فضا میں آنے کا جی چاہ رہا تھا۔"حُسن المآب نے آہستگی سے کہا۔زینب نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو گہری ہوتی رات کی سردی سے بیگانہ، آسمان پر دھمک کر معدوم ہوتے ستاروں کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ کی بھائی سے لڑائی ہوئی ہے کیا؟" زینب کو نہ چاہتے ہوئے بھی یہ سوال کرنا پڑا اور حُسن المآب کو چونکتے دیکھ کر اُسکو لگا یہ سوال نہیں پوچھنا چاہیئے تھا۔

"نہیں! اِیسا کیوں پوچھ رہی ہو؟" لہجہ سرسری رکھ کر وہ خود کو پوچھنے سے بعض نہیں رکھ سکی۔

"وہ دراصل دادو آج کی دعوت میں آپکا سب سے تعارف کروانا چاہتی تھیں مگر جبار بھائی نے منع کر دیا۔"زینب کی بات پر حُسن المآب نے چہرہ دائیں جانب کو پھیر لیا اگر زینب دیکھتی تو اُسکو نظر آتا کہ اُسکی بات نے کیسے حُسن المآب کے چہرے کی ساری شادابی نچوڑ کر اُسکا رنگ ماند کر دیا تھا۔

"جبار دادو کی صحت کی وجہ سے دادا صاحب کے ساتھ کوئی بدمزگی نہیں چاہتے ہوں گے۔"طویل ہوتی خاموشی پر اُس نے چہرہ پھیر کر تسلی دیتے لہجے میں کہہ کر زینب کو تشکر کر سانس لے کر مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"تو یہ بات تھی۔میری جان نکل گئی تھی کہ شاید آپ واپس جا کر کبھی یہاں نہ آئیں۔"زینب کے کہے جانے پر حُسن المآب اندر تک ٹھٹھک گئی۔اِس نہج پر اُس نے، اُسکے دِل نے کیوں نہیں سوچا تھا۔ اُسکا کردار شاید قلبِ جبار کی زندگی میں ختم ہونے والا تھا۔

"چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان نہیں ہو جاتے زینب۔"زینب کی جانب مکمل گُھوم کر اُسکے ہاتھ تھامتے ہوئے اُس نے نرمی سے کہتے ہوئے زینب کو اُداس کر دیا۔

"میں آپ کو بہت یاد کروں گی۔آپ پھِر کب واپس آئیں گی؟" اُسکے دونوں ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے اُس نے مُحبت سے سوال کیا اور حُسن المآب! وہ مُسکرا بھی نہ سکی۔

"میں بھی تمہیں بہت یاد کروں گی۔"اگلے سوال کا جواب تو اُسکے پاس خود نہیں تھا اُسے کیسے کوئی تسلی بخش جواب دیتی۔

"ویسے تم اپنے بھائی کے ساتھ اسلام آباد کیوں نہیں رہ لیتی؟" کچھ سوچ کر اُس نے جیسے زینب کو نیا سوچنے کا رُخ دیا۔

"میری جامعہ کا لاسٹ سیمسٹر چل رہا ہے۔بھائی نے کہا تھا پڑھائی ختم کرنے کے بعد میں اُنکے ساتھ رہوں گی اور اُنکے آفس میں جاب کروں گی۔"زینب کے تفصیلی بتائے جانے پر اُس نے سمجھ کر سَر ہلایا۔

"اندر چلتے ہیں۔ٹھنڈ ہو رہی ہے اور بارہ بھی بج گئے ہیں۔آپ لوگوں کو کل جلدی نکلنا ہے۔"اُسکو وہاں سے اُٹھنے کا اِرادہ نہ کرتے دیکھ کر زینب نے کہا۔حُسن المآب کو بھی گہرا سانس لے کر اُٹھنا پڑا۔ ملازم سارا کچھ سمیٹ کر اپنے کوٹرز میں جا چُکے تھے جبکہ باقی سب بھی اپنے کمروں میں۔زینب کو جاتے دیکھ کر چند پل وہ یونہی کھڑی چہرہ پھیر کر ہر جانب دیکھتی رہی۔زینب کی بات نے اُسکو نئے سِرے سے سب کچھ دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔آج کے بعد اِس حویلی کو، یہاں کے مکینوں کو نہیں دیکھنا تھا۔ضوفشاں بیگم کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانک کر اُنکے سونے کی تصدیق کر کے وہ جبار کے کمرے کی جانب بڑھ گئی جہاں کی روشنیاں گُل تھی۔دعوت گیارہ بجے اختتام پذیر ہو گئی تھی اِس لیئے وقت کا پابند قلبِ جبار پُرسکون نیند سو رہا تھا۔خاموش قدموں سے چلتے ہوئے آ کر حُسن المآب دیوان پر گئی اور پھِر چادر کھول کر اچھی طرح لیتے ہوئے دراز ہو گئی۔آنے والے دِن کی فکریں، گُزرا ماضی اور تاریک ہوتی رات میں سب کچھ دُھند میں غرق ہوتا محسوس کر کے اُس نے پانی بَھری آنکھیں مُوند لیں کہ صبح کچھ زیادہ دُور بھی نہیں تھی۔

دِل کے ایواں میں لیئے گُل شدہ شمعوں کی قطار

نورِ خورشید سے سہمے ہوئے، اُکتائے ہوئے

حُسنِ محبوب کے سیّال تصور کی طرح

اپنی تاریکی کو بینچے ہوئے، لپٹائے ہوئے

غایتِ سود و زیاں، صورتِ آغاز و سال

وہی بے سود تجسس، وہی بے کار سوال

مُضمحل ساعتِ امروز کی بے رنگی سے

یادِ ماضی سے غمیں ، دہشتِ فردا سے نڈھال

تشنہ اَفکار جو تسکین نہیں پاتے ہیں

سوختہ اشک جو آنکھوں میں نہیں آتے ہیں

اِک کڑا دَرد کہ جو گیت میں ڈھلتا ہی نہیں

دِل کے تاریک شگافوں سے نکلتا ہی نہیں

اور اِک اُلجھی ہوئی، موہوم سی دَرماں کی تلاش

دَشت و زنداں کی ہوس، چاکِ گریباں کی تلاش

(فیض احمد فیض)

میزان کے نکلتے ہی وہ دونوں بھی سب سے مِل کر باہر نِکل آئے تھے۔ سیڑھیاں اُتر کر پلٹ کر ضوفشاں بیگم اور زینب کو دیکھتی حُسن المآب کے ہاتھ سے جبار سوٹ کیس کا ہینڈل لے کر گاڑی کی

جانب بڑھ گیا۔ حُسن المآب نے مُسکرا کر زینب کو ہاتھ ہلایا اور ایک نظر خود کی جانب کینہ توز نظروں سے دیکھتی زیبا کو دیکھا اور پھِر چہرہ پھیر کر پلٹی۔ جبار نے اُسکے لیئے دروازہ کھولا تو چونکے بغیر پسنجر سیٹ پر بیٹھ گئی۔ گاڑی سٹارٹ کرنے سے لے کر سفر شروع ہوتے ہی اسلام آباد کی سرحد کراس کر کے، اپنے گھر کے اندر گاڑی لے جاتے جبار نے ایک بار بھی چہرہ پھیر کر ساتھ خاموش بیٹھی، باہر کے بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھتی حُسن المآب پر نہیں ڈالی۔ وہ یونہی اپنی سوچ میں گُم رہتی اگر جو کریم داد اُسکی جانب کا دروازہ نہ کھولتا۔ چونک کر اُس نے چہرہ اُٹھا کر جبار کو دیکھا جو اُن دونوں کا سامان دھکیل کر اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ یوں جیسے وہ بہت جلدی میں ہو۔

"اسلام و علیکم، بیگم صاحبہ!" کریم داد نے اُسکی نظروں کا تعاقب محسوس کر کے کھنکھار کر کہا جبکہ حُسن المآب چونک کر گاڑی سے نیچے اُتر آئی۔ دروازہ بند کر کے اُس نے کریم داد کو مُسکرا کر دیکھا۔

"وعلیکم اسلام! آپ مُجھے حُسنہ بی بی کہہ سکتے ہیں۔" نرمی سے کہہ کر وہ کریم داد کو یونہی حیران سا چھوڑ کر اندر کی جانب بڑھنے لگی۔

"وہ حُسنہ بی بی! اندر سردار صاحب سے مِلنے کوئی آیا ہوا ہے۔" اُس نے جلدی سے کہا کہ کہیں مبادا وہ اندر جا کر دھچکے کا شکار نہ ہوں۔ اُسکو جبار کی عُجلت کی اَب سمجھ آئی تھی۔

"مہمان؟" اُسکے سوال پر کریم داد نے پریشانی سے نفی میں سَر ہلایا۔ نہ جانے سردار صاحب نے اِنکو بتایا ہوا تھا یا نہیں؟

"نہیں جی! بلائے جان۔"اُس نے جِس برجستگی بھری پریشانی سے کہا حُسن المآب چونک گئی۔اَب کیا دیکھنے اور سُننے کو رہ گیا تھا۔

"میں دیکھتی ہوں۔"نرمی سے کہہ کر وہ اندر کی جانب بڑھ گئی جبکہ اُسکو روکنے کی کوشش میں ناکام ہوتا کریم داد اپنا سَر پکڑ کر رہ گیا۔اندر آ کر راہداری سے گُزر کر کمرے میں جانے کے بجائے حُسن المآب ہال سے گُزر کر کُشادہ سے ڈرائینگ روم کی جانب بڑھی مگر اِس سے پہلے کہ شیشہ کا دروازہ دھکیل کر اندر جاتی، اُسکی اُٹھی نظر نے ٹھہرتے ہی اُسکو بھی ٹھہر جانے پر مجبور کر دیا۔جبار کی حُسن المآب کی جانب پُشت تھی اور جو چہرہ حُسن المآب کے سامنے تھا وہ کسی خوبصورت، طرحدار سی لڑکا کا چہرہ تھا۔آنکھیں پھیلائے وہ اُس لڑکی کو دیکھے گئی جو آنکھوں میں ڈھیروں اُلفت کے جگنو لیئے جبار کو یوں دیکھ رہی تھی کہ حُسن المآب کا دِل اندر تک خالی ہونے لگا۔اُس نے ایک ادا سے، مُسکرا کر نفی میں سَر ہلاتے ہوئے جبار کا بازو تھامنا چاہا مگر جبار اُسی تیزی سے پیچھے کو ہوا۔

کچھ کہہ کر جبار جیسے ہی پلٹا اُس کی نگاہ شیشے کے دروازے کا سُنہری ہینڈل تھام کر حیران سی کھڑی حُسن المآب تک گئی اور جبار کے چہرے کا رنگ واضح ماند پڑتے دیکھ کر اُسکا ہاتھ ہینڈل سے پھسل گیا۔ جبار کی غفلت محسوس کر کے وشمہ نے آگے بڑھ کر جبار کے بازو پر اپنا اپنا سَر ٹِکا دیا۔وہ جو اُسکو جھٹکنے لگا تھا حُسن المآب کو تیزی سے پیچھے ہوتے دیکھ کر اُسکی ساری مزحمت دَم توڑ گئی۔ویران ہو جاتی آنکھوں سے وہ حُسن المآب کے کو نظریں پھیرتے دیکھے گیا۔ایک نظر بھی مزید وہاں پھِر سے ڈالے حُسن المآب تیزی سے پلٹی۔اُسکے کان سائیں سائیں کر رہے تھے، قدم اور دِل لرز رہے تھے۔کانپتے ہاتھوں کا ایک دوسرے میں پھنسائے وہ لڑکھڑاتے قدموں سے وہ گیسٹ روم کی جانب بھاگی جہاں وہ

اول دِنوں میں ٹھہری تھی۔اُسکی ششدر پھیلی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر رُخساروں پہ بہنے لگے۔ سسکیاں روکنے کو اُس نے دونوں سَرد ہاتھ سختی سے اپنے ہونٹوں پر جما لیئے۔اُسکا پورا وجود زلزلے کے جھٹکوں کی زَد میں تھا۔سماعتیں محمل چوہدری کی پاٹ دار آواز سے زخمی ہو رہی تھی۔

"ایک دُنیا مرتی ہے جبار پر۔اُسکی ایک کلاس، ایک کریزما ہے۔تمہیں نہیں لگتا تم زیبا سے چھٹارا پانے کا ایک ذریعہ ہو۔اُسکے ساتھ تو مُجھ جیسی خوبصورت اور بولڈ لڑکی ہی سوٹ کرتی ہے۔اصل میں یونی کے دِنوں میں وہ میرا دیوانہ تھا لیکن اُسکے دادا نے اپنے سید ہونے کے گھمنڈ میں اُسکی اور میری شادی نہیں ہونے دی۔"اُسکے انداز میں ایک تکبر اور ایک شوخی تھی۔اُن لفظوں پر ذرا سا بھی بھروسہ نہ کرنے والی حُسن المآب کا دِل ابھی اُن ہی لفظوں کو سماعت میں دُہراتے خون کے آنسو رو رہا تھا۔

تُو مہکتا رہا!

سب گلابوں میں اپنی تمازت لیئے

شبنمی دائرے، سارے عالم کو تیرے ودیعت شدہ

رنگ اور خوشبوؤں سے لُبھاتے رہے

تُو چہکتا رہا!

ہر زمانے کی عورت نے تیری ذہانت سراہی

تُجھے صرف اپنا کہا اور گہرائیوں میں اُتر جانے کی تیری فطرت کو

فطرت نہیں، تیری "عادت" کہا

عادتیں! جو بدلتیں نہیں

جیسے تُو میری عادت (عبادت) رہا ہے

مگر میں تیری عادتوں سے پَرے

اِک عقیدت میں بے نام جیتی رہی، زہر پیتی رہی

تُو بدلتا رہا!

سارے جنگل کی شاخوں پہ لِپٹے ہوئے گِرگٹوں کی ہنسی

مُجھ پہ ہنستی رہی

مُجھ کو سب نے کہا، موسموں نے تیرا جُھوٹا پانی پیا ہے

مگر میں جو صدیوں کی پیاسی تھی

سَر کو جھٹکتی رہی

لوگ تیری زیارت کو آئے تو اُٹھ کر تُجھے

اُن کو تا دیر سینے سے لگاتے بھی دیکھا

اُنہیں زندگی کی انوکھی سی راہیں سُجھاتے بھی دیکھا

مگر جب بھی خود پر نظر کی تو دیکھا

کہ ہم تو مقدر کی لمبی قطاروں میں

رشتوں کے لاروں پہ، تیرے اِشاروں کی اُنگلی

کے پیچھے کھڑے تھے

کھڑے کے کھڑے رہ گئے!!

تُو نئے رابطوں کی ضرورت سے واقف

سماجی روابط میں اُلجھا رہا

ہم ضرورت، عبادت یا عادت میں تفریق کرتے ہوئے

تُجھ کو تا عمر تکتے ہوئے

تیرے آس پاس کھڑے رہ گئے۔۔۔

(فاطمہ مہرو)

پیچھے کھڑے رہ گئے جبار کی زخمی ہوتی سماعتوں میں میزان حیدر کے کل کے دِن کہے جانے والے الفاظ گونجنے لگے۔

"اگر حُسنہ بھابھی نے سب کچھ سُن کر، جان کر بھی کچھ نہیں کہا، کچھ نہیں پوچھا تو اِسکا ایک ہی مطلب نِکلتا ہے جبار کہ وہ تم میں اور تمہارے معملات میں ذرا بھی دلچسپی نہیں رکھتیں۔" میزان نے

کبھی بھی اِتنی ظالمانہ صاف گُوئی سے اُسے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔وہیں برف ہو جاتے جبار کو اَب زینب کے الفاظ یاد آنے لگے تھے۔

"**عورت کو اگر مان نہ ہو تو وہ مَرد سے کبھی باز پُرس نہیں کرتی، جبار بھائی۔**" سُرخ ہوتی آنکھوں سے اُس نے اِس قدر زور سے وشمہ کو خود سے دُور دھکیلا کہ وہ لڑکھڑا کر صوفے سے ٹیبل سے ٹکرا کر اونچی ہیل کی وجہ سے پھسل کر نیچے کو گِر گئی۔اُسکا سَر ٹیبل سے لگا تھا۔اُسکی چیخ پر بھی جبار نے پلٹ کر اُسکو نہیں دیکھا۔

"دوبارہ مُجھے اپنی شکل دکھائی تو تمہارا قتل کر دینے سے مُجھے کوئی نہیں روک سکتا۔"وہ ناک تک عاجز آ چُکا تھا اِن پاگل اور ذہنی مریض عورتوں سے تبھی سَرد لہجے میں پھنکارا۔اپنا سَر سہلاتی وشمہ نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جسے اُس نے خود سے نفرت کرتے ہی دیکھا تھا۔جبار جیسے ہی پلٹا وشمہ اپنا پرس تھامتی لڑکھڑا کر بامُشکل کھڑی ہوئی۔ساری نزاکت اور طرحداری جھاگ کی طرح بیٹھ گئی تھی۔اُن سیاہ آنکھوں میں اِیسی تُندہی تھی کہ اُسکو منظر سے بھاگنے میں ہی عافیت لگی۔جبار نے گہرا سانس لے کر ماتھے پر دَر آتے بال پیچھے کیئے اور پِھر بے دَم ہو کر صوفے پر بیٹھ کر صوفے کی پُشت پر سَر ٹِکا لیا۔ اُسے روم روم میں تھکان یوں رچ بَس گئی تھی جیسے وہ نہ جانے کِتنی صدیوں اور زمانوں کا سفر طے کر کے بے سود، لاحاصل منزل تک پُہنچ کر خالی ہاتھ، خالی دِل رہ گیا ہو۔اُسکو اپنی ساری دُنیا پانی میں ڈوبتی محسوس ہو رہی تھی۔ساری دُنیا پانی ہو رہی تھی یا پِھر وہ بے رنگ پانی جو اُسکی آنکھوں میں موجزن تھا، بند ٹوٹنے پر پِھر سے بہنے لگا تھا؟؟

یہ سرگوشیاں کہہ رہی ہیں اَب آؤ

کہ برسوں سے تم کو بُلاتے بُلاتے

میرے دِل پہ گہری تھکن چھا رہی ہے

کبھی ایک پل کو، کبھی ایک عرصہ صدائیں سُنیں ہیں

مگر یہ انوکھی صدا آ رہی ہے

بُلاتے بُلاتے کوئی نہ اَب تک تھکا ہے، نہ آئیندہ شاید تھکے گا

میرے پیارے! مُجھے تم سے کتنی مُحبت ہے

دیکھو اگر یوں کہا تو بُرا مُجھ سے بڑھ کر بھی کوئی نہ ہو گا

خُدایا! خُدایا! کبھی ایک سسکی، کبھی ایک تیوری

کبھی ایک تبسم مگر یہ صدائیں تو آتی رہی ہیں

اِنہیں سے حیاتِ دو روزہ ابد سے مِلی ہے

مگر یہ انوکھی صدا جس پہ گہری تھکن چھا رہی ہے

یہ ہر اِک صدا کو مٹانے کی دھمکی دیئے جا رہی ہے

اَب آنکھوں میں جُنبش، نہ چہرے پہ کوئی تبسم، نہ تیوری

فقط کان سُنتے چلے جا رہے

یہ ایک گُلستاں ہے ہوا لہلاتی ہے، کلیاں چٹکتی ہیں

غنچے مہکتے ہیں اور پھول کھلتے ہیں

کِھل کِھل کے مُرجھا کے گِرتے ہیں

ایک فرشِ مخمل بناتے ہیں

جِس پر میری آرزوؤں کی پریاں عجب آن سے یوں رواں ہیں

کہ جیسے گُلستاں بھی ایک آئینہ ہے

اِسی آئینے میں ہر ایک شکل نکھری، سنور کر مِٹی

اور مِٹ ہی گئی، پِھر نہ اُبھری

یہ پربت ہے! خاموش، ساکن

کبھی کوئی چشمہ اُبلتے ہوئے پوچھتا ہے

کہ اُسکی چٹانوں کے اُس پار کیا ہے؟

مگر مُجھ کو پربت کا دامن ہی کافی ہے

دامن میں وادی ہے، وادی میں ندی ہے

ندی میں بہتا ہوئی ناؤ ہی آئینہ ہے

اِسی آئینے میں ہر اِک شکل نکھری

مگر ایک پل میں جو مِٹنے لگی ہے تو وہ پِھر نہ اُبھری

یہ صحرا ہے! پھیلا ہوا، خشک، بے برگ صحرا

بگولے یہاں تند بھوتوں کا عکس مجسم بنے ہیں

مگر میں تو دور ایک پیڑوں کے جھرمٹ پہ اپنی نگاہیں جمائے ہوئے ہوں

نہ اب کوئی صحرا نہ پربت نہ کوئی گلستاں

اب آنکھوں میں جُنبش، نہ چہرے پہ کوئی تبسم نہ تیوری

فقط ایک انوکھی صدا کہہ رہی ہے

کہ تم کو بُلاتے بُلاتے میرے دِل پہ، گہری تھکن چھا رہی ہے

بُلاتے بُلاتے تو کوئی نہ اَب تک تھکا ہے، نہ شاید تھکے گا

تو پھر یہ ندا آئینہ ہے، فقط میں تھکا ہوں

نہ صحرا نہ پَربت نہ کوئی گُلستان

فقط اَب سمندر بُلاتا ہے مُجھ کو

کہ ہر شے سمندر سے آئی سمندر میں جا کر ملے گی۔۔۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ----

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ /گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں--

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے-- لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں--- شکریہ-----

اگلی صبح ناشتے پر وہ بے چینی بامُشکل دبائے حُسن المآب کا انتظار کر رہا تھا، اُسکو آتے دیکھ کر پُرسکون ہو کر لاپروائی سے چائے کپ میں ڈالنے لگا۔کل دوپہر اور رات سے اُن دونوں کی مُلاقات نہیں ہوئی تھی کیونکہ حُسن المآب سفر کی تھکان کے باعث سو گئی تھی۔

"اسلام و علیکم!" کرسی دھکیلنے سے قبل اُس نے آہستگی سے کہا۔

"وعلیکم اسلام!" چائے کا تھرماس اُسکے سامنے رکھتے ہوئے جواب دے کر وہ چائے کے گھونٹ آہستہ آہستہ پینے لگا۔

"مُجھے آپ سے بات کرنی تھی۔"حُسن المآب نے کہتے ہوئے اُسکو چونکا دیا۔جبار نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جو جبار کو ہی دیکھ رہی تھی مگر اُسکی آنکھوں میں کل سے متعلق کوئی سوال نہیں تھے۔

"میری چُھٹیاں ختم ہو گئیں ہیں تو میں آج سے جامعہ جوائن کرنا چاہتی ہوں۔"اُسکے کہے جانے پر جبار کا رُکا سانس بامُشکل بحال ہوا۔وہ یہی سمجھا کہ اُسکی پڑھائی چل رہی ہے اور ویسے بھی جبار اَب اُسکے بارے میں تجسس نہیں پالنا چاہتا تھا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔کب سے جانا ہے؟" چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اُس نے حُسن المآب کو دیکھا جو چڑیوں جتنے نوالے توڑ کر کھا رہی تھی۔

"آج سے۔"مُختصراً کہہ کر اُس نے سامنے لگی دیوار گیر گھڑی پر نظر دوڑائی جبکہ جبار نے بھی اُسکے تعاقب میں چہرہ پھیرا۔

"ٹھیک ہے! کریم داد کے ساتھ آنا جانا کر لینا۔"اُس نے کہتے ہوئے حُسن المآب کو ٹھٹکا دیا۔

"نہیں! میری گاڑی ماموں کے گھر ہے۔میں جامعہ سے واپسی پر اُنکے گھر سے اپنی گاڑی لیتی آؤں گی۔"اُسکے احتراز برتتے انداز پر جبار نے اُسکو دیکھا جو پانی پی رہی تھی اور پھر کچھ سوچ کر نظریں بدل لیں۔

"ابھی کریم داد کے ساتھ چلی جاؤ اور واپسی پہ وہاں چلی جانا۔"اُسکے قطعیت سے کہے جانے پر حُسن المآب جو کچھ اور بھی کہنے لگی تھی، خاموش ہو گئی جبکہ جبار ہاتھ صاف کر کے کرسی دھکیل کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

ایک چہرے پہ اَڑ گیا ہوں میں

کِس مصیبت میں پڑ گیا ہوں میں

تُو سمجھ ہجر میری مَرضی ہے

تُو سمجھ خود بِچھڑ گیا ہوں میں

جیسے گُل دَاں خِزاں کے موسم میں

دیکھ! کتنا اُجڑ گیا ہوں میں

تیری اِصلاح کا نتیجہ ہے

اِس قدر جو بگڑ گیا ہوں میں

اے میرے بَخیہ گر! تیرے صدقے

رُوح تک تو اُدھڑ گیا ہوں میں۔۔۔

(جی۔اے۔نجم)

"اللہ کی امان میں!" حُسن المآب کا جواب سُنے بغیر وہ تیز قدموں سے لکڑی کا کُھلا دروازہ پار کر گیا۔ حُسن المآب کی نظر اُسکے ناشتے تک گئی اور وہاں اُسکی چائے کے علاوہ سب کچھ اَن چھوا پڑا رہ جاتے دیکھ کر حُسن المآب کے چہرے پر پریشانی چھانے لگی۔کل رات کا کھانا بھی اُس نے اپنے کمرے میں کھایا تھا مگر ملازمہ نے بتایا تھا کہ سردار صاحب کو بُھوک نہیں تھی۔کچھ سوچ کر وہ کچن میں گئی جہاں ملازمہ سارا کام سمیٹ رہی تھیں۔

"اسلام و علیکم بیگم صاحبہ!" اُسکو آتے دیکھ کر سب نے ایک ساتھ کہا جبکہ حُسن المآب سلام کا جواب دے کر اندر آئی۔

"آپ لوگ ناشتے کی ٹیبل سمیٹ دیں۔"اُسکو فریج کی جانب بڑھتے دیکھ کر وہ سب جو باہر جانے لگیں تھیں اُن میں سے ایک ٹھہر گئی۔

"آپ کو کچھ چاہیئے، بیگم صاحبہ؟" پیچھے سے آتی پکار پر وہ جو انہماک سے فریج سے چیزیں نکال رہی تھی، چونک کر پلٹی۔

"یہاں کوئی اِیسا لنچ بکس ہو گا جو کھانا گرم رکھے؟" اُسکے سوال پر ملازمہ کا ماتھا ٹھنکا اور پھر بغیر مزید سوال کیئے وہ ایک کیبنٹ سے ایک لمبا سا سیاہ لنچ بیگ نکال کر اُسکی جانب بڑھی۔

"یہ ہے تو سہی مگر صاحب گھر کا کھانا کھانے کے عادی نہیں ہیں۔"اُسکی بات پر حُسن المآب نے چونک کر اُسکو دیکھا جو اُسے بتا کر جا رہی تھی۔اُسکو حقیقتاً تشویش گھیرنے لگی۔باہر کا کھانا صحت کے لیئے کوئی اِیسا اچھا تو نہیں ہوتا کہ جبار جیسا ہیلتھ کانشیئس بندہ وہ کھاتا رہے۔ایک گھنٹے میں ہی وہ اپنے اندازے کے مطابق کھانا تیار کر کے لنچ بکس میں ڈال کر اُسے اپنے ساتھ لیئے کمرے کی جانب تیار ہونے کے لیئے بڑھی۔کچن کاؤنٹر پر رکھنے کا خیال اِس لیئے مسترد کر دیا کہ کہیں جامعہ کے لیئے نکلتے ہوئے وہ لنچ بکس نہ بُھول جائے۔جامنی رنگ کے لباس میں نفاست سے تیار، سیاہ بیگ کندھے پر ڈالے باہر نکل کر وہ اپنے ساتھ لنچ بکس لینا ہرگز نہیں بھولی۔لکڑی کا دروازہ پار کر کے وہ جیسے ہی باہر نکلی، گاڑی تیار کر کے کھڑا کریم داد تیزی سے اُس تک آیا۔

"اسلام و علیکم حُسنہ بی بی!" کریم داد کی جانب بڑھتے ہوئے وہ آہستگی سے مُسکرا دی۔

"وعلیکم اسلام کریم داد! کیسے ہیں آپ؟" اُسکے پوچھے جانے والے نرم سوال پر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتا کریم داد چونکے بغیر پورے دِل سے مُسکرا دیا۔

"اللہ کا کرم ہے حُسنہ بی بی!" اُسکے بیٹھتے ہی دروازہ بند کر کے اُس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے گاڑی **'حُسن منزل'** سے باہر نکل دی۔حُسن المآب کی نگاہ اُس سفید اور سُنہری قصر کی پیشانی پر دھمکتے نام سے ٹکرائی تو اُس نے نگاہیں تیزی سے چُرا لیں۔جامعہ آنے تک وہ خاموشی سے بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھتی رہی۔

"میں واپسی پر بھی یہاں ہوں گا۔" اُسکے کہے جانے پر حُسن المآب نے چونک کر سامنے جامعہ کی سُرخ اینٹوں والی عمارت کو دیکھا اور پھِر باہر نکلنے سے قبل اپنے ہاتھ میں تھامے لنچ بکس کو اور پھِر نکل کر ڈرائیونگ سیٹ کے کُھلے شیشے کی جانب آئی۔

"کریم داد! آپ جبار کے آفس جا کر اُنکو دے آئیں گے؟" وہ اِتنی نرمی سے سوال پوچھ رہی تھی کہ حیران ہوتے کریم داد نے مُسکرا کر وہ لنچ بکس تھام لیا۔

"جبار کو کہنا کہ یہ پورا لنچ ختم کر کے اُنہوں نے گھر آنا ہے۔" وہ ہدایت کرنا نہیں بھولی تھی۔کریم داد نے اپنی مُسکراہٹ دبا کر اثبات میں سَر ہلایا اور حُسن المآب اُسکو **'اللہ حافظ'** کہہ کر جامعہ کے داخلی دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

وہ اور جبار آفس میں بیٹھے لنچ کے ایونٹ کے تمام ضروری کام کو دیکھ رہے تھے کہ تبھی سیکرٹری نے اُسے کریم داد کے آنے کی اطلاع دی۔

"ہیں! اِسے کیا ہوا؟" میزان نے چہرہ پھیر کر دروازے کی جانب دیکھا جبکہ جبار نے لاعلمی سے کندھے آچکا دیئے تبھی کریم داد دونوں ہاتھ پُشت پر باندھے اندر آیا تو جبار تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا جبکہ میزان اُسکی عُجلت دیکھ کر رہ گیا۔

"سب خیریت ہے، کریم داد؟" اُسکے سوال پر کریم داد اثبات میں سَر ہلا کر آگے آیا۔

"وہ حُسنہ بی بی نے مُجھے بھیجا ہے۔"اُسکی بات پر جبار کرسی چھوڑ کر اُسکی جانب بڑھا۔کریم داد نے ہاتھ آگے کر کے سیاہ رنگ کا ٹفن بکس سامنے کیا۔اُس بکس کو دیکھ کر جبار کا چونکا بنتا تھا۔وہ اُسکی امی کا تھا جس میں کھانا ڈال کر اُسکے بابا جان اور جبار کو کھانا بھجوایا کرتی تھیں۔

"حُسنہ بی بی نے آپ کے لیئے دوپہر کا کھانا بھجوایا ہے۔"اُسکو یونہی ساکن سا ٹفن بکس کو دیکھتے، کریم داد کو کہنا پڑا جبکہ جبار نے چونکے بنا ہاتھ آگے بڑھا کر ٹفن تھام لیا۔اُسکے دِل کی دُنیا میں پھِر سے طغیانی آنے لگی تھی۔

"وہ کہہ رہی تھیں کہ اِس میں موجود سارا کھانا کھا کر ہی آپ گھر آنا۔"مُسکراہٹ دبا کر کہتے کریم داد نے جبار کو مُضمحل دِل سے ہنسنے پر مجبور کر دیا۔میزان مُسکرا کر اُسکے چہرے کو دیکھنے لگا جہاں عجیب سی خوشی دھمک رہی تھی۔

"جامعہ پہنچا دیا خیریت سے؟" چہرہ اُٹھا کر اُس نے سوال کیا جِس پر کریم داد نے اثبات میں سَر ہلایا۔

"لینے کب جانا ہے؟" اُسکے اگلے سوال پر میزان مُسکرا کر نفی میں سَر ہلا کر فائلز کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"تین بجے!" اُس نے مزید کچھ بھی پوچھے وقت بتا کر اُس سے جانے کی اجازت لی اور آفس سے باہر نکل گیا۔جانتا تھا کہ اَب اُسکے سردار صاحب خود اپنی بیگم کو لینے جانا چاہتے ہیں۔ٹفن کو کسی قیمتی متاع کی طرح دونوں ہاتھوں میں تھامے وہ میزان کے سامنے آ کر بیٹھا۔میزان نے مُسکراتی آنکھوں سے

اُسکو اور ٹفن کو دیکھا جبکہ جبار نے ٹفن تیزی سے اُسکی نظروں سے دُور کرتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

"صرف میرا ہے۔"وہ جتانا بھولا نہیں۔میزان کا قہقہ اُسکے بچوں جیسے انداز پر بے ساختہ تھا۔

"لگتا ہے مُجھے بھی شادی کرنی پڑے گی۔کیا پروٹوکول مِلتا ہے۔"میزان نے جِس انداز میں کہا جبار اپنی ہنسی پر قابو نہیں رکھ سکا۔

"ہر عورت حُسن المآب نہیں ہو سکتی۔"مُسکرا کر جِس فخر سے باور کروایا گیا، میزان نے مُسکراہٹ دبائی۔وہ جو زمانوں سے خود پر نازاں تھا، وہ اَب کسی سے اِتنا متاثر اور فخر محسوس کرتا بہت عجیب مگر پیارا لگ رہا تھا۔ایک تو جب بھی وہ حُسن المآب سے دُور جانے کا فیصلہ کرتا تھا فوراً اُسکے اِرادے متزلزل ہونے لگتے تھے۔ہلکے پُھلکے ہوتے دِل اور چمکتی آنکھوں سے اُس نے سائیڈ ٹیبل پر احتیاط سے رکھے ٹفن پر نرمی سے ہاتھ پھیرا۔اُسکی آنکھوں کی بڑھتی چمک اور سیاہ آنکھوں تک جاتی مُسکراہٹ دیکھ کر میزان لمحے بَھر کو ٹھہر گیا۔

"لیکن خیال بُرا نہیں ہے۔تیرے جیسے بندے کی عقل ٹھکانے آنے کے لیئے بہت ضروری ہے کہ تُو مُحبت کی شادی کر لی۔مُحبت اچھے اچھوں کو، ٹیڑھے ٹیڑھوں کو سیدھا کر دیتی ہے۔"اُس نے مُسکراہٹ دبا کر جِس طرح اُسے مشورہ دے کر لقمہ لگایا میزان سے ہنسی سنبھالنا مُشکل ہونے لگی۔جبار کے انداز اُسکو خوشگوار حیرت میں مُبتلا کر رہے تھے۔

"میں واقعی مُحبت کے کرامات دیکھ کر اِس بارے میں مُتجسس ہوں۔"میزان کے کہے جانے پر اُس نے میزان کی گہری، بغور نظروں پر مُسکرا کر سَر جھٹکا۔

"ہونا بھی چاہیئے۔ایک شاعر ہیں عباس تابش، کیا خوب کہتے ہیں۔"اُسکی اگلی بات پر میزان کو ہزار والٹ کا کرنٹ لگا۔کرسی سے اُچھل کر وہ آنکھیں پھاڑے جبار کو دیکھنے لگا جو گلا کھنکھا کر غزل پڑھ رہا تھا۔

"سوچتا تو رہتا ہوں زندگی کے بارے میں

اور کیا وضاحت دوں اَن کہی کے بارے میں

مَانتے نہیں لیکن سوچتے تو رہتے ہیں

میں کسی کے بارے میں، تُو کسی کے بارے میں

اِس لیے بھی کہتا ہوں عشق کر میرے بیٹے!

تُو نہیں ہے سنجیدہ زندگی کے بارے میں

(اِس شعر پر میزان کو سُنانے کو کچھ زیادہ ہی زور دیا گیا۔جبکہ اُسکے انداز پر میزان نے دانت پیس کر اپنی ہنسی دبائی۔)

اَب کسی سفر پر بھی مُجھ کو ساتھ مت رکھنا

ورنہ لوگ پوچھیں گے اَجنبی کے بارے میں

مُجھ کو اُسکی آنکھوں میں ڈُوبنے کی عادت ہے

میں تمہیں بتاؤں گا خودکشی کے بارے میں۔۔۔"

آخری مصرعے پر وہ جِس طرح مخمور ہو کر کہیں کھویا تھا، میزان نے گلا کھنکھار کر اُسکو جھینپنے پر مجبور کر دیا۔

"گھر سے لنچ آنے کی جناب کو کچھ زیادہ ہی خوشی ہو رہی ہے۔"میزان کہنے سے خود کو باز نہیں رکھ سکا جبکہ جبار کے چہرے کو خوبصورت مُسکراہٹ چھونے لگی۔

"امی کے علاوہ پہلی بار جِس نے میری فکر کی ہے وہ حُسن ہے۔مُجھے تو پہلے سے اُداس یہ ساری دُنیا ایک دَم سے مُسکراتی محسوس ہو رہی ہے۔"اُسکی مبالغہ آرائی پر میزان نے دانتوں کی نمائش کروائی۔

"بیٹا! زیادہ نہ چوڑا ہو۔صرف تُو خوش ہے کیونکہ تجھے کھانا مِلا ہے۔میرے ساتھ تمام دُنیا کے سنگلز خوش نہیں ہیں۔"میزان نے جس طرح جل کر کہا، جبار کا قہقہ برجستہ تھا۔

"تُجھے مُحبت نہیں ہوئی ہے نہ، میزان حیدر۔"فائل اُٹھاتے ہوئے نرمی سے بتایا گیا۔

"اور تُجھے ہو گئی ہے، ہے نہ؟" میزان کا سوال اُسکے چہرے کی مُسکراہٹ کو مزید گہرا کر گیا۔

"ہاں! اور مُجھے ہو گئی ہے مُحبت۔"میزان مُحبت لفظ کہنے سے چُوک گیا تھا، جبار نہیں چُوکا۔

پارکنگ لاٹ میں گاڑی روک کر اُس نے ایک نظر ساتھ رکھے ٹفن کو دیکھا اور پھر وہاں جہاں سے طلباء کی کثیر تعداد چلتے ہوئے آ رہی تھی۔کوئی بس سٹینڈ کی جانب جا رہا تھا اور کوئی پارکنگ لاٹ کی طرف تبھی جبار کو پانچ، چھ لڑکیوں کے ساتھ وہ آتی نظر آئی مگر اُن لوگوں کو وہیں رُک کر باتیں کرتے دیکھ کر جبار گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نِکلا۔اُسکے نکلتے ہی کتنے سارے سٹوڈنٹس نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا۔سب کو لمحہ لگا تھا اُسے پہچاننے میں۔وہ اِس بزنس ٹائیکون کو جانتے تھے۔وہ اُن کی جامعہ میں کیمسٹری ڈپارٹمنٹ کے کسی کمپیٹیشن میں چیف گیسٹ کی حیثیت سے آیا تھا۔سب کی نظروں کو نظرانداز کیئے وہ حُسن المآب کی جانب بڑھا۔

"حُسن!" پیچھے سے آتی اُس دھڑکن روکتی پُکار پر حُسن المآب تیزی سے پلٹی جبکہ اُسکی ساتھی اساتذہ اور پاس سے گزرتا صالح بھی ٹھہر گیا۔

"آپ۔۔۔کریم داد نہیں آیا؟" سارے لگتے مجمعے سے غافل وہ حیرانگی سے اُسکی جانب بڑھی جسکی آنکھیں دُھوپ میں چمک کر اُسکے حیران، دُھوپ کی تمازت سے گلابی ہوتے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

"میں آفس سے فری ہو گیا، تو آ گیا۔ویسے میں نے تمہارا بھیجا گیا پورا لنچ کھایا ہے۔"اُسکے انداز میں کچھ اِیسا بچوں سا تھا کہ حُسن المآب بےساختہ مُسکرا دی۔پروفیسر صالح خالی آنکھوں سے اُس چہرے پر بالکل پہلی بار دَر آتی مُسکراہٹ کو دیکھے گیا۔

"چلیں پھر!" جبار نے مُسکراہٹ دبا کر پارکنگ لاٹ میں کھڑی گاڑی کی جانب اِشارہ کیا۔سَر اثبات میں ہلا کر اِس سے پہلے وہ آگے بڑھتی اُسکی ساتھی ٹیچرز نے اُسکو پکڑ کر روک لیا۔جھٹکا کھا کر اُس نے حیرانگی سے چہرہ دائیں، بائیں پھیر کر اُنکے جُوش سے دھمکتے چہرے دیکھے۔

"یہ تمہارے کیا لگتے ہیں؟" مِس ناز کی سرگوشی اتنی بھی مدہم نہیں تھی کہ جبار تک نہ پہنچتی، سٹپٹا کر حُسن المآب نے جبار کو دیکھا۔

"میں حُسن کا شوہر ہوں۔"اُنکے جُھرمٹ میں گھبرائی، بوکھلائی حُسن المآب کی کلائی نرمی سے تھام کر، اُسکو اُنکے جُھرمٹ سے نکال کر اپنی جانب کھینچ کر جواب دیا۔اُن سب نے جس حیرانگی سے ششدر ہو کر اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھے، اُنکی حیرانگی اور جُوش حُسن المآب کی سمجھ سے باہر تھا۔

"اللہ حافظ!" اُن سب کو آہستگی سے کہہ کر وہ جبار کے ساتھ بنا مزاحمت کے پارکنگ لاٹ کی جانب بڑھی اور تبھی اِردگرد پھیلے سٹوڈنٹس کے جم غفیر کے ہاتھ میں سیل فونز دیکھ کر چونک گئی۔وہ سب اُن دونوں کی تصاویر کھٹاکھٹ لے رہے تھے۔حُسن المآب نے ناسمجھی سے جبار کو دیکھا جو اُسکو لیئے تیزی سے گاڑی کی جانب بڑھا اور جلدی سے پسنجر سیٹ کا دروازہ کھول کر اُسے اندر بیٹھا کر خود ڈرائیونگ سیٹ کی جانب بڑھا۔حُسن المآب اُلجھ کر پوری جامعہ کو اکھٹے ہوتے دیکھے گئی۔ظاہر ہے وہ سب اُسکے لیئے تو جمع ہونے سے رہے۔وہ تو یہاں کئی سالوں سے پڑھا رہی تھی۔برابر بیٹھتے جبار کو اُس نے چہرہ پھیر کر دیکھا۔اُسکی نظروں کی حیرانگی سے غافل جبار نے گاڑی سٹارٹ کر کے جامعہ کی پارکنگ لاٹ سے نکالی اور جامعہ کا خارجی دروازہ عبور کر کے گاڑی مین روڈ پر ڈال دی۔

"اِن سب لوگوں کو کیا ہو گیا تھا؟" وہ زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکی۔اُسکے حیران، ناسمجھ سے سوال پر یوٹرن کے لیئے سٹیرنگ گُھماتے جبار نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو شیشے کی جانب پُشت کی سب بھول بھال کر توجہ سے اُسکی جانب سوالیہ آنکھوں سے متوجہ تھی۔

"تمہیں نہیں معلوم؟" اُسکی لاعلمی پر اُس نے حیرانگی دبا کر سوال پر سوال کیا۔حُسن المآب نے بےاِختیار نفی میں سَر ہلایا حالانکہ جبار اَب ونڈو سکرین کے پار دیکھ رہا تھا۔

"مُجھے کیسے معلوم ہو گا۔میں تو خود حیران، پریشان ہوں۔اِتنے سالوں سے میں تو پڑھا رہی ہوں کبھی اِیسا مجمع نہیں اکھٹا ہوا اور وہ سب ہماری تصاویر بھی لے رہے تھے جبار۔"اُسکے تیز تیز کہے جانے پر جبار نے ٹھٹک کر چہرہ پھیرا۔وہ پڑھ نہیں رہی تھی، پڑھا رہی تھی۔وہ سب بُھول بھال کر اُس سے اِتنا نارملی بات کر رہی تھی۔اُسکا اِتنا اپنا پن سے **'جبار'** کہنا، اُسکی دھڑکنوں کی رفتار بڑھا گیا۔

"مُجھے دیکھ کر تو اُنکا یوں جُوش سے آپے سے باہر ہونا سمجھ میں ہی نہیں آتا کیونکہ میں روزانہ یہاں آتی ہوں۔آپ میرے ساتھ تھے لیکن آپ کو دیکھ کر سب اِیسے کیوں کر رہے تھے جیسے آپکو جانتے ہوں؟" اِس طرح ہر پہلو سے سوچ بچار کرتی، سوال جواب اُٹھاتی وہ جبار کو مُسکرانے پر مجبور کر گئی۔

"ہو سکتا ہے وہ سب تمہارے شوہر کو جانتے ہوں۔"محضوظ ہو کر اُسکے طویل مدعے میں ٹکڑا لگایا گیا جسے حُسن المآب نے فوراً نفی میں سَر ہلا کر مُسترد کیا۔

"نہیں؟" گاڑی نہ محسوس انداز میں سڑک کے کنارے روکتے ہوئے وہ استفسار کرتا ہوا اُسکی جانب پلٹا۔

"جب میں جامعہ آئی تھی اور سب مُجھے گھیرے بیٹھے تھیں تب جب میں نے اپنے شوہر کا یعنی آپ کا نام بتایا تب تو کسی کا یہ حال نہیں ہوا جیسے آپ کو دیکھ کر ہو رہا تھا۔" قلبِ جبار تیز ہوتی دھڑکنوں سے پہلی بار حُسن المآب کو اپنے سامنے بغیر رُکے، بغیر ہچکچائے اِتنی برجستگی سے کہتے سُن رہا تھا اور یہ اُسکی زندگی کے بہت سارے تجربوں میں سب سے خوبصورت، سب سے حسین تجربہ تھا۔وہ جِس روانگی سے اُسکو 'اپنا شوہر' کہہ گئی تھی، قلبِ جبار کا دِل اُس ایک لمحے میں عرش کی بُلندیاں چُھو آیا تھا۔

"ہوسکتا ہے۔"اُس نے پِھر سے وہی ٹکڑا لگایا جبکہ حُسن المآب نے ایک بار پِھر اُسی تیزی سے نفی میں سَر ہلایا جبکہ جبار کی مُسکراہٹ گہری ہونے لگی۔وہ آنکھوں میں ڈھیروں چمک لیئے اُسکو دیکھتا رہا جو پرسوچ نظروں سے ونڈو سکرین سے باہر دیکھ رہی تھی۔

"اَب تم اپنے شوہر کو انڈر اِسٹیمیٹ کر رہی ہو۔"جبار نے جِس انداز میں کہا، حُسن المآب نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا۔

"ہاں! آپ تو جیسے کہیں کے تیس مار۔۔۔"وہ جو اُسی برجستگی سے کہنے لگی تھی، تیزی سے دائیاں ہاتھ ہونٹوں پر رکھ کر خاموش ہو گئی جبکہ اُسکی بات پر، اُسکے انداز پر جبار کا قہقہ بےساختہ تھا۔حُسن المآب نے جھینپ کر اُسکو دیکھا جو مُسلسل ہنسے جا رہا تھا۔

"میں نے وہ بس۔۔۔۔"اُس نے خفت سے کہنا چاہا مگر جبار کی ہنسی تھمنے میں نہیں آ رہی تھی۔

"آپ۔۔۔مُجھ پر ہنس رہے ہیں؟" اُس نے جس طرح صدمے سے سوال اُٹھایا، جبار کی ہنسی کو فوراً بریک لگ گئی۔ مُسکراہٹ دبا کر خفگی سے دیکھتی حُسن المآب کا دائیاں ہاتھ نرمی سے تھام کر تھپکا۔

"میں خود پر ہنس رہا ہوں، میری جان!" حُسن المآب جو اُسکے یوں ہاتھ تھامنے پر بوکھلائی تھی، اُس طرزِ تخاطب پر مُنتشر دھڑکنوں کے ساتھ تحیر سے آنکھیں پھیلائے، گلابی ہوتے چہرے سے جبار کو دیکھتی اُسکی تیزی سے بھاگتی، دوڑتی دُنیا کو ساکن کر گئی۔

"خود پر ہنس رہا تھا کہ میں جو اپنے نام اور مقام سے پوری دُنیا میں مشہور ہونے پر چوڑا ہوا پھِرتا تھا، اُسکو اُسکی محبوب بیوی جانتی تک نہیں۔" اُسکا دائیاں تھاما ہاتھ، بغیر اپنے الفاظ کی وضاحت دیئے اپنی جانب ہلکا سا کھینچ کر، اپنی بھاگتی، دوڑتی، سَر پٹخ کر سینے سے ٹکراتی دھڑکنوں کے مقام پر رکھتے ہوئے حُسن المآب کی پوری ہستی کو ششدر کر دیا۔ رُک جاتی دھڑکنوں سے وہ اپنے دائیں ہاتھ کے نیچے تیزی سے دھڑکتی، اُن مضبوط دھڑکنوں کو سُنتی، آنکھیں تحیر اور نا سمجھی سے پھیلائے جبار کو پھِر سے اپنے سحر میں باندھنے لگی۔

"محبوب بیوی!" اُسکی سبز آنکھیں اُن مُنتشر دھڑکنوں، سیاہ آنکھوں میں خیمہ زَن ہوئے جذبوں اور اُس طرزِ تخاطب پر لرز کر بھیگنے لگیں۔ سبز آنکھوں کو بھیگتے دیکھنا کوئی سہل تجربہ نہیں تھا تبھی پھیکے لڑتے چہرے کے ساتھ جبار نے اُسکا ہاتھ آہستگی سے چھوڑ کر سیدھا ہوتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی۔ سنبھل کر سیدھی ہو بیٹھی حُسن المآب چہرہ جُھکائے گود میں رکھے، اپنے اُس ہاتھ کو دیکھے گئی جو کچھ دیر پہلے جبار کی نرم گرفت میں اُسکی تیزی سے بھاگتی، دوڑتی دھڑکنیں محسوس کر رہا تھا۔ ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں کو سَر جھٹک کر آپس میں میچ کر اُس نے گاڑی رُکنے پر چہرہ اُٹھایا اور پھِر گھر کے بجائے، گاڑی

کو قبرستان کے باہر کھڑا دیکھ کر چہرہ پھیر کے جبار کو دیکھا جو اُسکے دیکھنے سے قبل ہی دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔ حُسن المآب اُسکو اپنی جانب آ کر دروازہ کھولتے دیکھ کر چہرے کے تاثرات بامُشکل سنبھالے، تیزی سے اُسکو دیکھے بغیر باہر نِکلی۔ پھسلتی چادر کندھوں پر سہی سے جماتے ہوئے جبار کے پیچھے چل پڑی۔ایک قبر کے سامنے رُک کر وہ سائیڈ پر ہوا اور اُن دو قبر کے کتبوں کو دیکھ کر حُسن المآب کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔وہ اُسکی ماں دِلآویز سکندر اور اُسکی نانو جہاں آرا سکندر کی قبریں تھیں۔

اُن قبروں کے سامنے دو زانو بیٹھ کر بھیگتی آنکھوں سے اُس نے دونوں ہاتھوں سے اُن قبروں کو چُھوا جبکہ جبار نے چونک کر دوسری قبر کا کتبہ پڑھا' **دِلآویز سکندر!**" یہ یقیناً اُسکی امی کی قبر تھی۔ سمجھ کر گاڑی کی جانب جاتے جبار سے غافل وہ خاموشی سے بہتی آنکھوں سے دُعائیں پڑتی رہی۔گلاب کی پتیاں اور پانی کی بوتل ہاتھ میں لیئے آتا جبار اُسکی تیز ہوتی سسکیوں پر ٹھہر گیا۔اُسکا رونا اِس قدر دِلخراش اور روح گھائل کر دینے والا تھا کہ جبار خود کو اُسکے عقب میں پنجوں کے بل بیٹھنے سے روک نہیں سکا۔اُسکے دونوں شانوں پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر جبار نے حُسن المآب کو چونکا دیا۔

"صبر اور دُعا کرو حُسن۔"اُسکی مدہم سرگوشی سماعتوں میں محسوس کر کے اُسکے آنسو رُکنے کے بجائے مزید تیزی سے اُسکے رُخسار بھگونے لگے۔

"پچیس دِنوں سے صبر ہی تو کر رہی ہوں۔"ہچکیوں کے درمیان سسک کر کہتے ہوئے اُس نے جبار کے دِل کی دھڑکنیں سُست کر دیں۔اُسے وہ الفاظ اپنے دِل میں گڑھتے، خود کو شدید ندامت اور ملال میں مُبتلا کرتے محسوس ہونے لگے۔اُسے وہ سب یاد آنے لگا جو اُسکے نکاح میں آتے ہی حُسن المآب کو سُننا اور سہنا پڑا تھا۔وہ دلگرفتگی سے حُسن المآب کو اپنی نانو کی قبر پر سَر رکھ کر روتے دیکھتا رہا۔سیاہ

آنکھوں میں سَرخی کا اضافہ ہونے لگا۔ کنپٹی کی وہ واحد نس پھر سے پُھولنے لگی۔ گہرا حبس زدہ سانس لے کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ لو!" آہستگی سے کہتے ساتھ اُس نے پُھولوں کا شاپر اور پانی کی بوتل اُسکے عین سامنے جُھک کر رکھی اور پھر پیچھے کو ہو کر کھڑا ہو گیا۔ وہ حُسن المآب کا دُکھ سمجھ سکتا تھا کیونکہ اُسکا اور حُسن المآب کا دُکھ ایک جیسا ہی تھا۔ حُسن المآب نے آنکھیں سختی سے رگڑ کر صاف کیں اور پھر وہ شاپر اور پانی کی بوتل پکڑ کر اُٹھ کھڑی ہائی۔ جبار اُسکو خاموشی سے اُن دونوں قبروں پر پانی کا چھڑکاؤ اور پھول ڈال کر آنکھیں موند کر دُعا مانگتے دیکھتا رہا۔ کتنے ہی گھنٹے دبے پاؤں گُزر گئے مگر جبار اُسی خاموشی سے پُشت پر ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ اُس نے ایک بار بھی حُسن المآب اور اُسکے پیاروں کے بیچ ہوتے ریاز و نیاز میں دخل دینے کی کوشش نہیں کی۔ ڈھل چُکے سورج کی ماند کرتی تمازت پر حُسن المآب نے چونک کر چہرہ اُٹھا کر اُترتی شام کو دیکھا اور پھر چہرہ پھیر کر خاموشی سے کھڑے جبار کو دیکھا۔ وہ تین : تیس پہ قبرستان آئے تھے اور اب پانچ : تیس ہونے والے تھے۔ وہ تو کب سے بیٹھی تھی مگر جبار تب سے کھڑا تھا۔ شرمندگی سے کپڑے جھاڑ کر شاپر اور خالی بوتل ہاتھ میں پکڑ کر وہ اُٹھ کھڑی کوئی۔

"ایم سوری! مُجھے وقت گُزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔" مدہم بھیگی آواز میں کہتے ہوئے اُس نے جبار کو نظریں چُرانے پر مجبور کر دیا۔ اُس چہرے کو دیکھنے سے ہر ممکن احتراز برت کر جُھک کر اُسکے ہاتھ سے شاپر اور بوتل لے کر وہ خاموشی سے پلٹا۔ حُسن المآب نے آخری نظر اُن قبور پر ڈالی اور تیز قدموں سے اُسکے ساتھ چلنے لگی۔

"قبرستان میں وقت گزرنے کا احساس کسی کو بھی نہیں ہوتا۔" اپنے برابر چلتی حُسن المآب کو دیکھے بغیر اُس نے آہستگی سے کہا۔ حُسن المآب نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو ناک کی سیدھ میں دیکھ کر چلتے ہوئے اُس کو دیکھنے سے مکمل احتراز بَرت رہا تھا۔ اُسکا دِل جو پہلے ہی سوگوار تھا مزید بُجھنے لگا۔

"میری گاڑی!" اچانک سے یاد آنے پر اُس نے قبرستان کا دروازہ پار کر کے قدرے اونچی آواز میں کہتے ہوئے سَر پر ہاتھ مارا۔

"کریم داد کا مُجھے میسج آ گیا تھا۔ وہ لے آیا ہے تمہاری گاڑی۔" اُسکو تسلی کروا کر حیران ہونے کا موقعہ دیئے بغیر اُس نے پسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا۔ حیران سی حُسن المآب کوئی سوال پوچھے بغیر اندر بیٹھ گئی۔ دروازہ بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ آ کر سنبھالتے جبار نے گاڑی سٹارٹ کر کے ریورس کی اور پِھر گاڑی مارگلہ کی پہاڑیوں کو جاتے راستے کی جانب موڑ لیں۔

"یہ گھر کا راستہ تو نہیں ہے۔" گاڑی میں پھیلتی عجیب سی خاموشی کو حُسن المآب نے ہی توڑا۔ جبار نے اُسے دیکھے بغیر خاموشی سے اثبات میں سَر ہلایا۔ اُسکو کچھ بولنے پر مائل نظر نہ آتے دیکھ کر حُسن المآب خاموشی سے چہرہ پھیر کر شام میں جگمگاتی روشنیوں کو دیکھنے لگی جنہوں نے اسلام آباد کی خوبصورتی اور تازگی میں اضافہ کر دیا تھا۔ سڑک کے اطراف میں ہر جانب نظر آتا سبزہ اُسکی رو رو کر سوجی آنکھوں کو تراوہٹ پہنچا رہا تھا۔

جبار کو گاڑی روڈ سائیڈ پارکنگ پر روکتے دیکھ کر اُس نے چونک کر اِردگرد دیکھا۔ وہ جگہ مارگلہ کا سن سیٹ سپاٹ تھا اور اُس وقت وہاں سے نیچے روشنیوں میں جگمگاتا اسلام آباد اِتنا ماورائی سا لگ رہا تھا کہ گاڑی سے اُترتی حُسن المآب بے اِختیار ریلنگ پر ہاتھ رکھ کے نیچے نیلی اور سفید روشنیوں سے دھمکتے

اسلام آباد کو چمکتی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔برابر کھڑا ہوتا جبار ایک نظر نیچے دیکھ کر گہرا سیاہ ہوتا آسمان دیکھنے لگا۔

"تمہاری زندگی مُجھ سے شادی کر کے یقیناً بہت مُشکل ہو گئی ہے۔"خاموشی کے طویل وقفے کو توڑ کر جو بات کہی گئی اُس پر حُسن المآب نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو آسمان کی وسعتوں میں روشن دھمکتے ماہِ کامِل میں نہ جانے کیا تلاش کر رہا تھا۔وہ نہ سوال تھا، نہ کوئی رائے مگر حُسن المآب اُس بات کو بغیر جواب کے نہیں واپس پلٹانا چاہتی تھی۔

"اِیسا نہیں ہے۔ہاں! آپ سے شادی سے پہلے بہت مُشکل ضرور تھی۔"اُسکی نفی اور پھِر اُس صاف گوئی سے واضح کرتے لہجے پر جبار اُسکو دیکھنے سے خود کو مزید نہیں روک سکا۔رات کی تاریکی اور مدہم روشنیوں کا عکس اُسکے چہرے پر پڑتے ہی جبار کو مبہوت ہو جانے پر پھِر سے اُکسا رہا تھا۔

"لیکن ہر مُشکل کے ساتھ آسانی ہوتی ہے۔میرے اُس سب سے مُشکل وقت میں میرے پاس نانو جیسی شفیق، مہربان اور مُحبت کرنے والی عورت کا سہارا تھا جو ہر کسی کو مُیسر نہیں آتا۔"اُسکے حد سے زیادہ مثبت جواب پر جبار بغیر کچھ کہے نگاہوں کا خیرہ کرتے اُس چہرے کو دیکھے گیا۔

"آگے کا کیا سوچا ہے تم نے؟" حقیقت کا اِدراک ہوتے ہی اُسکو سنبھل کر پوچھنا پڑا۔حُسن المآب نے ناسمجھی سے اُسکی جانب رُخ کرتے ہوئے دیکھا۔

"یعنی اگر ہماری شادی نہ چل سکی تو۔۔۔"اُسکو دیکھنے سے مکمل احتراز برتتے اُس نے جو کہا اُس پر حُسن المآب کے دِل میں چھن سے کچھ ٹوٹا تھا لیکن شُکر ہے! دِل ٹوٹنے کی، دِل میں کچھ ٹوٹنے کی

آواز باہر نہیں آتی۔وہ بھی بے یقینی سے سنبھل کر جلد نِکل آئی یعنی اُسکا سفر ساتھ کھڑے شخص کے ساتھ زیادہ نہیں رہ گیا تھا۔اُسکے کردار کا منظر سے غائب ہونے کا وقت ہوا چاہ رہا تھا حالانکہ اُسکے ذہن میں اِیسا کچھ نہیں تھا۔وہ نانو کے لیئے ہی سہی اِس رشتے کو آخری دَم تک چلانے کی کوشش کرتے رہنا چاہتی تھی مگر خیر! زبردستی تو کسی کی زندگی میں نہیں رہا جا سکتا۔وہ کچھ گھنٹوں پہلے کی خوبصورتی اُن دونوں کے درمیان سے بہت آہستگی سے تحلیل ہو کر فنا ہونے لگی۔

"وہ تو پھِر میرا مسئلہ ہو گا، آپ کا نہیں۔"نرمی سے کہتے ہوئے اُس نے جبار کو ٹھٹکا دیا۔اُسکے دِل کے مقام میں بڑی شدت کی تکلیف اُٹھی تھی۔اندر کی گھٹن میں اِضافہ ہونے لگا۔وہ کیسے حُسن المآب سے کچھ اچھا سا سُننے کی اُمید رکھے بیٹھا تھا جب وہ خود۔۔۔۔کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔اُس تگڑے، دِل کو چھلنی کرتے سوال اور جواب کے بعد دونوں نے خاموشی کو ہی چُنا کیونکہ خاموشی زیادہ بہتر تھی۔کچھ سوچ کر حُسن المآب کا ہاتھ اپنی گردن تک گیا اور پھِر اُسکو وہی پینڈنٹ اُتارتے دیکھ کر جبار نے اُسکی جانب رُخ کیا جو پوری فرصت سے اُس کو اُتار کر نفاست سے لپیٹ کر اُسکے سامنے کر رہی تھی۔

"یہ لیں!" اُسکو یونہی ساکن سا اپنے کُھلے ہاتھ میں پڑے پینڈنٹ کو گھُورتا پا کر اُسے کہنا پڑا۔جبار کی نظریں اُسکے ہاتھ سے ہوتی ہوئیں اُس چہرے تک گئیں جو بے رِیا، صاف اور شفاف تھا۔

"یہ میں نے صرف تمہارے لیے لیا تھا۔"وہ خود کو کم اَز کم یہ کہنے سے روک نہیں سکا۔وہ صرف یہ بات کہہ دینا چاہتا تھا۔وہ اِس پینڈنٹ کو خریدتے وقت اپنے دِل میں اُبھرتے جذبوں کو رائیگاں نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔آسمان پر روشن ہوتا مکمل چاند، ماہ کامِل اُن دو مُحبت میں مُبتلا ہو کر بھی احتراز برتتے زمانے کی ستائی، مُضطرب روحوں کو دیکھتا رہا، اپنی روشنی بکھیرتا رہا۔

"یہ میرا ہی رہے گا اِسکا اَب مُجھے یقین نہیں ہے۔"اُس نے آہستگی سے کہہ کر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا جبکہ جبار کا دِل پانی بن کر بہنے لگا۔اُسکو یونہی بے حس و حرکت دیکھ کر حُسن المآب نے آگے بڑھ کر پینڈنٹ اُسکے کوٹ کی دِل کے مقام پر بنی پاکٹ میں ڈال دیا۔اُسکے سپید پڑتے چہرے کو دیکھے بغیر چند قدم پیچھے کو ہو کر پلٹی۔اُسکو پلٹتے دیکھ کر جبار کی آنکھوں کی سطح میں نمی تیرنے لگی۔اُسکا خود پر سے اِختیار ختم ہو رہا تھا۔دِل کی پُکار پر لبیک کہتے ہوئے اُس نے پلٹ کر خود سے دُور جاتی حُسن المآب کو کہنی سے تھام کر اپنی جانب کھینچ لیا۔وہ جو اپنی سوچ میں گُم پلٹ رہی تھی، جھٹکا کھا کر ششدر، پھیلتی آنکھوں اور دَھک رہ جاتے دِل سے اُسکے عین مُقابل کھنچی چلی آئی۔

آنکھوں میں ڈھیروں بے یقینی اور تحیر لیئے وہ اُن سیاہ آنکھوں میں اُتر آتے جذبوں اور نمی کو دیکھ کر سرپٹ بھاگتی دھڑکنوں سے گھبرا کر لرزتی پلکیں جُھکا گئی جبکہ جبار قریب آ چُکے اُس گلابی ہوتے چہرے کو دیکھ کر سانس اور دھڑکنوں کی روانگی کو یکسر فراموش کر بیٹھا۔وہ چہرہ، وہ سبز آنکھیں جسے اُس نے، اُسکے دِل نے بہت چاہا تھا، جو اِتنے کم وقت میں اُسکو جان سے پیارا ہو گیا تھا قلبِ جبار کے اِس قدر قریب تھا کہ وہ دِل کی خواہش پر ایک بار پھر لبیک کہتے ہوئے اُس چہرے کو مُحبت اور عقیدت سے مغلوب ہو کر چُھو سکتا تھا۔

چاند نکلے گا تو لہروں کو جُنوں ہو جائے گا

صبح تک سارا سمندر پُر سکوں ہو جائے گا

عشق میں اِک مرحلہ اِیسا بھی آیا تھا کہ جب

اِیسا لگتا تھا کہ میں جو بھی کہوں ہو جائے گا

ایک لمحے کے لئے ہر سو نظر آئے گا تُو

اور پھر ماحول سارا جُوں کا تُوں ہو جائے گا

بس اِسی احساس نے پتھر کئے پاؤں میرے

میں مُڑا تو پیار کا پرچم نگوں ہو جائے گا

رات! اُس کے اور میرے بیچ خیمہ تان لے

ورنہ مُجھ پر سبز آنکھوں کا فُسوں ہو جائے گا

میں بھی اِک میلہ لگا سکتا ہوں اپنے چار سُو

لیکن اِس سے میری تنہائی کا خُوں ہو جائے گا۔۔۔

(واحد اعجاز میر)

گہرا تھکا سانس لے کر جبار نے اُسکی پُشت پر اپنا دائیاں بازو پھیلاتے ہوئے، اُسکو اپنے حصار میں لے کر کندھے سے لگا لیا۔ساکن ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ حُسن المآب نے اپنی پھٹتی آنکھیں سختی سے میچ لیں۔وہ نہ جانے کتنی دیر تک بغیر کچھ کہے، اُسکو اپنے کندھے سے لگائے نرمی سے اُسکی پُشت تھپکتا رہا۔ حُسن المآب نے ٹھہر کر دھڑک اُٹھتے دِل سے میچی آنکھوں سے پیچھے ہونا چاہا مگر جبار اِس کے لیئے تیار نہیں تھا۔اِتنی ہمت کر کے تو وہ اُسے حصار میں لینے میں کامیاب ہوا تھا۔اِیسے کیسے اُسکو دُور جانے

دیتا۔وہ یونہی آنکھیں موندے چہرے کو چُھو کر تراوہٹ دیتی ہوا اور اپنے حصار میں مُقید خوشبو پر قربان جانا چاہتا تھا۔

"تمہیں دی ہوئی کوئی بھی شے میں کبھی واپس نہیں لے سکتا۔"اُسکے بے حد مدہم سے کہے جانے پر حُسن المآب نے لرزتی آنکھیں کھول لیں۔

"چاہے پھِر وہ یہ پینڈنٹ ہو یا میرا دِل۔"اُسکو نرمی سے کندھے سے تھام کر نگاہوں کے سامنے کرتے ہوئے، اُس گلابی ہو کر شاداب ہوتے چہرے اور لرزتی پلکوں کو بے حد شوق سے دیکھ کر کہا جبکہ حُسن المآب کی پلکیں بے یقینی سے لرز کر اُٹھیں اور اُن سیاہ آنکھوں میں چمکتے اَن گنت جذبے اور شوق کی قندیلیں جلتی دیکھ کر اُسکا دِل اُن جذبوں پر ایمان لانے لگا۔

"تم میرے لیئے سب بہت مُشکل کر رہی ہو حُسن المآب۔"اُسکے شانے نرمی مگر مضبوطی سے تھامے اُس نے جِس بے بسی اور دلگرفتگی سے چہرہ اُسکے قریب لا کر کہا، حُسن المآب کی پلکوں پر منوں بوجھ آ گِرا۔اُسکا دِل جو گلاب کی طرح کِھلنے لگا تھا، غبار آلود ہونے لگا۔کِرچی ہوتے دِل سے حُسن المآب اُسکی گرفت جھٹک کر جِس تیزی پیچھے ہوئی، جبار کے دِل کو دھکا لگا مگر وہ اُسکی کیفیت سے غافل اپنا سپید پڑتا چہرہ بائیں جانب پھیر کر لرزتی ہاتھوں کو باہم ملا کر تیز قدموں سے گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔ یہ آخری الفاظ! اُسکو ہوش میں لانے کو کافی تھے۔یہی الفاظ تو اُسکے باپ نے جانے سے قبل اُسکی ماں کو کہے تھے۔وہ جو خود کو سب جانتے، بوجھتے آکاش کی بُلندیوں پر محسوس کرنے لگی تھی، مُنہ کے بل زمین پر آ گری۔کیسے بُھول گئی کہ وہ دوسری عورت ہے، مجبوری میں کیا جانے والا سودا۔اُسکو گاڑی کا

دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے دیکھ کر جبار نے چہرہ جُھکا کر گردن کی پُشت سہلاتے ہوئے گہرا سانس لیا۔وہ حصار سے نکل کر دُور کیا گئی تھی، جبار کا دِل ڈوبنے لگا تھا، دھڑکنیں ماند ہو گئیں تھیں۔

ساقب اور لیلیٰ جو چھٹیاں گزارنے شمالی علاقہ جات میں رہنے والے لیلیٰ کے والدین کے ہاں گئے ہوئے تھے، آج واپس آئے۔ساقب افکار صاحب اور فروہ افکار کا بیٹا تھا اور لیلیٰ اُسکی بیوی۔وہ دونوں جبار اور اُسکی بیوی سے نہیں مِل سکے تھے حالانکہ لیلیٰ کا بہت دِل تھا جبار کی بیوی سے مِلنے کا لیکن اُسکے ابو دِل کے مرض میں مُبتلا تھے۔اِسی لیئے اُن کی بیماری پر ساقب اور اُسکو جانا پڑا تھا۔

"اَب بھائی جان کی طبیعت کیسی ہے، بیٹا؟" فروہ بیگم نے مروہ بیگم کے برابر بیٹھتے ہوئے اپنی بہو سے پوچھا۔

"اللہ کا شُکر ہے امی۔بالکل ٹھیک ٹھیک۔بس موسم کی وجہ سے طبیعت اوپر نیچے کو جاتی ہے۔"لیلیٰ نے نرمی سے تسلی بھرا جواب دیا۔

"خجستہ پھوپھو اور زیبا نظر نہیں آ رہیں۔"لیلیٰ نے چائے کے ٹرے لیئے اندر آتی زینب سے سوال کیا جو چائے کی ٹرے ٹیبل پر رکھ کر سب کو اَب کپ پکڑا رہی تھی۔

"زیبا نے شاپنگ کرنی تھی تو وہیں۔"زینب کے جواب پر لیلیٰ نے سمجھ کر سَر ہلایا۔

"جبار اور اُسکی بیوی آئے تھے؟ کیسی تھی اُسکی بیوی؟" لیلیٰ مُدعے کی بات پر جس طرح آئی اُن تینوں کے چہروں پر مُسکراہٹ چھا گئی۔

"ماشاءاللہ سے بہت اچھے اخلاق والی، نیک سیرت بچی ہے۔ہمارا جبار قسمت کا دھنی ہے جو اُسکو حُسنہ جیسی بیوی مِلی ہے۔"مروہ بیگم کے کہے جانے کی تصدیق میں فروہ بیگم اور زینب نے بھی سَر ہلایا جبکہ لیلیٰ چونک گئی۔

"حُسنہ نام ہے اُسکا؟" اُسکا چونکنا بنتا تھا۔

"حُسن المآب نام ہے لیکن بھائی کے علاوہ اُنکو سب حُسنہ کے نام سے پُکارتے ہیں۔"زینب کے مُسکراتے لہجے پر لیلیٰ نے ناسمجھی سے اُسے دیکھا۔

"جبار کیوں نہیں؟" اُسکے سوال پر زینب نے اپنی مُسکراہٹ دبائی۔

"جبار بھائی حُسنہ بھابھی کو حُسن کہتے ہیں۔"اُس نے شریر لہجے میں جو بات بتائی اُس پر لیلیٰ کے چہرے کو بھی محضوظ ہوتی مُسکراہٹ چُھو گئی۔

"اللہ دونوں کی جوڑی سلامت رکھے اور حاسدوں کے شر سے بچائے۔"لیلیٰ کے برجستہ کہے جانے پر اُس ن تینوں نے بیک وقت 'آمین' کہا اور پِھر ایک ساتھ چاروں ہنس پڑیں۔

"دادو جاگ گئی ہیں تو میں اُن سے مِل لوں۔"لیلیٰ کہہ کر اُٹھی تو اُن سب کو بھی اپنے اپنے کاموں کے لیئے اُٹھنا پڑا جبکہ زینب، لیلیٰ کے ساتھ ضوفشاں بیگم کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

واپسی جانے کے بجائے جبار نے گاڑی کا رُخ خاموشی سے مارگلہ کی پہاڑیوں پر موجود **'مونال'** کی جانب کر دیا۔اُسے خود بھوک نہیں تھی لیکن حُسن المآب کو ضرور لگی تھی یہ بات وہ اُسکے میدے سے آتی

دہائی کی وجہ سے سمجھا تھا۔ گاڑی مونال کی پارکنگ میں روک کر اُس نے ڈرائیونگ سیٹ سے اُتر کر اپنے خیالات میں بُری طرح گم بیٹھی حُسن المآب کی جانب کا دروازہ کھولا۔ چونک جاتی حُسن المآب نے چہرہ پھیرا اور جب دیر پہلے تک اچانک سے قریب آئے ہوئے چہرے کو دیکھ کر مُضمحل دھڑکنوں سے نگاہوں کا زاویہ بدل کی نیچے اُتر آئی۔

"گھر آ گیا؟" اِدھر اُدھر دیکھنے کے بجائے اُس نے برائے راست جبار سے سوال کیا۔

"نہیں! مُجھے بُھوک لگ رہی ہے تو ہم یہاں کھانا کھانے آئے ہیں۔" اشارہ سے مونال کے بورڈ کی جانب اشارہ کر کے بتایا گیا۔ اثبات میں سَر ہلاتی حُسن المآب خاموشی سے اُسکے برابر چلنے لگی۔ موسم خوشگوار تھا۔ ایبٹ آباد کی نسبت یہاں ٹھنڈ تھی مگر اِتنی خاص نہیں اِسی لیئے زیادہ تر لوگ اوپن ائیر میں بیٹھے کھانے اور اسلام آباد کے خوبصورت مناظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

ریلنگ کے قریب رکھی کرسیوں پر بیٹھی حُسن المآب کی ساری کثافت اُس منظر کو دیکھ کر بھاگنے لگی۔ نیچے سے نظر آتا روشنیوں میں نہلایا اسلام آباد آنکھوں کو بڑا بھلا لگ رہا تھا۔ ویٹر کے کھانا رکھتے ہی جبار نے اُسکو دیکھا جو کھانے کے بجائے ٹیبل پر ٹکائے ہاتھ پر چہرہ رکھے دائیں جانب نظر آتے اسلام آباد کو دیکھ رہی تھی۔ اسلام آباد کے مناظر خوبصورت تھے مگر جبار کے لیئے سامنے بیٹھا چہرہ ہر منظر سے زیادہ دلکش تھا۔

"کھانا کھاؤ۔" نرمی سے کہتے ہوئے اُس نے حُسن المآب کو پِھر سے چونکا دیا جبکہ اُسکی غائب دماغی پر اَب کی جبار حقیقتاً ٹھٹک کر بغور اُسکو دیکھنے لگا جو کھانے کی پلیٹ میں چمچ ہلا رہی تھی۔ گہرا سانس لے

کر جبار نے چُھری کی مدد سے سٹیک کے کئی چھوٹے ٹکڑے کر کے اپنی پلیٹ اُسکے سامنے رکھی جبکہ اُسکی اُٹھا کر اپنے سامنے رکھ کر حُسن المآب کو خود کو دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

"اَب کھاؤ!" اِشارہ سے کہہ کر وہ خود بُھوک نہ ہونے کے باوجود کھانے کو مزیدار ثابت کرنے کے لیئے شوق سے کھانے لگا جبکہ اُسکے تاثرات دیکھ کر حُسن المآب نے پہلا ٹکڑا رکھا اور بس پِھر وہ بُھول گئی کہ اُسکے سامنے جبار بیٹھا ہے۔اُس سے اور اسلام آباد کی متاثر کرتی خوبصورتی سے غافل وہ جی جان سے کھانے کی جانب متوجہ ہو چکی تھی جبکہ اُسکو یوں کھانے سے انصاف کرتے جبار کی مُسکراہٹ بڑی بےساختہ تھی۔وہ اِتنا تو جان ہی گیا تھا کہ حُسن المآب بُھوک کی کچی اور اچھا خاصا دِل سے کھانے والوں میں سے تھی۔وہ یونہی چمکتی آنکھوں اور دلکش مُسکراہٹ کے ساتھ چہرہ دائیں ہاتھ کے پیالے میں گرائے فرصت سے اُسے دیکھے گیا۔

"یہ بریانی کھائیں۔بہت ٹیسٹی ہے۔"اُسکی نظریں محسوس کر کے حُسن المآب نے اُسکے لیئے بریانی نکالتے ہوئے جس انداز میں کہا جبار کے دِل کے تار پھر سے مدھر سی دُھن پر بجنے لگے۔

"کھانا تو پڑے گا۔"مُسکرا کر کہتے ہوئے وہ باہر بریانی سے لطف اندوز ہو رہا تھا مگر اُسکی ساری حسیات حُسن المآب کی جانب مائل تھیں۔کسی کی حیران، ششدر نظروں سے غافل اُسکی مُسکراہٹ تھمنے میں نہیں آ رہی تھی۔

"ڈیڈ دیکھیں! وہ جبار ہی ہے نہ۔"کئی ٹیبل دُور بیٹھی وشمہ اِتنی دُور بھی نہیں تھی کہ اُسے قلبِ جبار کے چہرے کی دلکش، نہ معدوم ہونے والی مُسکراہٹ اور عجیب سی سَرمستی سے دھمکتی سیاہ آنکھیں نہ نظر آتیں۔

"ہاں! میں اِسے پہلی بار اِتنا مُسکراتے دیکھ رہا ہوں۔ہم جسے جانتے ہیں یہ اُس جبار سے یکسر مُختلف لگ رہا ہے۔"وشمہ کے ڈیڈ نے بھی چہرہ پھیرتے ہوئے تحیر سے کہا جبکہ کھڑی ہوتی وشمہ کو یقین تھا کہ اُسکے سامنے بیٹھا شخص یقیناً میزان حیدر نہیں ہے۔مُٹھیاں آپس میں بینچ کر وہ کسی لڑکی کا سیاہ دوپٹے میں لپٹا سَر دیکھ رہی تھی جس نے جبار کو یکسر مُختلف انسان میں بدل دیا تھا۔دھڑا دِل جلتے دِل سے اُس نے کرسی چھوڑی اور اُسکے ڈیڈ بھی اُسی پریشانی سے اُٹھ کھڑے ہوئے جبکہ وشمہ کی اماں جو فون کال میں مصروف تھیں، تیزی سے کال کاٹ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔وہ جانتی تھی کہ اُنکی بیٹی ایک شخص کے پیچھے ہی پاگل ہے اور یقیناً اُسے وہی یہاں نظر آ گیا ہو گا۔کل کی ہوئی تحقیر بھولے وہ اپنے باپ کے ہمقدم تیزی سے اُسکے سَر پہنچ گئی مگر جبار اُن خونخوار نظروں سے غافل حُسن المآب کو دیکھنے میں محو تھا۔ بیٹی کا سُرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر اُنکو آگے آنا پڑا۔

"ارے جبار بیٹا!" سائیڈ سے آتی شناسا آواز پر جبار نے چونک کر چہرہ پھیر کر اُٹھایا اور سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر قدرے حیران ہوا وہیں اُسکے ساتھ کھڑی لڑکی کو دیکھ کر اُسکے چہرے کی مُسکراہٹ سِمٹ کر ناگواری میں بدل گئی جسے وشمہ اور اُسکے باپ نے واضح محسوس کر لیا تھا۔حُسن المآب نے جبار کے ناگوار اور سخت ہوتے تاثرات پر تعجب سے چہرہ پھیرا اور سامنے کھڑے لوگوں کو دیکھ کر اُسکی نگاہ واپس نہیں پلٹ سکی۔دِل میں اُٹھتی اذیت بھری قیامت کے ساتھ وہ اُن لوگوں کو دیکھے گئی۔

"اسلام و علیکم! فُرقان صاحب۔"بغیر مُسکراہٹ چہرے پر لائے جبار نے اُٹھ کھڑے ہوئے کر وشمہ کے ساتھ کھڑے فُرقان خان سے ہاتھ مِلایا۔

"وعلیکم اسلام، مائی سَن! کیسے ہو؟" جبار سے اُنکی کوئی اِیسی بے تکلفی نہیں تھی کہ اِتنی گرمجوشی سے اُسکا ہاتھ نظرانداز کر کے گلے سے مِل لیتے۔غیر آرام دہ ہر کر پیچھے ہوتا جبار حُسن المآب کی بےیقین نظروں سے غافل تھا۔وشمہ کی مُسکراہٹ یک دَم کسی سوچ کے ساتھ روشن ہوئیں۔

"یہ میری بیٹی ہے وشمہ فُرقان خان اور وشمہ، جبار سے میرے بزنس ریلیشنز ہیں۔یہ بالکل مُجھے اپنی اولاد جیسا ہے۔"اُنکی مبالغہ آرائی پر جبار اندر تک بدمزہ کر رہ گیا۔دونوں باپ، بیٹی ایک جیسے تھے۔ بیٹی نے اپنے اِس باپ سے زبردستی مُسلط ہونے کا ہنر سیکھا ہو گا۔

"یہ میری وائف ہیں۔۔۔"چہرہ اُٹھا کر حیران، بےیقین، ناسمجھی سے خود کو دیکھتی حُسن المآب کا ہاتھ نرمی سے پکڑ کر اُسے اُٹھایا جبکہ فُرقان خان اور وشمہ نے ششدر ہو کر اُسکے شاداب اور خوبصورت چہرے کو دیکھا۔

"حُسن المآب!" اِس سے پہلے کہ جبار اُسکا نام بتاتا، فُرقان خان نے اُسکا نام حیرانگی اور بےیقینی سے لے کر جبار کو ٹھٹکا دیا۔اُس نے چونک کر حُسن المآب کا چہرہ دیکھا جو ناگواری اور ناپسندیدگی سے رنگ بدل رہا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" ہوش میں آتے ہی اِس سے پہلے وہ حُسن المآب پر جھپٹتی، جبار نے تیزی سے حُسن المآب کو ہاتھ سے پکڑ کر سائیڈ پر کیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے، مِس وشمہ؟" حُسن المآب کو سپید پڑتے دیکھ کر اُس نے جِسطرح غُرا کر کہا آس پاس بیٹھے کتنے لوگوں نے چہرہ پھیر کر وہاں دیکھا۔

"ایم سوری جبار بیٹا! دراصل حُسن المآب میری بیٹی ہے اِسی لیئے وشمہ اِسکو دیکھ کر خوشی سے اِیسے۔۔۔"وہ جو جبار کو ششدر اور حیران چھوڑ کر جملہ مکمل کرنا چاہ رہے تھے، کر نہیں سکے۔

"جبار یہ جگہ بہت اَن کمفرٹبل ہو گئی ہے، چلیں یہاں سے۔"گھوم کر بغیر کوئی تاثر لائے جبار کے برابر آ کر اُسکا بازو نرمی سے تھامتے ہوئے اُس نے وشمہ کے تن بدن میں جہاں آگ لگائی وہیں، تحیرزدہ جبار کی دھڑکنیں سُست کر دیں۔وہ جو فُرقان خان کے انکشاف پر سہی سے حیران بھی نہیں ہوا تھا کسی ٹرانس میں اُن دونوں باپ، بیٹی کو نظرانداز کیئے حُسن المآب کے ساتھ بغیر کسی ڈور اور تگ و دود کے کھِنچا چلا جا رہا تھا۔گاڑی کے پاس پہنچ کر اُس نے جبار کا ہاتھ نرمی سے چھوڑ دیا۔

"آپ کا کیسا تعلق ہے اِس فیملی سے؟" آنکھوں میں ڈھیروں سنجیدگی لیئے وہ پہلی بار جبار سے کوئی سوال پُوچ رہی تھی۔

"کاروباری دعوتوں پر سلام دُعا والا۔"اُسکی جواب پر حُسن المآب نے سوچتی نظروں سے پیچھے دیکھ کر جبار کو دیکھا اور جبار اُسکی نظروں پر ٹھٹک گیا۔وہ اِن نظروں کا سامنا پہلی بار کر رہا تھا۔

"وشمہ ہی وہ لڑکی ہے نہ جو کل آپ پر فدا ہوئی جا رہی تھی؟" اُسکے سوال کی جبار کو اُمید نہیں تھی کیونکہ حُسن المآب اِس انداز میں پہلی بار اُس سے سوال اور باز پُرس کر رہی تھی۔جبار نے تیزی سے دونوں ہاتھ مفاہمتی انداز میں اُٹھائے۔

"میرا قسم سے کوئی لینا دینا نہیں ہے اُس عجیب پاگل سی لڑکی سے۔" اُسکے جُھنجھُلائے انداز اور مفاہمتی اُٹھے ہاتھوں پر حُسن المآب کا دِل مُسکرانے لگا۔میزان اُسکو اِیسے قسم کھا کر یقین دِلاتا دیکھ لیتا تو غش کھا جاتا۔

"پاگل سی ہے نہ، ہے نہ؟" جِس طرح تصدیق مانگ کر وہ کھکھلا کر ہنستی چلی گئی جبار نے ساکن وجود اور مُنتشر دھڑکنوں سے مبہوت ہو کر اُسکو دیکھا جِس کا چہرہ پارکنگ لاٹ کی مصنوعی روشنیوں سے پاک، پورے چاند کی روشنی سے دھمک کر بے حد دلکش لگ رہا تھا۔وہ ہنسی اُسکے دِل کے سارے تار چھیڑ گئی تھی۔آنکھوں میں ڈھیروں شوق کے جگنو لیئے وہ سیاہ آنکھوں سے اُسکو دیکھتا رہا جو اپنی سبز آنکھوں میں دَر آنے والا پانی صاف کر رہی تھی۔

"اچھا میری بات سُنیں!" اُس مبہوت رہ جاتے شخص کی حالت سے بے خبر وہ کہتے ہوئے چل کر چند قدم اُسکے قریب ہوئی۔اِتنا قریب کہ وہ جو پہلے اُسکے دُور ہونے کی وجہ سے اُسکو نگاہیں اُٹھا کر دیکھ رہا تھا اَب قریب آ جانے پر نگاہیں اور چہرہ جُھکائے اُس چہرے کو دھڑکتے دِل سے دیکھنے لگا جِس چہرے پر سارے زمانوں کی نرمی اور فکر سِمٹ آئی تھی۔نہ جانے وہ اِیسا کیا کہنے والی تھی؟

"اگر کوئی غیر عورت غیر ضروری آپ سے فرینک ہو تو اُسے تھپڑ جَھڑ دینا آپ پہ ویسے ہی جائز ہے جیسا کسی بھی عورت کا بُرے اور ہلکے کردار کے مَرد پر تھپڑ جَھڑ دینا۔عزت صرف عورت کی ہی تو نہیں ہوتی نہ۔" نرمی سے اُسکی سیاہ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ جو کہہ رہی تھی اُس پر جبار کے چہرے کا رنگ متغیر ہونے لگا۔سامنے کھڑی نرمی سے دیکھتی عورت اُسکے زخمی دِل پر اپنے الفاظ سے پھاہے رکھ رہی تھی۔

"مَرد کی بھی عزت اُتنی ہی قیمتی ہے جِتنی عورت کی بلکہ میرے نزدیک مرد کی عزت زیادہ سنبھال کر رکھی جانی چاہیئے کیونکہ مَرد کے سامنے ایک معاشرہ ہے جسے اُسے فیس کرنا ہوتا ہے۔"اُسے سمجھاتی، بتاتی ہوئی عورت اُسکے دِل اور رُوح میں اُتر کر بستے ہوئے اَب آنکھوں سے ظاہر ہونے کے درپے تھی۔وہ اُسکے دِل کے سب سے اونچے، بلند ترین منصب پر فائض ہو بیٹھی تھی اور اُس رُتبے سے اُسے کوئی اور تو کیا جبار تک ہٹا دینے کا مجاز نہیں رہا تھا۔

"آجکل کی کچھ عورتوں کو بھی کچھ مردوں کی طرح عزت اور شرافت کی زُبان سمجھ میں نہیں آتی۔ آپ سمجھ رہے ہیں نہ میری بات؟" اُسکے محو ہوتے چہرے سے نظریں پھیر کر رسانیت سے کہتے ہوئے اُس نے آخر میں پِھر سے تصدیق کرنے کو اُس صُمٌ بُکمٌ شخص کو دیکھا۔

"جبار!" اُس میٹھے لہجے پر وہ قربان ہو جانا چاہتا تھا۔

"میں سمجھ رہا ہوں۔"مدہم لہجے میں کچھ اِیسا تھا کہ حُسن المآب کی آنکھوں میں چونکنے کا تاثر جبار نے خود تک سَر اُٹھاتے دیکھا۔

"کیا؟" اُسکے تاثرات کچھ نہ سمجھ میں آنے کے باوجود دَھڑکن روک دینے والے تھے۔

"جو تم سمجھا رہی ہو۔"اُسی محویت سے بِنا تامل کے جواب دیا گیا۔بات عام سی تھی مگر نہ جانے کیوں اُن سیاہ آنکھوں کو دیکھتی حُسن المآب کی پلکیں لرز کر جُھکتی چلی گئیں۔

"سمجھ گئے ہیں تو عمل بھی کرنا ہے۔"آہستگی سے چہرہ جُھکا کر یاد دہانی کروانا نہیں بُھولی تھی وہ جبکہ جبار کے چہرے کو پِھر سے مُسکراہٹ نے چُھو لیا۔

"تم بالکل میری ماں جیسی ہو۔"اُسکے خمار آلود لہجے پر وہ جیسے چیخ کر **'کیا'** کہتے ہوئے بدک کر پیچھے ہوئی، قلبِ جبار کا سارا جُوش، سارا خمار اور ساری محویت بَھک سے اُڑی اور پِھر حُسن المآب کا چہرہ دیکھ کر وہ گردن پیچھے کو پھینکے بےاِختیار جاندار قہقہ لگا کر ہنستا چلا گیا۔اُسکا اونچا، بھاری قہقہ پارکنگ لاٹ میں بہت دُور تک گیا۔کتنے لوگ ہی پلٹ پلٹ کر اُسکو دیکھنے لگے جسکا قہقہ تھمنے میں نہیں آ رہا تھا جبکہ حُسن المآب نے جھینپ کر شرمندگی سے اِدھر اُدھر رُک کر ٹھٹکتے لوگوں کو دیکھ کر جبار کو دیکھا۔پارکنگ میں آتی پہلے سے دھڑا دَھڑ جلتی وشمہ کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے تھے۔اُسکا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ اِس حُسن المآب کی گردن مروڑ دیتی جسکے سبب سے جبار سب بُھلائے یوں بےفکر ہو کر ہنس رہا تھا۔وہ جبار جسے قہقہ لگانے تو دُور ہنسنا تک نہیں آتا تھا۔

"یار تم۔۔۔"ہنسی روکنے کی کوشش میں ایک بار پِھر اُسکے ہونق تاثرات دیکھ کر جبار کا قہقہ پُھوک پڑا۔

"کیا ہو گیا ہے جبار۔"سب لوگ یوں جبار کو دیکھ کر گُزر رہے تھے جیسے ہو پاگل ہو گیا ہے اور وہ واقعی جگہ کا فرق بُلائے جِس طرح ہنس رہا تھا۔۔۔اُن سب کی نظروں پر حُسن المآب بےچینی سے آگے ہوئی اور ایک ہاتھ ہنس ہنس کر بےحال ہوتے جبار کے کندھا پر جبکہ دوسرا ہاتھ اُسکے ہونٹوں پر سختی سے جما کر پیچھے ہوئی۔دَھک رہ جاتا جبار سیاہ آنکھیں پھیلائے اُسکو دیکھنے لگا جو جبار کو دیکھنے کے بجائے آس پاس سے گزرتے لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔وہ لمس اِس قدر پاک اور مہربان تھا کہ جبار کا دِل ٹھہرنے لگا۔وہ جو اپنے اِردگرد موجود عورتوں کے غلیظ لمس سے عاجز آیا شخص تھا، اُس دھڑکنیں مُنتشر کرتے، تراوہٹ اور مُحبت پہ مائل کرتے اُس لمس پر اندر، باہر تک مہکنے لگا۔دِل میں موجود عقیدت مقدار میں بڑھنے لگی۔

"سب آپ کو پاگل سمجھ کر گُزر رہے ہیں۔" خفگی سے چہرہ پھیر کر اُس نے جِس پریشانی سے جبار کو دیکھ کر کہا، قلبِ جبار کا دِل، اُس کی پوری ہستی اُس عورت کے عمر بھر کے لیئے غلام ہو گئے۔اُن سیاہ آنکھوں کی بڑھتی چمک میں اِیسی شدید لپک تھی کہ حُسن المآب تیزی سے بوکھلا کر پیچھے ہوئی۔۔

"سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔"اُسکی جھینپ مٹانے کو اُس نے گردن کی پُشت سہلاتے ہوئے بے پرواہی سے کہا مگر اندر سے اُس مہربان، بے رِیا لمس نے قلبِ جبار کی پوری ہستی کو ہلا کر رکھ دیا۔

"آپ لگ بھی رہے تھے۔"اُسکے برجستہ کہے جانے پر جبار ایک بار پِھر اپنے قہقے پر قابو نہ رکھ سکا اور حُسن المآب نے دہل کر اُسکو دیکھا۔

"پاگل ہو گئے ہیں؟" لوگوں کی نظریں اُسکو خون کھولا دینے کو کافی تھیں تبھی جُھنجُھلا کر اُس پر چڑھ دوڑی۔

"ہاں! ہو تو گیا ہوں۔"مُسکرا دبا کر کہتے ہوئے وہ پِھر سے ہنسنے لگا جبکہ حُسن المآب نے اُسکو بازو سے پکڑ کر گاڑی کی جانب کھینچا۔وہ اُسکی 'ارےےےے' کی دُہائیوں کے باوجود دھکیل کر ڈرائیونگ سیٹ کی جانب لائی اور آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

"بیٹھیں جلدی!" اُسکے حکم صادر کرتے انداز پر جبار نے مُسکراہٹ دبا کر چہرہ پھیرا۔وہ جو اُس جیسے شخص کو ایک اِنچ نہیں ہلا سکتی تھی، اُسے دھکیلتے ہوئے گاڑی تک کیسے لے آئی؟ یہ ایک مُعمہ تھا۔ مُسکراہٹ دبا کر جبار ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔حُسن المآب گھوم کر پسنجر سیٹ پر آ کر بیٹھی جبکہ گاڑی سٹارٹ کرتا جبار اُسکی خفگی کا سبب جاننے سے قاصر تھا۔

"یار! میں کون سا پاگل ہوں۔جو سمجھ رہا تھا، سمجھنے دو۔"اَب کے اُس نے نرمی سے کہا۔وہ حُسن المآب کی ناراضگی نہیں چاہتا تھا۔وہ اُس سے کب اِتنا بے تکلف ہوا حُسن المآب کو بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا۔

"یا پھر میرا قہقہہ اِتنا جناتی اور خطرناک ہے کہ تم سب کے سامنے شرمندگی محسوس کر رہی تھی؟"" اُسکو جواب نہ دیتے دیکھ کر گاڑی پارکنگ لاٹ سے نکالتے ہوئے استفسار آیا جبکہ حُسن المآب نے خفگی سے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا اور عین اُسی وقت جبار نے بھی اُن ساری دُنیا سے خفا ہوتی آنکھوں میں دیکھا اور نظر نہیں چُھڑا سکا۔

"لوگ آپکو عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے اور مُجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔" نظریں تیزی سے پھیرتے ہوئے اُس نے آہستگی سے کہتے ہوئے دنگ ہوتے جبار کو عجیب سے کیف میں مُبتلا کر دیا۔ اُسکی نظریں خود پر مسلسل ٹھہری دیکھ کر وہ پھِر سے اپنے اُن ہاتھوں کو دیکھنے لگی جنہوں نے جبار کی دھڑکنیں محسوس کی تھیں۔

"جبار! سامنے دیکھیں۔"چہرہ اُٹھا کر اُسکی نظر جیسے ہی سامنے گئی، قدرے اونچی آواز میں کہتے ہوئے مسحور سے جبار کو چونکا دیا۔ماحول میں چھاتے فُسوں نے اپنے پَر نرمی اور آہستگی سے سمیٹ کر اُڑان جاری رکھی۔اِس فُسوں کا اَب اُن دونوں کے بیچ سے جانے کا کوئی اِرادہ نہیں تھا۔اُسکا مقام اور مکان اب یہیں تھا۔گھر آنے تک پھِر حُسن المآب نے خاموش رہنے میں ہی غنیمت جانی مگر اِس بار کی خاموشی دونوں نفوس کے دِلوں کو اُداس اور بُری نہیں لگ رہی تھی۔گھر کے پورچ میں گاڑی روک کر اُس نے باہر نکل کر حُسن المآب کی جانب کا دروازہ کھولا اور اَب کے ٹھٹھکے بِنا وہ **'جزاک اللہ'** کہہ کر

نیچے اُتر آئی تبھی پورچ میں کھڑی اپنی گاڑی تک نظر گئی اور چمکتی آنکھوں کے ساتھ، جُوش سے گاڑی کی جانب بڑھی۔اُسکے انداز پر جبار کے قدم بھی بےاِختیار اُسکی جانب بڑھے۔

"یہ گاڑی میں نے نانو کی پسند سے لی تھی۔"دونوں ہاتھ آپس میں دُعائیہ انداز میں باہم مِلا کر کہتے ہوئے اُس نے جبار کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"تبھی بہت اچھی ہے۔"اُس چھوٹی سے، معمولی سی گاڑی کی تعریف اُس نے جس طرح پورے دِل سے کی حُسن المآب کے چہرے کی خوشی دیدنی تھی۔

"ہیں نہ۔جذاک اللہ!" کریم داد نے چہرہ پھیر کر اپنے سردار کا مُسکراتا، روشن چہرہ بےحد حیرانگی سے دیکھا جو اب اپنی بیگم کے ساتھ مُسکراتے ہوئے اندر جا رہے تھے۔کریم دَاد کا یہ پہلا اور انوکھا اور تعجب انگیز تجُربہ تھا اپنے سردار کو خوش دیکھنا، وہ ابھی ایک عورت کے ساتھ۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اپنے ساتھ چلتی حُسن المآب کو اچانک سے راہداری مُڑتے دیکھ کر وہ برجستہ خود کو کہنے سے روک نہیں سکا۔چونک کر حُسن المآب تحیر سے پلٹی۔

"کمرے میں۔"اُسکے مُختصر جواب پر جبار جیسے ہوش میں آیا۔ہاں! وہ سید حویلی سے واپس آ چُکے تھے مگر اُسکا دماغ ابھی تک ٹھکانے پر نہیں آ رہا تھا۔کچھ دیر وہ یونہی خاموش چہرے کے ساتھ حُسن المآب کی سوالیہ، بےخبر آنکھوں کو دیکھتا رہا اور پِھر اثبات میں سَر ہلا کر تیز قدموں سے پلٹا۔حُسن المآب کو خود سے دُور جاتے دیکھنا آسان نہیں تھا، خود دُور جانا سہل تھا۔

"شب بخیر!" پیچھے سے آتی پُکار پر اُس نے چہرہ پھیر کر حُسن المآب کو دیکھا اور مُسکرا دیا اور پھِر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا جبکہ اُسکی اِتنی نرم مگر اُداس مُسکراہٹ پر حُسن المآب کا دِل تحفظات کا شکار ہونے لگا۔وہ شخص، اُسکا ساتھ دُھوپ چھاؤں جیسا تھا۔مسئلہ سارا یہی تھا کہ اُسکے ساتھ کی دُھوپ جلا کر بھسم کر دینے والی نہیں بلکہ سَرما کی شدید ٹھنڈ میں مُیسر ہونے والی نعمت جیسی دُھوپ تھی۔اُسے نہیں معلوم تھا کہ اِس مَنظر سے جا چُکے شخص کے ساتھ اُسکا سفر کب تک کا اور کِتنا تھا وہ بس اِس لمحے سب بُھولے کھوکھلی اُمید اور بےنام آس کے تحت اپنی آنکھوں میں اُس شخص کے حوالے سے کوئی خواب بُننے لگی تھی حالانکہ ایک بےیقینی دبے پاؤں اُسکے ساتھ چلنے لگی تھی۔اِس گھر کے علاوہ، اِس چھت کے علاوہ، جبار کے علاوہ اُسکو کہیں پناہ نہیں مِل سکتی تھی مگر ہوایں جِس طرح اپنا رُخ بدل رہی تھیں، جذبے بدل رہے تھے اُسکا دِل کسی اِنہونی کی چاپ اور دَھڑکے محسوس کر کے سُن ہو رہا تھا۔

میں کہ دو روز کا مہمان تیرے شہر میں تھا

اَب چلا ہوں تو کوئی فیصلہ کر بھی نہ سکا

زندگی کی یہ گھڑی ٹوٹتا پُل ہو جیسے

کہ ٹھہر بھی نہ سکوں اور گُزر بھی نہ سکوں

مہرباں ہیں تری آنکھیں مگر اے مُونسِ جاں!

اِن سے ہر زخمِ تمنا تو نہیں بَھر سکتا

اِیسی بے نام مسافت ہو تو منزل کیسی

کوئی بستی ہو بسیرا ہی نہیں کر سکتا

ایک مدت ہوئی لیلائے وطن سے بچھڑے

اَب بھی رِستے ہیں مگر زخم پُرانے میرے

جب سے صرصر میرے گُلشن میں چلی ہے تب سے

برِگ آوارہ کی مانند ٹھکانے میرے

آج اِس شہر کل اُس شہر کا رَستہ لینا

ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے

یہ سفر اِتنا مُسلسل ہے کہ تھک ہار کے بھی

بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے

تُو بھی اِیسا ہی دِل آرام شجر ہے جِس نے

مُجھ کو اِس دشتِ قیامت سے بچائے رکھا

ایک آشفتہ سر و آبلہ پا کی خاطر

کبھی زُلفوں، کبھی پلکوں کو بچھائے رکھا

دُکھ تو ہر وقت تعاقب میں رہا کرتے ہیں

یوں پناہوں میں کہاں تک کوئی رہ سکتا ہے

کب تلک ریت کی دیوار سنبھالے کوئی

وہ تھکن ہے کہ میرا جسم بھی ڈھ سکتا ہے

اجنبی لوگ، نئے لوگ، پَرائی گلیاں

زندگی اِیسے قرائن میں کٹے گی کیسے؟

تیری چاہت بھی مُقدس، تیری قُربت بھی بَہشت

دیس پر دیس کی تفریق گھٹے گی کیسے؟

ناگزیر آج ہوا جیسے بچھڑنا اپنا

کل کسی روز ملاقات بھی اِمکان میں ہے

میں یہ پیراہنِ جاں کیسے بدل سکتا ہوں

کہ تیرا ہاتھ میرے دل کے گریبان میں ہے۔۔۔

(احمد فراز)

اگلے دِن حُسن المآب کو اِیسا محسوس ہونے لگا کہ کل رات اُس نے خواب میں گُزاری۔وہ سارا وقت جو اُس نے جبار کے ساتھ گُزارا تھا، کسی خواب کی طرح صبح ہوتے ہی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

گاہے بگاہے چہرہ اُٹھا کر جبار کو دیکھتے ہوئے اُسکی آنکھوں میں مایوسی گہری ہونے لگی۔وہ اُسے جان کر نظرانداز کر رہا تھا یا پھر اُسکی عقل ٹھکانے آ گئی تھی۔ناشتہ ختم کرنے کے بعد بھی وہ کتنی دیر بے مقصد بیٹھی رہی کہ شاید جبار چہرہ اُٹھا کر اُسے پھر اُنہی نظروں سے دیکھ لے۔وہ اُس ایک نظر کے پیچھے نئے سِرے سے سب بُھول جانے کو تیار تھی۔گہرا سانس لے کر ناشتے سے ہاتھ کھینچتے ہوئے وہ چائے پینے لگی۔اُس شخص سے اُمیدیں لگانا بےکار تھا۔اُن آنکھوں میں ٹھہرے جذبوں کی شدت پر ایمان لانا بےوقوفی تھی۔وہ وضاحت نہ کرنے پر مائل، تقسیم ہوا شخص اُسکا ہو ہی نہیں سکتا تو بس اُسکے دُھوپ چھاؤں جیسی فطرت سے اُسے باقی بچے کُچے دِنوں تک سمجھوتہ کرنا تھا۔

جبار نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جو پورے انہماک سے چائے پینے میں مصروف تھی۔وہ کتنی ہی دیر تک اُس چہرے کو دیکھتا رہا جِس نے کل اُسکے دِل کی دھڑکن اور اُمیدوں کو بڑھا کر اظہار کی ہمت دِلائی تھی اور کل رات ہی وہ ہمت سید قاسم مُجتبیٰ اُس سے چھین چُکے تھے۔اُسکی سماعتوں میں پھر سے رات کو آنے والی قاسم مُجتبیٰ کی کال گونجنے لگی۔

"تمہیں زیبا کو بھی ساتھ لے کر جانا چاہیئے تھا۔"اُنکی تان پھر سے وہیں آ کر ٹوٹ رہی تھی۔وہ جِس کا آج بےحد خوبصورت مگر دِل کو سوگوار کرتا دِن گزارا تھا، جُھنجھلانے لگا۔

"اگر آپ نہیں چاہتے کہ میں سارے مروت اور لحاظ بُھول جاؤں تو مُجھے اِس وقت مت اُکسائیں دادا صاحب۔"بامُشکل لہجے پر قابو پا کر اِس قدر ٹھہرے لہجے میں کہا گیا کہ سید قاسم مُجتبیٰ لب بھینچنے پر مجبور ہو گئے۔

"میری ایک بات اچھی طرح یاد رکھنا جبار۔اگر میری نواسی کا گھر نہیں بس سکتا تو سید قاسم مُجتبیٰ اُس کل کی آئی، دو ٹکے کی لڑکی کا گھر بھی بسنے نہیں دے گا۔"اُنکی اگلی بات پر وہ بستر چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"افسوس! اِس طرح کی باتیں اور الفاظ کہتے ہوئے بالکل بُھول جاتے ہیں کہ آپ سید ہیں۔اپنے اِس عظیم نسب کو کارڈ کی طرح بروقت استعمال کرنے کا ہنر آپکے علاوہ اور کِس کو آسکتا ہے۔شُکر کریں کہ میری ماں کی تربیت آپکے اِیسے الفاظ سُن کر مُجھے روک لیتی ہے۔"وہ اُن سے ویسی بدتہذیبی نہیں کر سکتا تھا مگر وہ اُنکو آئینہ ضرور دیکھا سکتا ہے۔اُس گہرے طنز پر سید قاسم مُجتبیٰ کا چہرہ تیزی سے سُرخ ہوا۔

"اگر تم نے حُسن المآب کو ہم پر مُسلط کیا۔اُسکے ساتھ ہماری نواسی کو بُھول کر خوش رہنے کی کوشش بھی کی تو میں بھول جاؤں گا کے تمہاری دادو بیمار ہیں۔اِس عمر میں اپنی دادو کی طلاق کروانا چاہو گے تم؟" اُنکی آخری بات پر جبار کے پروں تلے سے زمین کھسک گئی۔سُن ہوتی سماعتیں بےیقین ہونے لگیں۔وہ اُن سے کم اَز کم اِس بات کی مر کر بھی اُمید نہیں رکھتا تھا اور اُس وقت جبار کو اپنی اُس کھوکھلی اُمید پر افسوس ہونے لگا۔

"ہم نے وہی کہا ہے جو تم نے سُنا ہے۔ضوفشاں پہلے ہی بیمار ہے جبار اور اِس عمر میں طلاق کچھ مناسب بھی نہیں لگتا۔"اُنکی مصنوعی ہمدردی کے پیچھے چُھپی عیاری پر جبار کی شریانوں میں لہو کے بجائے لاوا دوڑنے لگا۔

"آپ نے آج تک جو کچھ بھی کیا ہے اُس سب کے باوجود مُجھے آپ سے کم اَز کم اِس قدر چھوٹی اور نجی بات کی اُمید نہیں تھی اور میری اُس اُمید پر لعنت قاسم صاحب جو آپکو اپنے باپ کا باپ سمجھتے ہوئے مُجھے آپ سے دادو کے بارے میں تھی۔"سَرد، پتھر کرتے لہجے میں کہتے ہوئے اُس نے کال مُنقطع کر کے سیل فون پوری قوت سے دیوار پر دے مارا۔وہ توڑ پھوڑ کا عادی نہیں تھا مگر سید قاسم مُجتبیٰ کی اِس قدر نجی اور عامیانہ بات نے اُسکا دماغ ماؤف کر کے اُلٹ دیا تھا۔ دوسری جانب سید قاسم مُجتبیٰ نے ششدر ہو کر لرزتے ہاتھوں سے سیل فون اپنی پھیلتی آنکھوں کے سامنے کیا۔اُسکے الفاظ نے اُنکو لمحے بھر کے لیئے اندر باہر سے لرزا دیا تھا۔

سَر جھٹک کر جبار نے ناشتے سے ہاتھ کھینچ کر ہاتھ صاف کر کے تولیہ ٹیبل پر پٹخا اور پھر کرسی اِس قدر زور سے دھکیل کر کھڑا ہوا کہ کرسی اُلٹ کر پیچھے کو جا گِری۔لرز کر چونکتی حُسن المآب نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جس کا چہرہ نہ جانے کیوں غصّے اور پتھر جیسی سنجیدگی نے سُن کر رکھا تھا۔وہ جو کچھ کہنے والی تھی، جبار کے برف جیسے تاثرات دیکھ کر اُسکی ہمت جواب دینے لگی۔اُس آواز پر کچن سے ملازمین نے جھانک کر باہر دیکھا۔اِس خاموش گھر میں کبھی اِیسی آواز جو نہیں گونجی تھی مگر اپنے سردار صاحب کے انداز جو وہ سب بھولنے لگے تھے، اُن سے واقف وہ سب لوگ منظر سے غائب ہو گئے تبھی جبار کے سیل فون کی رنگ ٹون بج اُٹھی۔ جھنجھلا کر اُس نے جس طرح سیل کان سے لگایا، حُسن المآب نا سمجھی اور بے یقینی سے اُسکے انداز دیکھنے لگی۔

"کیا تکلیف ہے؟" دوسری جانب موجود میزان جو کچھ کہنے لگا تھا اُسکے کاٹ کھاتے انداز پر ساکن ہو گیا۔

"کام کی بات ہے تو بتا نہیں تو میرا دماغ اُلٹتے زیادہ دیر نہیں لگنی۔"بغیر کسی مروت کے میزان کے سوال کو نظرانداز کر کے اُس نے جس انداز میں کہا، میزان نے کان میں اُنگلی گُھمائی جبکہ حُسن المآب نے چہرہ پھیر کر کپ پر گرفت مضبوط کر لی۔دوسری جانب موجود میزان کو چند مزید کھری کھری سُنانے کے بعد سیل فون بند کر کے اُس نے جِس طرح اونچی آواز میں 'کریم داد' کو پُکارا، حُسن المآب جو اِیسے لہجوں کی پہلی سے عادی ہونے کے باوجود اِن دِنوں اِیسے لہجے سے کوسوں دُور رہی تھی، لرز کر اپنی جگہ سے اُچھلی۔

"جی! سردار صاحب۔"حیران سا کریم داد نے اُسکے چہرے کے سُرخ تاثرات دیکھ کر آہستگی سے مؤدبانہ کہا۔

"حُسن المآب کو اِنکے ماموں کے گھر چھوڑ آنا۔"اُسکی بات کوئی صُور تھی جو حُسن المآب کی سماعتوں میں پھونکی گئی۔چہرہ ایک جھٹکے سے اُٹھا کر اُس نے جبار کو دیکھا جسکی حُسن المآب کی جانب پُشت تھی۔ کریم داد نے حُسن المآب کی حیرت پڑھ کر اُلجھ کر اپنے سردار صاحب کو دیکھا۔

"کچھ دِن تک لیئے آپ اپنے ماموں کے گھر چلی جائیں۔قُل پر بھی آپ نہیں جا سکیں تو یہ مُناسب نہیں لگتا۔"قدرے رُخ اُسکی جانب پھیر کر جِس اجنبیت اور رکھائی سے کہا گیا، حُسن المآب کی سبز آنکھیں خالی ہونے لگیں۔وہ اُسے منظر سے غائب ہو جانے کا کہہ رہا تھا یعنی وہ اُسکی وجہ سے ہی، کل رات کی بےضرر سی بےاِختیاری کی وجہ سے یوں آتش فشاں بنا سب پر پھٹ رہا تھا۔حُسن المآب کا چہرہ دُھواں دُھواں ہونے لگا۔کریم داد معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے سَر اثبات میں ہلا کر تیزی

سے پلٹ گیا جبکہ حُسن المآب لرزتے قدموں سے بامُشکل کھڑی ہوئی۔اُس گھر جانے کا خیال بھی جان لیوا تھا۔وہ سوچ بھی سوہانِ رُوح تھی۔

"آپ کو مُجھ سے کوئی مسئلہ ہے؟" بڑی دِقت سے لہجے پر قابو پا کر اُس نے آہستگی سے سوال کیا جبکہ جبار کے دِل کی دھڑکن سُست پڑنے لگی۔

"اِیسا نہیں ہے لیکن آپ کو کچھ دِن اپنے گھر جانا چاہیئے۔"وہ اُن لوگوں کو دیکھ کر، جاننے کے باجود اِیسی بات کر رہا تھا یا وہ سِرے سے بُھول گیا تھا سب؟؟ اُس کے لہجے کے تکلف پر حُسن المآب جو اِنکار کرنے والی تھی، کچھ بھی نہیں کہہ سکی۔

"میں کل خود چلی جاؤں گی۔کریم داد کو زحمت نہ دیں۔"نرمی سے کہہ کر کرسی آہستگی سے دھکیل کر بیگ کندھے پر لٹکائے وہ اُسکے برابر سے تیز قدموں سے نکل گئی۔اُسکے جاتے ہی جبار نے ضبط سے آنکھیں سختی سے میچ کر کھولیں۔اُن سیاہ آنکھوں کی سفیدی میں سُرخی دوڑنے لگی تھی۔اُسکا جی چاہ رہا تھا ہر چیز تہس نہس کر رکھ دے۔اِتنے سال گُزر جانے کے باوجود، اِتنا خود مُختار ہونے کے باوجود بھی وہ آج اُسکی مقام پر کھڑا تھا۔اُسکے ہاتھ آج بھی اُسی طرح آہنی زنجیروں میں جھکڑے تھے۔

وحشتیں بڑھتی گئیں ہجر کے آزار کے ساتھ

اَب تو ہم بات بھی کرتے نہیں غم خوار کے ساتھ

ہم نے اِک عُمر بَسر کی ہے غم یار کے ساتھ

میرؔ دو دِن نہ جیئے ہجر کے بار کے ساتھ

اب تو ہم گھر سے نکلتے ہیں تو رکھ دیتے ہیں

طاق پر عزتِ سادات بھی دستار کے ساتھ

اس قدر خوف ہے اَب شہر کی گلیوں میں کہ لوگ

چاپ سُنتے ہیں تو لگ جاتے ہیں دیوار کے ساتھ

ایک تو خواب لیئے پھرتے ہوں گلیوں گلیوں

اِس پہ تکرار بھی کرتے ہو خریدار کے ساتھ

شہر کا شہر ہی ناصح ہو تو کیا کیجئے گا

ورنہ ہم رِند تو بِھڑ جاتے ہیں دو چار کے ساتھ

ہم کو اِس شہر میں تعمیر کا سودا ہے جہاں

لوگ معمار کو چُن دیتے ہیں دیوار کے ساتھ

جو شرف ہم کو مِلا کوچۂ جاناں سے فرازؔ

سُوئے مقتل بھی گئے ہیں اِسی پندار کے ساتھ۔۔۔۔

(احمد فراز)

جامعہ سے نکل کر وہ سیدھا بینک گئی۔وہاں اپنی سیونگز کا معلوم کر کے اُس نے کچھ سوچ کر مایوسی سے سَر جھٹکا اور پھر گاڑی بے مقصد سڑکوں پر دوڑانے لگی۔کوئی راہ سُجھائی نہیں دے رہی تھی۔اُس شخص سے شادی کے وقت حسیب اور افکار منزل سے جان چھوٹنے پر وہ اِس قدر خوش اور مطمئن تھی کہ یہ بھی ذہن میں نہیں آیا کہ جِس سبب سے وہ اِس جہنم سے نکل رہی ہے اگر وہ سبب ختم ہو گئی؟ وہ بھی اپنی ماں کی طرح گھر اور عزت کی خواہش میں عقل کی اندھی ہو گئی تھی۔اُسکا تو جاننے والا، کوئی دوست تک نہیں تھا۔

"کیا معلوم جبار نے ایک دِن کے لیئے کہا ہو۔"دِل نے کچھ سوچ کر خود کو ڈھارس دینا چاہی مگر عقل جو ٹھکانے آ گئی تھی، دِل کو تنفر سے دیکھ کر ہنکارا بھرنے لگی۔

"اپنی ماں والی غلطی کرنی ہے وقتی پڑاؤ کو عمر بَھر کا سائبان سمجھنے کی تو بصدِ شوق۔"عقل کی دلیل روح اور دِل جھنجھوڑ دینے والی تھی۔گاڑی **'حُسن منزل'** موڑتے ہوئے اُسکا دِل کسی انہونی کے احساس سے لرزنے لگا۔وہ گھر جو صرف قلبِ جبار عالم کا تھا اُسے اپنا سمجھنے کی ہلکی سی غلط فہمی اُسکو اَب کیسا دِن دِکھا رہی تھی۔گیٹ پر ہارن دیتے ہی گیٹ کُھلنے پر وہ گاڑی یونہی کھڑی کیئے نہ جانے کِس سوچوں میں مگن تھی، چونکی تب جب پیچھے آ رُکتی جبار کی گاڑی نے ہارن دیا۔چونک کر گاڑی اندر لے جا کر کھڑی کر کے باہر نکل کر، جبار کے نکلنے سے قبل ہی وہ اندر چلی گئی۔ اُسے کل کے لیئے کچھ سوچنا تھا، کوئی لائحے عمل ترتیب دینا تھا۔اُسکو جاتے دیکھ کر جبار نے تھکا، گہرا سانس فضا کے سُپرد کر کے گاڑی کی چابی کریم داد کے حوالے کر کے خود بھی مُضمحل قدموں سے اندر کی جانب بڑھ گیا جبکہ پیچھے کھڑا کریم داد حیران پریشان سا کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔کل رات کو اِتنے خوش و خرم اور مُحبت سے

مخمور ہوتے اُسکے سردار کو ہو کیا گیا تھا اچانک سے؟؟ وہ سمجھنے سے قاصر تھا اور اُسے قاصر ہی رہنا تھا۔

آفس میں دِل نہ لگنے کے باعث وہ جلدی گھر آ گیا تھا بلکہ یوں کہنا جائز ہو گا کہ میزان نے اُسکے مزاج اور طبیعت کو دیکھتے ہوئے اُسے دھکیل کر گاڑی میں بٹھایا تھا۔کمرے میں آ کر اُس نے ویسٹ کوٹ اُٹھا کر بیڈ پر پھینکا اور خود نیچے قالین پر بیٹھ کے سَر بیڈ سے ٹِکا کر آنکھیں مُوند لیں۔آنکھیں تھکن اور جلن سے شدید دُکھ رہی تھیں۔سَر دَرد سے پھٹا جا رہا تھا۔اُس کی تکلیف اور پریشانیوں کا کوئی اَنت ہی نہیں تھا۔بے پایاں خوشی اُسے راس نہیں آئی تھی۔مُحبت اُسکے لیئے مُوزوں ہی نہیں تھی۔وہیں آنکھیں موندے وہ نیند کی وادی میں کب اُترا اُسے خبر ہی نہیں ہو سکی۔اُسکی آنکھ سیل فون کی بنتی رِنگ ٹون کی آواز سے کُھلی۔بھاری ہوتے سَر کو اُٹھا کر اُس نے آنکھیں یونہی مُوندے سیل کان سے لگا لیا۔

"ہوں۔۔۔"اُسکی نیند میں ڈوبی آواز پر میزان نے دانت کچکچائے۔

"ہوں کے بچے! میاں مجنوں صاحب نو بج گئے ہیں۔ضروری میٹنگ ہے یار گیارہ بجے، کب آئے گا؟" میزان کی بات پر اُسکا دماغ بھک سے اُڑا۔آنکھیں تیزی سے مسل کر بے یقینی سے سیل فون پر چمکتے وقت کو دیکھا یعنی وہ شام چھ بجے سے گدھے گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا۔

"میں تو سو رہا تھا۔ابھی تک تیار بھی نہیں ہوا۔"اُسکی بے بس اور بوکھلائی آواز پر میزان نے اپنی ہنسی دبائی۔

"تو ماں صدقے جائے! میں نے آ کر اپنے پُتر کو تیار کرنا ہے۔"میزان حیدر کے جواب پر قلبِ جبار کی آنکھیں نہ کُھلیں، ناممکن۔

"بس! بکواس کروا لو جتنی مرضی۔"نخوت سے کہہ کر اُس نے میزان کو ہنسنے پر مجبور کر دیا۔

"اِسی بکواس نے تیرے چودہ طبق روشن کر کے تُجھے جگایا ہے۔"وہ اپنی سی کہنا نہیں بھولا۔اُسکو جواب دیئے بغیر جبار نے کال مُنقطع کر دی۔واش روم سے فریش ہو کر نکلتے ہی وہ جیسے ہی نیچے ہال میں گیا اُسکو گھر میں جیسی کچھ مُختلف سا محسوس ہوا۔کسی شے کی شدید کمی مگر وہ اندازہ نہیں لگا سکا۔سونے اور کھانا نہ کھانے کی وجہ سے سر اِتنا بھاری ہو رہا تھا کہ حد نہیں۔

"اسلام و علیکم! ناشتہ لگا دوں؟" ملازمہ کے پوچھے جانے پر وہ جو ٹیبل کے پاس کھڑا اُس رونما ہوتی کمی کو سوچ رہا تھا، چونک کر سنبھلا۔

"اپنی بیگم صاحبہ کو بھی بُلا لانا۔"کچھ سوچ کر کہتے ہوئے وہ کرسی دھکیل کر بیٹھ گیا۔ملازمہ جو جانے لگی تھی، ٹھٹک کر رُک گئی۔

"حُسنہ بی بی تو چلی گئی ہیں۔"ملازمہ کے بتائے جانے پر اُسکا سیل فون والا ہاتھ لرزا اور سیل فون ہلکی سی آواز کے ساتھ ٹیبل پر گِر گیا۔

"کہاں؟" ایک لمحے کے لیئے اُسکی ساری دُنیا خاموش ہو گئی۔

"شاید اپنے ماموں کے ہاں۔بتا کر نہیں گئیں۔"اُسکے ساکت ہونے سے بے نیاز ملازمہ جلدی سے بتا کر کچن میں چلی گئی جبکہ جبار نے دو ہاتھوں سے پیشانی مسل کر سہلائی۔بند دماغ میں کوئی سوچ ہی نہیں

رواں ہو رہی تھی۔ناشتے کو دیکھے بغیر سیل فون اُٹھائے وہ کرسی دھکیل کر اُٹھ کھڑا ہوا اور پھر باہر آ کر اُس نے کریم داد کو دیکھا۔کچھ کہنے کی کوشش ترک کر کے کریم داد کے سلام کا جواب دیتے ہوئے وہ گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کرتے ہی بغیر کسی دیر کے **'حُسن منزل'** سے باہر لے گیا۔سارا دِن آفس میں اُسکی بے چینی میزان سے بھی ڈھکی چُھپی نہیں رہی تھی۔اُسکا ہر کام اُلٹا اور غلط ہو رہا تھا۔

"تُجھے ہوا کیا ہے؟" اُسکے ٹیبل پر گِرتی ہوئی فائلز رکھ کر اُس نے انتہائی حیرانگی سے پوچھا مگر جبار سَر نفی میں ہلا کر پھِر سے کام میں مصروف ہو گیا گو کہ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ اُسکا دھیان کام پر نہیں لگا ہوا۔

"پراڈکٹ ٹیسٹنگ پاس کر چُکی ہے۔"گلہ کھنکھار کر اُس نے پھِر سے کہا۔جانتا تھا کہ جبار سے بات کیسے اُگلوائی جا سکتی ہے۔جبار نے بغیر کچھ اثبات میں سَر ہلا دیا۔

"سیمپل کا رزلٹ بہت شاندار آیا ہے تو اَب لانچ پہ بہت سے میڈیا آوٹ لیٹس ہوں گے۔"اُسکی اگلی بات پر جبار نے ہاتھ روک کر چونکتے ہوئے اُسکو دیکھا۔لمحے بَھر کو وہ میزان کا چہرہ خالی الذہنی سے دیکھتا رہا۔ذہن میں کچھ جمع تفریق چلی اور پھِر۔

"میں سوچ رہا ہوں ایونٹ میں حُسن کو سب سے متعارف کروا دوں۔"اُسکے سوچتے لہجے پر میزان حیدر سیدھا ہوا۔اُسکی بات کا سیدھا سیدھا مطلب تھا کہ وہ اپنے دادا صاحب کو مُنہ توڑ جواب دینے کا اِرادہ کر چُکا تھا۔

"اور تیرے دادا صاحب خاموش بیٹھ جائیں گے؟" میزان کا سوال محض سوال نہیں تھا۔

"اُنکو اَب کی بار خاموش ہونا پڑے گا بلکہ نہیں مُجھے کروانا ہی پڑے گا۔"اُسکے مصمم اِرادے میں اچانک سے اُٹھتی بغاوت محسوس کر کے میزان نے بغور اُسکو دیکھا۔

"بھابھی کو پھِر آج بتا دینا۔کچھ دِن میں ایونٹ ہے یا تو عین وقت پر بتائے اُنکو۔۔" اپنی بات کے اختتام پر اُسکے چہرے پر دَر آنے والے تاثرات پر میزان کا ماتھا ٹھنکا اور پھر وہ آگے کو ہوا۔

"بھابھی سے کوئی ناراضگی چل رہی ہے کیا؟" اُسکے سوال پر جبار نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"اِیسا نہیں ہے۔حُسن سے کیسے ناراض ہوا جا سکتا ہے لیکن ہمیشہ سے میرے ستارے گردش میں رہے ہیں۔میں خوش رہنا چاہتا ہوں۔میں چاہتا ہوں کہ میں جو مُحبت اور اُلفت کے جذبے کو نہیں مانتا تھا، وہ اپنا احوال کھول کر رکھ دے مگر نہ میرے اندر اِتنی ہمت ہے اور نہ ہی میرے حالات مُحبت جیسی سہولت کے لیئے سازگار ہیں۔"اُسکے اُکتائے، جُھنجھلانے لہجے میں زمانے کی خفگی اور بےزاری تھی۔

"بتا دے مسئلہ ہی کیا ہے؟" میزان کے کہے جانے پر اُس نے بند مُٹھی زور سے ٹیبل پر ماری۔

"میں سمجھتا تھا کہ سید حویلی سے نکلتے ہی میں آزاد اور خود مُختار ہو گیا ہوں۔میں جو دِل میں آئے کر سکتا ہوں اور کوئی مُجھے زیر نہیں کر سکتا مگر میں غلط تھا۔میں ہمیشہ سے غلط تھا۔"اُس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ سب کچھ تہس نہس کر دیتا۔

"اچھا ابھی سب چھوڑ کر ایونٹ کے لیئے بھابھی کو گھر جا کر انفارم کر۔"وہ اُسکی تھکن میں مُبتلا کرتی کیفیت سمجھ رہا تھا۔گہرا سانس لے کر جبار سیدھا ہوا۔

"وہ گھر پر نہیں ہے۔"اُسکے نظر چُراتے انداز پر اَب کی بار میزان چونک گیا۔

"تو پھِر کہاں ہیں؟" اُس نے سوال نہیں پوچھا مگر اُسکے چہرے پر درج سوال کو جبار نے پڑھ لیا تھا۔

"اپنے ماموں کے گھر۔"اُسکے مُختصر جواب پر میزان ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا۔

"پاگل تو نہیں ہو گیا۔تُو نے مُجھے کہا تھا کہ میں اُسے اپنے ماموں کے گھر کبھی اکیلا نہیں جانے دوں گا۔مُجھے وہاں کے لوگ اُسکے لیے اچھے نہیں لگے۔"میزان کے انداز پر وہ جو پہلے ہی اِتنا بے چین اور پریشانی تھا، تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"میں حُسن کو لینے جا رہا ہوں۔"تیزی سے کہہ کر گاڑی کی چابی اُٹھائے وہ تیز قدموں سے باہر کو بھاگا۔سارا سٹاف پہلی بار اپنے باس کی پُھرتیاں دیکھ کر حیران ہوئے تھے۔گاڑی "**افکار منزل**" کے باہر روک کر باہر نکلا۔چند پل وہ خاموشی اور اِضطراب سے اُس گھر کو دیکھتا رہا اور تبھی دروازہ کُھلنے کی آواز پر اُس نے چونک کر دیکھا۔افکار صاحب اُسکو دیکھ کر لمحے بھر کو ٹھٹھکے اور پھر حیرانگی سے اُس تک آئی۔

"اسلام و علیکم!" تکلفاً کہہ کر ہاتھ آگے بڑھا کر اُنکا بڑھا ہاتھ تھام کر اُس نے سلام کیا۔

"وعلیکم اسلام! حُسن المآب نہیں آئی تمہارے ساتھ؟" گاڑی کی فرنٹ سیٹ کو خالی دیکھ کر اُنہوں نے تعجب سے کہتے ہوئے جبار کو چونکا دیا۔اُسکی پیشانی پر بل پڑنے لگے۔

"دراصل میں یہاں سے گزر رہا تھا تو سوچا آپ سے قُل پر نہ آنے کی معذرت کر لوں۔اُس دِن میری دادی کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔"وہ جس نے کبھی کسی غیر کے سامنے تمہید نہیں باندھی تھی، دھچکے سے نکل کر بامُشکل بات بنا گیا جبکہ افکار صاحب کے اعصاب یک دم ڈھیلے پڑے۔

"کوئی بات نہیں بیٹا۔اَب کیسی طبیعت ہے دادو کی؟ اندر آؤ نہ۔"یاد آنے پر اُنہوں نے کُھلے دروازے کی جانب اِشارہ کیا۔

"اِنشاءاللہ! پھِر کبھی ابھی مُجھے حُسن کو لے کر دعوت پر جانا ہے۔"معذرت خواہانہ تاثرات کے ساتھ اُس نے پریشانی میں بھی جو بہانہ گڑھا اُس پر میزان یہاں ہوتا تو عش عش کر اُٹھتا۔اُن سے مل کر گاڑی کی جانب پلٹتے جبار کے چہرے کے تاثرات تیزی سے بدلے۔حُسن المآب اگر یہاں نہیں تو پھِر؟ وہ تو اُسکے کسی دوست یا رشتے دار کے بارے میں جانتا تک نہیں تھا اور وہ۔۔۔؟ کہاں ہو سکتی ہے؟؟ پیشانی تفکر سے سہلا کر سٹیرنگ پر زور کا ہاتھ مارتے ہوئے وہ خود کو کوسنے لگا۔گاڑی سٹارٹ کر کے کتنے گھنٹوں تک خالی الذہنی سے گاڑی بے مقصد سڑک پر دوڑاتا، باہر کے پھیلتے اندھیرے کو دیکھ کر مضطرب ہوتا رہا۔اُس نے آخری بار بُجھتے دِل سے کال ملانے کے لیئے سٹیرنگ پر لگا کال کا بٹن دبانے لگا تبھی سائیڈ سکرین پر **'معیز کالنگ'** جگمگاتے دیکھ کر گہرا سانس لے کر بٹن دبا دیا۔

"اسلام و علیکم معیز! سب خیریت؟" اِس وقت کم اَز کم وہ معیز سے لمبی بات چیت کرنے کے موڈ میں ہرگز نہیں تھا مگر جیسے ہی گاڑی میں معیز کی پریشان آواز گونجی، قلبِ جبار کے چہرے کا رنگ سفید پڑ گیا، سَر پر ساتوں آسمان آ گِرے، قدموں کے نیچے سے زمیں کھسک گئی۔یہ ساری کیفیات یک مُشت اُس پر حاوی ہوئی تھیں۔

"م۔۔۔میں پہنچ رہا ہوں ہاسپٹل۔۔۔"پیشانی سہلا کر بامُشکل لہجے کی کپکپاہٹ پر قابو پا کر اُس نے کال مُنقطع کرتے ہوئے گاڑی قائد اعظم انٹرنیشنل ہاسپٹل کے راستے پر موڑ دی۔اُسکا ماؤف ذہن ضوفشاں بیگم اور حُسن المآب کے درمیان تقسیم ہو گیا تھا۔

سنبھلنے دے مجھے اے نا اُمیدی! کیا قیامت ہے

کہ دامانِ خیالِ یار چھُوٹا جائے ہے مُجھ سے۔۔۔

ایک رات اور اُس نے دانی کے گھر گزار لی تھی۔دانیال اور نور کی ماں صفیہ تو اُسے مزید ٹھہرنے کا کہہ رہی تھیں مگر وہ اُنکو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔اُسے اپنے لیئے کچھ اور بندوبست کرنا تھا، کچھ اور سوچنا تھا۔دوپہر ہوتے ہی وہ صفیہ آنٹی کا شکریہ ادا کر کے نکل آئی۔گاڑی جامعہ کے راستے پر ڈالے اُسکی سوچیں مُنتشر تھیں۔گاڑی پر ٹائم دیکھ کر اُسکی آنکھیں چمکیں۔اُسکو اپنا کچھ سامان لینا تھا اور اِس وقت تک یقیناً جبار آفس جا چُکا ہو گا۔گاڑی **'حُسن منزل'** کی جانب کرتے ہوئے اُسکا دِل گھبراہٹ کا شکار ہو رہا تھا۔دروازے پر ہارن دے کر اُس نے ایک نظر حیرانگی سے باہر نکلتے کریم داد کو دیکھا۔

"دروازہ نہیں کھولیں، کریم داد!" حیران سے کریم داد کو منع کر کے وہ خود گاڑی سے نکل آئی۔

"میں اپنا کچھ سامان لینے آئی ہوں اور بِھر جانے لگی ہوں۔"کریم داد جو کچھ کہنے لگا تھا نا سمجھی سے دروازہ بند کر کے اُس تک آیا۔

"آپ کل رات گھر کیوں نہیں آئیں حُسنہ بی بی۔ سردار صاحب بہت زیادہ پریشان تھے۔"کریم داد کی بات پر اُسکا پہلے سے بےچین دِل مزید پریشان ہونے لگا۔

"کیوں سب خیریت؟" وہ واقعی نہیں سمجھی۔خود اُسکو جانے کا کہہ کر کیسی پریشانی؟ بےفکری ہونی چاہیئے تھی۔

"وہ آپ کو لینے آپکے ماموں کے گھر گئے تھے مگر آپ وہاں نہیں تھیں تو اُنکو سخت پریشانی ہو گئی کیونکہ اُنکو معلوم نہیں تھا آپ کہاں ہیں۔کتنے گھنٹوں تک وہ آپ کو ڈھونڈتے رہے ہیں۔"کریم داد کی باتوں پر اُسکی آنکھوں میں تحیر سمٹ آیا۔وہ جِس نے اُسے خود جانے کا کہا تھا وہی اُسے سڑکوں پر سب بُھلائے ڈھونڈتا رہا تھا، کیوں؟؟

"پھر سید حویلی سے کال آگئی کہ ضوفشاں بیگم کی طبیعت سخت خراب ہو گئی ہے اور اُنکو یہاں لایا گیا ہے تو بس کل گھر ہی نہیں آئے۔"کریم داد کے بتائے جانے پر حُسن المآب کا دِل دَھک سے رہ گیا۔

"دادو کی طبیعت!" اُسکو معلوم تھا کہ دادو جبار کے لیئے کس قدر اہم ہیں مگر زینب نے اُسے کال کر کے کل ہی کیوں نہیں بتایا کہیں جبار نے تو۔۔۔؟ سر جھٹک کر اُس نے گاڑی کی جانب جا کر اپنا سیل فون نکالا اور اُسکو پاور آف دیکھ کر گہرا سانس لیا۔پرسوں سے اُسکی سوچیں حد سے زیادہ منفی ہو رہی تھیں۔کریم داد کو شُکریہ کہہ کر ہسپتال کا پوچھتے ہی اُس نے گاڑی سٹارٹ کی اور پھر قائد اعظم انٹرنیشنل ہسپتال کے راستے پر ڈال دی۔پیچھے کھڑے کریم داد نے جبار کا نمبر ملایا مگر اُسکا نمبر بند تھا۔ مایوسی سے وہ دروازہ بند کر کے **'حُسن منزل'** کے اندر چلا گیا۔

"جبار بھائی! آپ کھانا کھا لیں جا کر۔ہم سب یہاں ہیں۔"زینب نے اُسکے برابر بیٹھتے ہوئے کہا مگر جبار نے جیسے کچھ سُنا ہی نہیں۔اُسکے ماؤف ذہن میں جھکڑ چل رہے تھے۔

"جبار بھائی! آپ نے کل سے کچھ نہیں کھایا۔"بھائی کی عجیب مضمحل سی حالت دیکھ کر زینب کو ملال ہونے لگا۔

"بُھوک نہیں ہے مُجھے۔تم کھانا کھا کر آؤ میں یہیں ہوں۔"اُس نے دونوں ہاتھ باہم ملا کر چہرہ جُھکاتے ہوئے آہستگی سے کہا۔زینب کتنے ہی پل خاموشی سے اُسکے جُھکے چہرے کو دیکھے گئی۔

"حُسنہ بھابھی کیوں نہیں آئیں؟" وہ جیسے اپنے بھائی کی غیر معمولی اُداسی اور اِس حالت کا سبب سمجھ رہی تھی۔اُس نام پر جبار چونکا ضرور مگر چہرہ نہیں اُٹھایا۔

"گھر پر۔"قدموں کی آہٹ پر چہرہ اُٹھاتے ہوئے اُس نے آہستگی سے کہا۔سامنے سے آتے قاسم صاحب اور زیبا کو دیکھ کر اُسکا حلق کڑوا ہونے لگا۔

"دیکھ لی اپنی دادی کی حالت۔اُن کو اِس حالت میں لانے والے تم ہی ہو۔"اُنکے سخت طیش دِلاتی بات پر جبار یونہی سَرد خاموشی سے اُنکو دیکھتا رہا جبکہ زینب کے چہرے پر ناگواری چھانے لگی۔موقع محل کا خیال کرنا تو سید قاسم مُجتبیٰ صاحب کو آتا ہی نہیں تھا۔

"اگر میرے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانے سے آپکو کوئی اندرونی تسکین مِل رہی ہے، آپ حقیقت سے نظریں چُرانا چاہ رہے ہیں تو بصد شوق۔"ٹھنڈے ٹھار لہجے میں کہتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔قاسم

صاحب نے سُرخ پڑتے چہرے سے دانت پیسے۔ مجال ہے جو کبھی وہ لفظوں کا کوئی وار خالی یا خطا جانے دے۔

"آپ کو میرے خیال سے حویلی واپس چلے جانا چاہیئے کیونکہ غیر ضروری لوگوں کا رُکنا یہاں ویسے بھی منع ہے۔" ایک سَرد نظر تیار ہوئی زیبا پر ڈال کر اُس نے جِس اہانت بھرے لہجے میں کہا اُس پر زیبا دَھڑا دَھڑ جلنے لگی جبکہ قاسم مُجتبیٰ اُسے دیکھ کر رہ گئے۔

"زینب بیٹا تم میرے گھر جا کر آرام کرو۔ کل سے بھاگ دوڑ میں لگی ہوئی ہو۔ جب دادو کو ہوش آئے گا میں تمہیں انفارم کر دوں گا۔" اُٹھ کھڑی ہوتی زینب کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر کہتے ہوئے اُس نے زیبا کو چونکا دیا۔ کچھ سوچتی نظروں سے اُس نے جبار کو دیکھا جو زینب کے ساتھ آئی-سی-یو میں جا رہا تھا اور پھِر خاموش کھڑے آغا جا دیکھا۔

"آغا جان! میں بھی زینب کے ساتھ جبار کے گھر جانا چاہتی ہوں۔" اُسکے کہے جانے پر کسی گہری سوچ میں غرق قاسم مُجتبیٰ صاحب نے چونک کر اُسکو دیکھا۔

"تم یہاں اِس مقصد کے لیئے آئی ہو؟" لمحے بھر میں وہ جس طرح بگڑ کر بولے، زیبا گڑبڑا کر رہ گئی۔ اُنہوں نے ایک سخت نظر اُسکے تیار حُلیے پر ڈالی اور تیز قدموں سے ویٹنگ ہال کی جانب بڑھ گئے۔ پیچھے زیبا نے نخوت سے پیر پٹخا حالانکہ جانتی تھی اَب آغا جان جبار کو ضرور اُسے بھی زینب کے ساتھ بھیجنے کو کہیں گے۔

ڈاکٹرز نے کوئی اچھی اُمید نہیں دِلائی تھی۔ضوفشاں بیگم کے گردے خراب تھے اِسکے علاوہ اُنکے نہ جانے اور کون کون سے عارضے لاحق تھے۔اُنکی عمر اور گردوں کی خرابی کی وجہ سے زیادہ بھاری دوائیاں نہیں دی جا سکتی تھیں اِسی لیئے بےہوشی میں بھی تکلیف میں تھیں۔جبار نے اُنکا سَرد پڑتا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر آہستگی سے سہلا کر اُس میں حدت پہنچانے کی کوشش کی۔ایک تھکتی، سُرخ نظر اُس نے دادو کے مشینوں میں جھکڑے وجود کو دیکھا اور پھر زینب کی جانب پلٹا۔

"میں بس کچھ دیر میں آ رہا ہوں۔تم یہیں دادو کے پاس رہنا۔"بالوں کو بےترتیبی سے پیچھے کر کے وہ تیز قدموں سے باہر نکل آیا۔گھڑی پر دو بجتے دیکھ کر اُسکی پریشانی میں اِضافہ ہونے لگا۔حُسن المآب کہاں ہو سکتی ہے؟ یہ سوال اُسے پاگل کیئے دے رہا تھا۔۔۔گاڑی پارکنگ لاٹ سے نکال کر بےمقصد اِدھر اُدھر دوڑاتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ حُسن المآب کہاں ہو سکتی ہے۔اپنے لاپرواہ اور بےترتیب حُلیے سے بےنیاز اُسکا جی چاہ رہا تھا گاڑی کسی کھائی سے نیچے پھینک دے۔وہ ختم ہو تو یہ قصّہ بھی تمام ہو یا پھِر کم اَزکم زیبا جیسی مُصیبت کا قتل کر کے وہ خود کو اِس عذاب سے نکال لیتا۔سوچ سوچ کر اُسکا ذہن مفلوج ہو رہا تھا کہ اُس نے کل صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا۔اُسکی بُھوک پیاس ایک بار پھِر سے مر گئی تھی۔

وگرنہ مُجھ سے کوئی قتل ہو گیا ہوتا

یہ تُو نے اچھا کیا مُجھ کو مُبتلا کر کے۔۔۔

دو گھنٹے بعد بجتے سیل فون نے اُسکی بےلگام ہوتی منفی سوچوں کو روکا۔

"ہاں زینب!" اُس نے اپنے لہجے کو نارمل رکھ کر بامُشکل کہا۔

"آپ حُسنہ بھابھی کو لینے گئے ہیں تو واپس آ جائیں۔وہ یہاں ہاسپٹل آ گئی ہیں۔"زینب کی آتی آواز نے اُسکے مردہ وجود میں گویا زندگی پھونک دی۔گاڑی ایک جھٹکے سے روک کر اُس نے بےیقینی سے ایل-سی-ڈی کی جانب ہوں دیکھا جیسے آہنگ کانوں پر یقین نہیں آیا ہو اور پھِر گاڑی ریورس کر کے یوٹرن لے کر اُسکی گاڑی فراٹے بھارتی ہوئی واپس ہاسپٹل کی جانب بھاگ رہی تھی۔

"کہاں ہے حُسن؟" اُسکو ڈر تھا کہ کہیں اُسکا سامنا سید قاسم مُجتبیٰ سے نہ ہو جائے اور وہ یقیناً ماحول کا لحاظ کیئے بغیر حُسن المآب کو پھر کچھ بھی کہہ سکتے تھے۔اُسکی عُجلت اور تیزی پر زینب نے اپنے نفیس اور ہمیشہ سلیقے سے رہنے والے بھائی کا بےترتیب، بکھرا حُلیہ دیکھا اور پھِر دادو کے کمرے کی جانب اِشارہ کیا۔گہرا سانس لے کر جبار شیشے کے پاس آ کر اُسکو دیکھ کر ٹھہر گیا جو دادو کا ہاتھ تھامے، ایک ہاتھ اُنکے چہرے پر رکھے اُن سے کوئی بات کر رہی تھی۔دادو کو ہوش آ گیا تھا مگر وہ نیم غنودگی میں تھیں۔جبار کے برابر سے ہو کر ڈاکٹر اندر گیا تو چونک کر جبار پیچھے کو ہو کر وٹینگ ہال کی جانب بڑھا۔

"تم اپنی بھابھی کے ساتھ گھر چلی جانا۔"زینب کو اُٹھ کھڑے ہوتے دیکھ کر اُس نے آہستگی سے کہا۔

"آپ بھی چلیں بھائی۔فریش ہو کر کچھ کھا لیں۔کیا حال بنایا ہوا ہے؟" باہر نکلتی حُسن المآب کی سماعتوں میں زینب کا پریشان لہجہ گونجا۔

"نہیں مُجھے بُھوک نہیں ہے۔تم گھر جا کر آرام کرو۔"اُسکا کندھا نرمی سے تھپک کر اُس نے آہستگی سے کہا۔حُسن المآب پر زینب کی آنکھیں گئیں تو وہ تیزی سے اُس تک آئی۔

"آپ بولیں نہ بھائی کو۔اِنہوں نے کل سے کچھ نہیں کھایا۔"زینب کی بات پر جبار جو چونکا تھا، پلٹ نہیں سکا۔وہ اُس چہرے کو دیکھ کر سب بُھولنا نہیں چاہتا تھا۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔آپ کو دادو بُلا رہی ہیں اندر۔"اُسکے پہلو تہی کرتے اجنبی انداز پر جبار کی آنکھوں میں سرخی دوڑنے لگی۔لب بھینچ کر اُسکو دیکھے بغیر پلٹ کر اُسکے برابر سے ہو کر گزر گیا جبکہ زینب نے ماحول میں دَر آئی سوگواری کو فوراً بھانپ لیا تھا۔

دادو سے مل کر اُسکا خالی ذہن مزید تھکاوٹ کا شکار ہونے لگا۔ہال کی کرسیوں میں سے ایک پر سارے خاندان سے الگ تھلگ بیٹھا وہ حُسن المآب کے نرم دِل کو گُداز کرنے لگا۔اِس سے پہلے کہ حُسن المآب اُس تک جاتی، جبار کو کھڑے ہو کر پریشانی سے ٹہلتے دیکھ کر وہ اِضطراب سے اُسکو دیکھنے لگی۔ شکنوں سے بھری سفید شرٹ کے بازو کہنیوں تک اُلٹائے، سیاہ پینٹ کی جیب میں سے سیل فون نکال کر آنکھوں سے سامنے کرتے ہوئے اُس نے اپنے بےترتیب، بکھرے ہوئے بالوں کو ہاتھ سے بےزاری سے پیچھے کیا۔سید قاسم مُجتبیٰ کو آتے دیکھ کر جبار پلٹنے لگا مگر اُسکی کوشش کسی نے ناکام بنا دی۔جھٹکا کر پلٹتے ہوئے ہوئے اُس نے اپنے دائیں بازو کو دیکھا جو کسی کی نرم، مہربان سی گرفت میں تھا۔ہاتھ سے ہوتی ہوئی اُسکی نگاہ اُس چہرے تک گئی جسے دیکھ کر وہ سب بُھول سکتا تھا مگر بُھولنا نہیں چاہتا تھا۔اُن بےخوابی کا شکار آنکھوں اور بکھرے ہوئے شخص کو دیکھ کر نہ جانے کیوں مگر حُسن

المآب کو اُس پر ڈھیروں پیار آنے لگا۔ حُسن المآب زیبا اور قاسم صاحب کی موجودگی سے غافل جبار کو نرم نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"آپ کو گھر جانا چاہیئے جبار۔" اُسکے اِصرار میں دُھونس نہیں تھی مگر پھر بھی جبار نے اپنے دِل کو جُھک کر مائل ہوتے دیکھا۔ وہ واقعی میں اِس قدر تھک چُکا تھا کہ جگہ کا لحاظ کیئے بغیر کہیں بھی ڈھے جاتا۔ اُس ایک جملے نے اُسکی ساری تھکان اور اِضطراب کو ٹھکانہ فراہم کر دیا تھا۔

اُس کی طرف بس اِس لئے تکتا نہیں تھا میں

سب دیکھتے تھے، آنکھ جَھپکتا نہیں تھا میں

اِیسی دَبیز تہہ تھی بدن پر مَلال کی

جلنے کے باوجود چمکتا نہیں تھا میں

اندر کی ٹوٹ پُھوٹ میں ٹوٹے ہیں لفظ بھی

دورانِ گفتگو یوں اٹکتا نہیں تھا میں

کچھ کچھ شعورِ ہجر مجھے کم سِنی سے تھا

سو ٹہنیوں سے پھول اُچکتا نہیں تھا میں

اک عِطر ساز لمس نے تکمیل کی میری

ورنہ کِھلا ہوا بھی مہکتا نہیں تھا میں

گریہ شروع سے تھا پسندیدہ مشغلہ

گھنٹوں بھی کرتا رہتا تو تھکتا نہیں تھا میں

اچھا ہوا خود اُس کی نظر مُجھ پہ پڑ گئی

اُس کو وہاں پُکار تو سکتا نہیں تھا میں۔۔۔

(عمیر نجمی)

سید قاسم صاحب چونک کر بغور جبار کے موم کی مانند نرم ہوتے تاثرات، جُھک جاتے انداز دیکھ رہے تھے۔اُنہیں زیبا نے سہی چیخ چلا کر کچھ دِن پہلے ہی اُسکی اور حُسن المآب کی تصویریں اخباروں اور ٹی-وی پر دیکھائی تھیں۔وہ اُن تصاویر میں حُسن المآب کا ہاتھ پکڑ کر زمانے سے بےفکر ہو کر لے جا رہا تھا اُس پر قاسم مُجتبیٰ کے کہیں اندر کچھ اُٹھنے لگا تھا۔وہ سچی اور انوکھی خوشی اُنہوں نے جبار کے چہرے پر اپنے ماں، باپ کے مرنے کے بعد کبھی نہیں دیکھی تھی۔

"یہ میری جگہ ہے آغا جان مگر آپ کی وجہ سے یہ کمینی اُس پر۔۔۔"پاس سے زیبا کی زہر اُگلتی آواز پر اُنہوں نے کسی خواب سے بیدار ہو کر چہرہ پھیرا اور پھر جِن نظروں سے اُنہوں نے زیبا کو دیکھا، اُسکی زُبان کو بروقت بریک لگ گئی۔

"جبار کو کہیں نہ میں نے بھی اُسکے گھر جانا ہے۔اِتنا تو کر سکتے ہیں نہ میرے لیئے۔"فوراً سے پینترہ بدل کر اُس نے جس حلاوت سے کہا قاسم صاحب اُسے دیکھ کر رہ گئے۔

"جبار!" کھنکھار کر اُنہوں نے پکارتے ہوئے حُسن المآب کے چہرے کا رنگ زرد کر دیا۔اُسکی گرفت جبار کے ہاتھ پر کمزور ہوئی۔اُسکے پھیکے پڑتے چہرے اور ہاتھ چھوڑنے پر جبار نے چہرہ پھیر کر اُنکو دیکھا جو زیبا کے ساتھ اُسکے عین سامنے آ رُکے تھے۔

"تم گھر جا رہے ہو تو زیبا کو بھی ساتھ لے جاؤ۔نہ جانے اَب کتنے دِن یہاں رُکنا پڑ جائے تو زیبا کا تمہارے گھر رُکنا زیادہ مُناسب ہے۔"اُنکی بات پر حُسن المآب کا دِل ڈوب کر اُبھرا۔

"ٹھیک ہے۔"جبار کے یوں فوراً سے مانتے انداز پر زیبا نے چمکتی آنکھوں سے ٹھٹک کر اپنی جانب دیکھتی حُسن المآب کو تیز نظروں سے فاتحانہ گھورا جبکہ قاسم مُجتبیٰ بھی لمحے بھر کو چونک گئے۔جبار اُنکو وہیں حیران چھوڑ کر زینب کی جانب پلٹا۔

"تم چل رہی ہو نہ؟" اُسکے سوال پر زینب نے مایوسی سے سَر ہلایا۔اُسکے پلان میں یہ مُصیبت زیبا کہیں نہیں تھی۔

"آپ جائیں میں کچھ دیر اور دادو کے پاس رہوں گی۔"جبار اثبات میں سَر ہلا کر تھکاوٹ سے جلتی آنکھوں کو مسلا اور پھِر حُسن المآب کی جانب پلٹا۔

"گھر نہیں چلنا؟" اُسکو یونہی ساکت سا دیکھ کر جبار نے آہستگی سے پوچھا۔چونکتی حُسن المآب نے نفی میں سَر ہلایا مگر اُسکے انکار کو نظرانداز کیئے جبار نے اُسکی کلائی نرمی سے تھام کر اُسے اپنے سامنے کیا اور پھر اُسکا ہاتھ یونہی تھامے باہر کی جانب چل دیا۔اُسے نہیں پرواہ تھی کہ پیچھے اُسکے زیبا آ رہی ہے یا نہیں۔ہک دَق رہ جاتی حُسن المآب سُرخ پڑتے چہرے سے اُسکے ساتھ کھچی چلی جا رہی تھی۔پارکنگ

لاٹ میں گاڑی کے پاس پہنچ کر جبار نے اُسکے لیئے پسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا تو حُسن المآب نے چہرہ پھیر کر چہرہ جُھکا کر پیچھے آتی زیبا کو ایک نظر دیکھا۔اُسکی نظروں کو سمجھ کر بھی جبار نے نظرانداز کر کے بیٹھا کر دروازہ بند کیا اور خود گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔اِس اہانت پر زیبا کا چہرہ سُرخ ہوا۔اُسکی یہ اوقات تھی جبار کے سامنے۔گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کے اُس نے اِس قدر زور سے دروازہ مارا کہ حُسن المآب لرز گئی مگر جس کو سُنانا مقصود تھا اُس پر رتی برابر اثر نہیں ہوا۔سارا راستہ خاموشی ہی قائم رہی۔گاڑی حُسن منزل کے پورچ میں روک کر اُس نے دروازہ کھولا جبکہ کریم داد نے تیزی سے آگے بڑھ کر پسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا۔پچھلا دروازہ کھول کر باہر نکلی زیبا اِس پروٹوکول پر دَھڑا دَھڑ جلنے لگی۔

"اسلام و علیکم کریم داد!" حُسن المآب کے نرمی سے سلام کہنے پر اُس نے بھی مُسکرا کر جواب دیا اور پھر اپنے سردار کو دیکھا جو اِتنے مُضمحل ہونے کے باوجود اَب مُطمئن لگ رہے تھے۔کریم داد مُسکرا کر واپس چلا گیا۔اندر آ کر جبار نے مُلازمہ کو زیبا کے لیئے گیسٹ روم سیٹ کروانے کو کہا اور پِھر حُسن المآب کو دیکھا جو اپنے کمرے کی جانب جانے لگی تھی۔جبار نے تیزی سے اُسکا ہاتھ پکڑ کر اُسکو روک لیا۔زیبا نے کینہ توز نظروں سے جبار کو اپنے ساتھ حُسن المآب کو لے جاتے دیکھا۔

"کچھ تو کرنا ہی پڑے گا مُجھے جبار!" پُرسوچ نظروں سے اُس نے شاہانہ سے ہال میں طائرانہ نگاہ دوڑائی اور پِھر پیر پٹخ کر ملازمہ کے بتائے گئے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

"اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوُک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ /گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں ۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں ۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں۔۔۔ شکریہ۔۔۔۔

کمرے میں آ کر جبار نے اُسکا ہاتھ آہستگی سے چھوڑ دیا۔ حُسن المآب نے اُسے دیکھا جو اَب خاموشی سے صوفے پر جا کر بیٹھ کے سر صوفے کی پُشت سے ٹِکائے آنکھیں موند چُکا تھا۔ وہ یونہی خاموشی سے کمرے کے بیچ و بیچ کھڑی رہی۔ خاموشی پر جبار نے آنکھیں کھول کر چہرہ پھیر کے اُسکو دیکھا جو واپس پلٹ رہی تھی۔ جبار چونک کر کسی گہرے خواب سے بیدار ہوا۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اُسکے مدہم استفسار پر حُسن المآب نے پلٹ کر اُسکو دیکھا جسکا حُلیہ اِس قدر بے پرواہ اور بے ترتیب تھا کہ اُسکو ملال گھیرنے لگا۔

"کمرے میں۔" اپنی جانب اُٹھ کر آتے جبار کو دیکھ کر اُس نے نظریں پھیر کر آہستگی سے جواب دیا۔

"تو یہ کیا ہے؟" اُسکے اگلے سوال پر حُسن المآب نے چونکے بنا اُسکے سنجیدہ انداز کو دیکھا۔

"آپ کا کمرہ۔" حُسن المآب نے بغیر کسی لگی لپٹی کے کہہ دینا ضروری سمجھا۔ ساکن رہ جاتا جبار اُسکو پلٹ کر جاتے دیکھ کے آگے بڑھ کر اُسکو کہنی سے تھام کر اپنی جانب رُخ کیا۔ ٹھٹک جاتی حُسن المآب نے آنکھیں پھیلا کر اُن سنجیدہ، سُرخ آنکھوں کو دیکھ کر اپنا ہاتھ چُھڑوانا چاہا مگر دوسری جانب گرفت نرم مگر مُضبوط تھی۔

"زیبا یہاں ہے تو میں نہیں چاہتا وہ تمہارے ساتھ بدتمیزی کرے، کوئی بدمزگی پھیلائے۔" اُس نے نرمی سے جیسے روکنے کا مدعا بیان کیا۔ حُسن المآب کی آنکھوں کا تاثر بدلنے لگا۔

"یہ اُسکو یہاں دعوت دینے سے پہلے سوچنا تھا آپ کو۔" اُسکے لہجے میں کچھ اِیسا تھا کہ جبار نے ٹھٹک کر اُن سبز آنکھوں کو دیکھا جِن میں خفگی اور جُھنجھلاہٹ سَر اُٹھا رہی تھی۔

"کچھ دِن کی بات ہے۔تب تک تم یہیں رہو۔"اُسکے اِصرار پر حُسن المآب کا چہرہ خفگی سے سُرخ پڑنے لگا۔

"اور اُسکے بعد؟؟" تڑخ کر سختی سے سوال کرتے ہوئے اُس نے جبار کے خاموش اور مایوس ہو چُکے دِل کی کلی کِھلا دی۔یک دَم اُسکے کھچے اعصاب ڈھیلے پڑنے لگے مگر اُس نے حُسن المآب کو جانے نہیں دیا۔اُس خاموشی پر دُھکتے دِل سے حُسن المآب نے پوری قوت سے اپنا ہاتھ چُھڑوا لیا اور جبار نے اب کی بار بغیر مزاحمت کے اُسکا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"تم کل کہاں تھی؟" وہ یہ سوال کرنا نہیں چاہتا تھا مگر اپنی کل کی پریشانی وہ بُھولا نہیں تھا۔حُسن المآب نے سخت نظروں سے اُسکی جانب دیکھا۔اُن نظروں پر جبار کے گلے کی ہڈی اُبھر کر معدوم ہوئی۔

"مقصد مُجھے منظر سے ہٹانا تھا تو یہ بات اہم نہیں کہ میں کہاں تھی۔"اُس بے تاثر لہجے میں جو جواب دیا گیا اُس پر جبار کے چہرے کا رنگ واضح ماند ہوا۔پہلے سے تھکتے اعصاب پر مزید بوجھ آ گِرا۔دِل میں گھٹن مزید بڑھنے لگی۔

"میں نے تمہیں ہر جگہ ڈھونڈا تھا حالانکہ مُجھے معلوم بھی نہیں تھا کہ تم کہاں ہو۔"اُس نے چہرہ جُھکا کر آہستگی سے کہا۔مُنتشر ہوتی دھڑکنوں کو حُسن المآب نے بامُشکل ڈپٹ کر نگاہوں کا زاویہ بدلا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے اگر آپ مُجھے نکال باہر کریں گے تو دُنیا میں میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہو گا۔"یک دَم چیخ کر اُس نے جو کہا اُس پر جبار ہک دَق رہ گیا۔حُسن المآب نے اُس کو دیکھنے کی غلطی نہیں کی۔اُسکو بس اپنی کل کی خواری اور دَربدری یاد آ گئی تھی۔

"میں تمہیں۔۔۔۔"اُس سے صدمے سے کوئی بات بھی نہیں بَن پڑی، کچھ کہا بھی نہیں جا سکا کہ اُسکے وہم و گُمان میں بھی اِیسی بات نہیں تھی۔اُسکو یونہی سیاہ آنکھیں پھیلائے تحیر سے کھڑا چھوڑ کر حُسن المآب دیوان پر جا کر بیٹھ گئی۔جبار تھکی بوجھل آنکھوں سے گہرا سانس لے کر واش روم کی جانب بڑھ گیا۔اُسکی نفیس طبیعت پر اپنا بکھرا، بےترتیب حُلیہ سخت ناگوار گُزر رہا تھا۔ٹھنڈ میں نہا کر باہر نکلتے ہوئے اُس نے اپنے بال بامُشکل سکھائے اور بیڈ پر اوندھے منہ جا کر گِر گیا۔حُسن المآب نے چہرہ پھیر کر اُسے دیکھا اور پھر نظریں پھیر کر باہر دیکھنے لگی۔

"جبار بھائی نے کل دوپہر سے کچھ نہیں کھایا۔"زینب کی آواز اچانک سے اُسکی سماعتوں میں گونجی تو وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُس تک آئی۔

"میں آپکے لیئے کھانا لانے لگی ہوں وہ کھا کر سو جانا۔"ابھی ابھی تو لیٹا تھا اِسی لیئے حُسن المآب کو یہی لگا کہ جبار جاگ رہا ہے مگر دو، تین بار کی پُکار پر بھی کوئی جواب نہیں آیا۔

"جبار!" پریشانی اور تفکر سے اُس نے جُھک کر جبار کے نیم رُخ کو دیکھا۔وہ آنکھیں موندے دوسری جانب چہرہ کیئے ہوش و خرد سے بیگانہ تھا۔شاید تھکاوٹ کی وجہ سے ہی اچانک اتنی گہری نیند چلا گیا تھا۔کچھ سوچ کر حُسن المآب نے جُھک کر دو انگلیاں اُسکے ماتھے سے مَس کیں اور پھر کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئی۔اُسکے چہرے کے تاثرات پہلے جیسے بیگانہ نہیں رہے۔

"جبار!" تیزی سے اُسکا کندھا ہلا کر حُسن المآب نے اُسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

"ہمم!" آنکھیں کھولے بغیر اُسکے مدہم استفسار پر حُسن المآب سر جھٹک کر ڈریسنگ روم کی جانب بھاگ کر گئی اور واپسی میں اُسکے ہاتھ سُرخ رنگ کا تولیہ اور ٹھنڈے پانی سے بھرا ایک باؤل تھا۔کچھ دیر بعد وہ جبار کے ماتھے پر پٹیاں رکھتی رہی اور پھر جبار اُسکا بخار کم ہوا۔آہستگی سے اُسکے برابر سے اُٹھنے لگی تبھی نیم وَا آنکھوں سے اُسے جاتے دیکھتے جبار نے اُسکو کلائی سے تھام کر پھر سے اپنے برابر بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔حُسن المآب نے تحیر سے اُسکو چہرہ پھیر کر دیکھا جِس نے نیم وَا آنکھوں سے آگے بڑھ کر اپنا درد سے پھٹتا سَر حُسن المآب کی گود میں رکھ کر آنکھیں موند لیں۔لمحے بھر کے لیئے حُسن المآب کا دِل دھڑکنا بُھول گیا۔

"میرے پاس ہی رہو۔کہیں مت جاؤ۔"بخار اور تھکان سے بوجھل ہوتی آواز میں کچھ اور بھی تھا جِس سے حُسن المآب کا چہرہ گُلابی ہوا۔وہ جانتی تھی جبار کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔بُخار سَر چڑھ کر بول رہا ہے تبھی خود کو ڈپٹ کے اُس نے آہستگی سے اپنا ہاتھ اُسکے ماتھے پر رکھا اور پھر وہ اُسکے بالوں میں اُنگلیاں چلاتے ہوئے اُسکو سَر دباتے ہوئے دَم کر رہی تھی۔غنودگی میں جاتا جبار اُس اعصاب کو سکون دیتے لمس پر بہت دھیمے سے مُسکرایا۔ایک دَم اُسکے سارے وجود کے کھچے اعصاب پر سکون کو کر ڈھیلے ہونے لگے۔وہ اندر باہر سے شاد ہو کر مہکنے لگا اور پھر خوبصورت نیند کی وادیوں میں اُترتا چلا گیا۔اُسکو کئی گھنٹے تک دم کرتے رہنے کے بعد نیند حُسن المآب پر کب مہربان ہوئی اُسکو معلوم نہیں ہو سکا۔

اگلی صبح جبار نے آہستگی سے آنکھیں کھولیں تو نگاہ اُس چہرے سے ٹکرا گئی جو پاس ہو یا دَسترس سے دُور ہمہ وقت اُسکے دِل کے راحت کے سبب بنتا تھا۔اُسکا ایک ہاتھ ابھی بھی جبار کے بالوں میں تھا۔ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے نیم دراز ہو کر سوتے ہوئے اُس نے جبار کو اپنی بے آرامی کے فکر کے باوجود مُسخّر کر لیا۔سیاہ چمکتی آنکھیں بغیر کسی تھکاوٹ اور اعصابی تھکان کے آنکھوں کو تراوہٹ دیتے اُس منظر کو دیکھ رہی تھیں۔یہ منظر تو اُس کے تخیل نے کبھی خواب میں بھی تراشنے کی جُرأت نہیں کی تھی۔اُن مہربان ہاتھوں کی مسیحائی نے کل بُری طرح نڈھال شخص کو آج چاک و چوبند اور شاداب کر دیا تھا۔وہ اُسکی گود میں سَر رکھے یوں نہایت طمانیت سے اُسے دیکھ رہا تھا کہ بجتے سیل فون کی بیل بھی اُسے اپنی جانب متوجہ کرنے میں ناکام ثابت ہوئی۔

؎اپنی مَستی کہ تیرے قُرب کی سَرشاری میں

اب میں کچھ اور بھی آسان ہوں دُشواری میں

اِک تعلق کو بِکھرنے سے بچانے کے لیئے

میرے دِن رات گُزرتے رہے اَداکاری میں

وہ کسی اور دوا سے میرا کرتا ہے عِلاج

مُبتلا ہوں میں کسی اور ہی بیماری میں

اے زمانے! میں ترے اَشک بھی رو لوں گا مگر

ابھی مصروف ہوں خود اپنی عزاداری میں

اپنی تعمیر اٹھاتے تو کوئی بات بھی تھی

تم نے اِک عُمر گنوادی میری مَسماری میں۔۔۔

ویٹنگ ایریا سے نکل کر زینب کیفیٹیریا کی جانب جا رہی تھی۔دائیں جانب دیکھ کر راہداری مڑتے ہوئے اُسکا کندھا پاس سے گزرتے شخص سے بُری طرح ٹکرایا۔کراہ کر وہ کندھا تھام کر نیچے کو جُھکی۔ ٹکر اِتنی شدید تھی کہ اُسکو لگا کندھا ٹوٹ گیا ہو۔

"میرے اللہ!" اُسکی تکلیف دہ دہائیوں پر برابر سے گزرتا شخص بوکھلا کر ٹھہر کے اُسکو پریشانی سے دیکھنے لگا جو اپنا کندھا مسلتے ہوئے نیچے کو جُھکی مُسلسل کراہ رہی تھی۔

"آپ ٹھیک ہیں مُحترمہ!" اُس فکرمند لہجے پر اپنا کندھا مسل کر زینب نے دانت پیسے اور جھٹکے سے سَر اُٹھا کر اُسکی جانب پلٹی۔

"کہاں سے ٹھیک لگ رہی ہوں میں۔"غُرا کر وہ جیسے مقابل پر حملہ آور ہوئی جبکہ اُس چہرے پر نگاہ پڑتے ہی میزان حیدر کی مُسکراہٹ بےساختہ تھی جو کہ یقیناً زینب کی نگاہوں سے مُخفی نہیں رہی تھی۔

"شرم آنی چاہیئے آپ کو۔لوگوں کو تکلیف دے کر ہنستے ہیں۔"اُس چہرے پر غور کیئے بغیر وہ ایک بار پھر تڑخ کر کہتے ہوئے اپنا کندھا سہلا رہی تھی۔

"بہت معذرت زینب لیکن آپ کی بھی غلطی برابر ہے۔"میزان کی معذرت نے جلتی پر تیلی کا کام کیا۔اپنے نام پر چونک کے اُس نے چہرہ پھیرا اور پھر سامنے کھڑے میزان کو دیکھ کر غصّہ کم ہونے کے بجائے مزید بڑھ گیا۔

"مُجھے آپ کی یہ لنگڑی لولی معذرت چاہیئے بھی نہیں۔"ادھار رکھنے کی قائل تو زینب تھی ہی نہیں۔

"میں تو بھائی کو پہلے سے ہی آپ کے بارے میں خبردار کر چُکی ہوں مگر اُنہوں نے آپ کے اصل رنگ دیکھے نہیں ہے۔"دانت پیس کر اُس نے جس انداز میں کہا اُس پر چونکتے میزان کی دلچسپی بڑھی۔پلکیں سُکیڑ کر اُس نے غصّے سے سُرخ ہوتی زینب کے چہرے کو نگاہ بھر کر دیکھا اور نظریں پھیر لیں۔

"کونسے اصل رنگ؟ میں اگر میں اپنے دوست پر نہیں کُھل سکا تو آپ پر کیسے آشکار ہو گیا؟؟" اُس سوال دَر سوال نے زینب کو خفت میں مُبتلا کیا مگر اُسے نے ظاہر نہیں ہونے دیا مگر وہ یہ بُھول گئی تھی کہ اُسے کیفیٹیریا جانا ہے۔

"کیونکہ میں غیر جانبدار ہوں۔آپ کی طرح جُھوٹ اور لگائی بُجھائی کی عادت نہیں ہے میری۔"تنک کر اُس نے جس طرح کہا میزان کا ماتھا ٹھنکا۔اُسکا ہوم ورک مکمل لگ رہا تھا۔وہ تو واقعی اُسے اچھی طرح۔۔۔ارے نہیں یار !

"میرا بھی فائیر برگیڈ سے کوئی تعلق نہیں ہے مُحترمہ!" اُسے نہ جانے کیوں زینب کو چڑھانے میں خوشی محسوس ہو رہی تھی۔

"وہ آپ ہی تھے نہ جنہوں نے حُسنہ بھابھی کو جُھوٹ بولا اور زیبا کا نہیں بتایا۔"اُسکے اتنے وثوق سے کہنے پر میزان قدرے پیچھے ہوا۔وہ بات یقین سے کر رہی تھی اِیسے میں مُکرنا اور نفی کرنا جائز نہیں تھا۔

"کسی کی بھلائی کے لیئے بولا گیا جُھوٹ فائدہ مند ہوتا ہے۔"اُسکے چڑھائی کرتے انداز پر میزان نے بامُشکل سنجیدگی سے کہا۔

"ہا! دیکھ لیا نہ کتنا فائدہ دیا ہے آپکے سچ نے ہم سب کو۔"تاسف سے زینب نے جِس انداز میں کہا میزان کو سنجیدہ ہونا پڑا۔

"اپنے اِسی زعم کی وجہ سے مُجھے یقین ہے آپ کسی دِن بہت بڑا نقصان کریں گے۔"اُسکے چہرے پر کوئی شرمندگی کے تاثرات نہ پا کر زینب نے لب بینچ کر کہا۔

"آپ کا نقصان تو نہیں کیا نہ تو کیوں مُجھ پر گولے برسا رہی ہیں۔"اُسکی بات کو ہضم کرنا چاہا مگر وہ بات ہضم کرنے والی نہیں تھی تبھی وہ تیزی سے بھڑکا۔زینب گھبرا کر اُسکے انداز پہ تیزی سے پیچھے ہوئی۔

"میرا نقصان کر سکتے ہیں آپ۔"وہ سوال نہیں تھا۔کیا ہی اندازِ بے نیازی تھی۔میزان کی نگاہ لمحے بھر کو اُس چہرے پر ساکن ہو گئی۔دِل کی کچھ دھڑکنیں مُنتشر ہو کر گم ہو گئیں۔ اُسکے بدلتے تاثر پر زینب چہرے کے گرد دوپٹہ ٹھیک کر کے پیچھے ہوئی اور میزان حیدر ہوش میں آیا۔

"میری کیا مجال کہ ایک سید زادی کا نقصان کروں۔"اُس لہجے میں اَب کوئی طنز نہیں بلکہ احترام تھا اور اُس احترام میں کچھ اور تھا جسے محسوس کر کے زینب کی پلکوں پر منوں بوجھ گرنے لگا۔

"معذرت! مُجھے اِیسا نہیں کہنا چاہیئے تھا۔"یک دَم ماحول میں کچھ دَر آتا محسوس کر کے اُس نے آہستگی سے معافی چاہی۔وہ واقعی کچھ زیادہ ہی بول گئی تھی ورنہ وہ بہت ریزرو سی نیچر کی مالک تھی اِیسے کسی پر چڑھائی نہیں کر سکتی تھی یا کم اَز کم سامنے کھڑے شخص کا اپنے بھائی کے سبب ہی لحاظ کر جاتی۔اُس معصوم سے چہرے پر ندامت کے رنگ ڈھلتے دیکھ کر نہ جانے کیوں میزان حیدر کو اچھا نہیں لگا۔وہ مقابل پر چڑھائی کرتی ہی اچھی لگتی تھی۔

"سادات کی بہت عزت ہے میرے دِل میں۔سیدہ زینب! آپ سَر آنکھوں پر اِسی لیئے معافی مت مانگیں۔"نرمی سے مُسکرا کر کہتے ہوئے اُس نے زینب کا چہرہ گلابی کر دیا پلکیں جھپکا کر اُس نے میزان کو دیکھا جو بہت دلچسپی اور محویت سے اُسے دیکھ رہا تھا۔گھبرا کر وہ تیزی سے پیچھے ہوئی اور پھر منتشر دھڑکنوں سے کیفیٹیریا جانے کے بجائے واپس ہال کی جانب پلٹ گئی۔اُسکے منظر سے جاتے ہی میزان نے مُسکرا کر چہرے پر ہاتھ پھیر کر جیسے ہر تاثر مٹانا چاہا۔مُسکراہٹ اُسکے چہرے سے جُدا نہیں ہو رہی تھی اور وہ سادات کا احترام کرنے والا خود ابھی تک اپنی اُن گُمشدہ دھڑکنوں سے لاعلم تھا جنہیں وہ سید زادی اپنے ساتھ باندھ کر لے گئی تھی۔

متواتر بجتی بیل پر حُسن المآب نے سَر جھٹک کر آنکھیں کھولے بغیر تیزی سے سائیڈ ٹیبل پر بجتے سیل کو خاموش کروایا اور پھر سیدھا ہو کر جیسا ہی آنکھیں کھولیں جبار کو اپنی جانب دیکھتے پا کر اِس سے

قبل اُسکی چیخ نکلتی، جبار نے ہاتھ آگے بڑھا کر اُسکے ہونٹوں پر جماتے ہوئے اُسکی چیخ کو ساکن کر دیا۔ پھیلتی آنکھوں سے چہرہ جُھکائے وہ اُن سیاہ چمکتی آنکھوں کو دیکھے گئی جِن کی چمک کا عالم میں کوئی مقابلہ نہیں تھا۔وہ اِس طرح تروتازہ لگ رہا تھا جیسے کبھی مضمحل اور نڈھال ہوا ہی نہ ہو۔جبار نے اپنا ہاتھ واپس کھینچتے ہوئے حُسن المآب کو بوکھلا کر نظریں بدلنے پر مجبور کر دیا۔وہ یونہی دلچسپی سے حُسن المآب کے رنگ بدلتے چہرے کو دیکھے گیا تبھی بجتے دروازے نے جہاں جبار کا سارا اِرتکاز ماند ہوا وہیں حُسن المآب نے تشکر کا سانس لیا۔وہ اُٹھنے لگی مگر جبار کا اُسکو جانے دینے کا کوئی اِرادہ نہیں تھا۔

"یہیں سے کھول دو۔"سائیڈ ٹیبل کے نیچے لگے دروازے کے آٹومیٹک بٹن کی جانب اِشارہ کر کے وہ اُسی اطمینان سے لیٹا رہا۔اُسکی بند آنکھوں کو دیکھ کر سائیڈ پہ جُھک کر حُسن المآب نے جلدی سے بٹن دبایا اور **'کِلک'** کی آواز پر زیبا تیزی سے اندر آئی۔اُسکا اِرادہ دروازہ کھولتی حُسن المآب کو دھکا دے کر اندر آنے کا لیکن سامنے دیکھ کر اُسکے چہرے پر جو تذلیل والے تاثرات آئے اُس پر حُسن المآب کا چہرہ سُرخ ہوا۔

"کون ہے؟" بند آنکھوں سے جبار نے خاموشی محسوس کر کے آہستگی سے حُسن المآب سے پوچھا۔ دَھڑا دَھڑ جلتے وجود کے ساتھ زیبا نے اپنی مُٹھیاں بینچ لیں۔

"زیبا!" حُسن المآب نے بھی اُسی آہستگی سے کہا۔اُٹھنے کے بجائے جبار نے یونہی آنکھیں کھول کر چہرہ پھیرتے ہوئے اُسے دیکھا جو حُسن المآب کو کینہ توز نظروں سے گھور رہی تھی۔

"مینرز تمہیں ابھی بھی نہیں آئے۔"جبار کے ٹھنڈے ٹھار استفسار پر حُسن المآب نے زیبا کے پھیکے پڑتے چہرے کو دیکھ کر جبار کے شانے پر ہلکا سا ہاتھ مارا جیسے اُسے کچھ بھی سخت کہنے سے باز رہنے کا کہا گیا ہو۔جبار نے اُس حرکت پر مُسکراہٹ دبائی اور سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"آغا جان کی کال آئی ہے۔ہاسپٹل بُلا رہے ہیں۔"اُٹھتے جبار کی مُسکراتی نظریں حُسن المآب پر ٹھہرتی دیکھ کر اُس نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا اور پھر پیر پٹخ کر واپس چلی گئی۔اُسکے جاتے ہی جبار نے حُسن المآب کو اپنی جانب خفگی سے دیکھتے پا کر سوالیہ ابرو اُٹھائی۔

"کیا؟" وہ دونوں کل کی خواری اور اضطراب بھولے ہلکے پُھلکے اعصاب کے ساتھ دُوبدو تھے۔

"اِس طرح بات کرتے ہیں گھر آئے مہمان سے؟" اُس سوال پر جبار کی سیاہ آنکھوں کی جلتی لو آنچ دینے لگیں۔وہ زیبا کو اپنا مقابل نہیں مہمان تصور کرتی تھی اور اِس تصور سے زیادہ قیمتی جبار کے لیئے کچھ نہیں تھا۔جبار کو یونہی بے مقصد مُسکراتے دیکھ کر حُسن المآب ناسمجھی سے سَر جھٹک کر اُٹھ کھڑی ہوئی جبکہ جبار کی مُسکراہٹ تیزی سے سمٹی۔وہ اُسکو اپنی آنکھوں کے سامنے سے اَب اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔نہ جانے پھر وہ کہاں چلی جائے اور وہ پاگلوں کی طرح ڈھونڈتا پِھرے۔

"تم بھی ہاسپٹل چلو میرے ساتھ۔"اُسکے اِسرار پر حُسن المآب نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جسکے چہرے پر اپنے سوال کو لے کر بہت سے خدشات واضح نظر آ رہے تھے۔وہ پہلی بار حُسن المآب کو کُھلی کتاب کی مانند لگا۔کچھ کہے بغیر اثبات میں سَر ہلا کر حُسن المآب کمرے سے باہر نکل گئی جبکہ جبار گہرا تشکر بھرا سانس لے کر ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گیا۔

"تم بھی گھر آ جاتی؟ نیند تو سہی سے آئی نہ؟؟" زینب سے مِل کر حُسن المآب نے اُسکے سامنے ٹیبل پر ناشتہ نکالتے ہوئے جِس طرح سوال کیا، زینب نے مُسکراہٹ دبائی۔

"ہنس کیوں رہی ہو؟" تھرماس سے چائے کپ میں نکال کر اُسے پکڑاتی حُسن المآب کی نگاہ اُسکے مُسکراتے چہرے تک گئی تبھی نا سمجھی سے پوچھا۔

"آپ بالکل میری امی کی طرح ہیں۔"زینب کے برجستہ کہے جانے پر حُسن المآب پہلے ٹھٹکی اور پھر اُسکی ہنسی بےساختہ تھی۔اندر آتا جبار اُس ہنسی پر ساکن سا اُسے دیکھنے لگا جو اُسے سب بُھلاوا دینے کا ہنر اپنی مُٹھی میں لیئے پِھرتی تھی۔

"تم دونوں بہن، بھائی بالکل ایک جیسے ہو۔"حُسن المآب کو جبار کی اُس دِن کی کہی گئی بات یاد آ گئی تھی۔جبار اُنہی اُلٹے قدموں واپس پلٹ کر ہال میں چلا گیا۔بوجھل دِل، بوجھل قدم لیئے۔

"وہ جبار بھائی کا دوست آپ کا پوچھ رہا تھا۔"یاد آنے پر زینب نے تیزی سے کہا جبکہ حُسن المآب نے نا سمجھی سے اُسے سوالیہ دیکھا۔

"میزان حیدر!" اُسکے بتائے جانے پر حُسن المآب نے اثبات میں سَر ہلایا۔

"یہیں ہے یا واپس چلا گیا؟" کچھ سوچ کر اُس نے آہستگی سے پوچھا۔

"کچھ دیر پہلے تک تو یہیں ہال میں تھے۔اَب کا معلوم نہیں۔"زینب کے جواب پر وہ اُسکو دادو کا خیال رکھنے کا کہہ کر کمرے سے باہر نکلی اور پھر راہداری سے ہو کر ہال میں گئی۔ وہیں اُسکی نگاہ چہرہ جُھکا کر

بیٹھے جبار تک گئی۔پہلے کی نسبت وہ بہت تروتازہ، شاداب لگ رہا تھا مگر پھر بھی نہ جانے کیوں لگتا تھا جیسے اُس شخص کے اندر مُستقل خزاں کا موسم آ کر ٹھہر گیا ہو۔حُسن المآب وہیں کھڑی اپنی گہری سوچ میں مگن اُسی پر نگاہیں ٹِکائی تھی جبکہ اُسکی نگاہ جبار کی جانب سنجیدگی اور غُصے سے بڑھتے سید قاسم مُجتبیٰ تک گئی۔سَر جھٹک کر گہرا سانس لیتے ہوئے وہ آر یا پار والے انداز میں اُنکی جانب بڑھی۔

"اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہاری دادی صحت مند ہوں، خوش رہیں تو مُجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"قاسم صاحب اُسکا جُھکا سَر دیکھ کر بھی کہنے سے باز نہیں آئے جبکہ اُنکی بات پر پیچھے رُکتی حُسن المآب ٹھہر گئی۔کوئی اِتنا بے حس کیسے ہو سکتا ہے؟

"سُن رہے ہو میری بات یا جان بوجھ کر اَن سُنی کر رہے ہو؟" اُسکو ہنوز سَر جُھکائے بیٹھے دیکھ کر قاسم صاحب نے دانت پیس کر کہا۔

"جب معلوم ہے تو کیوں مُجھے اُکساتے ہیں۔"بغیر سَر اُٹھائے اُس نے آہستگی سے کہتے ہوئے اپنے تھکتے لہجے سے حُسن المآب کا دِل سوگوار کر دیا اور قاسم مُجتبیٰ تو اُسکی اُدھار نہ رکھنے کی عادت پر عش عش کر اُٹھے۔

"کیا سوچا ہے پھر تم نے؟ زیبا کو اگر تم نے طلاق دینے کا سوچا تو میں یہیں ہسپتال کے بستر پر تمہاری دادی کو طلاق دے دوں گا جبار عالم۔یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے اپنی محبوب بیوی کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارنا۔"اُنکی اگلی بات پر حُسن المآب کی سبز آنکھیں بے یقینی سے پھیلیں۔وہ اِس حد تک بھی حُسن المآب کی نفرت میں جا کر جبار کو ذہنی اذیت دے سکتے ہیں اِس کا اُسے اندازہ نہیں تھا۔

جبار کو دونوں ہاتھ باہم ملا کر مٹھیاں میچتے دیکھ کر وہ تیز قدموں سے سائیڈ سے نکل کر آئی۔

"میری نفرت میں یہ مت بھولیں کہ آپ کی بیوی ہسپتال میں سخت اذیت میں ہیں۔ آپ کو مسئلہ ہے تو مُجھ سے ہے، میرے مقابل آ کر کہیں۔ مُجھے نہ اذیت ہو گی نہ دُکھ کہ آپ میرے کچھ بھی نہیں لگتے لیکن جبار کو، اپنے خون کو اِس طرح دُکھ دیتے ہوئے آپ کا دِل نہیں کانپتا؟" وہ مزید خاموش نہیں بیٹھ سکتی۔ اُسکی آواز مدہم ضرور مگر اِس قدر سنجیدہ اور واضح تھی کہ سید قاسم مُجتبیٰ نے ٹھٹک کر اُسے دیکھا جبکہ ساکن رہ جاتے جبار نے، گُم ہوتی دھڑکنوں سے اپنا سپید پڑتا چہرہ اُٹھایا۔ وہ آج تک اپنے لیئے، اپنے حق کے لیئے خود بولتا آیا تھا۔ آج پہلی بار اُسکے غم میں، اُسکی فکر اور حق میں اُسکے لیئے کہا جا رہا تھا اور کہنی والی بھی حُسن المآب تھی، اُسکی حُسن۔ وہ یونہی چہرہ اُٹھائے اُسکو مدہم مگر افسوس بھرے لہجے میں کہتے سُن رہا تھا جبکہ اُس آخری بات پر سید قاسم مُجتبیٰ کا دِل حقیقتاً ذرا سا کانپا۔

"اِیسی دھمکیوں سے، زور زبردستیوں سے رشتے نہیں چلتے۔ یہ میں آپ کو اپنے ذاتی تجُربے سے بتا رہی ہوں۔ گھر کے بڑے سربراہ کو تو گھنے سیاہ دار شجر کی طرح ہونا چاہیئے کہ تمام گھر والے سخت دُھوپ کے دِنوں میں اُسکے گھنے سائے میں آرام سے بیٹھ سکیں مگر آپ تو خود اپنے لوگوں کو جُھلسا رہے ہیں۔ الفاظ اِیسے استعمال کیا کریں کہ پچھتاوا نہ ہو ورنہ شاید آپ جانتے نہیں انسان الفاظ کی اذیت مرتے دم تک نہیں بُھول سکتا۔ یہ پکے ساتھی بن کر سُننے والے کے ساتھ قبر تک جاتے ہیں۔" اُسکی بات میں جو وزن تھا اُس سے قاسم مُجتبیٰ کا دِل بھاری ہونے لگا۔ وہ اپنی جانب محو ہو کر، یک ٹک دیکھتے شخص کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ اُسکو نہیں دیکھ رہی تھی جسکے غم نے اُسے بھی سوگوار کر دیا تھا۔

"آپ کو میرے یہاں ہونے سے مسئلہ ہے۔مُجھے بتائیں، مُجھے کہیں میں ہر منظر سے چلی جاؤں گی لیکن اپنی بیوی اور پوتے کے لیئے ایسے الفاظ مت اِستعمال کریں۔"اُسکی اگلی بات نے سید قاسم اور سید قلبِ جبار دونوں کو ٹھٹکا کر جھنجھوڑ دیا۔

"جبار سے زیادہ تو تم عقل اور سمجھ والی ہو۔"پچھلے حملے کی شدت سے سنبھلے بنا اُنہوں نے لہجے میں نخوت سمو کر ہنکارا بھرا۔

"میں یہی چاہتا ہوں جو تم سمجھ گئی ہو تو پھِر کب جا رہی ہو ہر منظر سے؟" وہ اُسکے الفاظ دُہرا کر ہی سوال کر رہے تھے۔

"دادو کو ٹھیک ہونے دیں پھِر میں چلی جاؤں گی۔میں جبار کی زندگی میں ہمیشہ ٹھہرے کے لیئے آئی بھی نہیں تھی۔میں اِنکی محبوب بیوی بھی نہیں ہوں۔آپ نے جو کچھ بھی میرے بارے میں اخذ کر رکھا ہے سب غلط ہے۔آپکو جبار کو کہے گئے تلخ الفاظ پر پچھتانا چاہیئے۔"اُسکے ٹھہرے سپاٹ لہجے پر جبار تیزی سے اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔اُسکے چہرے پر زلزلوں جیسے تاثرات تھی۔اُسکی ہستی کو منہدم ہوتے دیکھ کر سید قاسم مُجتبیٰ نے بغور گُھٹتے دِل سے اپنے سب سے مضبوط پوتے کو دیکھا جو اُس لڑکی کے جانے کا سُن کر ہی قیامت کے زیرِ اثر تھا۔

"چہرہ پھیر کر دیکھو اِسے اور اِسکے منہدم ہوتے وجود کو اور پھر کہو کہ تم میرے پوتے کو محبوب نہیں ہو۔یہ اِیسا نہیں تھا جیسا تم نے اِسے کر دیا ہے۔"اُنکی بات میں کچھ اِیسا تھا کہ حُسن المآب نے لرزتے دِل سے چہرہ پھیر کر جبار کو دیکھا جسکی سیاہ آنکھوں میں اُسکے دِل کے سارے جذبے سِمٹ آئے

تھے۔ اُن نظروں کے سمجھ میں نہ آتے، اُلجھا کر دِل کی دھڑکنوں کو مُنتشر کرتے پیام پر حُسن المآب نے نظریں پڑھ لیں۔

"مُجھے نظروں کی سمجھ نہیں آتی۔میں لہجے اور الفاظ سمجھتی ہوں۔میری نانو کو لگتا تھا کہ مُجھ پر لہجے اثر نہیں کرتے مُجھے بھی یہی لگتا تھا قاسم صاحب مگر میری نانو بھی غلط تھیں اور میں بھی اِسی لیئے میں اپنے سامنے جبار اور اِنکی دادو کو اُسی سب سے گزرتے نہیں دیکھ سکتی۔" جبار کو اُس بے تاثر لہجے اور الفاظ پر لگا کہ وہ کبھی سانس نہیں لے سکے گا۔قاسم مُجتبیٰ صاحب پہلی بار چونکے۔وہ جبار کی طرح اُنھیں دادا صاحب اور جبار کی دادو کو پہلے کی طرح دادو نہیں کہہ رہی تھی۔چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ خوش ہو جاتے مگر اندر سے اُنکے دِل پر کوئی بھاری بوجھ سا بڑھنے لگا۔حُسن المآب نے جبار پر دوبارہ نگاہ نہیں کی۔پلٹ کر تیز قدموں سے وہ اُن ساکت کھڑے رہ جاتے لوگوں سے لمحہ بہ لمحہ دُور ہوتی گئی۔

سب لوگوں کو کھانا دے کر رخصت کروا کر اُس نے کمرے میں دیکھا جبار وہاں نہیں تھا۔گہرا تھما ہوا سانس لے کر اُس نے ٹیرس کو جاتی ہوئی سیڑھیوں کو دیکھا اور پھر آہستہ قدموں سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آ کر آہستگی سے ٹیرس کا دروازہ کھولا۔سرما کی کڑکتی دُھوپ نے کھچے اعصاب کو تقویت پہنچائی تھی۔چہرہ دائیں جانب پھیر کر اُس نے جُھولے کی جانب دیکھا جِس پر جبار چہرہ جُھکائے بیٹھا تھا۔جبار کے وجود میں کوئی جُنبش نہیں تھی۔جُھولا بھی اُسکی طرح ہی ساکن تھا۔حُسن المآب خاموشی سے اُسکے برابر اِیسے آ کر بیٹھی کہ جبار تک کو خبر نہیں ہو سکی۔جُھولے کا ہینڈل تھام کر

آہستگی سے وہ جُھولے کو آگے پیچھے کرنے لگی۔جبار نے چونک کر چہرہ پھیر کر اُسے دیکھا جو جبار کو دیکھنے کے بجائے سَر اُٹھائے صاف شفاف نیلے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔

جبار نے پِھر سے چہرہ گِرا لیا۔

"آپ جانتے ہیں جانے والے اور پیچھے رہ جانے والے میں سے کِس کا غم زیادہ ہوتا ہے؟" لمحے کے توقف کے بعد حُسن المآب کا سوال آیا۔جبار نے اَب چہرہ اُٹھا کر اُس کی طرح ہی آسمان کو دیکھا۔ اُسکی سیاہ آنکھوں کی سفیدی میں سُرخی واضح تھی۔آنکھیں تھکاوٹ اور نیند کی کمی کی وجہ سے بوجھل تھیں۔وہ جانتا تھا حُسن المآب اُسے نہیں دیکھ رہی پِھر بھی کچھ کہے بغیر اُس نے نفی میں سَر ہلایا۔

"پیچھے رہ جانے والے کا غم زیادہ بڑا ہوتا ہے۔میرے نزدیک تو پیچھے رہ جانے والے کے غم سے بڑا اِس دُنیا میں کوئی غم بڑا نہیں ہے۔"اُسکے جواب پر جبار کو چہرہ پھیر کر اُسے دیکھنا پڑا۔وہ پچھلے ہفتے اور اِن تین دِنوں سے اُسکے ساتھ ہر موقعے پر سائے کی طرح رہی۔اُس نے جبار کے کاندھوں کا بوجھ اپنے سَر لے لیا تھا۔دادو کی وفات سے لے کر اُنکے قُل کے چاروں دِن کے انتظامات حُسن المآب نے بنا کچھ کہے اپنے سَر لے کر احسن طریقے سے یوں انجام دیئے تھے کہ سید قاسم مُجتبیٰ تک اُسکی سلیقہ شعار، سب کو سنبھالنے والی عادت سے مرعوب ہوئے بِنا نہیں رہ سکے۔اُس نے جبار کو ایک پل کے لیئے بھی غم میں اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔

"جانتے ہیں کیوں؟" اُسکے اگلے سوال پر جبار کا ارتکاز مانند ہوا۔اُس نے پھر دُھکتی آنکھوں کے ساتھ نفی میں سَر ہلا کر اُسے دیکھا۔

"کیونکہ مرنے والے کے دوسری جانب جاتے ہی پورا خُدائی نظام متاثر ہو کر حرکت میں آ جاتا ہے۔ فرشتوں کی دوڑیں لگتیں ہیں۔اعمال نامے کھنگالے جاتے ہیں۔اللہ پاک کو بذاتِ خود انوالو ہونا پڑتا ہے کیونکہ فرشتوں سے کوئی کمی بیشی ہو بھی گئی ہو تو اللہ پاک تو باریک بین اور باخبر ہے۔وہ بتاتے ہیں کے مرنے والے کے ساتھ کیسا معاملہ رکھا جائے گا۔نیز مرنے والے کے وہاں جاتے ہی پورا خُدائی نظام حرکتِ عمل میں آ جاتا ہے۔کوئی ایک لمحہ مرنے والے کے لیئے تنہا نہیں جاتا۔اُسکے پاس فرشتوں کا آنا جانا اُسکے اعمال کے حساب سے لگا رہتا ہے۔"وہ جیسے کہیں کھو کر، بہت سوچ سوچ کر کہہ رہی تھی۔جبار سوگوار ہوتے بوجھل دِل سے اُسے سُنتا رہا۔وہ حُسن المآب کو تمام عمر بغیر تھکے سُن سکتا تھا۔اِتنا ہی خوبصورت بولتی تھی وہ۔

"لیکن پیچھے رہ جانے والے کے لیئے اِس دُنیا میں ایک پتہ تک نہیں ہلتا۔انسان جو کہ انسان کے غمگُسار ہوتے ہیں، لمبے لمبے مکالمے بول کر اپنے گھروں کو لوٹ کر اپنی زندگی میں مگن ہو جاتے ہیں۔پیچھے رہ جانے والے کی زندگی ایک نقطے پر ٹھہر جاتی ہی مگر نہ عالمِ بالا میں اُسکے لیئے کوئی حرکت ہوتی ہے نہ نیچے دُنیا کا نظام مُتاثر ہوتا ہے۔پیچھے رہ جانے والے کے ساتھ صرف غم ہوتا ہے، کبھی نہ ختم ہونے والا غم۔"اُسکے لہجے میں جبار کے غم سے شناسائی تھی۔اُن دونوں کا دُکھ جیسے سانجھا تھا۔

"اور آپ جانتے ہیں نہ غم، عمر کو کم کر دیتا ہے۔"اُسکی اگلی بات پر جبار اُسکی طرح مُسکرا بھی نہیں سکا۔وہ جانتا تھا۔سب جانتے ہیں۔

"جانے والے کے غم سے چھٹکارا حاصل کرنا بہت ضروری ہوتا ہے کیونکہ غم نہ ہمارے لیئے فائدہ مند ہوتا ہے نہ آگے بڑھ جانے والے کے لیئے۔"

"لیکن غم سے رہائی اِتنی سہل نہیں ہوتی۔"اُسکے لہجے میں غم بول رہا تھا۔

"رہائی غم سے ہوئی یا اِس دُنیا کی کسی بھی چیز سے سہل نہیں ہوتی جبار۔اِسے سہل ہماری قوتِ اِرادی بناتی ہے کہ ہم خود کو اور چلے جانے والا کا اِس غم سے نجات حاصل کر کے بَھلا کرنا چاہتے بھی ہیں یا نہیں۔"وہ مشکلات کا آسانی کی جانب رُخ کر دینے کا ہنر جانتی تھی۔

"آپ کو معلوم ہے نہ غم اِنسان کے دِل کو بے سکون کرتا ہے اور اِلا بذکرِ اللہ وتطمئن القلوب۔"اُس آخری بات پر جبار نے چونک کر اُسے دیکھا۔

"اور اللہ پاک کی یاد سے ہی دِلوں کو اِطمینان نصیب ہوتا ہے۔"جبار نے بے ساختہ اُس آیت کا ترجمہ پڑھا اور حُسن المآب مُسکرا دی۔جبار کو یاد تھا کہ کیسے حُسن المآب اپنی نانی کے غم سے نکلنے کو نماز کی جانب دوڑ پڑی تھی۔وہ غم کو اپنے اور نانو کے لیئے مشکل نہیں بنانا چاہتی تھی۔

"تو اَب اُٹھیں عصر کی نماز پڑھیں اور دادو کے لیئے دُعائے خیر کرنے کے بعد قرآن پاک پڑھیں۔" مُسکرا کر اُس نے جبار کا جھولے پر پڑے ہاتھ پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر تھپتھپایا۔جبار کے سَر ہاتھ میں زندگی لہو بن کر دوڑنے لگی۔اِتنے دِنوں سے خاموشی کی بُکل اوڑھ کر ساکن پڑے دِل نے سُکڑ کر پھیلتے ہوئے انگڑائی لی۔یہ پہلی بار تھا کہ حُسن المآب نے پہل کی تھی مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ آخری بار بھی ہے۔

یاد ہے مُجھ کو سال کا سب سے چھوٹا دِن تھا

دُھوپ کی چادر پر کُہرے نے

یخ بستہ گلگاری کی تھی

یاد ہے مُجھ کو!

اُس دن تم کو آنے میں تاخیر ہوئی تھی

اِتنی سی تاخیر کہ جس میں صدیوں جتنے لمبے پَل تھے

میں ہر پَل میں جیتا مَرتا سوچ رہا تھا

تم آؤ گی؟

تم آئیں تھیں۔۔۔یاد ہے مُجھ کو تم آئیں تھیں

سال کا سب سے چھوٹا دِن تھا

دُھوپ کی چادراوڑھے تم نے مُجھ سے ڈھیروں باتیں کی تھیں

بے معنی سی ایسی باتیں، ایسے قصے

جن کو یاد کیا تو ہنستے ہنستے آنکھیں بھیگ گئی تھیں

تم نے اپنی آنکھوں سے بہتے کاجل سے

سورج کو پیغام دیا تھا

سورج پَل میں ڈوب گیا تھا

یاد ہے مُجھ کو سال کے سب سے چھوٹے دِن کی ڈھلتی شام کے گہرے سائے

جب تم نے میری جانب۔۔۔جی بَھر کر دیکھا تھا

جانے سے کچھ پہلے تم نے خاموشی سے

میرے ہاتھ پہ کچھ پَل اپنا ہاتھ رکھا تھا

اور تمہارے لمس کی خوشبو جو کہ مُجھ میں آن بَسی تھی

آج بھی ویسے ہی تازہ ہے

سال کے سب سے چھوٹے دِن نے

مُجھ سے تم کو چھین لیا تھا۔۔۔

(عاطف سعید)

"سب اپنے گھر چلے گئے ہیں جبار۔سب چلے جائیں گے۔اپنے غم سے آپکو تنہا لڑنا ہو گا۔"اُس نے جبار کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہیں اُٹھایا۔اُس لہجے میں کچھ اِیسا تھا کہ ایک پل کے لیئے جبار کی دھڑکن تھمی۔ اُس سَرد ہاتھ کی تسلی میں کچھ اور بھی تھا مگر اِس سے پہلے وہ اخذ کرتا حُسن المآب اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"نماز پڑھیں اور اِس بے سکونی کا خاتمہ کریں۔"اُس نے سیدھے کھڑے ہو کر چہرہ پھیر کر جبار کو دیکھتے ہوئے نرمی سے کہا۔اُسکی وہ مُسکراہٹ زندگی کی جانب بُلانے والی مُسکراہٹ تھی۔جبار اُس چہرے کو تب تک بِنا پل جَھپکے چہرہ اُٹھا کر دیکھتا رہا جب تک اُسکی تھکتی آنکھیں دُھندلا نہیں گئیں۔حُسن المآب اُس کے اندر کی کیفیت سے بے خبر نیچے کو جاتی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی تھی۔قلبِ جبار کا وجدان اُسے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہ حُسن المآب کو آواز دے کر روک لے مگر اُسکی قوتِ گویائی

جیسے کسی ماورائی قوت نے سلب کر لی تھی۔گہرا تھکا سانس لے کر بامُشکل اُٹھ کھڑا ہوا۔پہلے کی نسبت اَب اُسکا ذہن غم کے شکنجے سے کافی حد تک آزاد ہوتا محسوس کر رہا تھا۔نیچے آ کر اُس نے کمرے میں آ کر دیکھا حُسن المآب شاید کچن میں تھی۔وضو کر کے نماز سارے زمانے سے بے خبر ہو کر قلبِ جبار نے نماز کی نیت کر لی اور اللہ کے حضور مکمل دِل کی آمادگی سے، نہایت خشوع و خضوع سے حاضر ہو گیا۔

جبار کا کھانا تیار کر کے ملازمہ کے ہاتھ بھجوا کر وہ اَب فرصت سے اپنا سارا سامان پیک کر رہی تھی۔ جب اُسکے رُکنے کی وجہ ہی ختم ہو گئی تھی تو اُسے یہاں زیادہ ٹھہرنا مُناسب نہیں لگ رہا تھا۔سوٹ کیس میں سے جبار جبار کے دیئے گئے کپڑے اور زیورات نکال کر الگ شاپر میں ڈال کے اُس نے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔اُسکی ساری تیاری مکمل تھی۔حُسن المآب **'حُسن منزل'** سے ہمیشہ کے لیئے جانے کو بالکل تیار تھی۔سوٹ کیس گھسیٹ کر کمرے پر ایک آخری طائرانہ نگاہ ڈال کر وہ باہر نکل آئی۔

"بیگم صاحبہ! جبار صاحب آپ کا پوچھ رہے تھے؟" اُسکو نکلتے دیکھ کر سیڑھیاں اُتر کر آتی مُلازمہ نے اُسے بتایا۔

"کھانا کھا لیا اُنھوں نے؟" اُسکے سوال کو نظرانداز کر کے سوال کیا گیا۔

"جی! میں نے اُنکو بتا دیا کہ آپ کہہ رہی تھیں کہ وہ دوا کھا کر آرام کریں۔"مُلازمہ کے بتائے جانے پر اثبات میں سَر ہلا کر حُسن المآب نے اُسے جانے کا کہا۔اُس کے جاتے ہی حُسن المآب نے چہرہ اُٹھا کر اوپر کو جاتی سیڑھیوں کی جانب دیکھا اور پھر گھڑی پر تین بجتے دیکھ کر تیز قدموں سے باہر نکل آئی۔کریم داد ضروری کام سے اپنے گاؤں گیا ہوا تھا ورنہ ضرور اُس سے باز پُرس کرتا۔گارڈز کو اپنے جانے کا بتا کر اُس نے اپنی گاڑی نکالی اور پھر اُسکی گاڑی **'حُسن منزل'** کو پیچھے، بہت پیچھے کہیں چھوڑ کر آگے بھاگتی جا رہی تھی۔اُس نے دانی کے گھر کا اوپر والا پورشن کرایے پر لے لیا تھا کیونکہ نہ تو صفیہ خالہ اُسے ہاسٹل یا کسی اور جگہ رُکنے دے رہی تھیں اِیسے میں اُسکو یہی طریقہ مناسب لگا۔ہارن کی آواز پر دانی نے جوش سے گیٹ کھولا اور اُسکی گاڑی اندر آتے ہی بھاگ کر اُس تک آیا۔

"آج سے آپ ہمارے ساتھ رہیں گی نہ؟" وہ جانتا تھا پھر بھی خوشی سے مغلوب ہو کر چمکتی آنکھوں سے سوال کرتے ہوئے اُس نے حُسن المآب کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔گاڑی کا دروازہ لاک کر کے اُسکے گال کھینچ کر اثبات میں سَر ہلا کر حُسن المآب اُسکو اپنی شہادت کی اُنگلی تھمائے اندر کی جانب آ گئی۔اندر صفیہ خالہ تو ایسے انتظامات میں لگی ہوئی تھیں جیسے نہ جانے کون اُن کے گھر رہنے آ رہا تھا۔

"خالہ کیا کر رہی ہیں؟" حُسن المآب اُنکی تیاریاں اور تیزیاں دیکھ کر چکرا کے رہ گئی۔وہ اُنہیں تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی مگر **'حُسن منزل'** کے علاوہ اُسکا کہیں اور ٹھکانہ باقی ہی نہیں بچا تھا۔

اَب کہ کُچھ دِل ہی نہ مانا کہ پلٹ کر آتے

ورنہ ہم دَر بدروں کا تو ٹِھکانہ تُو تھا۔۔۔

دوائی لینے کے باوجود وہ پُرسکون نیند نہیں سو سکا تھا۔کھچے اعصاب کے ساتھ اُس نے کروٹ بدل کر سائیڈ ٹیبل پر موجود گھڑی کو دیکھا اور تیزی سے چونک کر سیدھا ہوا۔وہ دوپہر تین کے قریب سویا تھا اور اَب رات کے نو بج رہے تھے۔اپنی غفلت پر خود کو کوستے ہوئے وہ تیزی سے بستر سے نکلا۔وضو کر کے مغرب، عشاء کے ساتھ پڑھ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔غم نے اپنا اثر کھویا تھا مگر ابھی بھی وہ خود کو بے حد مضمحل لگ رہا تھا۔باہر خاموشی محسوس کر کے جبار سمجھ گیا کہ ملازمین جا چُکے ہوں گے۔ چند لمحے ہال میں کھڑے وہ کچھ سوچتا رہا اور پھر آہستہ قدموں سے اُس کمرے کی جانب بڑھا جہاں حُسن المآب موجود تھی۔دروازہ کھٹکانے پر جواب نہ آنے پر جبار نے دروازہ کا ہینڈل گُھمایا اور دروازہ کُھلتے دیکھ کر اُسکا چونکنا بنتا تھا۔یہ وقت حُسن المآب کے سونے کا تھا۔اندر قدم رکھتے ہی خاکی کمرے کو دیکھ کر اُسکا ماتھا ٹھنکا۔تیز قدموں سے جبار ڈریسنگ روم کی جانب گیا مگر واش روم بھی خالی تھی۔اِس وقت حُسن المآب باہر۔۔۔کچھ سوچ کر تفکر سے وہ جیسے ہی پلٹا نگاہ بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر پڑے شاپرز تک گئی۔کھول کر اندر جھانکتے ہی اُسکو سمجھ آ گئی کہ اُس میں وہ ساری جیولری اور کپڑے ہیں جو جبار سید حویلی جانے سے قبل حُسن المآب کے لیئے لایا تھا۔شاپر بیڈ پر پھینک کر اُسکی نگاہ سائڈ پر پڑے کاغذ کے ٹکڑے سے ٹکرائی۔جُھک کر کاغذ اُٹھا کر کھولتے ہوئے اُسکا دِل نے اچانک تکلیف سے کروٹ بدلی۔سامنے کے الفاظ اُسکے دِل اور روح کو خالی کرنے کو کافی تھی۔اُسکی کی سیاہ آنکھیں لرز کر اُن الفاظ کو ایک بار، سہ بار، کئی بار پڑھنے لگیں۔

"سب کو چلے جانا ہوتا ہے۔اُن چلے جانے والوں میں مُجھے بھی شامل ہونا ہی تھا کیونکہ میرا کردار آپ کی زندگی میں یہیں تک تھا۔میں اُمید کرتی ہوں آپ اپنی باقی کی تمام زندگی بغیر کسی جبر، زبردستی اور مجبوری کے کُھل کر گُزاریں گے۔کوئی رشتہ آپکے قدموں کی زنجیر نہیں بنے گا۔دُنیا کے سب لوگ بھی اگر آپ کی زندگی کی راہ کی رکاوٹ ہوں، تب بھی میں، حُسن المآب آپکے لیئے ہموار اور کشادہ راستہ ہمیشہ کُھلا رکھوں گی جہاں سے آپ بغیر کسی رکاوٹ اور پریشانی سے گُزر سکیں گے۔میں کبھی آپکے لیئے اِیسا فیصلہ نہیں بننا چاہتی جو کسی کو خاموش کروانے کے لیئے، کسی کو خوش کرنے لیئے یا کسی سے بدلہ لینے کے لیئے لیا گیا ہو۔میری یہ خواہش نہیں ہے۔میری خواہش کچھ اور تھی خیر! آپکے سب لوگ اگر آپ سے خود کے لیئے فیصلہ لینے کا حق چھیننے کے درپے ہیں مگر میں آپ کو آپ کے فیصلوں میں آزاد کرتی ہوں۔آپ آج سے حُسن المآب کی جانب سے ہر طرح سے آزاد ہیں۔آپ نے سہی کہا تھا ہماری شادی نہیں چل سکتی۔یہ ناممکنات میں سے ہے۔آپ نے خود کو ہر طرح کے جبر سے آزاد کرنا ہے۔میری دُعائیں ہمیشہ آپنے تعاقب میں رہیں گی۔اللہ پاک کی امان میں رہیں۔

حُسن المآب"

بہار کیا، اَب خِزاں بھی مُجھ کو گلے لگائے تو کُچھ نہ پائے

میں برگِ صحرا ہوں، یوں بھی مُجھ کو ہَوا اُڑائے تو کُچھ نہ پائے

میں پَستیوں میں پڑا ہوا ہوں، زمیں کے ملبوس میں جڑا ہوں

مثالِ نقشِ قدم پڑا ہوں، کوئی مِٹائے، تو کُچھ نہ پائے

تمام رسمیں ہی توڑ دی ہیں کہ میں نے آنکھیں ہی پھوڑ دی ہیں

زمانہ اب مُجھ کو آئینہ بھی میرا دِکھائے تو کُچھ نہ پائے

عجیب خواہش ہے میرے دل میں، کبھی تو میری صَدا کو سُن کر

نظر جُھکائے تو خوف کھائے، نظر اُٹھائے تو کُچھ نہ پائے

میں اپنی بے مائیگی چُھپا کر، کواڑ اپنے کُھلے رکھوں گا

کہ میرے گھر میں اُداس موسم کی شام آئے تو کُچھ نہ پائے

تُو آشنا ہے نہ اجنبی ہے، تیرا میرا پیار سرسری ہے

مگر یہ کیا رسمِ دوستی ہے، تُو روٹھ جائے تو کُچھ نہ پائے؟

اُسے گنوا کر پھر اُس کو پانے کا شوق دِل میں تو یوں ہے مُحسن

کہ جیسے پانی پہ دائرہ سا کوئی بنائے تو کُچھ نہ پائے

(مُحسن نقوی)

قلبِ جبار نے وہ کاغذ کا ٹکڑا اِتنی بار پڑھا کہ اُسکی آنکھیں دُکھنے لگیں۔بے دم قدموں کے ساتھ وہ لڑکھڑا کر بستر پر بیٹھ گیا۔کاغذ کا وہ ٹکڑا گرفت میں مضبوطی سے پکڑے وہ اُس کمرے کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو۔سب کچھ پہلے جیسا ہی ہو گیا تھا۔لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہاں کوئی آ کر رہا تھا۔حُسن المآب اپنے نشان اچھی طرح مٹا کر چلی گئی تھی۔وہیں بیٹھے بیٹھے قلبِ جبار کو رات سے صبح

ہو گئی۔ غم جِس نے اُسکو آزاد کر دیا تھا اُس پر ایک بار پھر سے حاوی ہونے لگا۔ غم بھی شیطان کی مانند ہوتا ہے اِنسان کو نااُمید، اکیلا اور اُداس دیکھ کر تاک کر موقعے پر حملہ کرتا ہے اور اُسکا یہ حملہ کبھی خطا نہیں جاتا۔ سیل فون کی بجتی آواز پر اُس نے خاموشی سے کال کاٹی اور اُٹھ کر اُس کمرے کو لاک کر کے اپنے کمرے میں آ گیا۔ میزان حیدر اُسکو پورا دِن کالز کرتا رہا مگر قلبِ جبار اپنا سیل فون بند کر کے وہ کاغذ کا ٹکڑا مُٹھی میں دبائے سو گیا تھا اور اگلے کئی دِن اِسی طرح گُزرتے گئے۔ ملازم کھانا دینے آتا، وہ کھانے سے بھرپور انصاف کر کے کئی گھنٹے باہر سڑکیں ناپ کر واپس آتے ہی کئی گھنٹوں کے لیئے سو جاتا۔ پورے ایک ہفتے تک اُسکی یہی روٹین رہی۔ میزان اُسکو سمجھا سمجھا کر تھک گیا۔ نہ وہ نئ پروڈکٹ کے لانچ ہر آیا نہ اگلے ہفتے تک آفس۔ اُسکی تو نیندیں اور لانگ ڈرائیو ہی پوری نہیں ہو رہی تھیں۔ زینب جو اُسکے پاس رہنے آئی تھی مگر حُسن المآب کو نہ پا کر مزید اُلجھ کر پریشانی سے جبار کو روز دیکھ کر مضطرب ہونے لگی۔ اُسکا بھائی اِتنا کیسے گھوم پھر اور سو رہا تھا؟ حُسن المآب گھر نہیں تھی، دادو کی وفات ہو گئی تھی، آفس کا کام پڑا تھا اور قلبِ جبار کو سونے اور گھومنے سے سے فرصت نہیں مِل رہی تھی۔ کچھ سوچ کر زینب نے اپنی **'سائیکولجسٹ'** دوست سے وقت لیا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"واپس جا رہی ہو؟" کمرے سے نکلتے جبار نے نیند سے بوجھل، بھاری آواز میں اُس سے سوال کیا۔ زینب نے چونک کر چہرہ پھیرا۔ وہ پورے ہفتے بعد اپنے بھائی کو اپنی جانب متوجہ دیکھ رہی تھی اور خود بغور اپنے بھائی کو دیکھے گئی جِس کی کھانا بہت اچھے سے کھانے کے باوجود صحت اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ دادو کے قُل پر تو وہ اپنے بھائی کو سہی سلامت چھوڑ کر گئی تھی اور اَب بڑھی ہوئی داڑھی اور

سُست قدموں سے سیاہ قمیض شلوار میں اُسکی جانب آتا جبار کوئی اور ہی تھا۔زینب نے خفگی سے اُسے دیکھا۔

"آپ کو میں نظر آ گئی ہوں؟ پورے چار دِن سے ہوں یہاں اور آپ۔۔۔۔"بھرائی ہوئی آواز میں کہتے ہوئے اُس نے جبار کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"آپ ٹھیک ہیں نہ بھائی؟" زینب اُس سے یہ نہیں کہہ سکی کہ اِتنا سونا وہ بھی بغیر کسی نیند کی گولی کے نارمل نہیں ہے۔

"اللہ کا شُکر! بس میں ایک ہفتے کی بریک چاہ رہا تھا ہر چیز سے۔ایک ہفتہ پورا ہو گیا اور میری نیند اور لانگ ڈرائیو کا شوق بھی۔"اُسکے بھاری لہجے میں کچھ اور بھی تھا مگر زینب اخذ نہیں کر سکی۔

"یعنی آپ آفس جانا شروع کر رہے ہیں؟ آپ کا وہ دوست روز میرے کان کھا کر جاتا رہا ہے کہ آپ کو آفس بھیجوں۔"زینب نے خوشی سے سوال کیا۔فلحال وہ جبار کا انداز دیکھ کر اُس سے حُسن المآب کا نہیں پوچھ سکتی تھی۔

"ہمم! کل سے اِنشاءاللہ! تم کہیں جا رہی ہو؟" اُسکو بیگ کندھے پر ڈالے دیکھ کر جبار نے گھنے بےترتیب بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے سوال کیا۔

"جی! عدن سے ملنے جا رہی ہوں۔"اُسکے بتائے جانے پر جبار نے سَر ہلایا اور پھِر زینب کے مل کر باہر جاتے ہی آنکھیں سہلا کر واپس اپنے کمرے کی جانب پلٹا۔اُسکا ڈرائیو پر جانے کا وقت ہونے والا تھا۔ آئینے کے آگے کھڑے ہو کر اُس نے ایک سرسری سی نظر خود پر ڈالی۔بال اور داڑھی دو ہفتوں سے

تراش خراش نہ کرنے کی وجہ سے اچھے خاصے بڑھ چکی تھیں۔ بے ترتیب سے گھنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیر کر اُس نے سیاہ چادر کندھوں پر ڈالی، گاڑی کی چابی اُٹھائی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

کیا بتاؤں کہ جو ہنگامہ بپا ہے مُجھ میں

اِن دنوں کوئی بہت سخت خفا ہے مُجھ میں

اُس کی خوشبو کہیں اطراف میں پھیلی ہوئی ہے

صبح سے رقص کناں بادِ صبا ہے مُجھ میں

تیری صورت میں تُجھے ڈھونڈ رہا ہوں میں بھی

غالباً تُو بھی مُجھے ڈھونڈ رہا ہے مُجھ میں

ایک ہی سمت ہر اِک خواب چلا جاتا ہے

یاد ہے یا کوئی نقشِ کفِ پا ہے مُجھ میں؟

میری بے راہ روی اِس لیئے سرشار سی ہے

میرے حق میں کوئی مصروفِ دعا ہے مُجھ میں

اپنی سانسوں کی کثافت سے گماں ہوتا ہے

کوئی اِمکان ابھی خاک ہُوا ہے مُجھ میں

اِک چُبھن ہے کہ جو بے چین کیئے رہتی ہے

اِیسا لگتا ہے کہ کچھ ٹوٹ گیا ہے مُجھ میں

یا تو میں خود ہی رہائی کے لیئے ہوں بے تاب

یا گرفتار کوئی میرے سِوا ہے مُجھ میں

آئینہ اِس کی گواہی نہیں دیتا، تُو نہ دے

وہ یہ کہتا ہے کوئی خاص اَدا ہے مُجھ میں

ہو گئی دِل سے تری یاد بھی رخصت شاید

آہ و زاری کا ابھی شور اُٹھا ہے مُجھ میں

مُجھ میں آباد ہیں اِک ساتھ عدم اور وجود

ہست سے برسرِ پیکار فنا ہے مُجھ میں

مجلسِ شامِ غریباں ہے بپا چار پہر

مُستقل بس یہی ماحولِ عزا ہے مُجھ میں

ہو گئی شق تو بالآخر یہ انا کی دیوار

اپنی جانب کوئی دروازہ کُھلا ہے مُجھ میں

خوں بہاتا ہُوا، زنجیر زنی کرتا ہُوا

کوئی پاگل ہے جو بے حال ہُوا ہے مُجھ میں

اُس کی خوشبو سے مُعطر ہے میرا سارا وجود

تیرے چُھونے سے جو اِک پھول کِھلا ہے مُجھ میں

تیرے جانے سے یہاں کچھ نہیں بدلا، مثلاً

تیرا بخشا ہوا ہر زخم ہرا ہے مُجھ میں

کیسے مِل جاتی ہے آوازِ اذاں سے ہر صبح

رات بَھر گُونجنے والی جو صدا ہے مُجھ میں

کتنی صدیوں سے اُسے ڈھونڈ رہے ہو بے سُود

آؤ اب میری طرف آؤ، خُدا ہے مُجھ میں

مُجھ میں جنّت بھی میری، اور جہنّم بھی میرا

جاری و ساری جَزا اور سزا ہے مُجھ میں

روشنی اِیسے دھڑکتے تو نہ دیکھی تھی کبھی

یہ جو رِہ رِہ کے چمکتا ہے، یہ کیا ہے مُجھ میں؟؟

"میں سمجھتی تھی انسان کو زندہ رہنے کے لیئے صرف عزت اور مان چاہیئے ہوتا ہے مگر میں غلط تھی۔ "

"تم کیسے غلط ہو؟" صفیہ نے نرمی سے سوال کیا۔وہ جانتی تھی گھر چُھوڑ کر آنے کا فیصلہ اُسکے لیئے مُشکل ثابت ہو رہا تھا خصوصاً وہ گھر جسے حُسن المآب تا مَرگ اپنا گھر سمجھے ہوئے تھی۔

"میں جبار سے کچھ اور بھی چاہ رہی تھی۔میرے اندر جبار کی جانب سے چاہے جانے کی، مُحبت کی خواہش سر اُٹھا رہی تھی اگر میں غلط نہیں ہوں تو کیا یہ خواہش غلط ہے؟

"وہ تمہارا شوہر ہے تو تمہاری چاہ غلط کیسے ہو سکتی ہے۔"صفیہ نے اُسے سمجھانا چاہا۔

"وہ تو زیبا کے بھی شوہر ہیں۔"یہ اعتراف دِل گھائل کر دینے والا تھا۔وہ منظر سے غائب ہو چُکی تھی تو کیا اُسے عدم کر دیا گیا ہو گا، بُھلا دیا گیا ہو گا؟؟

"تم نے خود ہی تو بتایا تھا کہ وہ زیبا کو پسند نہیں کرتا۔"صفیہ نے اُسے یاد دِلا کر اُسکا دِل ہلکا کرنا چاہا۔

"پسند تو اُنکو میں بھی نہیں۔" یہ کیفیت مزید غم میں مُبتلا کر رہی تھی۔ اُسے یہاں شفٹ ہوئے دوسرا ہفتہ ہو گیا تھا مگر جِس پریشانی اور اِضطراب کو اپنے ساتھ **'حُسن منزل'** سے لے کر آئی تھی وہ ابھی تک اُسکے ہمراہ تھی۔جامعہ کی جاب بھی وہ چھوڑنے لگی تھی مگر نہ جانے کِس جذبے نے اُسے مجبور کر رکھا تھا۔جب جامعہ جاتی اور آتی یوں لگتا کوئی نگاہ اُسکے تعاقب میں ہے، کوئی اُسے بڑی چاہ اور فرصت سے دیکھ رہا ہے مگر دیکھنا پر وہ نگاہ نہیں ملتی بس اِحساس باقی رہتا کئی گھنٹوں تک۔وہ اِحساس، وہ نِگاہ یقیناً اُسکا وہم تھا ورنہ۔۔۔۔۔۔

سَر جھٹک کر جامعہ کی پارکنگ میں اپنی گاڑی کی جانب بڑھنے لگی تھی کہ سامنے سے آتے پروفیسر صالح نے اُسکی سنجیدگی میں اِضافہ کر دیا۔وہ عین اُسکے سامنے آ کھڑا ہوتے ہوئے قدرے نروس سا اُسے دیکھنے لگا۔

"جی کہیں!" اُسکو خاموش دیکھ کر حُسن المآب نے ہاتھ میں تھامے سیل فون پر وقت دیکھتے ہوئے اُس پر یہ اچھی طرح ظاہر کیا کہ اُسے دیر ہو رہی ہے۔

"میں نے سُنا ہے آپ اپنے ہسبنڈ سے طلاق لے رہی ہیں۔"اُسکی وہ بات نہیں تھی، دھماکہ تھا جِس نے حُسن المآب کے آگے پوری دُنیا گُھما کر رکھ دی۔سُرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اُس نے بامُشکل اپنے اِشتعال پر قابو پایا۔

"یہ بکواس آپ سے کِس نے کی ہے؟" اُسکے سخت لہجے پر پروفیسر صالح کو سنبھلنا پڑا۔

"میری پُرانی یونی فیلو ہے وشمہ خان اُس نے بتایا۔"اُس جواب پر حُسن المآب نے اپنی مُٹھیاں سختی سے بینچ لیں۔وہ تو بُھول ہی گئی تھی کہ اُس خاندان کے جبار سے بزنس تعلقات تھے اور یقیناً اُسکی غیر موجودگی میں کسی دِن اِن دو ہفتوں میں وہ تعزیت کے بہانے ضرور جبار سے مِلنے گئی ہو گی اور وہیں سے۔۔۔۔

"ہر بکواس یقین کرنے کے لیئے نہیں ہوتی پروفیسر صاحب۔"اُسکے لہجے کی رکھائی پر پروفیسر صالح کی پیشانی عرق آلود ہوئی۔

"ٹھیک ہے یہ بکواس سہی مگر کیا آپ اپنے شوہر کے ماضی کو جانتی ہیں؟" اُس نے مزید بھی شاید کوئی زہر اُگلنا تھا۔سینے پر دونوں ہاتھ باندھ کر حُسن المآب نے چُبھتی نظروں سے اُسے دیکھا۔

"آپ کو اپنے سے زیادہ دوسروں کی زندگیوں کو کھنگالنے میں انٹرسٹ لگ رہا ہے تو بتایئے کیا کھوج لگا لی ہے آپ نے میرے شوہر کے بارے میں؟" وہ خود نہیں جانتی تھی کہ اُسے اِتنا شدید غصّہ آ کیوں رہا ہے؟ اِس بات پر کہ وشمہ، جبار سے مِلی ہو گی یا پھر اِس بات پر کہ پروفیسر صالح تک اُس شخص کے ماضی کو جانتا ہے مگر وہ نہیں۔۔۔۔

"آپ کے شوہر کی شاندار ریپو کالج کے زمانے میں ایک واقع کی وجہ سے برباد ہو گئی تھی۔"حالانکہ پروفیسر صالح کا چہرہ اہانت سے سُرخ ہوا تھا مگر وہ پھر بھی ایک آخری کوشش کرنا چاہتا تھا۔حُسن المآب کا دِل کسی اِنہونی پر سُکڑ کر پھیلا۔

"اپنے سے عمر میں بڑی سینئیر لڑکی کو ہراس اِنفیکٹ ریپ کرنے کے کی کوشش نے۔"بغیر وقف اور کسی جھجھک کے اُس نے حُسن المآب کی سبز حیران آنکھوں میں دیکھ کر ایک ایک لفظ چبا کر کہا یعنی اُسکا اندازہ واقعی ٹھیک تھا، حُسن المآب کو اپنے شوہر کے ماضی کے بارے میں کچھ خبر نہیں تھی۔

"اور جانتی ہیں وہ لڑکی کون ہے۔۔۔میری بہن کی دوست محمل۔"ٹھہر ٹھہر کر بات کہی گئی یہ جتانے کے لیئے کہ وہ بے پر کی نہیں اُڑا رہا بلکہ جو کہہ رہا ہے مضبوط ریسوس سے معلوم کر کے بتا رہا ہے۔

"مُجھے اپنے شوہر کے کردار کی مضبوطی کی گواہی ہر ایرے غیرے سے چاہیئے ہوتی تو ضرور آپ کے اِس گھٹیا بہتان اور تہمت پر کان دھرتی۔مُجھے بہت افسوس ہو رہا ہے کہ آپ جیسا شخص میرا کولیگ

ہے۔"سنجیدگی سے کہہ کر وہ تیزی سے پلٹی مگر پیچھے کھڑے شخص کو دیکھ کر اُسکی آنکھیں پھیلیں۔وہ پورے ایک ہفتے بعد اُس کو دیکھ رہی تھی۔بے ترتیب گھنے بڑھتے باک اور داڑھی کے ساتھ اُسکی سنجیدگی اور وجاہت میں اِن دو ہفتوں میں مزید اِضافہ ہو گیا تھا۔حُسن المآب کا دِل لرز کر دَھڑکا۔

"آدھی معلومات، آدھے عِلم کی طرح ہی خطرناک ہوتی ہے۔اُمید کرتا ہوں آپ دوبارہ میری بیوی کا راستہ نہیں کاٹیں گے۔"نرمی سے آگے کو ہو کر حیران سی حُسن المآب کا سَرد ہاتھ نرمی سے تھام کر اپنے برابر کیا۔صالح سُرخ چہرے کے ساتھ پلٹ گیا جبکہ حُسن المآب چہرہ پھیرے اپنے برابر کھڑے شخص کو اِتنی بے یقینی سے دیکھ رہی تھی کہ حد نہیں۔صالح کو جاتا دیکھ کر جبار نے آہستگی سے چہرہ پھیرا اور پھِر نگاہ اپنی جانب ساکن سی، حیرت سے دیکھتی سبز آنکھوں سے ٹکرائی اور جیسے زندگی کا مقصد تمام ہو گیا۔یہی تو آنکھیں تھیں جنہوں نے دو ہفتے سے اُسکے دِل کا چین اور قرار لوٹ رکھا تھا۔جو منظر سے جا کر بھی کہیں نہیں گئی تھیں۔

"اسلام و علیکم!" نرمی سے مُسکرا کر اِیسے سلام کیا گیا جیسے وہ دو ہفتے اُن دونوں کے درمیان آئے ہی نہ ہوں۔حُسن المآب نے چونک کر نگاہیں پھیر کر اپنا ہاتھ چُھڑانا چاہا مگر دوسری جانب بے خبری نہیں تھی۔

"کیسی ہو؟" اُسکی مزحمت کو نظرانداز کر کے جس حلاوت بھرے لہجے میں اُس دلکش چہرے کو دیکھ کر کہا گیا، حُسن المآب نے قدرے تعجب سے اُسکو دیکھا جِسکی محویت کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" نظریں پھیر کر قدرے اجنبیت سے سوال کیا جبکہ جبار اُس بے اعتنائی پر ہنس دیا۔

"تمہیں لینے آیا ہوں۔گھر چلو میرے ساتھ۔"بغیر لگی لپٹی رکھے اُس نے جِس طرح کہا حُسن المآب کو اُس سے اِیسی صاف گوئی کی ہرگز اُمید نہیں تھی۔

"آپ کا بہت شُکریہ مگر میں خود جا سکتی ہوں۔"اَب کے کہنے کے ساتھ پورا زور لگا کر اپنا ہاتھ جبار کی مضبوط گرفت سے چُھڑوا لیا۔جبار خاموشی سے چند لمحے اُسکو یونہی دیکھتا رہا اور پِھر سَر جھٹک کر اُسکے برابر پِھر سے آیا۔

"تم کہاں رہ رہی ہو؟" اُسکے ایک بار پِھر سے سوال پر حُسن المآب نے کوئی جواب نہیں دیا۔خاموشی سے گاڑی کا دروازہ کھولا مگر اِس سے قبل اندر بیٹھتی جبار نے ہاتھ کر دباؤ ڈال کر دروازہ بند کر دیا۔ جھٹکا کھا کر حُسن المآب نے اُسکو دیکھا جو اُسکے عین سامنے سنجیدگی سے کھڑا تھا۔

"کیا میں یہ جاننے کا حق بھی نہیں رکھتا؟" اُن آنکھوں کے تاثر پر اُس نے آہستگی سے کہا۔ہاتھ ہنوز گاڑی کی چھت اور دروازے پر تھا۔

"نہیں!" بغر لگی لپٹی کے دیئے گئے جواب پر نہ جانے کیوں جبار کا دِل دُکھ گیا۔

"کیا تم سب کا دِل رکھنے کے بجائے میرا دِل نہیں رکھ سکتی؟" اَب کے قدرے مُختلف بات پر حُسن المآب کو چہرہ اُٹھا کر اُن سیاہ سنجیدہ آنکھوں میں دیکھنا پڑا۔وہ بات عام نہیں تھی نہ ہی وہ لہجہ عام تھا۔ حُسن المآب جانتی تھی کہ وہ کِس جانب اِشارہ کر رہا تھا۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" وہ جیسے جان بوجھ کر سمجھنا نہیں چاہ رہی تھی۔جبار کی آنکھوں کی تھکن بڑھنے لگی۔خاموشی سے، جبار اُس چہرے کو دیکھے گیا جسکے لیئے وہ خود پر ضبط کھونے لگا تھا۔اُس گہرے اِرتکاز، خاموش نظروں پر حُسن المآب نے چہرہ پھیر پھیر لیا۔خاموشی کا وقفہ طویل ہونے لگا۔

"اِتنا ناپسند ہوں میں تمہیں؟" ہاتھ پیچھے ہٹا کر اُس نے لمحے توقف کے بعد آہستگی سے سوال کیا۔حُسن المآب جو گاڑی کا دروازہ کھولنے لگی تھی، ٹھہر گئی۔نظر اُٹھا کر اُسکو دیکھا جو حُسن المآب کو نہیں دیکھ رہا تھا۔اَب کہ اُسکی نظریں جُھکی ہوئی تھیں مگر وہ مُنتظر تھا۔

"جی؟" وہ جیسے اِس سوال کا مقصد نہیں سمجھی۔

"جانے سے پہلے تم نے مُجھے بتانے کے قابل بھی نہیں سمجھا۔"اپنے سوال کی وضاحت کیئے بغیر کہا۔

"آپ مُجھے کیوں ناپسند ہوں گے؟" اگلے ہی پل اُس بےنام کی کیفیت سے نکل کر حُسن المآب نے بےتاثر لہجے میں کہا۔جبار نے اُس سوال پر چہرہ اُٹھا کر اُسے دیکھا اور پِھر دو قدم پیچھے ہوا۔مزید کچھ بھی کہے بغیر گاڑی کا دروازہ کھولا۔حیران سی حُسن المآب سَر جھٹک کر اندر جیسے ہی بیٹھی جبار دروازہ بند کر کے اُسے دیکھے بغیر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔گاڑی سٹارٹ کرتی حُسن المآب کے ہاتھ اُسکی گاڑی کو پاس سے گزرتے دیکھ کر لرزے اور پِھر سَر جھٹک کر اُس نے گاڑی جامعہ کی پارکنگ لاٹ سے نکالی اور صفیہ خالہ کے گھر کو جاتے راستے پر ڈال دی اِس بات سے بےخبر کے میٹ سیاہ رینج روور جو پچھلے دوہفتوں سے اُسکے تعاقب میں رہا کرتی تھی آج اُسکے ٹھہرنے کے مقام تک اُسکا پیچھا کرنے کے اِرادے سے اُسکے پیچھے اُن تنگ، ویران گلیوں میں بھاگ رہی تھی۔صفیہ خالہ کے گھر کے باہر ہارن دے کر دانی نے گیٹ کھولنے پر وہ گاڑی اندر لگے گئی جبکہ قدرے درخت کے پاس گاڑی

روک ک جبار نے ایک نگاہ اُس چھوٹے سے گھر کو دیکھا جہاں اُسکی زندگی اُس سے بیگانہ رہ رہی تھی۔

دیکھوں جو آسماں سے تو اِتنی بڑی زمیں

اِتنی بڑی زمین پہ چھوٹا سا ایک شہر

چھوٹے سے ایک شہر میں سڑکوں کا ایک جال

سڑکوں کے جال میں چُھپی ویران سی گلی

ویراں گلی کے موڑ پہ تنہا سا اِک شجر

تنہا شجر کے سائے میں چھوٹا سا اِک مکان

چھوٹے سے اِک مکان میں کچی زمیں کا صحن

کچی زمیں کے صحن میں کِھلتا ہوا گُلاب

کِھلتے ہوئے گُلاب میں مہکا ہوا بدن

مہکے ہوئے بدن میں سمندر سا ایک دِل

اُس دل کی وسعتوں میں کہیں کھو گیا ہوں میں

یوں ہے کہ اِس زمیں سے بڑا ہو گیا ہوں میں۔۔۔

(اِشفاق حُسن)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم---

اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب----"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ----

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے"ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ /گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سےگروپ یاپیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں۔۔۔شکریہ۔۔۔۔۔

"جبار حویلی آ رہا ہے کچھ دیر میں اور تم اپنا یہ سَر جھاڑ حُلیہ دُرست کر کے نیچے آنا۔"خجستہ بیگم کے کہے جانے پر وہ تیزی سے چھلانگ لگا کر بستر سے نیچے اُتر کر ڈریسنگ ٹیبل تک گئی۔

"تم نے دیکھا تھا نہ کیسے اُس حُسن المآب نے پچھلے ہفتوں میں سب سنبھال رکھا تھا اگر تم تھوڑی سے کوشش کر لیتی اُس موقعے پر تو گُنجائش بن سکتی تھی تمہاری۔"خجستہ بیگم ماں کا غم بُھولیں اُسکو دیکھ کر تاسف سے کہہ رہی تھیں جو تیزی سے اپنے چہرے پر میک اَپ کر رہی تھی۔

"تمہیں معلوم بھی ہے جبار کو یہ سب نہیں پسند پِھر بھی۔۔۔"وہ جو کہنے والی تھیں، زیبا ایک جھٹکے سے برش پٹخ کر اُنکی جانب پلٹی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے میں اُسکے لیئے اپنی پسند ناپسند سب چھوڑ دوں گی جو مُجھے ذرا خاطر میں نہیں لاتا۔ کیا کچھ نہیں کیا میں نے اُسکی توجہ حاصل کرنے کے لیئے اور وہ۔۔۔اُسکی تو اکڑ ہی نہیں جاتی۔"زیبا کی فراٹے سے چلتی زُبان پر خجستہ بیگم نفی میں سَر ہلا کر باہر نکل گئیں۔زیبا کو سمجھانا ناممکن تھا۔اُس نے ایک نظر اپنے سیل فون کی جلتی سکرین کو دیکھا جہاں محمل کا نام جگمگا رہا تھا پِھر نخوت سے سَر جھٹک کر آئینے میں چمکتے اپنے عکس کو دیکھ کر گاڑی کے ہارن پر تیزی سے اُٹھی۔اِس سے پہلے کہ باہر نکلتی، اندر آتے عاقب کو دیکھ کر اُسکے چہرے پر ناگوار شِکنوں کا جال بچھنے لگا۔

گاڑی کھڑی کر کے جبار سنجیدگی سے اندر داخل ہوا۔ایک طائرانہ نگاہ ہال میں جمع تمام افراد پر ڈال کر زیبا کو تلاشا جو یہاں نہیں تھی۔قاسم صاحب نے بغور اُسکے انداز دیکھے اور ٹھٹھک گئے۔اُسکی خاموشی اور سنجیدگی کے پیچھے یقیناً کوئی بڑا طوفان چُھپا بیٹھا تھا۔اُنکے اُٹھنے کو یکسر نظرانداز کر کے اُس نے خجستہ بیگم کو دیکھا۔

"زیبا کہاں ہے؟" وہ پہلی بار خود سے زیبا کا پوچھ رہا تھا۔اُسکے ساتھ اندر آتی زینب نے پریشانی سے بھائی کو دیکا جبکہ خجستہ بیگم کے چہرے کو مُسکراہٹ چُھو گئی۔

"وہ اپنے کمرے میں ہے۔میں جانتی تھی ایک دِن تمہیں میری بیٹی۔۔۔"اُنکی باقی بات کو اَن سُنی کیا وہ تیز قدموں سے سیڑھیاں طے کر کے اوپر بھاگا جبکہ باقی سب اُسکی عُجلت کو ناسمجھی سے دیکھ کر قاسم صاحب کی تقلید میں تیزی سے اوپر کو بڑھے۔زیبا کے کمرے کا دروازہ کھولتے جبار کا ہاتھ ہینڈل پر ہی ساکن ہو گیا۔

"شُکر کرہ حُسن المآب کو تنگ کرنے کا تمہیں موقع نہیں مِلا اور وہ خود ہی راستے سے ہٹ گئی۔"اندر سے آتی زیبا کی تمسخراتی آواز پر جبار کا چہرہ سُرخ ہوا۔

"اِسی وجہ سے تو ہاتھ مَل رہا ہوں قسم سے اِس قدر خوبصورت عورت اگر میرے ہاتھ لگ جاتی تو کمال ہو جاتا۔"عاقب کی بےہودہ بکواس پر جبار کے ی کنپٹی کی نَس پُھولنے لگی۔

"ویسے جبار عورتوں کے معاملے میں قِسمت کا دَھنی ہے۔پہلے وہ محمل، پِھر تم، پِھر وہ ماڈل وشمہ اور اَب حُسن المآب۔۔۔ایک سے بڑھ کر ایک حسین عورت اُسکی جانب کھنچی چلی جاتی ہے۔معلوم نہیں کمینے

کے پاس کونسا جادو۔۔۔"زیبا جو اپنی تعریف پر سہی سے خوش بھی نہیں ہوئی تھی، دَھاڑ سے دروازہ کھولے جانے پر سامنے کھڑے جبار کے لہو چھلکاتے چہرے کو دیکھ کر اُسکے قدموں سے زمین کھسک گئی جبکہ عاقب کا رنگ صرف پَل بَھر کے لیئے اُڑا۔

"آؤ بھئی! تمہارے ہی جادو۔۔۔"اِس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتا جبار نے آگے بڑھ کر پوری قوت سے اپنے مضبوط ہاتھ کا مُکہ بنا کر اُسکے چہرے پر مارا۔وہ حملہ اِس قدر اچانک تھا کہ چلا کر اپنی ناک پکڑتے ہوئے لڑکھڑا کر پیچھے گِرا مگر اُسکو سنبھلنے کا موقعہ دیئے بغیر جبار پر جیسے خون سنوار ہو گیا۔اُس نے لاتوں اور گُھونسوں کی عاقب پر بارش کر دی۔چیختی زیبا اور کراہتے عاقب کی آوازوں پر سب بھاگے بھاگے اوپر آئے اور جبار کو یوں بے دردی سے عاقب کو مارتے دیکھ کر سب کے کلیجوں پر ہاتھ پڑا۔سید قاسم مُجتبیٰ وہیں ساکن ہو کر جبار کو دیکھ رہنے تھے جِس پر کوئی جُنون سوار تھا۔

"تیری ہمت بھی کیسی ہوئی میری بیوی کا نام بھی اپنی گندی زُبان سے لینے کی۔"غُرا کر عاقب کو گریبان سے گھسیٹ کر اپنے مُقابل کرتے ہوئے پوری قوت سے سیدھے ہاتھ کا تھپڑ مار کر اُسکا گریبان چھوڑا گیا۔

"اِن سب گھٹیا عورتوں کے ساتھ میری باکردار اور پاکبار بیوی کا نام بھی کیسے لیا۔"سب خواتین ہونٹوں پر بے یقینی سے ہاتھ رکھے خاموش مزاج جبار کا یہ روپ دیکھ رہی تھیں جبکہ اُسکی دوسرے بات پر زیبا کا چہرہ اہانت سے سُرخ ہوا۔سید قاسم مُجتبیٰ دروازے کا ہینڈل مضبوطی سے تھام کر خود کو بامُشکل اپنے قدموں پر کھڑا کیئے ہوئے تھے۔

"محمل، وشمہ اور زیبا جیسی عورتیں جنہیں خود تک اپنی عزت اور وقار کا خیال نہ ہو اُن پر قلبِ جبار نگاہ ڈالنا بھی اپنی توہین سمجھتا ہے اور تم نے اِیسے ہلکے کردار کی عورتوں کے ساتھ میری حُسن المآب کا نام جوڑا۔" ایک اور تھپڑ مار کر اُسکے خون خون اور سوجے ہوئے چہرے پر مار کر اُس نے تنفر سے اُسکو چھوڑ کر یوں ہاتھ رومال سے صاف کیئے جیسے وہ کوئی کرائیت آمیز شہ ہو۔

"بھائی!" زینب نے آگے بڑھ کر اُسکا ہاتھ تھام کر اُسے پیچھے کیا۔ گہرا سانس لے کر جبار نے چہرہ پھیر کر پیچھے ساکت و جامد کھڑے اُن سب لوگوں کو دیکھا اور پھِر اُسکی نگاہ شل اور بےیقین کھڑے سید قاسم مُجتبیٰ پر ٹھہر گئی۔

"اِس عورت کے لیئے آپ مُجھ پر ساری زندگی تنگ کرتے رہے جِسے نہ اپنے وقار کا خیال ہے نہ اپنے سید زادی ہونے کا۔ میں چُپ تھا۔ میں نے اپنے کردار پر اُچھالے گئے ہر کیچڑ پر خاموشی اِختیار کیئے رکھی کیونکہ بات صرف میری تھی اور میں اپنے خاندان کی اِس حد تک گری ہوئی عورت کو بھی زمانے میں رسواء نہیں کرنا چاہتا تھا مگر بات اَب میری بیوی پر آئی ہے قاسم صاحب۔ وہ بیوی جِس نے میرا تب بھروسہ کیا جب کوئی نہیں کر رہا تھا۔ جِس نے میرے کردار کے بارے میں کچھ جانے بغیر بھی آنکھیں بند کر کے یقین کیا۔ جو مُجھے آپ جیسے نام کے اپنوں سے کہیں زیادہ اچھے سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ میں مزید یہ مُفت کی، بےمقصد ذلت نہیں سمیٹ سکتا تب جبکہ میں حق پر ہوں۔" وہ ایک ایک لفظ پر گرفت مضبوط کیئے ساکن کھڑے قاسم مُجتبیٰ کی آنکھوں میں دیکھ کر کہہ رہا تھا۔

"میرا اللہ شاہد ہے قاسم صاحب آپ کی نواسی کی جانب میں نے کبھی نگاہ اُٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ وہ آپ کی نواسی تھی جِس نے محمل کی طرح غلط اِرادے اور نیت سے میری جانب قدم بڑھائے تھے۔

میرا قصور صرف اِتنا سا ہے کہ دادو کے کمرے میں کوئی کھڑکی نہیں تھی ورنہ میں اپنے کردار پر کوئی حرف آنے دینے سے پہلے اُسی طرح وہاں سے کود جاتا جیسے محمل کے بڑھتے قدموں پر کود گیا تھا۔" اُسکے الفاظ پر زینب اور لیلیٰ نے دنگ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا جبکہ باقی سب بے یقینی سے نظریں چُرانے پر مجبور ہو گئے۔ آج تک جبار نے اپنے بارے میں صفائی پیش نہیں کی تھی۔ اب بھی نہیں کر رہا تھا مگر وہ اپنا موقف واضح کر دینا چاہتا تھا۔ اُسے سمجھ آ گئی تھی کہ خاموشی ہر جگہ کارآمد نہیں ہوتی۔

"میں مزید کوئی ناپسندیدہ، ناگوار بوجھ اپنے کندھوں پر مزید نہیں لاد سکتا اور آپ مُجھے ہرگز اَب روک نہیں سکتے کیونکہ مُجھے پابند کرنے والیں اَب اِس دُنیا میں نہیں ہیں۔" اُسکی اگلی بات کا مطلب سمجھتے ہی خجستہ بیگم کرنٹ کھا بے حس و حرکت کھڑے قاسم مُجتبیٰ تک گئیں۔

"بابا کچھ کریں۔" اُنکے کہے جانے پر سید قاسم مُجتبیٰ نے اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے چھڑا لیا جبکہ اُنکے اِس عمل کو نظرانداز کیئے جبار زیبا کی جانب پلٹا جسکے چہرے کا رنگ یوں سپید پڑ گیا تھا جیسے وجود میں خون کا ایک قطرہ تک باقی نہ بچا ہو۔

"یہ نکاح غیر شرعی تھا زیبا صلاح الدین یہ تمہیں اور اِس خاندان کہ ایک ایک فرد کو معلوم ہے لیکن پھر بھی میں تمہیں شریعت کے عین مطابق سب کی موجودگی میں اور اپنے پورے ہوش و حواس میں تیسری طلاق دیتا ہوں کیونکہ میں اپنی مرحومہ دادی کی وجہ سے مجبور ہوا تھا۔" آخری بار بھی اُن سب ساکت و جامد ہوئے چہروں پر نگاہ ڈالے بغیر زینب کا ہاتھ تھامے وہ تیز قدموں سے باہر کی جانب بڑھا۔ وہ اپنی بہن کو اِیسے لوگوں میں ہرگز رہنے نہیں دیے گا۔ بلاآخر وہ اُس بوجھ سے آزاد ہو

گیا تھا جو کسی ناکردہ گناہ کی پاداش میں اُسکے سَر لادھا گیا تھا کیونکہ کردار پر لگائے گئے بے بُنیاد الزام اور تہمت سے زیادہ سخت اور ظالم الزام اِس دُنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا۔اِسی اِلزام نے حضرت یُسُف علیہ سلام جیسے حسین اور برگذیدہ ترین پیغمبر علیہ سلام کو کئی سالوں کے لیئے سیاہ کال کوٹھڑی میں زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا اور اِسی تُہمت نے اُمت کی ماں، حضرت عائشہ صدیقہ سلام علیہ علیہا جیسی پاک اور معصوم عورت کو زندگی سے مایوس کر دیا تھا۔

منظرِ عام پہ آ جائیں اگر غم ہمارے

پھر تیرے غم کی پذیرائی چلی جائے گی۔۔۔

"مابی! آپ سے مِلنے کوئی آئے ہیں؟" وہ جو اپنے کمرے میں بیٹھی پیپرز چیک کر رہی تھی، دانی کے بھاگ کر آنے پر اُسکو دیکھا جو جُوش سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"مُجھ سے مِلنے؟ کون؟" اُسکو واقعی سمجھ نہیں آئی۔اُس سے مِلنے کون آ سکتا ہے بَھلا جب وہ کسی کو جانتی نہیں۔

"اِتنے شاندار قِسم کے بھائی ہیں۔"اُسکی اگلی بات پر حُسن المآب کے کان کھڑے ہوئے۔ساری چیزیں ٹیبل پر رکھ کر وہ تیزی سے کھڑی ہوئی جبکہ مانی تیزی سے باہر بھاگا۔ وہ جیسے ہی باہر گئی سامنے صفیہ آنٹی کے پاس احترام سے چہرہ جُھکا کر بیٹھے جبار کو دیکھ کر اُسکے قدم ساکت ہوئے۔ذہن ایک لمحے کے لیئے بالکل مفلوج ہو گیا۔وہ یہاں کیسے اور کیوں آیا جیسے سوالات اُسکے اعصاب کو جھنجھوڑنے لگے

تبھی بغیر چاپ کے واپسی پلٹی لیکن تب تک جبار نے چہرہ اُٹھا کر غیر اِرادتاً نگاہ دروازے پر ڈالی اور حُسن المآب کو پلٹتے دیکھ کر تیزی سے کھڑا ہوا۔

"حُسن!" اُسکو کھڑا ہوتے دیکھ کر صفیہ نے بھی چونک کر اُسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور آہستہ قدموں سے اوپر جاتی حُسن المآب کو ایک نظر دیکھ کر مُضطرب نظر آتے جبار کو دیکھا اور اِس سے پہلے کہ کچھ کہتیں جبار تیز قدموں سے سیڑھیوں کی جانب بھاگا پیچھے صفیہ کے چہرے کو مُطمئن مُسکراہٹ چُھو گئی۔ حُسن المآب نے کمرے میں پہنچ کر تیزی سے دروازہ بند کرنا چاہا تبھی جبار نے بھاگ کر ہاتھ سے دروازہ پیچھے کیا مگر حُسن المآب کا دروازہ چھوڑنے کا کوئی اِرادہ نہیں تھا۔

"آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟" اُسکی سخت آواز پر جبار نے آہستگی سے دروازہ کے ہینڈل کو تھاما۔

"تمہارے لیئے آیا ہوں۔" حُسن المآب کو اُس سے اِیسے جواب کی اُمید نہیں تھی تبھی چونک گئی اور اُس وقت جبار اُسکی مزحمت تھمتے دیکھنے کے باوجود دروازہ کھول کر اندر نہیں آیا۔

"کیا تم مُجھے اندر آنے دو گی؟" اُن سبز آنکھوں کو دیکھ کر اُس نے اِس قدر نرمی اور دلگرفتگی سے وہ سوال کیا کہ حُسن المآب کو لگا اُسکا دِل پگھل جائے گا اور ہوا بھی اِیسے ہی خاموشی سے دروازہ کھول کر اندر کھڑکی کی جانب بڑھ گئی جبکہ جبار آہستگی سے اندر آیا۔چند لمحے خاموشی سے اُسکی جانب دیکھتا رہا جو کھڑکی سے باہر یوں دیکھ رہی تھی جیسے کمرے میں کچھ بھی نہیں ہو۔

"پچھلی بار آیا تھا تو جانتی ہو تمہیں اپنے ساتھ لے جانے پر زیادہ اِسرار کیوں نہیں کیا؟" چند لمحے کی خاموشی کے بعد اُسکی جانب سے جو سوال کیا گیا اُسکا جواب اُسکے پاس نہیں تھا مگر اُسکی سماعتیں ضرور اُس جواب کی مُنتظر تھیں۔

"کیونکہ تب میرے پاؤں میں کچھ اَن چاہی زنجیریں تھیں۔وہ میری پاؤں کو جھکڑے ہوئے تھیں اور اُنکی آہنی گرفت کے سبب قلبِ جبار کبھی تمہارے روبرو نہیں آ سکتا تھا۔"اُسکے لہجے میں جو تکلیف تھی اُس پر حُسن المآب کا جی چاہا چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا مگر جانتی تھی وہ زنجیریں ابھی بھی اُسکے قدموں میں لپٹی ہیں اِیسے میں وہ جبار کی زندگی مُشکل نہیں بنانا چاہتی تھی۔

"اپنے قدموں سے وہ آہنی زنجیریں میں نے خود توڑ کر اُتار پھنکی ہیں اور اَب میں مکمل آزاد ہوں۔ اَب تمہارے پاس، تمہارے رُوبرو آنے سے مُجھے اللہ کے سوا کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔"اُس مصمم لہجے میں کچھ اِیسا تھا کہ چونک جاتی حُسن المآب نے خدشات سے دَھڑک اُٹھتے دِل سے اُسکو دیکھا جسکے لہجے میں پہلی بار وہ کوئی بغاوت اور کوئی الگ سے جذبے محسوس کر رہی تھی۔کہیں وہ خود کے لیئے کوئی مُشکل تو نہیں کھڑی کر آیا تھا؟

"تمہیں میرا یقین نہیں؟" اُن آنکھوں کی ناسمجھ حیرت دِل گھائل کر دینے والی تھی حلانکہ جانتا تھا کہ اُس نے بذاتِ خود حُسن المآب کو اِیسی کسی اُمید یا یقین کا سِرا نہیں تھمایا جسکے آسرے وہ اُس سے اِیسی اُمید یا مان رکھتا۔

"آپ۔۔۔کیا کہہ رہے ہیں؟" حُسن المآب جیسے واقعی نہیں سمجھی تھی نہ اُسکی باتوں کو، نہ ہی اُسکے چہرے کے تاثرات کو۔

"میں تمہیں سب کچھ بتانا چاہتا ہوں حُسن المآب۔کیا تم میرے ساتھ گھر چلو گی؟" اُن آنکھوں کی نا سمجھی پر اُس نے دِل پر پتھر رکھ کر کہا جبکہ حُسن المآب کا دِل نہ جانے کیوں اُس نام پر بُھجنے لگا۔وہ جیسے اُسے آج ہر حال میں گھر لے کر جانے پر باضد تھا۔

"کیا بتانا چاہتے ہیں؟" اُسکے سوال کو نظر انداز کر کے بہت سنجیدگی سے سوال آیا۔اُسکے اطوار دیکھ کر جبار نے گہرا سانس لیا اور پھر اُسکے برابر سے ہر کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

"میں نے زیبا کو طلاق دے دی ہے۔"اُس مدہم مگر مضبوط لہجے نے حُسن المآب کو سَر تا پا سُن کر دیا۔اُسے لگا شاید اُسکی سماعتوں کو کوئی مُغالطہ ہوا ہے۔اُس نے تیزی سے آگے آ کر اپنی جانب پُشت کر کے کھڑے جبار کو بازو سے تھام کر اپنی جانب پلٹنے پر مجبور کر دیا۔

"آپ۔۔۔کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کیسے؟؟؟" اُسکی حیرانگی کی کوئی حد نہیں تھی۔اُن سبز پھیلی حیران آنکھوں سے ہوتی جبار کی نگاہ اُسکے بازو کو مضبوطی سے تھام رکھے ہاتھ تک گئیں اور نہ جانے کیوں اُسکا دِل مُسکرانے لگا اور وہ مُسکراہٹ کو اپنے چہرے تک آنے سے روک نہیں سکا۔حُسن المآب نے آنکھیں پھاڑ کر تحیر سے اُسکے چہرے کی دلکش مُسکراہٹ کو دیکھا جسے روکنے کا تردد نہیں کیا گیا۔

"آپ کا دماغ سہی ہے؟ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟؟" اُس کے لہجے پر جبار اپنے قہقے پر قابو نہیں رکھ سکا اور چہرہ پیچھے کو پھینک کر ہنسنے لگا۔حُسن المآب ساکن دِل لیئے، تیز ہوتی دِھڑکن سے اُسکو دیکھنے لگی جسکے وجود سے وہ عجیب سی وحشت، تھکن اور مایوسی معدوم ہو رہی تھی تو کیا وہ واقعی؟؟۔۔۔نہیں!

"آپ کو لگ رہا ہے کہ آپ میرے ساتھ اِیسا مزاق۔۔۔؟" اُسکی ہنسی کو تھمتے نہ دیکھ کر حُسن المآب نے تیزی سے کہنا چاہا جسے اُس سے بھی تیزی سے کاٹ دیا گیا۔

"میں تمہارے ساتھ اِیسا مزاق کر سکتا ہوں؟" چہرہ جُھکا کر سبز کانچ سی آنکھوں میں دیکھتی اُن سیاہ آنکھوں میں جذبوں کی اِیسی لپک تھی کہ حُسن المآب کی پلکیں لرزنے لگیں۔

"آپ۔۔۔آپ کے دادا صاحب کو معلوم ہوا تو۔۔۔"اُس نے پھِر سے ہمت یکجا کر کے کچھ مزید کہنا چاہا۔اُسکی بے اِنتہا حیرت کو الفاظ نہیں مِل رہے تھے۔

"سب کو معلوم ہے۔پوری سید حویلی کے سامنے ببانگِ دہل دے کر آیا ہوں۔"اُس نے ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک لفظ پر گرفت کرتے ہوئے حُسن المآب کو ششدر کر دیا۔

"آپ ایک ناپسندیدہ فعل پر اِتنے آرام سے کیسے۔۔۔؟" اُسے جبار کے اطمینان پر حیرت ہو رہی تھی۔

"یہ فعل میری زندگی کا سب سے خوبصورت عمل تھا۔تم نہیں جانتی حُسن المآب کے میں نے اپنی طویل زندگی کِس ناکردہ جُرم کی پاداش میں ایک جہنم، ایک نہ ختم ہونے والے عذاب کے ساتھ کیسے گُزاری ہے۔آج لگ رہا ہے میں نے کئی برسوں بعد کُھل کر سانس لیا ہے تو جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں نے ایک ناپسندیدہ بوجھ اور گالی جیسے غیر شرعی رشتے سے نجات حاصل کر لی ہے۔"اُسکے ایک ایک لفظ میں اِتنی اذیت تھی کہ حُسن المآب سب کچھ بُھولے ٹھہر کر اُسے بولتے دیکھے گئی۔وہ پہلے بار جبار کو اِتنا طویل بولتے سُن رہی تھی۔اُسے پہلی بار جبار کے لہجے میں ٹوٹے کانچ کی کرچیاں محسوس ہو رہی تھیں۔وہ جو اِتنا مضبوط اور آہنی دکھتا تھا اندر سے کِس قدر زخم زخم تھا۔

"ایک اِیسے شخص کی تکلیف تم سمجھ سکتی ہو جِس نے آج تک کسی کا بُرا نہیں چاہا ہو، کسی کے ساتھ بُرا نہیں کیا ہو مگر سب اُسکے ہی مُخالف ہو جائیں، اُسکا کردار سوالیہ نشان بن کر رہ جائے۔"وہ سوال نہیں تھا یہ بات حُسن المآب جانتی تھی تبھی اُسکی آنکھوں کی سطح تیزی سے بھیگنے لگی۔خاموشی سے چہرہ جُھکا کر چند قدم جبار کی جانب بڑھ کر اُس نے درمیان موجود باقی فاصلہ سمیٹ دیا۔ وہ فاصلہ جو شاید قلبِ جبار بھی نہیں سمیٹ سکتا تھا۔نرمی سے اپنا سپید پڑتا، لرزتا ہاتھ اُٹھا کر قلبِ جبار کے دِل کے مقام پر رکھتے ہوئے اُس نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جو ساکن سا، آنکھیں پھیلائے اُسکو دیکھ رہا تھا۔

"میں سمجھ سکتی ہوں جبار۔آپ کو میرے سامنے کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں۔مُجھے آپ سے کوئی وضاحت نہیں چاہیئے۔"اُس لہجے میں اِس قدر نرمی، اعتماد اور خلوص تھا کہ حُسن المآب کی ہتھیلی کے نیچے قلبِ جبار کا مضبوط دِل پوری قوت اور رفتار سے دَھڑکنے لگا۔

"میں نے کبھی کسی کو کوئی وضاحت نہیں دی مگر میں تمہیں وضاحت دینا چاہتا ہوں۔میں تمہیں ایک ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔"اُسکی بات پر حُسن المآب کے چہرے کو اُداس مُسکراہٹ چُھو گئی اور اُس مُسکراہٹ پر قلبِ جبار کو اپنا دِل اپنے ہاتھوں سے جاتا محسوس ہونے لگا۔وہ مُسکراہٹ اِتنی بے رِیا اور پُرخلوص تھی کہ اُسکا روم روم اُس عورت کا اَسیر ہونے لگا۔

اُن کی محفل میں نصیر اُن کے تبسم کی قسم!

دیکھتے رہ گئے ہم ہاتھ سے جانا دِل کا۔۔۔

"آپ مُجھے کوئی وضاحت کیوں دینا چاہتے ہیں؟" اُس نے مُسکرا کر جیسے سادگی سے سوال کرتے ہوئے جبار کو ساکن کر دیا۔نرمی سے اپنا ہاتھ واپس کھینچ کر وہ جبار کے چہرے کو دیکھنے لگی۔وہ یہ سوال نہیں کرنا چاہتی تھی مگر نہ جانے کیسے؟ یک دَم جبار کے چہرے کے بدلتے، سنجیدہ ہوتے تاثرات دیکھ کر اُسکی مُسکراہٹ سِمٹی۔

"ایم سوری مُجھے۔۔۔"بوکھلا کر کہتے ہوئے وہ گھبرا کر پلٹی کیونکہ اُن سیاہ آنکھوں کی سنجیدہ دِل لرزا دینے والی تھی۔جبار نے ہاتھ آگے بڑھا کر اُسکی کلائی تھام لی۔یہ بالکل بےاِختیاری فعل تھا مگر اپنے اِس عمل سے خبردار ہونے کے باوجود اُس نے وہ کلائی نہیں چھوڑی۔ٹھٹھک جاتی حُسن المآب نے دَھک رہ جاتے دِل سے پلٹ کر اُسے دیکھا اور اُن سیاہ آنکھوں میں اُترتے جذبوں کو دیکھ کر اُسکو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گی۔

"میں نے کبھی کسی عورت کو نگاہ بَھر کر نہیں دیکھا کیونکہ کبھی کسی کو دیکھ کر میری نظر نہیں ٹھہر سکی۔کوئی چہرہ اِیسا نہیں تھا جسے دیکھ کر دوبارہ دیکھنے کا دِل میں خیال تک آیا ہوں مگر۔۔۔"حُسن المآب کے چہرے کو پلک جھپکے بغیر دیکھتے ہوئے کہہ کر وہ لمحے بَھر کو رکا اور حُسن المآب کی دَھڑکن بھی تھم گئی۔

"مگر تمہیں دیکھ کر میری نظر آج تک واپس مُجھ تک پلٹ کر نہیں آئی۔تمہیں روز اپنے سامنے، اپنے قریب دیکھنے کی خواہش جِس قدر میرے دِل نے کی ہے یہ تم کبھی نہیں جان سکتی، حُسن!" ہاتھ آگے بڑھا کر اُسکا حیران، ششدر، گُلابی ہوتا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں لے لیا۔وہ سبز آنکھیں پھیل کر اُسے دیکھنے لگیں جِسکی سیاہ آنکھوں میں صِرف حُسن المآب کا عکس تھا۔

"کیا میرے انداز سے، میرے لہجے سے، میری نظروں سے، میرے چہرے سے تمہیں ایک بار بھی محسوس نہیں ہوا؟" چہرہ جُھکا کر اُن حیران آنکھوں کے قریب لاتے ہوئے اُس نے اپنے ہاتھ پیچھے نہیں کیئے۔ حُسن المآب کو لگا اُسکے قدم بے جان ہونے لگے ہیں مگر اُسکی آنکھوں میں جو سوال تیرنے لگا اُس پر جبار اُسکا چہرہ یونہی دونوں ہاتھوں میں تھامے چہرہ جُھکا کر ہنس دیا۔ وہ ہنسی اِس قدر دلفریب تھی کہ حُسن المآب کا دِل کانوں میں آ کر دَھڑکنے لگا۔

"یہی کہ قلبِ جبار تم سے مُحبت میں مُبتلا ہو گیا ہے۔" چہرہ اُٹھا کر مُسکراہٹ معدوم کر کے اُس نے مدہم لہجے میں کہتے ہوئے اُس نے صفیہ خالہ کے گھر کی کھڑکی سے باہر بھاگتی دوڑتی، شور مچاتی دُنیا کو ساکن کر دیا۔ ارض و سما کی ہر حرکت اُس ایک جملے نے ہاتھ بڑھا کر روک دی تھی۔ سبز آنکھیں لرز کر بے یقینی سے، تحیر سے اُن سیاہ آنکھوں کو دیکھ رہی تھیں جِن میں اُتر کر خیمہ زَن ہوتے شوق کے جہان کا کہیں کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ اُن سبز پھیلتی آنکھوں کو دیکھ کر جبار کا دِل اُسکے اِختیار سے باہر ہونے لگا تبھی دِل کی دعوت اور خواہش پر لبیک کہتے ہوئے قدر آگے کو جُھک کر اُس نے اُس روشن پیشانی اور اِس دُنیا جہان کی سب سے خوبصورت آنکھوں کو ہونٹوں سے چُھو لیا۔ حُسن المآب کی پلکیں لرز کر جُھکیں اور پھر سختی سے بند ہو گئیں۔ جبار نے اُسکے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام نہ رکھا ہوتا تو وہ کب کی بے جان ہو کر گِر چُکی ہوتی۔

"تمہیں دیکھ کر، تم سے مُحبت میں مُبتلا ہوتے ہی مُجھے ایک شعر شدت سے یاد آنے لگا ہے۔" اُسکی سختی سے بند، لرزتی پلکوں کے دِلفریب اِرتعاش اور گالوں پر بکھرتی لالی کو دیکھ کر اُس نے مُسکراتے

ہوئے کہا جبکہ سَر پٹ ہوتے دِل سے حُسن المآب کی پلکیں لرز کر اُٹھیں مگر وہ اُن چمکتی آنکھوں کا زیادہ دیر سامنا نہیں کر سکیں۔

"تُو مُیسر جو ہے تو کہتے ہیں ہم بھی

بَھلی شے ہے مُحبت۔۔۔سَب ہی کیجئیے۔۔۔"

اُس مُسکراتے جذبوں سے چُور لہجے پر حُسن المآب کے دِل کی دَھڑکن سُست ہوئی اور وہ لڑکھڑا کر اِس سے پہلے کہ پیچھے کو گِرتی جبار نے گھبرا کر اُسکے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر اپنے حلقے میں لیتے ہوئے اُسکو صوفے پر بٹھایا۔

"تم ٹھیک ہو؟" اُسکے سامنے ٹیبل پر بیٹھتے ہوئے اُس نے اِس قدر تفکر اور اِضطراب سے کہا کہ حُسن المآب کو لگا اُسکا دِل پسلیاں توڑ کر باہر نِکل آئے گا۔رنگ بدلتے چہرے کے ساتھ اُس نے بامُشکل چہرہ اُٹھا کر سامنے اپنی جانب پریشانی سے جُھک کر بیٹھے جبار کو دیکھا۔وہ اُسکے لیئے متفکر تھا، اُسکی مُحبت میں مُبتلا تھا اور بس مکمل اُسکا ہی تھا یہ اِحساس اِس قدر خوبصورت اور دِل کو گھائل کر دینے والا تھا کہ حُسن المآب کی پلکوں کی باڑ توڑ کر کتنے آنسو نکل کر گالوں پر پھسلتے چلے گئے اور پھر وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چُھپا کر اونچی آواز میں اِیسے ہچکیوں کے ساتھ رونے لگی کہ بوکھلا جاتے، مُضطرب ہوتے جبار کے ہاتھ پیر پُھولنے لگے۔

"حُسن۔۔۔!حُسن المآب!" وہ واقعی سمجھ نہیں سکا کہ اُسے اچانک سے کیا ہوا ہے؟ کیا وہ اُسکو ناپسند کرتی ہے تبھی اِس قدر ٹوٹ کر رو رہی تھی؟ اور اِس خیال کے آتے ہی قلبِ جبار کا دِل کہیں اندر ہی ڈوب کر اُبھرا۔

"تم۔۔۔اِس لیئے رو رہی ہو کہ میں تم سے مُحبت میں مُبتلا ہوں؟" یہ قلبِ جبار اور اُسکا رب ہی جانتے تھے کہ یہ سوال وہ کِس کرب اور اذیت سے کر رہا تھا۔ہچکیاں بَھرتی حُسن المآب نے دونوں ہاتھوں میں یونہی چہرہ ڈھانپے، لرزتے وجود کے ساتھ تیزی سے اثبات میں سَر ہلاتے ہوئے جبار کے دِل کو آہ بَھرنے پر مجبور کر دیا۔

"تم اِس لیئے رو رہی ہو؟" اُسکی بے حد بے یقین، ششدر لہجے میں جو تصدیق چاہی گئی اُس پر حُسن المآب نے آنکھیں مُسل کر چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جو بے حد بے چین نظروں سے اُسکی بھیگی، روئی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

"آپ مُجھ سے کیسے مُحب۔۔۔۔؟" وہ لفظ اَتنا خوبصورت اور بھاری تھا اُسکے دِل کے لیئے کہ بولا تک نہیں گیا۔حیا سے سُرخ پڑتے عارض اور اُسکی نگاہ کی شدت سے لرزتی پلکوں نے دَنگ رہ جاتے قلبِ جبار کو مبہوت کر دیا اور پِھر اُسکا آسودہ، ہر فکر سے آزاد قہقہ بے ساختہ تھا۔اِس بار قہقہ روکنے کی کوشش بالکل نہیں کی گئی۔

وہ جو بَرباد ہوئے تھے تیرے ہاتھوں وہی لوگ

دَم بخُود دیکھ رہے ہیں تیری حیرانی بھی

یہ جو میں اِتنی سہولت سے تُجھے چاہتا ہوں

دوست! اِک عُمر میں مِلتی ہے یہ آسانی بھی۔۔۔

(سعود عثمانی)

"اِس میں اِتنا تعجب انگیز کیا ہے؟ مُحبت؟ تم سے مُحبت؟؟ یا میری تم سے مُحبت؟" حُسن المآب کی خفت بِھری جھینپ دیکھ کر مُسکراہٹ دبانے کو ہونٹوں پر دائیں ہاتھ کی مُٹھی بنا کر اُس نے چہرہ جُھکایا اور پِھر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد چمکتی سیاہ آنکھیں اُٹھا کر اُسکے گُلنار ہوتے چہرے کو دیکھ کر مُسکراتے ہوئے سوال کیا گیا۔دِل کی ساری کثافت، ساری خفگی بَھک سے اُڑتے پا کر حُسن المآب نے لرزتی پلکوں کی باڑ سے اُس وجیہہ مَرد کو دیکھا جو اُس سے مُحبت میں مُبتلا تھا اور یہ اعتراف، یہ اِحساس دَھڑکن چھین لینے والا تھا۔

"سب کچھ!" اُسکے مُختصر جواب میں بھی بہت سے معنی پنہاں تھے۔اُسکی جھجھک پر جبار نے مُسکراہٹ دبائی۔سب کچھ جیسے ایک دَم سے حسین نظر آنے لگا تھا۔سب کچھ خوبصورت ہو گیا تھا اُس ایک اعتراف سے۔

"بے فکر رہو تم سے مُحبت کا اعتراف نہیں مانگوں گا۔"جبار نے جیسے اُسکے اندر کو پہچان لیا تھا۔حُسن المآب نے چونک کر اُسکو دیکھا اور پِھر بے ساختہ نظریں چُرا گئی۔

"تم پوری عمر بھی مُجھ سے مُحبت نہیں کرو گی، اِظہار نہیں کرو گی تو کوئی بات نہیں۔میری مُحبت ہم دونوں کے لیئے کافی ہو گی۔میں اِس مُحبت کو ساری عُمر کم نہیں ہونے دوں گا۔"اُسکے سَرد، لرزتے

ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ میں لے کر اُس نے حُسن المآب کے ہاتھوں میں زندگی بَھر دی۔مُسکراتے دِل سے اُس نے چہرہ اُٹھایا مگر اُن سیاہ نظروں پر تیزی سے پلکوں کی جھالر گِرا دی اور اُسکی جھجھک محسوس کر کے جبار کی مُسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

میں مُحبت ہوں، مُحبت کا اثر ہوں، اے دوست!

یہ تو مُمکن ہی نہیں ہے کہ میں زائل ہو جاؤں۔۔۔

"آپ ابھی تک واپس نہیں گئیں؟" عدن سے مِل کر وہ جیسے ہی روڈ کراس کر کے پارکنگ کی جانب بڑھی، پیچھے سے آتی آواز پر چادر ٹھیک کر کے پلٹی اور سامنے کھڑے میزان حیدر کو دیکھ کر قدرے تعجب سے اِردگرد دیکھا۔

"میں واپس جانے کے اِرادے سے نہیں آئی۔"ناک چِڑھا کر بڑے مزے سے اُسکی معلومات میں اِضافہ کرنے اور اُسکو چڑھانے کے لیئے بتایا گیا مگر دوسری جانب چِڑنے کے بجائے مُسکراہٹ دوڑتی دیکھ کر زینب کا ماتھا ٹھنکا۔

"یہ آپ مُجھے اِیسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟" پیچھے کو چہرہ کر کے اُس نے میزان حیدر کے چمکتی آنکھوں اور مُسکراتے چہرے کو دیکھ کر مشکوک لہجے میں سوال اُٹھایا جبکہ اُسکے انداز پر میزان نفی میں سَر ہلا کر رہ گیا۔یہ دونوں بہن بھائی ایک جیسے تھے۔اچھے بَھلے مُوڈ کا ستیاناس کر دینے والے۔

"میں کیسے دیکھ رہا ہوں آپ کو؟" اُس نے بازو سینے پر لپیٹ کر یوں سوال کیا جیسے اُسکے پاس فرصت ہی فرصت ہو۔زینب کو اُسکے انداز چونکا رہے تھے۔کئی بار کی مُلاقاتوں اور اِتفاقی ٹکراؤ میں ہر بار میزان حیدر کی آنکھوں کا تاثر بدلتا محسوس ہونے لگا تھا اُسکو مگر وہ اِسے اپنا وہم سمجھ کر جھٹکتی آ رہی تھی۔

"جیسے میں نے آپ کا اُدھار دینا ہو یا جیسے میں کوئی چور ہوں۔"اُسکے انداز پر میزان نے کھنکھار کر سائیڈ پر دیکھا۔

"چور تو ہیں آپ۔۔۔"اُسکے یوں صاف گُوئی سے کہے جانے پر زینب کا مُنہ حقیقتاً کُھل گیا۔وہ اِس اِلزام پر ہقا بقا رہ گئی۔بھئی! بھری نہیں میرا مطلب ہے خالی پارکنگ لاٹ میں اُس کو چور کہا گیا تھا اِس لیئے اُسکا غصّہ جائز تھا۔یہاں غلطی بھی تو سَراسَر میزان حیدر کی تھی۔

"قسم سے! آپ کو بھائی نے کیا سوچ کر اپنا دوست بنا لیا ہے؟" نخوت سے کہہ کر سَر جھٹکتے ہوئے اُس نے ریموٹ سے گاڑی کھول کر میزان کا سارا اِطمینان غرق کر دیا۔وہ تو یہاں کوئی فلمی سا جواب دینے کو تیار تھا اور یہ مُحترمہ ہیں کہ۔۔۔

"ویٹ! بھائی کہاں سے آ گیا بیچ میں؟ آپ کو پوچھنا چاہیئے تھا کہ میں نے آپ کا کیا چُرایا ہے۔عموماً اِیسا ہی سوال نہیں آتا؟؟" اُسکے ہونق ہو کر کہے جانے پر زینب نے بامُشکل اپنے چہرے کے سنجیدہ تاثرات پر قابو رکھا۔مُسکراہٹ اُسکے چہرے سے پھُوٹنے کو بے قرار ہو رہی تھی۔

"نہیں عموماً اِیسا بے تُکا سوال نہیں پوچھا جاتا کیونکہ چوری کرنے والے کو معلوم ہوتا ہے اُس نے کب، کِس کا، کیا چُرایا ہے۔"اُسکے اِتنے فصیح اور بلیغ جواب پر میزان عَش عَش کر اُٹھا۔وہ واقعی جبار کی بہن تھی۔اُسکی طرح ہی میزان حیدر کا دماغ گُھما دینے والی۔

"لیکن اگر چوری آپ کی ہوئی ہو تو بہت اچھا ہوا اور جو بھی چوری ہوا ہے بُھول جائیں کے آپ کو کبھی واپس بھی مِلے گا۔"گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے اُس نے میزان کے دِل کی دَھڑکن روک دی۔اِس دُنیا میں اُسکے علاوہ کوئی اور بھی تھی جِس کو دماغ کی دہی کرنا آتی تھی۔یہ جان لینا دَھڑکن روک دینے والی معلومات تھی۔

"ویسے مُجھے واپس لینے کی خواہش ہے بھی نہیں۔"اُسکی گاڑی سٹارٹ ہونے پر اُس نے اِس سنجیدگی سے کہا کہ سامنے دیکھتی زینب نے چونک کر اُسکے بدلتے تاثر کو دیکھا۔وہ سنجیدہ بہت کم ہوتا تھا مگر جب بھی ہوتا تھا تو کمال۔۔۔۔اِس سے آگے وہ سوچ نہیں سکی۔نگاہوں کا زاویہ تیزی سے بدل لیا گیا۔

"دماغ! خیر اُسکی آپ کو ضرورت بھی نہیں ہے۔"سہولت سے کندھے اَچکا کر اُس نے جانے سے پہلے جیسے اُسے خوب تپا کر جانا تھا جبکہ میزان نے نہایت آرام سے نفی میں سَر ہلایا۔

"اُنہوں، دِل! جو کہ میں لیتا ہوا اور آپ واپس دیتی ہوئیں اچھی نہیں لگیں گی۔"زینب کے ششدر چہرے اور پھیلی سیاہ آنکھوں کو دیکھ کر نہایت اطمینان سے کہہ کر وہ اُسے وہیں حیران چھوڑ کر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا جبکہ مُنشتر ہوتی دَھڑکنوں سے زینب وہیں دیکھتی رہ گئی جہاں وہ گیا تو جو بہت

احترام کے باوجود بھی اُسکو تپانے سے بعض نہیں آتا تھا اور اَب۔۔۔جاتے جاتے یہ کیا کہہ گیا تھا وہ اُس سے۔۔۔۔؟؟؟

"اِتنے سارے لوگوں کو کون اِنوئیٹ کرتا ہے جبار۔" آئینے میں نظر آتے جبار کے اُبھرتے عکس کو دیکھ کر حُسن المآب ڈریسنگ ٹیبل پر برش رکھ کر اُسکی جانب پلٹی۔اُسکو دوپہر میں نوراں نے ولیمے پر شرکت کرنے والے مہمانوں کی فہرست تھمائی تھی اور وہ اِتنی کثیر مہمانوں کی تعداد دیکھ کر دَنگ رہ گئی۔رات ہونے کا بامُشکل اِنتظار کرتے ہی اُس نے جیسے ہی جبار کمرے میں داخل ہوا تو اُس سے بازپُرس کرنا لازمی سمجھا۔ہاتھ میں تھاما کوٹ اور بیگ صوفے پر رکھ کر وہ اُسکی خفا آواز پر مُسکراتے ہوئے اُسکی جانب آیا جِس کے سیاہ بال آبشار کی طرح اُسکے شانے پر بکھرے ہوئے تھے اور دوپٹہ نفاست سے دونوں شانوں پر جُھول رہا تھا۔اُسکو اپنی جانب پلٹتا پا کر جبار نے اُسکو مُسکرا کر دیکھتے ہوئے نرمی سے دونوں شانوں سے تھام کر خود سے قریب کرتے ہوئے شانے سے لگا لیا۔حُسن المآب کی ساری خفگی ہوا ہونے لگی۔اُسکے حصار میں جو سکون، جو تحفظ اُسے مِلا تھا وہ اِس فانی دُنیا میں کہیں بھی نہیں تھا۔

"ایک تو آپ ناراض بھی نہیں ہونے دیتے۔" اُسکے مدہم سے کہے جانے پر جبار آنکھیں موند کر مُسکرا دیا۔اُسکی پُشت آہستگی سے تھپتھپا کر اُسکو پیچھے کر کے مصنوعی خفگی سے پُھولے گالوں کو دیکھ کر مُسکراہٹ دبائی۔

"اُونہوں! ولیمے کی دُلہن ناراض اچھی نہیں لگتی۔"مُسکراہٹ دبا کر اُس نے جِس انداز میں کہا حُسن المآب نے اُسکو اُسی مصنوعی ناراضگی سے گھُورا۔

"ولیمے کی دُلہن کو ناراض بھی نہیں کرتے۔"جواب بھی اُسکے برابر ہی آیا تھا۔جبار اُسکے یوں لاجواب کرنے پر مُسکرا دیا۔

"کیا ضرورت ہے جبار اِتنے لوگوں کو دعوت دینے کی۔"اُسکی پھِر سے وہی بات تھی۔

"ضرورت ہے نہ جنابِ مَنّ! میرے بس میں ہو تو پوری دُنیا کو بتاؤں کہ حُسن المآب، قلبِ جبار کی ہے۔"اُسکے دونوں ہاتھوں کو تھام کر اُس نے اِس قدر اُلفت سے کہا کہ حُسن المآب کی آنکھیں دُھندلانے لگیں۔مُحبت اور مُحبت بَھری باتوں میں جبار سے کوئی نہیں جیت سکتا تھا۔

"کیا ہوا؟" جبار کی سنجیدہ نظروں پر اُس نے چونک کر پوچھا۔وہ نظریں زمانے بَھر کے جذبے اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھیں۔

"سہی کہتے ہیں کہ مُحبت ذات کی تکمیل ہوتی ہے۔مُجھے اور میری ذات کو مکمل کرنے کے لیئے بہت شکریہ، حُسن۔" اُسکے شانوں کو نرمی سے تھام کر کہتے ہوئے اُس نے حُسن المآب کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔اِن پانچ دِنوں میں وہ مُسلسل مُسکرا رہی تھی۔اِن پانچ دِنوں میں مُسکراہٹ نے اُسکے چہرے کو ایک پل کے لیئے بھی اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔

ولیمے کی تقریب کا آغاز رات سات بجے **'حُسن منزل'** میں ہو گیا تھا۔ مہمان کم تھے یعنی بہت قریبی بالا آخر یہاں بھی حُسن المآب کی فتح ہوئی تھی۔ تمام مہمانوں سے مِلتے جبار کی نگاہیں بار بار بے چینی سے گھر کے اندرونی دروازے کی جانب اُٹھتی کیونکہ زینب اور لیلیٰ حُسن المآب کو لینے گئی ہوئیں تھیں۔ اُسکی نظروں کی معصوم سی بےاِختیاری میزان، عاقب اور معیز سے چُھپی نہیں رہ سکی تھی تبھی اُنہوں نے مُسکراہٹ دبا کر اک دوسرے کو دیکھا۔ اِس ولیمے پر تمام رشتے دار مدعو تھے وہ بھی جو زیبا اور اُسکے جبری نکاح کے ہونے اور پھر ٹوٹ جانے کو جانتے تھے۔ وہ سب لوگ بےصبری سے بیٹھے اُس عورت کے اِنتظار میں تھے جِس نے اِتنے سالوں سے زیبا کو برداشت کرتے، ضبط کر کے بیٹھے شخص کا ضبط رُخصت کر دیا تھا اور یوں کیا تھا کہ اُس نے اپنے سخت طبیعت دادا کا بھی خیال کیئے بغیر اُس جبری رشتے کو پل بَھر میں توڑ کر رکھ دیا۔ سید قاسم مُجتبیٰ بھی لوگوں سے مُسکراتے ہوئے مِل رہے تھے۔ جبار نے اُن سے سلام دُعا کے علاوہ کوئی بات نہیں کی تھی نہ ہی اُنکے مُسکراتے پُرسکون چہرے کی وجہ جاننے کی کوشش کی۔ خجستہ بیگم، زیبا کے ساتھ درمیان والے ٹیبل فروہ اور مروہ بیگم کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ اُنکو آنا ہی تھا کیونکہ وہ مزید جگ ہنسائی نہیں چاہتی تھی۔ ظاہر ہے زیبا کی کوئی عدت نہیں تھی تبھی پوری طرح سے تیار زیبا گردن اکڑائے بیٹھی تھی۔

"دُلہن آ گئی!" کچھ عورتوں کے شور پر سب کے ساتھ زیبا نے بھی چہرہ پھیر کر وہاں دیکھا جہاں سے آبنوسی دروازے کی سیڑھیاں اُتر کر لیلیٰ اور زینب کے ساتھ سُبک رفتاری سی اُتر کر آتی حُسن المآب کا حُسن آج رات کی تقریب کی ساری خوبصورتی اور رعنائی کو مات دے رہا تھا۔ اُسکی نظریں میکانکی انداز میں دُور کھڑے جبار تک جا کر ٹھہر گئیں جو ایک ٹرانس میں آہستہ مگر مضبوط قدموں سے سب

لوگوں سے معذرت کر کے حُسن المآب کی جانب مسحور ہو کر بڑھ رہا تھا جو جیسے کوئی اپنی منزل کی جانب دیوانہ وار بڑھتا ہے۔لیلیٰ اور زینب نے اُسکے قریب آنے پر حُسن المآب نے ہاتھ چھوڑ دیئے۔ قریب آ رُکتے قدموں پر حُسن المآب کی پلکیں لرز کر اُٹھیں۔سامنے سفید شرٹ پر سیاہ ویسٹ اور سیاہ پینٹ پہنے، نفاست سے گھنے اور بڑے ہو چُکے بال پیچھے بٹھائے قُلبِ جبار کھڑا تھا۔اُسکا محرم، مکمل صِرف اُسکا جبار! دِل آسودگی سے دَھڑک کر اُس وجیہہ مَرد کو دیکھ رہا تھا جِس نے دُنیا کی تمام عورتوں کو جھٹک کر اُسکا اِنتخاب اِیسے کیا تھا کہ وہ اپنے ہونے پر نازاں ہو گئی تھی۔اُسے خود پر بے اِنت پیار آنے لگا تھا کیونکہ وہ قلبِ جبار کی بے لوث چاہت اور اُلفت تھی۔جبار نے آنکھوں میں دھڑکتے دِل اور شوق کے اَن گنت دھمکتے جگنوؤں کے ساتھ، سیاہ مخمور ہوتی نگاہوں سے اُسکو دیکھا جو سرمائی رنگ کے شرارے میں سَر پر نفاست سے حجاب کے اوپر کامدار دوپٹہ اوڑھے، ہلکے میک اَپ کے ساتھ دِل کی دھڑکنیں مُنتشر کر رہی تھی۔جبار کا جی چاہا یہیں سب کے سامنے کھڑے کھڑے اُس حُسن دل آویز پر قربان ہو جائے اور اپنی اِس سوچ پر مُسکرا اُٹھتے ہوئے اُس نے باقی دو قدموں کا فاصلہ بھی یک مُشت پار کیا۔اُس دلکش چہرے کو دیکھ دیکھ کر نگاہ بَھر نہیں رہی تھا اور دِل تھک نہیں رہا تھا۔

"مے آئی؟" نگاہ جُھکا کر اُن سبز سارے زمانے سے حسین آنکھوں میں دیکھ کر اُس نے اپنی دونوں خالی ہتھیلیاں اُسکے سامنے پھیلائیں۔حُسن المآب کی پلکیں لرز کر جُھکیں اور لمحے کی دیر کیئے بغیر اُس نے اپنے مہندی سے سجے دونوں ہاتھ اُن مضبوط، پُرحدت، مہربان اور دِل پسند ہاتھوں میں دے دیئے۔اُسکے خالی ہاتھ جیسے بَھر دیئے گئے۔اُس نے جُھکی نظریں اُٹھا کر اپنی جانب مُسکراتی نظروں سے

دیکھتی حُسن المآب کو دیکھا اور پِھر آگے کو ہو کر اُسکی روشن پیشانی ہونٹوں سے چُھو لی اور وہ دلفریب منظر کیمرے کی آنکھ نے ہمیشہ کے لیئے اَمر اور جاودانی کر دیا۔ پیچھے ہو کر اُس نے ایک نظر اُس گلابی ہو کر دہکتے چہرے پر ڈالی اور پِھر اُسکا ہاتھ مضبوطی سے تھامے سٹیج کی جانب بڑھ گیا۔ بہت سی سَراہتی اور جَل کر خاک ہوتی نظریں اُن دونوں کے تعاقب میں تھیں مگر وہ نگاہوں سے بےپرواہ ایک دوسرے کی سنگت اور چاہت میں بےحد مُطمئن، پُرسکون اور خوش تھے۔ زینب مُسکراتی نظروں سے اُن دونوں عزیز اَز جان لوگوں کو دیکھ کر دِل میں ڈھیروں دُعائیں کر رہی تھی تبھی اپنے برابر آ کھڑے ہوتے میزان حیدر نے اُسے چونکا دیا۔ دِل سے اُس آخری مُلاقات میں کہی گئی بات محو نہیں ہوئی تھی۔

"پچھلی بار کی طرح اَب کوئی فضول مزاق مت کرنا۔ آج میں بےحد خوش ہوں۔" ناک چڑھا کر اُسے دیکھا بغیر صاف ہری جھنڈی دِکھائی گئی۔ میزان نے چہرہ پھیر کر فرصت سے بڑی سی چادر میں چُھپے اُس بےخبر، معصوم حُسن کو دیکھا اور پِھر بےساختہ مُسکرا دیا۔

"خوش تو میں بھی بہت ہوں لیکن نہ پچھلی بار مزاق کیا تھا نہ اَب کروں گا۔ کچھ معملات میں بہت سنجیدہ ہوں میں۔" اُسکے ٹھٹکتے چہرے کو دیکھ کر بہت رسانت سے جواب آیا۔ زینب نے چہرہ پھیر کر اُسے دیکھا جِسکی نگاہیں اُسکے چہرے کا طواف کرنے کے باوجود بھی بےلگام نہیں تھیں۔ وہ اُسے اِیسے احترام سے دیکھتا ہوا کسی بےنام سے جذبے سے متعارف کروانے لگا تھا۔ زینب نے تیزی سے نگاہیں پھیر لیں۔ اُن دونوں کے گِرد چند لمحے کی خاموشی طویل ہونے لگی۔ اُس عجیب کچھ کہتی خاموشی سے

اِس سے پہلے کہ وہ بھاگ کھڑی ہوتی، میزان حیدر کی مدہم، آہستہ لہجے نے اُسکے دِل کی دَھڑکن ساکن کر دی۔

"میں آپ کے لیئے سنجیدہ ہوں سیدہ زینب۔"اُس مدہم سی اطلاع نے سیدہ زینب کے قدم زنجیر کر دیئے۔چہرہ پھیر کر تعجب سے دیکھا کہ آیا یہ اُسی نے کہا ہے۔اُسکے دیکھتے ہی میزان نے بھی چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا۔اُن حیران، اُلجھی ہوئی نگاہوں کا سنجیدہ، مُبتلا ہو چُکی آنکھوں سے زبردست ٹکراؤ یوں ہوا کہ دونوں جانب کے دِل کی دَھڑکنوں کی چال بدلنے لگی۔

"آپ۔۔۔کہنا کیا چاہ رہے ہیں؟" وہ جیسے واقعی سمجھی نہیں تھی یا اُسے اپنے الفاظ سے پِھرنے کا ایک موقع اور دے رہی تھی۔میزان چل کر عین اُسکے سامنے آکھڑا ہوا۔

"میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں، زینب!" اُس کے لہجے میں اِس قدر نرمی اور مٹھاس سِمٹ آئی تھی کہ زینب آنکھیں پھیلائے تحیر سے اُسکو دیکھنے لگی جِس سے اُسکے ٹاکرے ہی ہوئے تھے اور ہر ٹاکرے میں دونوں نے ایک دوسرے کو دُوبدو جواب دے کر حساب بے باک کیئے تھے تو اِیسے میں یہ خواہش کہاں سے آ گئی؟

"میرا دماغ بالکل ٹھیک ہے۔"وہ زینب کے چہرے پر اُبھرنے والے تاثرات کو سمجھ کر فوراً بولا جبکہ زینب جھینپ کر تیزی سے پیچھے ہوئی۔

"لیکن دِل کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"اُن آنکھوں میں دیکھ کر ٹھہر ٹھہر کے جیسے اُسے جتایا گیا۔زینب نے ٹھٹک کر اُن آنکھوں میں دیکھا جہاں کوئی جذبہ ہلکورے لے رہا تھا۔ وہی جذبہ جو وہ اپنے بھائی کی آنکھوں میں حُسن المآب کے لیئے شوق بَن کر اُترتے دیکھتی آ رہی تھی۔

"مُجھے آپ بہت اچھی لگتی ہیں۔میں آپ کو پسند کرنے لگا ہوں۔"اُس نے اُسی آہستگی اور نرمی سے چند قدموں کا فاصلہ پاٹ کر عین اُسکے سامنے آ کر کہا اور پِھر اُن ششدر ہوتی آنکھوں کو دیکھ کر مُسکراہٹ دباتے ہوئے اُسکے برابر سے ہو کر گُزر گیا۔وہ جِس جذبے کو محسوس کر رہا تھا جانتا تھا کہ وہ پسندیدگی سے آگے کا جذبہ ہے مگر کم اَز کم زینب کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔زینب نے رُکتی دَھڑکنوں سے چہرہ پھیر کر اُسکی ہستی ہلا کر مضبوط قدموں سے دُور جاتے شخص کو دیکھا اور چہرہ پھیر کر اپنے دِل کے مقام پر ہتھیلی رکھ کر گہرا سانس لیا۔جو کچھ اُس نے سُن لیا تھا اُس پر یقین کرنا کچھ اِیسا بھی مُشکل اَمر نہیں تھا۔

؎اپنی اپنی چاہتیں ہیں لوگ اَب جو بھی کہیں

اِک پری پیکر کو اِک آشفتہ سر اچھا لگا۔۔۔

حُسن المآب کے اِصرار پر اُس نے کم ہی مہمان مدعو کیئے تھے مگر پِھر بھی لوگ کافی زیادہ ہو گئے تھے۔رات گیارہ بجے تک ایک ایک سے حُسن المآب کو مِلوا کر اُس نے حُسن المآب کے چہرہ پر اُترتی تھکن کو دیکھا اور ٹھہر گیا۔

"میں تھک گئی ہوں، جبار۔" اُسکے پوچھنے سے قبل حُسن المآب نے اُسکا بازو تھام کر آہستگی سے کہا۔ جبار نے اُسکی پُشت نرمی سے تھپتھپا کر لیلیٰ اور زینب کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تبھی اُسکی نظر اپنی جانب آتی زینب سے ٹکرائی۔

"زینب بچے! حُسن کو کمرے میں لے جاؤ۔" قریب آنے پر جبار نے اُسکو کہا جبکہ حُسن المآب زینب کا چہرہ دیکھ کر ٹھٹک گئی مگر خاموشی سے زینب کا پھیلا ہوا ہاتھ تھام کر جبار کو ایک نظر دیکھے اُسکے ساتھ اندر کی جانب بڑھ گئی۔ مہمانوں میں سے کافی زیادہ لوگ رخصت لے کر جا چُکے تھے صرف قریبی لوگ رہ گئے تھے یا جو یہیں شہر میں رہتے تھے۔ ابھی وہ وہیں دیکھ رہا تھا جہاں زینب اور حُسن المآب گئی تھیں تبھی کھنکھارنے کی آواز پر چونک کر پلٹا۔ اُسکے سامنے سید قاسم مُجتبیٰ کھڑے تھے اور یہ پہلی بار تھا کہ اُنکے چہرے پر کسی قِسم کی سختی اور کرختگی کے بجائے جبار بہت نرمی اور حلاوت دیکھ رہا تھا۔

"بہت اچھا لگ رہا ہے تمہیں یُوں خوش اور مکمل ہوتا دیکھ کر۔" اُنکے یوں کہے جانے پر جبار کا ٹھٹکنا بنتا تھا۔

"جیسے تمہاری ماں ایک نیک کردار اور وفا شعار عورت تھی ویسی ہی عورت تمہاری بیوی بھی ہے اور یہ بات میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں۔" اُنکی اگلی بات جبار اُنکے چہرے کو دیکھے گیا جہاں سادگی اور سچائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔

"مُجھے تم پر فخر ہے جبار کے بالآخر تم نے ببانگِ دہل خود پر لگائے گئے بہتان کی تردید کر دی۔ خاموشی ہمیشہ اچھی نہیں ہوتی اگر خاموشی اچھی ہوتی تو حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا پر لگائے گئے بُہتان

پر اِختیار کی گئی حضور(ﷺ)، حضرت ابو بکر(رض) اور صحابہ کرام(رض) کی خاموشی پر اللہ پاک اُن سب سے باز پُرس کبھی نہ کرتے۔اللہ پاک نے واضح کہا کہ اُس عظیم بُہتان کو سُنتے ہی بغیر کسی تصدیق کے ایمان لانے والوں نے خود سے نیک گُمان کیوں نہیں کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ تو صریح بُہتان ہے۔جانتے ہو خاموشی اِیسے موقعے پر گناہ بن جاتی ہے اور میں تمہیں اِس گناہ سے بچانا چاہتا تھا جبار۔"اُنکے مُفصل انداز پر جبار حیرت سے اُنھیں سُن رہا تھا۔آج سے پہلے اُس نے سید قاسم مُجتبیٰ کو اِتنا طویل، اِتنا خوبصورت بولتے نہیں سُنا تھا۔

"آپ۔۔۔آپ جانتے تھے کہ میں۔۔۔"اُسکی حیرت بہت زیادہ تھی۔حیرانگی سے جملہ تک مکمل نہیں کیا گیا۔

"میں نے تمہاری وضاحت کے باوجود تم سے نیک گُمان رکھا تھا جبار کیونکہ تمہاری ماں اور اُسکی تربیت میری سامنے تھی لیکن میں چاہتا تھا تم خود سب کو بتاؤ کہ تم پر الزام لگانے والے جھوٹے ہیں اور تم نے یہ کہنے میں بہت دیر کر دی جبار۔"اُنکی اکی بات بہت زیادہ حیران کُن تھی۔جبار یک ٹک اُنکو دیکھے گیا۔

"آپ کو زیبا اور محمل کے جُھوٹ کا۔۔۔"وہ بہت کچھ پوچھنا چاہ رہا تھا مگر اُسکے الفاظ حیرانگی میں اُسکا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔

"جانتا تھا اور اگر اُنکا کہا سچ بھی ہوتا نہ جبار تب بھی اللہ پاک نے کہا ہے کہ بُہتان تراشنے والا چار گواہ لائے اگر وہ چار گواہ نہ حاضر کر سکے تو وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا ہے۔"اُنکی بات میں وزن تھا۔جبار اِتنی بے یقینی سے اُنکو دیکھ رہا تھا کہ حد نہیں۔اُنکی جانب سے کہے جانے والے تمام سخت الفاظ اُن

باتوں پر اپنا پہلا سا اثر کھونے لگے۔وہ اُنکا کبھی یقین نہ کرتا مگر وہ بیچ میں اللہ پاک اور قرآن کو لے آئے تھے۔

"تم جانتے ہو منافقین کی پہچان، اُنکی سزا حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا پر لگائے گئے بُہتان کے بعد ہی قرآن سامنے لے کر آیا تھا۔حضور کو اللہ پاک نے کہا کہ اِس واقعے کو یکسر اپنے لیئے بُرا نہیں سمجھو کیونکہ اَب تم جان چُکے ہو کہ کون تمہارے اندر مُنافق ہے۔اُسکے بعد مُنافقین کی ویسے ہی پہچان ہو گئی جیسے مُجھے سید حویلی میں ہو گئی تھی۔کچھ واقعات ہماری آنکھیں کھولنے اور ہماری آزمائش کے لیئے ہوتے ہیں اور اُسکے بعد اللہ پاک فرماتے ہے کہ مومن عورتیں، مومن مردوں کے لیئے ہیں اور مومن مَرد، مومن عورتوں کے لیئے۔خبیث عورتیں، خبیث مردوں کے لیئے ہیں اور خبیث مَرد، خبیث عورتوں کے لیئے۔حضور کو بھی اللہ نے حضرت عائشہ جیسی پاک عورت دی اور تمہیں بھی حُسن المآب دے دی۔وہ آزمائش پر صبر کرنے والوں کو خسارے میں نہیں رکھتا۔"آگے بڑھ کر اُسکا کندھا نرمی سے تھپتھپا کر اُسکو یوں حیران اور شل سا چھوڑ کر وہ پلٹ کر چلے گئے۔سید حویلی والوں کو واپس ایبٹ آباد جانا تھا۔

وہ یونہی شل، بےیقین سا اندر کمرے میں آیا۔سب جا چُکے تھے۔سب کو کئی ایک گھنٹہ ہو گیا تھا مگر وہ ٹھیک ایک بجے کمرے میں آیا۔اُسکا اِنتظار کرتی حُسن المآب لباس تبدیل کیے بغیر یونہی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے سو گئی تھی۔ایک نظر اُسکو دیکھ کر جبار تھکتے قدموں سے دیوان کی جانب آیا اور آہستگی سے بیٹھ گیا۔اُسکے کانوں میں ابھی تک سید قاسم مُجتبیٰ کے الفاظ گونج رہے تھے۔اُنکی باتوں نے

اُسکے دِل کے کسی انجان حصّے کو گویا پُرسکون کر دیا تھا مگر باقی سارا دِل ابھی تک بےیقین اور ششدر تھا۔کروٹ بدلتی حُسن المآب کی آنکھ کُھلی۔گھڑی پر وقت دیکھ کر بستر کے دوسری جانب خالی جگہ دیکھ کر وہ پریشانی سے سیدھی ہوئی۔بستر سے اُتر کر اِس سے پہلے کہ وہ دروازے کی جانب بڑھتی، سائیڈ دیوان پر بیٹھے، سَر دونوں ہاتھوں میں گِرائے جبار کو دیکھ کر وہ پریشانی سے اُس تک آئی۔

"جبار!" اُسکے سامنے کھڑے ہوئے کر حُسن المآب نے آہستگی سے پُکارا۔بغیر چہرہ اُٹھائے جبار نے ہاتھ آگے بڑھا کر اُسے کلائی سے تھام کر اپنے سامنے پڑے سِٹر پر بٹھا دیا۔اِس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتی، جبار نے یونہی چہرہ جُھکائے آگے کو ہو کر پیشانی اُسکے کندھے سے ٹِکا کر آنکھیں موند لیں۔حُسن المآب کا دِل اِضطراب سے دھڑک اُٹھا۔چہرہ جُھکا کر اُس نے جبار کی بند پلکوں کو دیکھا اور اُسکے دیکھتے ہی دیکھتے اُن بند آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گِرنے لگے۔حُسن المآب کو لگا اُسکا دِل کسی نے مٹّھی میں لے کر مَسل دیا ہو۔بغیر کچھ کہے نرمی سے وہ جبار کے سیاہ بالوں میں اُنگلیاں چلانے لگی۔قلبِ جبار کو اپنے روم روم میں سکون اور کیف سرائیت ہوتے محسوس ہونے لگا۔

"کیا بات ہے جبار؟" اُس مدہم سوال پر جبار پیچھے نہیں ہوا۔یونہی اُسکے شانے سے سَر ٹِکائے آنکھیں موندے اُس نے گہرا سانس لیا۔

"بس! تھک گیا ہوں۔"اُسکے لہجے میں اِس قدر تھکن تھی کہ حُسن المآب نے بےاِختیار دونوں بازو اُسکی پُشت پر پھیلا کر اپنے حصار میں لے کر اُسے نرمی سے تھپکنے لگی۔

"کچھ چیزیں بہت وقت لیتی ہیں جبار۔ آپکی تھکن اور بے یقینی بھی وقت لے گی مگر پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اُسکے کہے جانے پر جبار مُسکرا دیا۔ وہ حُسن المآب تھی کچھ جانے بغیر بھی اُسکی ذہنی کیفیت سمجھ جانے والی۔ اِس آسانی پر جبار کی بند آنکھیں مُسکرانے لگیں۔

"کچھ چیزیں وقت کیوں لیتی ہیں جبکہ تم سے مُحبت کرنے میں میرے دِل نے ذرا وقت نہیں لیا۔" پیچھے کو ہو کر مُسکراتے لہجے میں کہہ کے اُس نے حُسن المآب کو جھینپنے پر مجبور کر دیا۔ اپنے دونوں ہاتھ باہم مِلا کر اُس نے چہرہ اُٹھا کر جبار کو دیکھا جو مبہوت ہو کر اُسے دیکھ رہا تھا۔ دوپٹہ شانے پر پھیلائے، سونے کی وجہ سے بالوں کی اُلجھی لٹیں اُسکے چہرے پر جھول رہی تھیں جبکہ کچی نیند کے دوروں سے سجی گُلابی آنکھیں دھڑکن روک دینے کی طاقت رکھتی تھی۔ جبار نے ہاتھ آگے بڑھا کر اُسکے چہرے کو چُھوتیں لٹیں کان کے پیچھے کر کے حُسن المآب کے گلابی ہوتے چہرے کو دیکھا۔ وہ اُس سے نظریں نہیں مِلا رہی تھی۔

"ہر چیز بے شک زیادہ وقت لے مگر تم مُجھ سے مُحبت کرنے میں زیادہ وقت نہیں لینا۔" اُسکی اگلی بات پر حُسن المآب کی پلکیں لرز کر اُٹھیں۔ حُسن المآب کی آمادگی، اُسکی نظریں، اُسکی فکر جبار کو سب بتانے کو کافی تھا مگر جبار اپنے دِل کا کیا کرتے جو اُسکے ہونٹوں سے اعتراف سُننے کے لیئے مَرا جا رہا تھا۔ حُسن المآب کی پلکیں لرز کر جُھکیں، چہرے کا رنگ تیزی سے گُلابی ہوا اور جبار بے اِختیار ہنس پڑا۔ ساری کثافت، ساری حیرانگی بَھک سے اُڑ گئی۔

"جتنا چاہے وقت لے لو مگر زیادہ دیر مت کرنا جیسے میں نے کر دی۔" اُسکے دونوں ہاتھ نرمی سے تھام کر آنکھوں سے لگا کر کہا گیا جبکہ حُسن المآب تیز ہوتی دھڑکنوں سے مُسکرا دی۔

"ماشاءاللہ! بہت خوبصورت لگ رہی ہو حُسن۔"اُسکے چہرے کو دیکھتے ہوئے اِس قدر سادگی سے تعریف کی گئی پھر بھی حُسن المآب کا چہرہ رنگ بدلنے لگا۔

"تم بھی بدلے میں میری تعریف کر سکتی ہو۔"اُسکو یوں گھبراتے دیکھ کر اُس نے مُسکراہٹ دبا کر کہا جبکہ حُسن المآب نے چونک کر چہرہ اُٹھایا۔وہ پُرشوق سیاہ آنکھیں فرصت سے اُسکی جانب ہی متوجہ تھیں۔

"آپ بھی بہت اچھے ہیں۔"اُسکے مدہم لہجے پر قلبِ جبار گردن پیچھے کو پھینکے بےاِختیار دِل کھول کر ہنستا چلا گیا۔آج سے پہلی کسی نے اُسکی اِتنی خوبصورت، اِتنی دِل چُھو لینے والی تعریف نہیں کی تھی۔ کتنی لڑکیاں اُسکو خوبصورت، ہینڈسم، ڈیشنگ، وجیہہ جیسے لفظوں سے سراہتی رہی تھیں مگر وہ تو بہت اچھا تھا۔صرف بہت اچھا! یا اللہ! ابھی وہ اُس سے مُحبت نہیں کرتی جب کرے گی تو قلبِ جبار اور اُسکے دِل کا کیا حال ہو گا؟

"میرے جاننے والے ہیں جو ہمارے ولیمے پہ آئے تھے۔وہ زینب کے لیئے رشتہ لانا چاہ رہے ہیں۔" اُنکے ولیمے کے ٹھیک دو دِن بعد جبار کی بات پر اُسکا کوٹ اُٹھا کر اُس تک آتی حُسن المآب چونک گئی۔ نظروں کے سامنے کوئی منظر لہرایا۔

"کیسے لوگ ہیں؟" اُسکو کوٹ پہننے میں مدد کرتے ہوئے اُس نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔

"بزنس ٹرم کے لحاظ سے تو میں نے اُنہیں اچھا پایا ہے۔"اُسکی جانب پلٹ کر جبار نے کہا جبکہ حُسن المآب کسی گہری سوچ میں مگن اُسکی شرٹ کے اوپری بٹن بند کرنے لگی۔ چند لمحے تک وہہ یوں ہی شرٹ کے بٹنوں پر ہاتھ پھیرتی رہی تو جبار نے چونک کر چہرہ جُھکاتے ہوئے اُسکے پُرسوچ تاثرات کو دیکھا۔

"کیا اِتنا گہرائی سے سوچا جا رہا ہے، جنابِ مَنؑ!" اُسکے استفسار پر حُسن المآب نے ٹھٹک کر چہرہ اُٹھایا اور پھر اُسکے بٹن بند کر کے پیچھے کو ہونے لگی مگر جبار نے اُسکی پُشت پر حصار باندھ کر کوشش ناکام بنا دی۔

"اِتنا گہرا کیا سوچا جا رہا ہے کہ مُجھ سے ہی غافل ہو گئی ہو۔میں جیلس ہو رہا ہوں حُسن۔"اُسکے یوں نرمی اور واضح کہے جانے پر حُسن المآب نے چہرے کو مُسکراہٹ چُھو گئی۔

"آپ سے کیسے غافل ہو سکتی ہوں۔میں تو بس زینب کا سوچ رہی تھی۔"اُسکی پہلی بات اِتنا برجستہ تھی کہ حُسن المآب خود تک اپنے الفاظ سے ناآشناء تھی جبکہ جبار کے دِل کی دھڑکنیں ٹھہر گئیں۔وہ ساکن سا اُسکو دیکھنے لگا جو آگے کو ہو کر اُسکی شرٹ کے کالر دُرست کر رہی تھی۔

"آپ پینٹ کوٹ کے بجائے ویسٹ کوٹ میں زیادہ اچھے لگتے ہیں۔"پیچھے کو ہو کر اُس نے سادگی سے کہا۔آج وہ جبار کو دھچکے پر دھچکے دے رہی تھی۔

"تمہاری رائے میرے لیئے حکم ہے۔"نرمی سے کسٹ اُتار کر وہ تیز قدموں سے ڈریسنگ روم میں گیا جبکہ ہونق ہوتی حُسن المآب ناسمجھی سے ڈریسنگ روم کے بند دروازے کو دیکھتی رہی اور پھر جبار کو

سیاہ ویسٹ کوٹ میں نکلتے دیکھ کر وہ اپنے چہرے پر دَر آنے والی ستائش اور مُسکراہٹ نہیں روک سکی۔ نیوی بلیو پینٹ، سفید شرٹ پر نیوی بلیو ویسٹ کوٹ پہنے وہ نظر لگ جانے کی حد تک وجیہہ لگ رہا تھا۔اُسکی نظروں کے بےاِختیار ٹھہراؤ کو محسوس کرتا جبار قدم قدم اُسکی جانب بڑھا اور عین اُسکے سامنے آکر ٹھہر گیا۔وہ خود کوٹ کی نسبت ویسٹ کوٹ میں زیادہ کمفرٹیبل محسوس کرتا تھا مگر نہیں جانتا کہ وہ حُسن المآب کو اِس میں کتنا محبوب لگتا ہے۔حُسن المآب نے بےاِختیار دو قدموں کا فاصلہ بھی سمیت لیا۔جبار رُکتی دھڑکنوں سے اُن سبز آنکھوں میں اُترتے رنگوں کو دیکھنے لگا۔حُسن المآب کا ہاتھ اُسکے شانے پر گیا۔نرمی سے اُسکے شانے پر اَن دیکھی گرد صاف کی گئی۔جبار سانس روکے، چہرہ جُھکا ہے اُسکو مسحور ہو کر دیکھ رہا تھا۔

"اَب آپ لگ رہے ہیں نہ میرے قلبِ جبار!" پلکیں لرز کر اُٹھیں اور اُن سیاہ آنکھوں میں دیکھ کر حُسن المآب نے آہستگی سے کہتے ہوئے جبار کے مضبوط دِل کی دھڑکنیں مُنتشر کر دیں۔مُسکراتی سبز نظریں ہر بار کی طرح اِس بار کی طرح لرز کر جُھک نہیں گئیں تھیں۔چند لمحے یونہی جبار کو آنکھ بَھر کر دیکھنے کے بعد حُسن المآب نے سَر پر دوپٹہ جماتے ہوئے یونہی جبار کے شانے پر ہاتھ رکھے، آنکھیں موند کر کچھ قرآنی آیات پڑھنے لگی جبکہ جبار کا دِل اُس خوبصور اِحساس پر اندر باہر سے مہکنے لگا۔حُسن المآب نے ساری یاد سورتیں اُس پر پڑھ کر پُھونکتے ہوئے جبار کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"اللہ پاک آپ کو ہر شر والی بُری نظر سے ہمیشہ محفوظ رکھے، آمین۔"اپنا ہاتھ اُسکے دِل کے مقام پر رکھ کر آہستگی سے کہتے ہوئے ہاتھ پیچھے کر لیا جبکہ جبار کو لگا وہ اِس دُعا سے، اِس سحر سے کبھی باہر نہیں نکل سکے گا۔

"آپ آفس سے واپس آ جائیں نہ تو پھر زینب کے رشتے پر بات کرتے ہیں کیونکہ میری نظر میں بھی ایک بہت اچھا رشتہ ہے زینب کے لیئے جسکو مُجھے یقین ہے آپ ضرور قبول کریں گے۔"اُسکو مطمئن کر کے اُس نے جبار کی ساری پریشانی اور فکر زائل کر دی تھی۔مُسکرا کر سَر ہلاتے ہوئے جبار نے لیپ ٹاپ والا بیگ حُسن المآب کے ہاتھوں سے لیا اور پھِر وہ دونوں ایک ساتھ کمرے سے باہر نکل کر آبنوسی دروازے کی جانب بڑھے۔

"یہ لو برڈز کہاں جا رہے ہیں؟"زینب ناشتے کی میز پر جلدی نہیں آئی تھی سو اَب سوئی جاگی سی کرسی پر بیٹھی زینب نے پیچھے سے پُکارا۔حُسن المآب اور جبار ایک ساتھ مُسکرا کر پلٹے۔

"جبار آفس جا رہے ہیں۔میں البتہ یہیں ہوں تمہاری خبر لینے۔"اُسکے کہے جانے کر زینب تیزی سے سیدھی ہوئی۔

"ہیں! میں نے کیا کر دیا ہے؟" بھائی کے مُسکراتے چہرے کو مُشکوک نظروں سے دیکھ کر سوال آیا۔

"کسی کی نیندیں چُرا کر خود کتنے سکون سے سوتی رہی ہو تم۔"حُسن المآب کے زرخیز انداز پر زینب ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔نیند ابھی تک اُس پر حاوی تھی۔

"بھئی میں نیندیں حرام کرنے والوں میں سے ہوں، چُرانے والوں میں سے نہیں۔ یہ سب مُجھے ہی کیوں چور بنانے پر تُلے ہیں۔" اُسکے نروٹھے انداز پر حُسن المآب نے بامُشکل ہنسی دبا کر جبار کو دیکھا۔

"کون سب لوگ؟" اُس سوال پر زینب کو سیدھا ہونا پڑا۔

"کوئی نہیں۔بتائیں ذرا کِس کی نیند حرام کی ہے میں نے؟" زینب کا ماتھا ٹھنک چُکا تھا۔

"جبار کے کسی جاننے والے کے بیٹے کی۔رشتے آیا ہے تمہارے لیئے۔" حُسن المآب کے اُس انکشاف پر زینب کی ساری سُستی اور نیند کا خُمار بَھک سے اُڑا۔تیزی سے اُٹھ کر اُن دونوں کی جانب بڑھی جنہوں نے مُسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"کِس کا رشتہ کِس کے لیئے؟" اُسے لگا سُننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔

"مظہر صاحب کے بیٹے کا رشتہ۔"جبار کو کہنا پڑا جبکہ زینب بے یقینی سے پیچھے ہوئی۔

"میں نے کسی مظہر، اظہر کے بیٹے سے شادی نہیں کرنی۔"اُسکے یوں بوکھلانے پر حُسن المآب کی آنکھیں چمکیں۔

"چلو دیکھتے ہیں۔تمہاری بھابھی کے پاس بھی کوئی رشتہ ہے اُسکو دیکھ لیں گے۔ابھی مُجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے پِھر واپس آ کر بات ہو گی۔"زینب کو حصار میں لے کر اُسکا سَر چوم کر اُس نے حُسن المآب کو نرمی سے حصار میں لیتے ہوئے اُسکی پیشانی ہونٹوں سے چُھو کر اُن دونوں کو مُحبت سے دیکھا اور پِھر دروازہ پار کر گیا۔

"بھابھی۔۔۔!"زینب نے کچھ کہنا چاہا۔

"میں ذرا آتی ہوں۔"اُسکی بات مُسکراہٹ کے ساتھ اَن سُنی کر کے وہ جبار کے پیچھے گئی اور سیڑھیوں پر کھڑے ہو کے جبار کو گاڑی میں بیٹھتے دیکھنے لگی جبکہ اپنی پُشت پر زینب کی بے چین، مُضطرب، سوالیہ نظریں محسوس کر سکتی تھی۔

"ہاں بھئی! یہ ہیپیلی ایور آفٹر ہونے کے بعد تُو کچھ زیادہ ہی مصروف نہیں ہوتا جا رہا۔" اُسکے صوفے پر دھنستے ہوئے میزان نے جِس انداز میں کہا جبار کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ میزان نے مُسکرا کر ستائش سے اُسکی کِھلتی مُسکراہٹ کو دیکھا۔

"زینب کے فرض سے سبکدوش ہونے کے بعد، اُسکو خوش اور مطمئن دیکھنے کے بعد ہیپیلی ایور آفٹر ہوا جا سکتا ہے۔" پاور چیئر سے اُٹھ کر اُسکے سامنے بیٹھتے ہوئے اِطمینان سے کہا گیا جبکہ لمحے بَھر کو میزان حیدر خاموش ہو گیا۔

"مظہر صاحب نے اپنے بیٹے کا رشتہ بھیجا ہے زینب کے لیئے۔" جبار کی اگلی بات پر میزان کے چہرے کا رنگ واضح ماند ہوا اور یہ منظر کم اَز کم جبار کی جہاندید نگاہوں سے پُوشیدہ نہیں رہ سکا تھا۔

"وہ مظہر صاحب جِن کا بیٹا گھونچو سا ہے؟" جبار کی نظروں پر اُس نے چمک کر تصدیق چاہی۔ اُسکے انداز پر جبار نے بغور اُسکے چہرے کو دیکھا جہاں شدید رقابت کے تاثرات چھا رہے تھے۔

"اچھا خاصا لڑکا ہے لیکن خیر دیکھنا پرکھنا پڑے گا۔ حُسن تو کسی اور سے زینب کی کروانا چاہ رہی ہے۔" اُسکی اگلی بات پر میزان کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھنے لگا۔

"مزید بھی کوئی ہے؟" اُسکے نک چڑھے انداز پر سب سمجھتے جبار نے بامُشکل اپنی مُسکراہٹ دبائی۔

"کافی سارے ہیں لیکن ظاہر ہے جو زینب کی مرضی ہوئی۔ جو اُسے خوش رکھنے کا عہد کر سکا، نبھا سکا اُسکا ہی سوچ جائے گا۔" جبار کے کہے جانے پر میزان نے پہلو بدلا۔

"تُجھے ایک بات کہوں؟" چند لمحے کی خاموشی کے بعد میزان حیدر بامُشکل کچھ کہنے کے قابل ہوا۔

"اگر کوئی تیرا سب سے قریبی رشتہ لے کر آ جائے تو تُو تھپڑ تو نہیں جَھڑ دے گا نہ؟" اُسکے سوال پر جبار پہلے چونکا اور پِھر اُسکی ہنسی بے ساختہ تھی۔

"پہلے بھی تو لوگ لا رہے ہیں کیا سب کو تھپڑ جَھڑتا رہا ہوں؟" سوال کے بدل سوال پر میزان جُھنجھلا گیا۔ایک تو یہاں وہ بے چینی سے مَرنے والا تھا۔

"یار تُو بتا نہ اگر جو کوئی قریبی لے آئے تو کچھ غلط مطلب تو اخذ نہیں کرے گا؟" اُسکے سوالات کی سُوئی ایک ہی جگہ اَڑ گئی تھی۔

"مُجھے بتا کہ تُو کیا چاہ رہا ہے دراصل؟" اُسکے یوں سیدھا پوچھے جانے پر صِرف ایک سیکنڈ کے لیئے میزان حیدر گھبرایا اور پِھر کچھ سوچ کر دِل، گُردہ اُسے بڑا کرنا پڑا۔

"میں چاہتا ہوں زینب کی شادی اِیسے شخص سے ہو جو اُسے سَر آنکھوں پر بٹھا کر رکھے۔اُس سے تمام عُمر مُ۔۔مُحبت کرے اور۔۔۔۔"جبار کی سنجیدہ، گہری نظروں پر نگاہوں کا زاویہ بدل کر تیزی سے کہا مگر لفظ مُحبت پر اُسکی زُبان، جبار کی نگاہوں کی گہرائی پر لڑکھڑا گئی تبھی اُسے کچھ مزید کہنے کے لیئے وقفہ لے کر ہمت جمع کرنی پڑی۔

"اور؟" جبار کے اصرار پر اُسکے دِل کی دھڑکنیں سُست ہوئیں۔

"وہ شخص میں بھی تو ہو سکتا ہوں، جبار۔"چہرہ اور نظریں جُھکا کر اِس قدر آہستگی سے خواہش کا اِظہار کیا گیا کہ جبار بامُشکل سُن سکا۔مُسکراتی نظروں سے چند لمحے خاموشی سے وہ میزان کے جُھکے چہرے کو دیکھے گیا۔خاموشی کا وقفہ طویل ہونے لگا اور میزان حیدر کو بے چینی گھیرنے لگی۔وہ چہرہ بھی نہیں اُٹھا

سکتا کیونکہ جبار کی گہری، اندر تک اُتر کر تولتی نظریں اُسی پر ٹِکائے ہوئے تھا۔ آخر بہن کا معاملہ تھا، اِیسے ہی تو ہاں نہیں کی جا سکتی تھی۔

"اور کِتنا سوچنا ہے؟" میزان کی مدہم بے چین اِستفسار پر جبار نے مُسکراہٹ دبائی۔

"ایک مہینے تک۔" اُسکی سنجیدہ آواز پر میزان نے سارے ادب، لحاظ اور مروت کے پردے چاک کر کے جھٹکے سے چہرہ اُٹھا کر اُسے گھورا اور اُسکی نظروں پر جبار کا قہقہ بے ساختہ تھا۔ اُسکو یوں بے تکا ہنستے دیکھ کر میزان نے دانت پیسے۔

"پہلے میری جان کی خلاصی کر دے بھائی۔ پھِر ہنس لینا پاگلوں کی طرح۔" اُسکا اِضطراب چُھپائے نہیں چُھپ رہا تھا۔ جبار نے مُسکراہٹ روکنے کو چہرے پر ہاتھ رکھا اور پھِر سنجیدگی سے میزان کو دیکھا۔

"تم میرے بھائی جیسے دوست ہو۔ میں تمہارے بارے میں اِیسے سب جانتا ہوں جیسے اپنے بارے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں لیکن زینب کی رائے میرے لیئے بہت مُقدم ہے۔" جبار کے انداز پر میزان کا اندر باہر سب کِھلنے لگا۔ دِل کی دھڑکنیں معمول پر آنے لگیں۔

"زینب کے قدموں میں بھی بیٹھنے کو تیار ہوں میں۔" میزان نے سنجیدگی سے کہے جانے پر جبار نے بغور اُسکو دیکھا جِسکی آنکھوں اور لہجے میں کہیں کھوٹ اور دِیا نہیں تھا۔ وہ جو کسی وقت بھی، کسی کے لیئے بھی سنجیدہ نہیں ہوتا تھا اُسکی بہن کے لیئے یکسر سنجیدہ ہو گیا تھا۔ یہ بڑی خوش آئند بات تھی۔ جانے مانے، قابلِ بھروسہ ہاتھوں میں اپنی پُھول جیسی نازک بہن دینے کی سوچ ہی جبار کے اعصاب کو پُرسکون کر رہی تھی۔

"مُجھے کوئی اعتراض نہیں تُو آنٹی کو جب بھی لے آ مگر اُس سے پہلے زینب کو مُحبت سے منانا تمہارا کام ہے۔جب تم منا لو گے تب میں اُسکی رائے لے کر تُجھے تاریخ دوں گا۔"جبار کے ہے جانے پر میزان نے آگے ہو کر جُوش سے اُسکے دونوں ہاتھ تھام کر ہلاتے ہوئے اثبات میں سَر ہلایا۔زینب کو منانا بہت مُشکل تھا مگر ناممکن نہیں۔زینب کے بھائی کی رضا مِل گئی تھی اَب تو زینب کے قدموں میں بھی ڈھیر ہونا پڑا تو اِس کے لیئے میزان حیدر ہر طرح سے تیار تھا اور اُسکی یہ تیاری مُحبت کے سبب سے تھی کیونکہ مُحبت کی اِیسا جذبہ ہے جو اِنسان سے وہ کچھ کروا گُزرتا ہے جو اِنسان کرنے کا عام حالات میں سوچنے کا تصور تک نہیں کر سکتا۔مُحبت مُشکل کام کو سہل کر کے ہر مقصد کو حاصل کرنے میں آسانی لاتی ہے وہی مُحبت جو قلبِ جبار کو حُسن المآب سے ہے، وہی مُحبت جو میزان حیدر کو سیدہ زینب سے ہو گئی ہے۔

"مُجھے تیار ہونے کا کہہ کر خود کہاں چلے گئے تھے؟" آفس سے واپسی پر جبار کو دیر ہو گئی تھی اور یقیناً میزان حیدر سے باتوں میں وہ فنکشن میں جانا بھی بُھول چُکا تھا۔وہ جو کمرے میں حُسن المآب کو نہ پا کر باہر جانے لگا تھا، آواز پر پیچھے پلٹا اور حُسن المآب کو ڈریسنگ روم سے تیار باہر نکلتے دیکھ کر ساکن سا اُسکو دیکھنے لگا جو کہہ کر سوالیہ نظروں سے اُسکو دیکھ رہی تھی۔سفید رنگ کے کلیوں والے فراک میں، نفاست سے حجاب کے ساتھ ہلکا نیچرل میک اَپ کیئے جانے کو بالکل تیار تھی۔

"مطلب تم نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ مُجھے کہیں کا نہیں چھوڑنا۔"اُسکے آہستگی سے کہے جانے پر حُسن المآب ناسمجھی سے رُکی اور پھر اُن نظروں کے مفہوم پر جھینپ کر ایک تھپڑ اُسکے بازو پر مارا۔

"شاید آپ کو یاد نہیں مگر آپ نے ہی مُجھے کہا تھا کہ کسی دوست کی منگنی پر جانا ہے۔" حُسن المآب کی خفا سی وضاحت پر جبار نے بےاِختیار پیشانی پر بکھرے بال پیچھے کیئے۔

"پہلے یاد تھا، تمہیں دیکھتے ہی بُھول گیا۔" اُس کے معصوم انداز پر حُسن المآب نے نفی میں سَر ہلا کر اُسکے ہاتھ سے بیگ لیا۔

"تھک گئے ہیں تو ہم نہیں جاتے۔" وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ منگنی جبار اور میزان کے یونورسٹی فیلو کی ہے۔اِس لیئے وہاں جانا جبار کے لیئے کوئی آسان نہیں تھا۔

"اُونہوں! باہر زینب بھی تیار بیٹھی ہوئی ہے۔" اُسکے کہے جانے پر حُسن الماب نے اُسے گُھورا جبکہ جبار مُسکراہٹ دبا کر اُسکا گال نرمی سے تھپتھپا کر ڈرسینگ روم کی جانب بڑھ گیا۔اُسکے کپڑے حُسن المآب نے پہلے ہی اندر رکھ دیئے تھے اِس لیئے اطمینان سے اپنا کلچ تھام کر جالی کا دوپٹہ شانوں پر پھیلاتے ہوئے باہر کی راہ لی۔زینب اور وہ مِل کر باتوں میں مصروف ہو گئے تھے تبھی پیچھے سے آتے جبار کی **'چلیں'** پر اُن دونوں نے بیک وقت پلٹ کر دیکھا۔

"ماشاءاللہ بھائی! قمیض شلوار میں بھی آپ کمال لگتے ہیں۔" زینب کی مُسکراتی تعریف پر سفید قمیض شلوار کے ساتھ شانے پر سیاہ چادر پھیلا کر کھڑے جبار نے حُسن المآب کو دیکھا جو خاموش ستائش سے اُسکو ہی دیکھ رہی تھی۔اُسکی سماعتیں مُنتظر ہی رہیں۔حُسن المآب کو زینب کے ساتھ اُٹھ کر باہر جاتے دیکھ کر آہ بَھر کے نفی میں سَر ہلا کر وہ بھی اُن دونوں کے پیچھے لکڑی کا دروازہ پار کر گیا۔حُسن المآب سے اُسے اِظہار نہیں مِلنے والا تھا۔وہ جو سارے زمانے میں سراہا جاتا تھا اپنی بیوی کے سامنے اُسکی دال نہیں گل رہی تھی۔گاڑی میں بھی حُسن المآب اور زینب ہی مُسلسل باتیں کر رہی تھیں جبکہ جبار کی

ہوں ہاں پر حُسن المآب وقفے وقفے سے چہرہ پھیر کر اُسکے خاموش چہرے کو دیکھ رہی تھی۔نہ جانے اُسے اچانک سے کیا ہوا تھا؟ گاڑی ہال کے سامنے رُکتے ہی حُسن المآب کو کچھ پوچھنے کا موقع نہیں مِلا۔ گاڑی سے حُسن المآب نے اُتر کر روشنیوں میں نہائے ہال کو دیکھا کر جبار کو دیکھا جو سنجیدگی سے چہرہ اُٹھائے ہال کے داخلی دروازے کو دیکھ رہے تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟جبار!" اُسکے سوال پر حبار نے چونک کر چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا اور آہستگی سے مُسکرا دیا مگر نہ جانے کیوں حُسن المآب کو اُسکی مُسکراہٹ پچھلے دِنوں کی طرح اصل نہیں لگی۔زینب کے ہلائے جانے پر اُس نے چونک کر جبار کو دیکھا اور تبھی اُن کے سامنے گاڑی آ کر رُکی اور اُس میں سے میزان حیدر کو اُترتے دیکھ کر زینب نے تیزی سے نظریں پھیر کر جبار کو دیکھا جو مُسکرا کر میزان سے گلے مِل رہا تھا۔

"کیا میں زینب کو ساتھ لے جا سکتا ہوں؟" میزان کے سوال پر زینب نے کرنٹ کھا کر جبار اور میزان کو دیکھا۔اُسے جیسے یقین نہیں آیا اپنی سماعتوں پر۔جبار نے مُسکرا کر اُسکا شانہ تھپتھپا کر سَر کے اِشارے سے اندر ہال کی سمت اِشارہ کیا جبکہ زینب نے ہونق تاثرات سے اپنے سامنے آ کھڑے ہوتے میزان حیدر کو اور اُسکی سنجیدگی کو دیکھا مگر وہ آنکھیں کچھ کہہ رہی تھی جسے صاف نظرانداز کر کے اُس نے اپنے بھائی کو بے حد اطمینان کے ساتھ حُسن المآب کے ساتھ حیرانگی سے اندر بڑھتے دیکھا۔

"یہیں ہر آئے گئے کا رستہ جام کر کے کھڑے ہونا ہے، یا اندر چلو گی؟" اُسکے اِستفسار پر زینب نے جل بُھن کر اُسکو دیکھا جو جبار بھائی کی طرح ہی سفید قمیض شلوار پہنے۔۔۔اچھا خاصا لگ رہا تھا۔یہ

اعتراف کافی سوچ بچار کے بعد، بُرے بُرے مُنہ بنا کر دِل میں کیا گیا۔سَر جھٹک کر بغیر اُسکو دیکھے بھائی اور بھابھی کی بےوفائی پر پیر پٹخ کر وہ اندر کی جانب بڑھی جبکہ اُسکے پیچھے چلتا میزان اپنے چہرے پر دَر آنے والی مُسکراہٹ کو نہیں روک سکا۔

"جبار بھی آ رہا ہے؟" زارا نے کرسی سنبھالتے ہوئے ایک نظر طرحدار سی محمل کو دیکھ کر جواد سے سوال کیا۔جوس کا گلاس ہونٹوں سے لگاتی محمل اندر تک چونک گئی مگر بظاہر خود کو ہر ممکن لاپرواہ ظاہر کیا۔

"سُنا تو یہی ہے۔ویسے بھی طحہ اُسکا اور میزان کا کافی اچھا دوست تھا جامعہ میں۔"جواد نے کندھے اچکا کر وہی بتایا جِتنا جانتا تھا۔رِدا نے ایک نظر خاموش بیٹھی فضیلہ کو دیکھا۔وہ لوگ جامعہ کے بعد بہت کم ایک دوسرے سے رابطے میں رہے تھے اور جامعہ میں ہونے والے واقعے نے فضیلہ جیسی شوخ، چنچل اور ہر ایڈونچر کو انجوائے کرنے والی لڑکی کو خاموش اور کم گو کر دیا تھا۔

"کیا بات ہے فضیلہ؟" زارا نے اُسکے سامنے ٹیبل بجاتے ہوئے متوجہ کرنا چاہا جبکہ محمل نے ایک نظر فضیلہ کو دیکھ کر نخوت سے سَر جھٹک دیا۔اِسی کم بخت نے اُسکا سارا پلان فیل کیا تھا اور اِسی کی وجہ سے وہ پُرانے دوستوں کے سامنے ذلیل و خوار ہوئی تھی مگر اپنا بَھرم قائم رکھے کو اور اُس ویڈو کو جُھوٹا ثابت کرنے کو اُسے اِس تقریب میں آنا ہی تھا ورنہ سب لوگوں کی نظروں کو وہ صاف محسوس کر رہی تھی۔

"دوست کی پیٹھ پر چُھرا گھونپنے والوں کو کیا ہونا ہے۔" محمل کے کہے جانے پر فضیلہ نے چہرہ اُٹھا کر سخت نظروں سے اُسے گھورا اور پھر کرسی دھکیل کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں تم دونوں کی وجہ سے یہاں بیٹھی تھی۔" جواد اور زارا کو کچھ کہنے کا موقعہ دیئے بغیر اِس سے پہلے کہ وہ کہیں اور جاتی، جبار کے آنے کا شور اور چہ مگائیاں سُن کر اُس نے بھی سب کی طرح چہرہ پھیر کر وہاں دیکھا جہاں سے وہ شخص اُسی شان اور تمکنت سے سَر اُٹھائے ہال میں داخل ہو رہا تھا۔ اُسکے برابر چلتی خوبصورت اور دلکش عورت نے کتنے ہی لوگوں کو چونکا دیا۔ سب لوگ جبار کا بازو مضبوطی سے تھام کر اُسکے برابر مُسکرا کر چلتی پُروقار اور حیا دار سی لڑکی کو دیکھ کر چہرہ پھیر کر محمل کو دیکھنے لگے جسکا چہرہ بھاپ چھوڑنے لگا تھا۔

"یہ جبار کی بیوی ہے؟" زارا کے سوال پر فضیلہ نے چونک کر پھر سے اُن دونوں کو دیکھا جو ایک دوسرے کی سنگت میں بے حد خوش، مُطمئن اور مکمل لگ رہے تھے۔ اُن دونوں کو دیکھ کر کسی سوال کی کوئی گُنجائش بنتی ہی نہیں تھی کیونکہ وہ سب قلبِ جبار کی فطرت کو اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ شخص کسی غیر عورت کے ساتھ اِس قدر مُحبت بَھری بے تکلفی سے گُھوم نہیں سکتا تھا۔ اُسکے کردار کی مضبوطی سے پوری جامعہ واقف تھی اور اِس بات کی خبر قلبِ جبار کو نہیں تھی کیونکہ اُس واقعہ کے بعد اُس نے اپنا میگریشن کسی اور جامعہ میں کروا لیا تھا اور اُسکے جاتے ہی میزان حیدر بھی اُسکے نقشِ قدم پر چلا گیا تھا۔

"اسلام و علیکم جبار۔۔!" طحہ تمام مہمانوں سے معذرت کر کے خوشگواریت سے اُسکی جانب بڑھا جبکہ جبار نے مُسکرا کر ہاتھ آگے بڑھایا جسے نظرانداز کر کے طحہ اُسکے شانے سے لگ گیا۔

"یار! کہاں غائب ہو گئے تھے؟ یاروں کے ساتھ کوئی اِیسے بھی کرتا ہے۔"اُسکے شکوے پر ٹھہر جاتا جبار چونک گیا۔بامُشکل مُسکرا کر اُسکی پُشت نرمی سے تھپکی۔طٰہٰ مُسکرا کر پیچھے ہوا۔

"یہ یقیناً بھابھی ہوں گی۔"سارے جامعہ کے جان پہچان والے لڑکے لڑکیاں اُنکے گِرد گھیرا تنگ کرنے لگے۔حُسن المآب جبار کو پریشان ہوتا محسوس کر سکتی تھی حالانکہ اُسکے چہرے سے کچھ بھی اخذ کر لینا ناممکن تھا۔

"ہمم، حُسن المآب!" نرمی سے حُسن المآب کے گِرد بازو پھیلا کر کہا۔بس اُس ایک نام نے اُسکے چہرے سے ساری کثافت کو دُور بھگا دیا تھا۔

"اسلام و علیلکم بھابھی!" اِتنی ساری آوازوں پر جبار نے بھی چونک کر اُن سب کو دیکھا جو آنکھوں میں ڈھیروں عقیدت اور احترام لیئے حُسن المآب اور اُسے دیکھ رہے تھے۔

"تم لوگوں کو کیسے معلوم کہ یہی حُسن المآب بھابھی ہیں؟" زینب کے ساتھ پیچھے سے آتے میزان نے وہی سوال کیا جو اِس وقت جبار کے بھی ذہن میں تیر رہا تھا۔

"بھئی! جبار جیسا شخص جو کسی عورت کو گھاس نہیں ڈالتا تھا، دیکھتا تک نہیں تھا وہ اپنی بیوی کے علاوہ کسی کے ساتھ آ سکتا ہے یہ بات کون مانے گا۔"احمد نے میزان سے مِلتے ہوئے ہنس کر کہا جبکہ باقی سب تائید میں سَر ہلانے لگے۔جبار نے چونک کر اُن سب کے چہروں کو دیکھا۔وہاں کسی کے چہرے پر کوئی غیر آرام دہ کرنے والا تاثر نہیں تھا۔جیسا وہ سوچ کر آیا تھا ویسا وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔حُسن المآب سے اُسکا چونکنا، اُسکی حیرت چُھپی نہیں رہی تھی۔

"بہت مُبارک ہوَ" حُسن المآب نے اُسکے بازو کو نرمی سے تھپتھپا کر جیسے اُسے اُن سب کی موجودگی میں غافل ہونے سے بچا لیا تھا تبھی سنبھل کر جبار نے طحہ کی جانب سُرخ گلابوں کا بُکے بڑھایا جسے اُس نے مُسکرا کر تھام لیا۔

"ارے یہ جبار کی سِسٹر ہیں نہ؟" سیماب نے میزان کے برابر ابھی تک خاموش کھڑی زینب کو پہچان کر سوال کیا جبکہ سب کی نظریں اُسکی جانب اُٹھتی محسوس کر کے میزان نے کھنکھار کر اُسکو دیکھا۔

"سیدہ زینب عالم نام ہے۔۔۔۔متوقع ہے کہ جلد زینب میزان بن جائیں گی۔"میزان کے یوں سب کے سامنے کہے جانے پر زینب نے کرنٹ کھا کر اُسکو اور پھِر اپنے بھائی کو دیکھا جِس نے میزان کے یوں فخر اور یقین سے کہنے پر اپنی مُسکراہٹ دبائی جبکہ سب کی ہنسی اور ہوٹنگ پر زینب کا جی چاہا میزان کا سَر پھاڑ دے۔

"کب تک متوقع ہے؟" طحہ نے مُسکرا کر جبار سے سوال کیا۔ظاہر ہے اُسکی بہن تھی۔

"زینب کی ہاں پر مشروط ہے۔"اُسکے آرام سے کہے جانے پر باقی سب نے میزان کے چہرے کو دیکھ کر مُسکراہٹ دبائی جبکہ زینب کا چہرہ سُرخ ہونے لگا۔اُسکو حیرانگی میزان کے انداز پر ہو رہی تھی۔وہ کیسے اُسکے بھائی اور اپنے دوست کے سامنے اِیسے بےشرمی سے بکواس کر رہا تھا۔وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اُسکا بھائی اپنے جگری دوست کو اپنی جانب سے مکمل رضامندی کا سگنل دے چُکا تھا بس زینب کی باری تھی۔

"بھائی!" زینب کے تیزی سے چلانے پر اُن سب کے ساتھ جبار کا قہقہہ بھی بے ساختہ تھا۔میزان کو کچا چبا جانے والی نظروں سے گھُور کر پیر پٹختے ہوئے وہ بھائی کے ساتھ سے زبردستی حُسن المآب کا ہاتھ چھُڑوا کر آگے بڑھ گئی۔

"ارے!" جبار کے انداز پر اُن سب نے مُسکراہٹ دبائی۔

"چلو یار! فنکشن سٹارٹ ہونے والا ہے۔"طحہ کے کسی کزن نے آ کر اُن سب کو وہاں سے مُنتشر ہونے پر مجبور کر دیا۔جبار، میزان اور طحہ کے ساتھ آگے بڑھ آیا۔سب کی نظریں وہ اپنے اوپر بخوبی محسوس کر رہا تھا مگر عجیب یہ تھا کہ وہ نظریں جبار کو عجیب نہیں لگ رہی تھیں تبھی اُس کی نظر کچھ ٹیبل دُور بیٹھی محمل تک گئی اور اُسی تیزی سے اُس نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا جبکہ اُسکے یوں نظر پھیرنے پر محمل نے بامُشکل اپنی مُٹھیاں بھینچی۔یہ شخص اُسکو ہمیشہ یوں دیکھ کر نظرانداز کرتا تھا جیسے وہ کوئی کراہیت آمیز شے ہو۔گہرا سانس لے کر جبار جیسے ہی آگے بڑھا سامنے بیٹھے وشمہ اور اُسکے والد کو دیکھ کر اُسکا حلق تھا کڑوا ہو گیا۔سارے اچھے موڈ کو غارت کرنے کے لیئے سب نے آج یہیں اکھٹا ہونا تھا۔

"لو جی گئی بھینس پانی میں۔"ساتھ چلتے میزان نے اُسکے کان میں سرگوشی کی جبکہ جبار نے چہرہ پھیر کر حُسن المآب کو تلاشا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ حُسن المآب کے سامنے کوئی بدمزگی ہو یا یہیں سب کی موجودگی میں اُسکو کوئی کچھ بھی کہے۔

"تم نے زینب سے بات کی؟" طحہ کو اپنے مہمانوں کی جانب بڑھتے دیکھ کر جبار نے یاد آنے پر پوچھا جبکہ میزان نے تیزی سے نفی میں سَر ہلایا۔

"تمہاری بہن مُجھے دیکھتے ہی اِیسے گھورتی ہے جیسے مُجھ۔۔۔"وہ جو تیزی سے کہنے لگا تھا، جبار کے رُک کر گھورنے پر گڑبڑا کر خاموش ہو گیا۔

"کیا۔۔۔اِیسے کیوں دیدے پھاڑ رہا ہے؟" وہ بھی جبار کا دوست تھا۔

"میری بہن کا ذکر ہو رہا ہے۔۔۔"اُسے یعنی کچھ بھی فضول کہنے سے بعض رہنے کو کہا گیا۔

"جانتا ہوں تبھی تجھے بتایا ہے۔"ناک سے مکھی اُڑانے والا کیا ہی بے پرواہ انداز تھا۔جبار اُسے سہی سے گھور بھی نہیں سکا۔

"میرا مغز کھانے کے بجائے اُسکو مناؤ جا کر کیونکہ اگر وہ نہ مانی تو بیٹا بُھول جانا کہ میں اپنی بہن کا ہاتھ تجھے دوں گا۔"صاف صاف اُسکو ہری جھنڈی دِکھا کر اُس نے بوکھلاتے میزان کو دانت پیسنے پر مجبور کر دیا۔

"اِسے کہتے ہیں سَر مُنڈواتے ہی اولے پڑے۔خوب جا رہا ہے بھئی۔بہن کا ہاتھ دیا نہیں اور ابھی سے مُجھے سالہ سمجھ رہا ہے۔"بڑبڑا کر اُسکے برابر سے نِکل کر جاتے ہوئے اُس نے جبار کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔جبار وہیں کھڑا زینب اور حُسن المآب کی جانب بڑھتے میزان کو مُسکراتی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔

کچھ دیر بعد اپنے برابر کسی کا کھڑا ہونا محسوس کر کے چونکتے ہوئے چہرہ پھیرا۔

"بہت خوش نظر آ رہے ہو شادی کر کے۔"ساتھ کھڑی ہوتی محمل نے مخمور نظروں سے اُسے دیکھا جبکہ جبار نے اپنا چہرہ بے تاثر رکھ کر اُس کو دیکھے بغیر اِس سے پہلے کہ آگے بڑھتا، وہ تیزی سے اُسکا

راستہ روک کر آگے آئی۔کئی لوگوں کی نظریں وہاں گئیں اور اُسی تیزی سے قلبِ جبار کے چہرے کا تاثر بدلا۔سیاہ آنکھیں جُھک کر محمل کی جانب اُٹھیں اور لمحے بَھر کے لیئے محمل چوہدری کے اندر ایک سَرد لہر دوڑھ گئی۔بہت سے لوگ اُٹھ کر اور کچھ گردنیں پھیر کر اُنکو دیکھ رہے تھے کیونکہ سب ہی پُرانا قصہ جانتے تھے۔جبار کی تلاش میں چاروں جانب دیکھتی حُسن المآب کی نگاہ وہاں گئی اور وہ جبار کی آنکھوں میں اُترتے تاثر کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔

"راستے سے ہٹو!" لب بینچ کر اُس نے بے حد آہستگی سے کہا۔

"نہیں تو کیا کرو گے؟" سنبھل کر اکساتی ہوئی مُسکراہٹ سے سوال اُٹھایا جبکہ جبار نے بامُشکل خود پر قابو پانا چاہا۔نہ جانے کب کا دبا ہوا غصہ اور نفرت باہر کسی بھی لمحے نکل پڑنے کو تیار تھا۔کچھ کہے بغیر وہ اُسکے برابر سے گُزرنے لگا اور محمل اُسی تیزی سے اُسکے سامنے آئی۔

"آہاں! ابھی بھی بغیر کچھ کہے نکلنے کی عادت نہیں گئی تمہاری۔" محمل چوہدری جیسے جبار کا ضبط آزمانا چاہ رہی تھی۔جانتی تھی کہ قلبِ جبار برداشت کر رہا ہے۔اُسکی برداشت کو ختم کر کے سب کے سامنے اِیسا تماشا لگانا چاہ رہی تھی کہ وہ سب جو اُسکو ملال، تاسف، نفرت، خفگی اور غصے سے دیکھتے تھے اُنکے تاثرات بدل جائیں۔جبار نے آنکھیں بند کر کے چہرہ پیچھے کیا۔اُسکا ضبط واقعی جواب دے رہا تھا۔اُسکی تربیت کیوں ہر وقت آڑے آ جاتی تھی؟

گہرا سانس لے کر واپسی کو پلٹا اور اُسکو یوں پلٹتے دیکھ کر دانت پیستی محمل نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور اِس سے پہلے وہ جبار کا ہاتھ پکڑتی۔اُسکے عین سامنے آتی حُسن المآب نے اُسکی کوشش ناکام بنا دی۔چونک کر اُن سبز سَرد نظروں کو دیکھ کر دھیرے سے مُسکرائی اور تبھی حُسن المآب کا ہاتھ اُٹھا اور

پوری قوت سے محمل چوہدری کے گال پر جا لگا۔پورے ہال میں اُس تھپڑ کی گونج نے سناٹا پیدا کر دیا۔اُس آواز پر جبار نا سمجھی سے پلٹا اور پھِر حُسن المآب کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔زینب تیزی سے بھاگ کر میزان کے برابر آئی۔

"تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی اپنے ناپاک ہاتھ میرے شوہر کی جانب بڑھانے کی۔"غُرا کر اُس نے بُلند آواز میں کہتے ہوئے لڑکھڑا کر سائیڈ پر چہرہ گِرا کر ہوتی محمل اور ہال میں موجود تمام نفوس کو ساکن کر دیا اُنھیں لوگوں میں وشمہ خان بھی تھی۔

"تمہیں نظر نہیں آ رہا کہ جبار اپنی اچھی تربیت کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہیں برداشت کر رہے ہیں۔ تمہارے اِتنے اُکسانے پر، گھٹیا اُوچھے ہتھکنڈوں پر بھی اگر وہ تمہیں جواب نہیں دے رہے تب بھی اُسی ہٹ دَھرمی سے راستہ روکنے سے پہلے تمہیں ڈوب مَرنا چاہیئے تھا محمل چوہدری۔"اُسکا ایک ایک لفظ سخت تھا۔یوں بَھرے مجمعے میں سب کے سامنے اپنی چال اُلٹتے دیکھ کر اُسکا چہرہ سُرخ ہوا۔

"دوبارہ اگر تم مُجھے میرے شوہر کے آس پاس بھی نظر آئی تو مُجھ سے بُرا تمہارے حق میں کوئی نہیں ہو گا۔یہ بات اپنے اِس خرافاتی دماغ میں بٹھا لو۔"تیز لہجے میں کہہ کر آخری کٹیلی نظر اُسکے چہرے پر ڈال کر آگے بڑھتے ہوئے اُس نے جبار کا بازو تھاما اور اُسے لے کر آگے بڑھ گئی۔سب جو محمل کی عزت افزائی توجہ سے سُن رہے تھے، مُنتشر ہونے لگے۔منگنی کی تقریب کے آغاز نے سب کو اپنی جانب متوجہ کر لیا تھا۔اِیسے میں جبار اپنے سامنے کھڑی حُسن المآب سے نظریں ہٹانے پر آمادہ نظر نہیں آ رہا۔

"مُجھے دیکھنے کے بجائے سامنے دیکھیں جہاں تقریب ہو رہی ہے۔"حُسن المآب نے اُسکو کوئی تیسری بار کہا۔ پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ مُسلسل حُسن المآب کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے اُنکے اِردگرد اور لوگ موجود ہی نہ ہوں۔

"سامنے کیا ہے؟ سب کچھ تو میری نظر میں ہے۔"اُسکے یوں آہستگی سے کہے جانے پر حُسن المآب نے سُرخ پڑتے چہرے سے اُسکو دیکھا اور پھِر اُسکے برابر آ کر اُسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اُسکا رُخ سامنے کرنا چاہا مگر جبار جیسے پہلے سے تیار تھا۔اُسکے دونوں ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگا لیئے۔

"مُجھے معتبر کرنے کے لیئے شُکریہ، حُسن!" وہ جو اپنے ہاتھ چُھڑوانے والی تھی، اُس تشکرانہ بات پر سب بُھول کر اُن سیاہ آنکھوں کو دیکھنے لگی جہاں اُسکی اُلفت کے ڈھیروں جگنو چمک رہے تھے۔

"مُجھ سے مُحبت کرنے کے لیئے شُکریہ، جبار!" بھیگتی آنکھوں سے اُس نے اپنے ہاتھوں پر مضبوط ہوتی اُس خوبصورت گرفت پر نرمی سے کہا جبکہ جبار ہنس دیا۔

"اِس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔"وہ جیسے واقعی نہیں سمجھا۔کونسا اُس نے جان بُوجھ کر، سوچ سمجھ کے حُسن المآب سے مُحبت کی تھی۔مُحبت تو کسی بھی قِسم کے پیچیدہ حساب کتاب سے مبرا ہوتی ہے۔

"اگر آپ مُجھ سے مُحبت نہ کرتے تو میں ساری زندگی بے سائبان اور بے اَمان رہتی۔"اُسکی بات پر جبار نے ناسمجھی سے اُسے دیکھا جو اَب جبار کو نہیں دیکھ رہی تھی۔

"کیوں رہتی بے سائبان اور بے اَمان۔ میں تمہیں پھر بھی لے کر آتا۔ میرا گھر تم نے ہی بَسانا تھا۔"
اُسکے حتمی انداز پر حُسن المآب نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو مُسکرا کر دیکھا۔ مُسکراتی سبز آنکھوں کے ساتھ مُسکراتے ہوئے وہ جبار کو مسحور کر گئی۔

"کیونکہ یک طرفہ مُحبت آسان نہیں ہوتی جبار۔ مُحبت میں محبوب کی جانب سے ہمیشہ چاہے جانے کی خواہش رہتی ہے اگر آپکو مُجھ سے مُحبت نہ ہوتی تو میری چاہے جانے کی خواہش ہمیشہ بے اَمان رہتی۔"
اُن سیاہ آنکھوں میں دیکھ کر ایک ایک لفظ ٹھہر ٹھہر یوں کہا گیا کہ قلبِ جبار کے قلب کی دَھڑکیں سُست پڑ گئیں۔ سیاہ آنکھیں ششدر ہو کر دیکھتے ہوئے جیسے اپنی سماعتوں پر بے یقین تھیں۔ اُسکی شدید حیرانگی دیکھ کر حُسن المآب کے چہرے کو مُسکراہٹ چُھو گئی جبکہ جبار کو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گا۔

"اَب میری حیرانگی کا سبب سمجھ میں آیا۔" وہ جبار کے اِظہار پر اپنی حیرت کی جانب اِشارہ کر رہی تھی جبکہ اُسکی بات پر جبار کے گِرد پھیلتے فُسوں کا گھیرا کچھ اور تنگ ہونے لگا۔ ایک دَم جیسے اُسکے ذہن نے وہ سارے الفاظ ہضم کیئے اور پھر وہ گِردن پیچھے کو پھینک کر بے اِختیار ہنسنے لگا جبکہ اُسکے ہنسنے پر کئی لوگ منگنی کی رسم سے نظریں ہٹا کر چہرہ پھیر کر اُنکو دیکھنے لگے۔

"کیا کر رہے ہیں؟" حُسن المآب نے بے ساختہ اُسکے شانے پر ہاتھ مار کر جیسے یاد کروانا چاہا کہ ہم کِدھر ہیں۔

"یعنی تم بھی مُجھ سے۔۔۔" مُسکراہٹ دبا کر اُس نے بے یقینی سے اپنی جانب اِشارہ کیا جبکہ حُسن المآب کا چہرہ تیزی سے سُرخ ہوا۔ تیزی سے نگاہیں بدل کر اُس نے زینب اور میزان کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ شُکر ہے دونوں آس پاس نہیں تھی ورنہ اُسکا بہت ریکارڈ لگنا تھا اور اپنی اِس بے ساختہ حرکت

پر وہ خود بھی جبار کو دیکھ کر ہنس دی۔وہ مُسکراہٹ صُبح سے زیادہ روشن اور شفق سے زیادہ خوبصورت اور بے رِیا تھی۔ قلبِ جبار کی دُنیا اُس ایک اعتراف، اُس ایک مُسکراہٹ نے مکمل کر دی تھی۔

کہاں سے آئی تھی آخر تیری طلب مُجھ میں؟

مُجھے خُدا نے بنایا_____ تو میں اکیلا تھا...

"کہاں جا رہی ہو؟" زینب کو جاتے دیکھ کر وہ تیزی سے اُسکے سامنے آیا جِس نے پورے فنکشن میں اُسے مُنہ لگانا تو دُور دیکھا تک نہیں تھا اور یہی بات اُسکے لیئے تشویش ناک تھی کیونکہ جبار نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ اگر زینب نہیں مانی تو وہ بھی فورس نہیں کرے گا۔

"آپ سے مطلب؟" تڑخ کر بغیر کسی لحاظ کے سوال کیا گیا۔

"ہے تبھی پُوچھ رہا ہوں۔"وہ بھی میزان حیدر تھا۔اِس جیسی ٹیڑھ کھیر کو خوب سمجھنے والا۔

"اپنے مطلب اپنے تک رکھیں۔"سنجیدگی سے کہہ کر وہ اُسکے برابر سے گُزرنے لگی جبکہ میزان تیزی سے اُسکے سامنے آیا۔

"ناراض کیوں ہو رہی ہو؟" اُس کے ناراض، سنجیدہ سے چہرے کو دیکھ کر وہ خود کو کہنے سے روک نہیں سکا اور زینب نے جیسی ہی خفا نظریں اُسکی جانب پھیریں میزان حیدر آہ بَھر کر پیچھے ہوا۔وہ نظریں اِیسی نہیں تھیں کہ اُنکو ہنسی مزاق میں اُڑا دیا جاتا۔

"میں نے تمہیں بتایا بھی تھا کہ میں تمہارے لیئے سنجیدہ ہوں، زینب۔"اُسکے یوں ایک بار پھر اچانک سے کہے جانے پر زینب نے سِٹپٹا کر اُسکو دیکھا۔اندازہ نہیں تھا کہ ایک بار پھر اُسکے سامنے ذکر چھیڑ دے گا اِس بات کا۔اُسکا اِرادہ تو گھر جا کر بھائی اور بھابھی سے جرح کرنے کا تھا۔

"اور جبار سے میں بات کر چُکا ہوں۔اُسے میرے رشتہ لانے پر کوئی مسئلہ نہیں ہے مگر ظاہر ہے تمہاری رائے، تمہاری پسند بہت اہمیت رکھتی ہے۔اگر تم اِنکار کرو گی تو خُدا کی قسم میں تمہیں بالکل نظر بھی نہیں آؤں گا۔"اُسکو یوں بہت سنجیدہ ہوتے دیکھ کر زینب نے چونک کر اُسکو دیکھا جِسکی آنکھوں میں سچائی ہی سچائی تھی۔

"اَب پوچھنے کا کیا فائدہ ہے۔"اُسکی بڑبڑاہٹ اِتنی آہستہ نہیں تھی کہ میزان تک نہ پُہنچتی۔اُسکا اِشارہ سب کے سامنے کچھ دیر قبل کہی گئی بات کی جانب تھا۔

"دیکھو! جبار تمہارا بڑا بھائی اور فادر فِگر ہونے کے ساتھ میرا بہترین اور جگری دوست ہے اِیسے میں تمہارے لیئے جو جذبے میں اپنے دِل میں محسوس کرنے لگا تھا اُسکی بھنک بھی اگر جبار کو پڑنے نہ دیتا تو یہ خیانت ہوتی زینب۔"اُسکے یوں آرام سے کہے جانے پر زینب کی دَھڑکنیں سُست ہوئی۔وہ یونہی صاف گو سا تھا۔جو دِل میں وہی زُبان پر۔وہ بِلا جھجھک کچھ بھی کہنے سے نہیں چُوکتا تھا۔

"ویسے آپ مُجھے نظر کیسے نہیں آئیں گے؟" اپنی اِتنی سنجیدہ باتوں پر اِیسے سوال کی کم اَز کم اُسے توقع نہیں تھی تبھی مُنہ کھولے چند لمحے تک اُسے دیکھتا رہا۔

"یعنی آپ بھائی کے بہترین دوست ہیں تو میرے اِنکار پر مُجھے دیکھ کر کِن کونے کُھدروں میں چُھپتے پھریں گے؟" دونوں بازو سینے پر باندھ کر بڑے ہی مزے سے اُسے تپانے کو پُوچھا گیا۔میزان نے خفگی سے اُسکو دیکھا جس کی آنکھیں اُسکے تاثرات پر مُسکرانے لگیں تھیں۔

"اِسی لیئے اِس بارے میں کچھ سوچتے ہیں۔"مُسکراہٹ دبا کر کہتے ہوئے اُس نے میزان کو ٹھٹھکایا اور پھر اُسکی بات سمجھتے میزان کے چہرے کی رونق بحال ہونے لگی۔

"مگر مُجھے برداشت کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔"ٹیبل سے پانی کا گلاس اُٹھا کر ہونٹوں سے لگا کر وہ میزان کو ہر ممکن نظرانداز کر رہی تھی جبکہ میزان کی ہنسی اُسکے انداز اور بات پر بےساختہ تھی۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔مُجھے جنت کمانے کا بےحد شوق ہے۔"اعصاب جگہ پہ آتے ہی اُسکی حسِ مزاح بھی واپس آگئی تھی تبھی اطمینان سے کہتے ہوئے اُس نے سمجھتی زینب کو دانت پیسنے پر مجبور کر دیا۔

"آپ نہیں سُدھر سکتے نہ؟" اُسے جیسے یقین تھا کہ آگے بھی اِس شخص نے اُسے یونہی تلملانے پر مجبور کرتے رہنا تھا۔

"بَس یہی سوچ کر بگڑے ہیں کئی برسوں سے

کب تیرے ہاتھ لگیں اور سُدھر جائیں ہم۔۔۔"

اُسکے برجستہ شعر کہے جانے پر زینب نے خفت بَھری نظر اُس پر ڈالی جِسکی آنکھیں اُسکو یوں بوکھلاتے دیکھ کر چمکنے لگی تھیں اور پھر پیر پٹخ کر کچھ دیر کھڑے اپنے بھائی اور بھابھی کے پاس گئی جو ایک دوسرے کو دیکھنے میں محو تھے۔

"اہمم! آپ دونوں کو ایک دوسرے کے علاوہ بھی کوئی نظر آتا ہے؟" زینب کے سوال پوچھنے پر حُسن المآب نے چونک کر بوکھلاتے ہوئے اپنے ہاتھ جبار کی گرفت سے نکالنے چاہے مگر دوسری جانب گرفت مضبوط تھی۔اُس نے گُھور کر جبار کو دیکھا جو مُسکرا کر زینب کو دیکھ رہا تھا۔

"نہیں! تمہیں بھی میزان کے علاوہ کوئی نظر نہیں آئے گا۔"جبار کے یوں سیدھے سیدھے کہے جانے پر زینب کا چہرہ حیرانگی سے کُھلا اور پھِر ساتھ مُسکراہٹ دبا کر کھڑے ہوتے میزان کو دیکھ کر سُرخ۔

"بھابھی!" اِس بار چیخ کر حُسن المآب کو دفاع کے لیئے گھسیٹ کر لانا پڑے کہ اپنے بھائی کی دُکھتی رگ خوب جانتی تھی۔جبار نے فوراً سے سنجیدہ ہو کر حُسن المآب کی سنجیدہ نظروں کو دیکھ کر مفاہمتی انداز میں ہاتھ بُلند کیئے۔وہ ہاتھ بھی جِس میں حُسن المآب کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

"سمجھا لیں بھائی کو۔"زینب کے تلملانے پر حُسن المآب نے مُسکراہٹ دبائی۔

"بُری بات ہے جبار۔بہن کو اِیسے نہیں تنگ کرتے۔"اُسکے یوں مصنوعی خفگی سے کہے جانے پر جبار نے میزان کے مُسکراتے چہرے کو گُھورا۔

"اچھا معذرت۔۔۔تم بے شک اِنکار کرو میں تمہارے ساتھ ہوں۔"اَب کے مُسکراہٹ میزان کی غائب ہوئی تھی جبکہ میزان کے تاثرات پر حُسن المآب اور زینب کی ہنسی بے ساختہ تھی۔کئی لوگوں نے چہرہ پھیر کر اُن چاروں کو دیکھا جو اِردگرد سے بے خبر ایک دوسرے کے ساتھ محو تھے۔یوں جیسے اِس زمین پر بس وہی ہوں۔بہت سی جلتی آنکھوں سے دیکھنے والی آنکھوں میں وشمہ اور محمل کی نظریں بھی تھیں جو قلبِ جبار کو یوں اپنی ہستی بُھلائے حُسن المآب کی جانب دِل و جان سے محو دیکھ کر سَر

تا پا دَھڑا دَھڑ جَل رہی تھیں اور اُنہیں صدا یونہی جَلتے رہنا تھا کہ دوسروں کی زندگیاں اجیرن کرنے والے کبھی سُکھ سے جی نہیں سکتے۔دوسروں کی خوشی اُنہیں اکثر بےچین اور مُضطرب رکھتی ہے۔

حُسن المآب اور قلبِ جبار کی شفاف اور پاک زندگی میں سب سہل اور خوبصورت ہو گیا تھا کیونکہ جو جذبوں اُن دونوں کے دِلوں میں گھر کر چُکا تھا وہ سفر کو، سفر کی تھکان کو، اذیت اور تکلیف کو رائیگاں نہیں جانے دیتی۔بعض اوقات اچھا اور دِلنشیں وقت آنے میں زیادہ وقت نہیں لیتا اور بعض لوگوں کے لیئے عمریں گُزر جاتی ہیں لیکن حُسن المآب اور قلبِ جبار جیسے لوگ جو ہر مقام پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اپنے مقام سے نیچے نہیں گِرتے، لوگوں کی جڑیں نہیں کاٹتے اچھا وقت اِیسے لوگوں کو اپنے ہونے کے لیئے ترساتا نہیں ہے بلکہ اُنکی مُٹھیوں میں آ کر قید ہو جاتا ہے جہاں پہلے سے ہی مُحبت کے اَن گنت جگنو اپنی رضا اور خوشی سے قید ہوتے ہیں۔

ختم شُد!